من قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیه سلطانا فلا یسرف فی القتل انه کان منصوراً

جو مظلومیت کے عالم میں قتل ہو جائے ہم نے اس کے وارث کو تسلط دے دیا پس وہ قتل کرنے میں حد سے نہیں بڑھے گا یقیناً وہ منصور ہے (بنی اسرائیل 33)

مجالس المنتظرین

علیٰ

روضۃ المظلومین

جلد سوم

اردو ترجمہ

مجموعۂ مجالسِ تاریخ و تحقیق

شہزادہ فصیح البیان

السیّد محمد جعفرؒ الزمان نقوی البخاری

مترجم

جناب علی رضا قریشی صاحب

مصنف کا نام : مخدوم السید محمدؒ جعفرؒ الزمان نقوی البخاری

کتاب : مجالس المنتظرین جلد سوم اردو

مرتب : مہتاب اذفر

تکنیکی معاونین : علی رضا، بلال حسین

سنئہ اشاعت : 2014ء

تعداد : 1000

پرنٹرز :

ایڈیشن : دوئم

پبلشرز : القائم ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کراچی

کمرہ نمبر 11 اے اینڈ کے چیمبر 14 ویسٹ اینڈ وہارف روڈ

کراچی نمبر 2 پوسٹ کوڈ 74000 پاکستان

فون نمبر 021-3220537,32311979,32311482

Email: klbehaider@yahoo.com

ملنے کا پتہ : المنتظرین پبلیکیشن جمن شاہ ضلع لیہ

فون نمبر : 0606460259

ویب سائٹ : www.Khrooj.com

www.jammanshah.com

Email.jammanshah@gmail.com

ISBN-969.8806.52.1

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

انتساب

میں اپنی اس کتاب کو ملکہءِ وفاؑ، ملیکہ ایثار جناب ام العباس صلوات اللہ علیہا کے نام منتسب کرتا ہوں کہ جن کی آغوش عاطفت کی گرمی میں وفا کی ایسی لمس تھی کہ جس کی حرارت نے کائنات کو کردگار وفا علیہ الصلوات والسلام عطا فرمایا

دعا ہے کہ رب ذوالجلال والاکرام انہیں خاندان تطہیر کی جملہ خوشیاں آن واحد میں دکھائے آمین

جعفر نقوی

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

فہرست مضامین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمّ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

تعارف

حمد ہے اس کریم ازل کی جس نے مجھے یہ اعزاز بخشا ہے کہ میں مومنین وذاکرین عظام کے سامنے زیرِنظر کتاب موسوم بہ مجالس المنتظرین پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، سب سے پہلے مناسب ہے کہ میں اپنے استادگرامی القدر واجب صد احترام آقا السید محمد جعفرالزمان کا تعارف عرض کردوں کہ جو اس کتاب کے خالق ہیں

حقیقت یہ ہے کہ ان کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے، نیز میری اپنی اتنی بساط نہیں کہ میں ان کا تعارف کرانے کی جرأت کرسکوں، وہ کیا ہیں؟ یہ تو میں نہیں بتا سکتا البتہ اتنا ضرور جانتا ہوں کہ جیسے علامہ بہائی رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ اپنے وقت میں جملہ علومِ رائجہ پر مکمل عبور رکھتے تھے یعنی ہرفن مولا تھے، یہاں بھی صورتِ حال اس سے مختلف نہیں ہے کہ اِن کو بھی رائج الوقت جملہ علومِ متداولہ مروجہ یعنی صرف، نحو، منطق، بیان، کلام، تاریخ، فلسفہ، فلکیات، نجوم، پامسٹری، موسیقی، شاعری، السنہ، سائنس اور دیگر پراسرار علوم وغیرہ پر نہ صرف مکمل عبور حاصل ہے بلکہ وہ قدرتِ کاملہ کے حامل ہیں، اور ان کی علمی وسعت وقدرت کے پیش نظر مختلف علوم کے طلباء اپنی ضرورت اور شوق کے مطابق ان سے استفادہ کرتے رہے ہیں، یعنی میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ وہ علم کا ایک بحر بیکراں تھے کہ جس سے تشنگانِ علوم اپنی پیاس بجھاتے تھے، تقریباً تمام جدید وقدیم علوم مروجہ ومتداولہ میں ان کے شاگردوں کا علیحدہ علیحدہ ایک حلقہ ہے، مثلاً کچھ لوگ فن تقریر وخطابت، فن شعر وشاعری وغیرہ میں استفادہ کرنے کی غرض سے ان کے سامنے

زانوئے تلمذ تہہ کرتے تھے، اس کے علاوہ چونکہ شیعہ ہونے کے ناطےعزاداری شیعیت کی روحِ رواں ہے، اس لئے جملہ شعبہ ہائے عزا جس میں ماتم، نوحہ خوانی، مرثیہ گوئی، روضہ خوانی وغیرہ شامل ہیں ان میں بھی ان کے شاگردوں کا علیحدہ علیحدہ ایک حلقہ ہے، خصوصاً نوحے کی شاعری میں ان کی شعراء کی ایک نرسری تیار ہے

یہ زیرِنظر کتاب ان کی پڑھی گئی مجالس کا مجموعہ ہے، جسے ان کی اجازت سے میں عوام کے سامنے پیش کرنے کی سعادت سے مشرف ہورہا ہوں

محرکاتِ کتاب

جو بھی مؤلف کسی کتاب کی تالیف کرتا ہے تو اس کے کچھ محرکات ہوتے ہیں، زیرِنظر کتاب مجالس المنتظرین کی تالیف میں جو محرکات کارفرما ہیں ان کا اجمالی طور پر ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں

( ) واجب الاحترام استادِ معظم کا ایک وسیع حلقۂ ارادت ہے جو ہر معاملہ میں ان کی ذات پر مکمل انحصار کرتا ہے، ایک تو ان کی بھی بنیادی ضرورت تھی کہ ان کے مجالس و تقاریر کا کوئی ایسا مجموعہ ہو جس سے استفادہ کیا جا سکے، دوسرا چونکہ ان کی ذات گونا گونیت کا مظہر ہے اورعزاداری کے جملہ مروجہ شعبوں میں ان کے بہت زیادہ شاگرد ہیں جن میں مقررین و ذاکرین بھی شامل ہیں، تو ان کی طرف سے بہت زیادہ اصرار تھا کہ کوئی مقاتل کے مضامین کا ایسا مجموعہ ہونا چاہیے کہ ہمیں اس سے تاریخی حقائق کے ساتھ ساتھ اپنی تقریروں یا مجالس کیلئے مواد میسر آ سکے

( ) عام طور پر ذاکرین ومقررین صرف انہی مضامین پر اکتفا کرتے ہیں کہ جو وہ متقدمین سے سنتے آئے ہیں، بلکہ متقدمین انہی مضامین کو قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کرتے تھے لیکن اب تو وقت کی قلت اور مومنین کی توفیق سماعت میں کمی کے پیش نظر مقررین و ذاکرین SHORT CUT ذاکری کرتے ہیں، کہ کوئی مضمون ہو اس کے CUT PIECE سننے کو ملتے

ہیں ، پھراس میں ذاکرین عظام کی اپنی ذاتی تحقیق وکاوش کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا

( ) مقررین وذاکرین عظام کیلیئے جو مسئلہ سب سے زیادہ مشکل ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے مستند کتب مقاتل کی زیادہ تر تعداد عربی و فارسی زبانوں میں شائع ہوئی ہے، جبکہ اکثریت ان زبانوں سے نا آشنا ہے اور یہ بھی ہے کہ جو کتابیں عربی اور فارسی میں ہیں ان میں کوئی مضمون ایسا مربوط بھی نہیں ہے کہ جس سے کسی عام قاری اور مقرر کو بیان کرنے کیلیئے کوئی مضمون مل سکے، کیونکہ ان میں اجمال ہی اجمال ہے اور ایک مضمون ترتیب دینے کیلیئے کم ازکم تیس چالیس کتب کا مواد جمع کر کے ایک مضمون مرتب کیا جا سکتا ہے اور یہ بات عام آدمی کے بس کا روگ نہیں ہے، نیتجتاً وہ ان کتب سے مستفیض نہیں ہو پاتا، ان حالات میں اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ مقاتل کے مضامین کا ایک ایسا مجموعہ ہونا چاہیے کہ جس میں مستند ترین کتب مقاتل سے استخراجیہ تاریخی حقائق بیان کئے گئے ہوں کیونکہ اردو زبان میں شائع شدہ موجودہ کتب مقاتل ایک تو نامکمل ہیں پھران کتابوں سے ایک عام آدمی کو سنے سنائے مضامین کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا

( ) اس کتاب کے محرک وہ شعراء بھی تھے جو نوحہ کی شاعری کی طرف رخ کرتے تھے اور ان کے پاس کوئی تاریخی مواد نہیں ہوتا تھا اور وہ سب سے پہلا سوال یہی کرتے تھے کہ ہم کس کتاب سے استفادہ کریں جو ہمیں مکمل مضامین فراہم کرے، اس کا یہی جواب ملتا تھا کہ یہ مواد بہت سی کتابوں میں بکھرا ہوا ہے تو وہ کہتے تھے کہ پھر ایسی کوئی کتاب ضرور لکھیں جو ہمیں نوحہ نگاری میں کفایت کرے

( ) اسی طرح جو لوگ استاد گرامی سے مجالس کا درس لیا کرتے تھے انہیں عشرہ ءمحرم کے مضامین خود بیٹھ کر لکھنا پڑتے تھے اور وہ تقاریر یاد کرتے تھے یا پھر وہ آڈیو یا ویڈیو کیسٹ لے کر جاتے تھے، اس سے تقاریر نقل کر کے پھر یاد کر کے منبر پر بیان کرتے تھے، انہی احباب کی ضروریات کے پیش نظر یہ کتب معرض وجود میں آئی ہیں

اس کے مجالس سنہ 1980 سے 1985 تک استاد گرامی القدر نے منبر پر ادا فرمائے تھے ان کا معمول یہ تھا کہ وہ ایک موضوع کو لیتے تو عشرہ اسی پر پڑھ لیتے تھے، مثلاً جناب ابوالفضل العباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موضوع پر انہوں نے بارہ مجالس پڑھی تھیں، لیکن میں نے اس میں اتنی تبدیلی کی ہے کہ ان بارہ مجالس کے مواد کو سات مجالس میں سمو دیا ہے

استاد محترم کا اندازِ خطابت ہمیشہ مختلف فنونِ تقریر سے آراستہ ہوتا تھا، یعنی کبھی وہ تاریخی HISTORICAL تقاریر فرماتے، کبھی وہ استدلالی تقاریر فرماتے، کبھی مراۃ النظیر یہ، کبھی تفسیری، کبھی استنباطیہ، کبھی اعتباراتی، کبھی اخلاقیاتی، کبھی مناظرانہ، کبھی عرفانیاتی، اور کبھی بائیوگرافیکل BIO GRAPHICAL یعنی (سوانح حیاتی) تقاریر فرمایا کرتے تھے

اس کتاب میں ان کی وہ تقاریر ہیں جو انہوں نے صرف مقتل کے موضوع پر مجالس میں کی تھیں، اگر وقت ملا تو دوسری تقاریر بھی شائع کریں گے، خصوصاً وہ تقاریر جو انہوں نے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے فضائل اور مصائب پر پڑھی ہیں، جو سیکڑوں کی تعداد میں ہیں ان کی خطابت کی ایک یہ انفرادیت بھی تھی کہ جب سے انہوں نے سلسلۂ تقاریر شروع فرمایا اس وقت سے آج تک انہوں نے کبھی کسی مضمون کا اعادہ نہیں کیا، یعنی جو موضوع ایک بار لیا ہے اسے دوبارہ منبر پر بیان نہیں کیا، اس وجہ سے ان کی تقاریر کی عوامی افادیت کم ہوگئی تھی کیونکہ وہ مضامین پھر بیان نہ ہونے کی وجہ سے ذہنوں سے محو ہو جاتے تھے، اور وہ صرف آڈیو ویڈیو کیسٹس میں بند ہوکر رہ گئے تھے، اب ضرورت اس بات کی تھی کہ انہیں عوام کے سامنے لایا جائے، تو اس کتاب کا ایک محرک یہ بھی تھا

بس انہی محرکات کی بنیاد پر میں نے استاد گرامی القدر کی آڈیو ویڈیو لائبریری تک رسائی حاصل کی (کہ جہاں عام آدمی کی رسائی ناممکن تھی) اور وہاں سے مقتل کے موضوع پر کیسٹ نکلوائے اور انہیں کمپیوٹر پر بیٹھ کر خود لکھا اور مالک کل کے کرم سے اب یہ کتابی صورت میں آپ کے سامنے ہے

احباب گرامی!

یہاں ان چند سوالات کے بارے میں عرض کرتا چلوں جو میرے ساتھ بیٹھنے والوں نے مجھ سے مقتل کی پہلی دو کتب پڑھنے کے بعد کئے ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہی سوالات کئی دیگر قارئین کے ذہن میں بھی آئے ہوں گے، اس لئے انہیں بھی جواب میں شامل کرلیا جائے، مثلاً بعض دوستوں نے یہ کہا ہے کہ مقتل میں مخدرات عصمت وطہارت صلوٰۃ اللہ علیھن کو پردہ داران توحید ورسالت صلوٰۃ اللہ علیھن کیوں لکھا جاتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ الفاظ تراکیب سے تعلق رکھتے ہیں اور ان تراکیب پر شرعی گرفت نہیں ہوتی، جیسا کہ ہر سال اخبارات میں حج کے دن آتا ہے کہ آج ایک کروڑ ''فرزندانِ توحید'' فریضہءِ حج ادا کررہے ہیں ...... یہاں ایک کروڑ فرزندان توحید ہو سکتے ہیں تو ''پردہ دارانِ توحید'' کی ترکیب کس طرح قابل گرفت ہے؟

یہ تو ساری دنیا جانتی ہے کہ فرزندانِ توحید کا مطلب اللہ کے بیٹے نہیں ہے

احباب کا یہ بھی عجیب رویہ ہے کہ اگر ہم پاک خاندان علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کسی فرد کو فرزند توحید کہہ دیں تو پتہ نہیں کیا ہنگامہ ہوگا؟

بات تو نیک گمانی کی ہوتی ہے، اگر انسان حسن ظن کی طرف راغب ہو تو نماز، اَذان، اقامت، کلمہ وقرآن کی تلاوت، ماتم، مجلس، عزاداری اور سارے معمولات ایک آدمی کے موحد ہونے کی گواہی دیتے ہیں

اگر سوئے ظن ہو تو پھر الفاظ پر گرفت ہوتی ہے، تراکیبی بندشوں پر کفر وشرک کے فتوے لگائے جاتے ہیں اور یہ کہا جاتا ہے کہ یہ تو خاندان پاک علیہم الصلوٰۃ والسلام کو خدا سمجھتے ہیں اور یہ بھی نہیں دیکھا جاتا کہ یہ جو اس خاندان پاک علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شہادتوں پر اتنے مجلدات لکھے جارہے ہیں، کیا یہ یہی بتانے کیلئے لکھے گئے ہیں کہ اللہ بھی نعوذ باللہ شہید کیا جا سکتا ہے؟ ...... کیا اللہ بھی زخمی کیا جا سکتا ہے؟ ...... کیا کوئی انسان ایسا بھی ہے جو اللہ جل جلالہ

کی نعوذ باللہ موت یا شہادت کا قائل ہو؟ ......کیا مسلمانوں میں ایسا کوئی فرقہ دکھایا جا سکتا ہے؟

اگر کوئی ماتم ،مجلس ،عزاداری ہی پر غور کر لیتا تو اسی سے ہمارے موحد ہونے کی گواہی مل جاتی مگر جن لوگوں نے سوئے ظن [جس کی سختی سے مناہی ہے] سے کام لیتے ہوئے فتوے ہی دینا ہوں تو انہیں نہ ماتم نظر آتا ہے ، نہ مجلس ، نہ گریہ ، نہ دعائے تعجیل فرج ، نہ مجلداتِ مجالس ، ہر چیز میں شرک ہی شرک نظر آتا ہے ، اس کا علاج تو ہمارے پاس نہیں ہے

کچھ احباب نے فرمایا ہے کہ ہمارے مسلمہ عقائد میں سے ہے کہ آئمہ اطہار علیہم الصلوٰۃ والسلام کسی جانور کی شکل اختیار نہیں کر سکتے تو واقعہ شام غریباں میں آپ نے شیر والی روایت میں یہ کیوں لکھ دیا ہے کہ امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام شیر کی صورت میں اظہار پذیر ہوئے ؟

دوستو ! استاد محترم نے بھی اپنے کتب فضائل میں یہ بات لکھی ہے کہ جنات اور ملکوت میں یہ فرق ہے کہ جنات ہر نجس جانور کی شکل اختیار کر سکتے ہیں مگر ملکوت کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی نجس جانور کی شکل میں تصرف کریں ، جب ملکوت کسی نجس جانور کی شکل میں تصرف نہیں کر سکتے تو خاندان توحید و رسالت علیہم الصلوٰۃ والسلام کے افراد اس طرح کیسے کر سکتے ہیں ؟

ان کے تصرف کا پست ترین مقام یہ جامہء بشری ہے کہ جس میں وہ نازل ہوئے ہیں ، یہ اس سے نیچے اتر ہی نہیں سکتے ، یہ ایک حقیقت ہے ...... اب ہم تصرف کو دیکھتے ہیں تو عرفاء کے نزدیک تصرف کی دو قسمیں ہیں ( ) تصرف علی الذات ( ) تصرف علی الناظر

یعنی ایک ہوتا ہے اپنی ذات میں تصرف کر کے اسے بدل دینا اور دوسرا ہوتا ہے دیکھنے والے کی قوتِ باصرہ کو اپنے تصرف میں لے کر اسے جو دکھانا مقصود ہو وہ دکھا دیا جائے کیونکہ ملکوت و جنات کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ کسی کی قوتِ باصرہ کو تصرف میں لا سکیں بلکہ یہ اختیار آئمہ ہدیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہوتا ہے ، اس لئے انہیں کسی کی ذات میں تصرف کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی جیسا کہ ہم جنگ صفین کے بارے میں دیکھتے ہیں کہ جب امیر شام

نے صفین کے مقام پر پانی بند کیا تو اس میں امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جناب مالک اشتر کو پانی کیلئے روانہ کیا، اور دریا کے پہرہ داروں کی قوت باصرہ پر اس طرح تصرف فرمایا کہ مخالف جناب مالک اشتر کو شامی فوجی کی شکل میں دیکھ رہے تھے

اسی طرح واقعہ معراج میں بھی موجود ہے کہ شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں ایک شیر کو دیکھا ...... اسی طرح مقتل کی کتابوں میں یہ شیر والی روایت کو بھی تصرف علی الناظر پر محمول کیا گیا ہے کہ جس کی طرف خود امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہج الاسرار 154 پر اپنے حلیۃ الاجساد کا ذکر فرمایا تھا، ورنہ ہر شیعہ اثنا عشریہ کا عقیدہ یہی ہے کہ یہ انوار الٰہی انسانی شکل سے نیچے نہیں اتر سکتے، اس لئے یہ کسی جانور کی تو کجا کسی غیر صالح انسان کی شکل بھی اختیار نہیں فرما سکتے اور نہ کوئی فرشتہ یا کوئی دیگر مخلوق ان کی شکل اختیار کر سکتی ہے

اس لئے یہاں جس وجہ سے میں نے یہ روایت لکھی تھی اور وہ بھی احتمال کے ساتھ نہ کہ قطعیت کے ساتھ، وہ وجہ لکھ دی ہے اور یہ بھی ہے کہ جو لوگ اس بارے میں علمائے اعلام سے رجوع کرنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں وہ بے شک کریں کہ علماء یہاں اگر تصرف علی الناظر کے حق میں فیصلہ دیں تو ہمیں منظور ہوگا اور اگر کلی طور پر رد فرما دیں تو بھی ہم اسے دل و جان سے قبول کریں گے کیونکہ علم میں جارحیت و ضد نہیں ہوتی

بعض احباب نے فرمایا ہے کہ اس کتاب میں حوالہ جات لکھ دیئے جاتے تو بہتر تھا

اس کیلئے عرض کروں گا کہ میں نے یہ مجالس کیسٹس سے لکھے ہیں اور مجلس میں حوالہ جات نہیں دیئے جاتے، الاقلیل ...... اس کیلئے میں نے استاذ المکرّم سے گذارش کی اور انہیں وقت کی قلت کا ذکر بھی کیا تو انہوں نے جلدی میں جلد اول کے میرے طلب کردہ حوالہ جات لکھ دیئے اور باقی کتابوں کے بارے میں فرمایا کہ وقت دے دیں تو سارے حوالہ جات دس دس بیس بیس کتابوں سے دیئے جا سکتے ہیں مگر ہمارے پاس وقت زیادہ نہیں تھا کیونکہ محرم الحرام سے قبل انہیں شائع کروانا تھا

ایک بزرگ مہربان جو عالم ربانی عارف صمدانی جناب مولانا مولوی ہدایت حسین نجفی اعلی اللہ مقامہ کے حلقہ مستفیضان میں شامل ہیں یعنی جناب چودھری غلام حسین فارس صاحب یہاں ہم ان کا ایک خصوصی مضمون بھی شامل کر رہے ہیں جو انہوں نے خصوصی طور پر ہماری کتاب کیلئے رقم فرمایا ہے، اس کیلئے ہم ان کے ممنون ومشکور ہیں

جن معزز قارئین معزز علمائے کرام نے زبانی یا خطوط کے ذریعے میری حوصلہ افزائی کی ہے میں ان کا یہاں شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں

اپنے محترم و ذی عزت جناب سید مظہر حسین موسوی صاحب، جناب علامہ حسن عسکری صاحب اور جناب سید یحییٰ حسنؑ رضوی صاحب کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہوں گا

اس کتاب کی تیاری سے اشاعت تک جن احباب نے معاونت فرمائی ہے ان سب کا تہہ دل سے ممنون ہوں اور اپنے ٹیکنیکی معاونین کا بھی شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں

جناب علیؑ رضا صاحب، جناب بلال حسینؑ خان، جناب ابحر مہدیؑ صاحب نے چونکہ اس کتاب کی ایڈیٹنگ میں بھرپور حصہ لیا ہے اور ان کے تعاون ہی سے یہ کتاب پایہ تکمیل تک پہنچی ہے اس لئے ان کا شکریہ واجب ہے

آخر پر دعا ہے کہ مولائے کائنات علیہ الصلوۃ والسلام بحق محمدؐ وآل محمد علیہم الصلوۃ والسلام تمام مومنین کو وہ روز سعید فوراً سے پہلے دکھائیں کہ اس دنیا میں حکومت اِلٰہیہ کا قیام ہو اور تمام مظلومین کو کم از کم اس قدر ابدی مسرت نصیب ہو کہ انہیں تمام آلام یاد ہی نہ رہیں

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

فقیر گوشہ نشیں

مہتاب اذفر

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مظالم مدینہ کی بازگشت

قارئین محترم! ہم سنتے ہیں کہ 61 ہجری 11 محرم کو بعد از نماز عصر کربلا معلیٰ سے حضرت امام سجادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ اپنے عزیزوں کے لاشے مجبوراً چھوڑ کر محسن کائنات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہو بیٹیاں صلوٰۃ اللہ علیہا جب کوفہ کیلئے روانہ ہو رہی تھیں تو شریکۃ الحسین صلوٰۃ اللہ علیہا نے اپنے سید الشہداء علیہ الصلوٰۃ والسلام بھائی کی بے سر و مجروح لاش اطہر پر گریہ و ماتم کناں فرمایا تھا کہ بھیا آج ہمشیر مجبور ہے، شرمسار ہوں کہ آپ کو بے گور و کفن چھوڑے جا رہی ہوں، شبیر علیہ الصلوٰۃ والسلام اگر مدینہ ہوتا تو میں تمہیں بے کفن نہ چھوڑ جاتی اور دفن بھی ضرور کرتی

بھائی کی بے جرم و خطا مظلومانہ شہادت اور تمام شہداء کی بے دفنی تو ایک صدمۂ جانکاہ تھی ہی مگر یہ بات عقل میں نہیں آتی اور دل مانتا ہی نہیں کہ بعد از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول شہید آلِ محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام یعنی محرومۃ الارثِ ابی، مظلومہ ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کی ام المصائب مظلومہ بیٹی صلوٰۃ اللہ علیہا کو کیا ابھی تک مدینہ والوں پر کچھ بھروسہ ہو سکتا تھا؟

( )

یہ مظلومۂ کائنات، شریکۃ الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے محسن عالمین نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت، اور مقتولہ والدہ گرامی صلوٰۃ اللہ علیہا کے مصائب و آلام و غصب حق اپنی آنکھوں سے مشاہدہ فرما چکی تھیں

( )

پاک بابا امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقوق کا غصب، والد کی مظلومیت اور برادر بزرگ

امام حسن مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گوشہ نشین زندگی اور شہادتیں ان کے سامنے تھیں ()

فقط اتنا نہیں بلکہ ابھی 28 رجب سنہ 60 ہجری قبل از صبح اپنے اسی بھائی کی پورے خاندان سمیت اسی مدینہ سے اپنی روانگی کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی تھیں، انہیں یاد تھا کہ ان کا بھائی اس طرح مدینہ طیبہ سے رخصت ہوا جیسے کوئی مسافر قافلہ دوران سفر مدینہ میں رات گزار کر اگلے دن اپنی منزل کی طرف کوچ کر رہا ہو، یہ سب کچھ ان کا مشاہداتی تھا، اس کے باوجود انہی لوگوں سے کوئی امید وابستہ کرنا حیران کن ہے

کیونکہ جو ان کے واجب الاطاعت نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز و تدفین میں شامل نہ ہوئے ہوں وہ نواسے کے ساتھ مرنے کیوں نکلیں، جو بنت پیغمبر صلوٰۃ اللہ علیہا کی صدائے نصرت طلبی سن کر لبیک نہ کہیں وہ ان کی اولاد سے محبت و خیر خواہی کا اظہار کیوں کریں؟ ...... عہد وفاداری کیوں باندھیں؟ ...... وعدۂ جانثاری میں زبان کیوں کھولیں؟ ...... جنہوں نے باپ کا ساتھ نہ دیا ہو وہ بیٹے کی نصرت کا دم کیونکر بھریں؟ ...... جو سرکار حسن مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے غداری کر چکے ہوں وہ آج حضرت امام حسینؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وفا کیوں کریں؟

ماضی کے سردارانہ قبائلی نظام کے ظلم کی چکی میں صدیوں سے پسنے والے عوام اب کلمہ گوئی کے عوض میں پرسکون و با اطمینان مطلوبہ زندگی گزار رہے تھے

قریشی اور عربی تجار پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خداداد فتح و کامرانی کے مقابل اپنی تاجرانہ و ساہوکارانہ منفعتوں اور قبائلی اقتدار کی بربادی کے باوجود اپنی بقا اور مالی تحفظ کے امیدوار رہے ......کبھی موقعہ حاصل ہونے کی توقع پر ہر محاذ پر ناکامی سے دوچار ہو جانے کے بعد وقتی سیاسی ضرورت کی وجہ سے کلمہ ءِ توحید و رسالت وِرد زبان کر لینے والے اب وفات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت انتقاماً کثیر گروہی اتحاد میں شمولیت کیوں نہ کرتے؟، اپنے سے کمزور خاندان کی امارت وحکومت کو قبول کر کے اس اکثریتی اتحاد میں

شامل کیوں نہ ہوتے کیونکہ امارت وحکومت خاندان نبوت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صرف اسی طرح ہی تو نکالی جاسکتی تھی ،اورعوام کالانعام بھی اپنی راحت میں آرام وسکون وراحت کی زندگی کو اب خطرے میں کیوں ڈالتے ؟اوراہل وناراہل کی بحث میں کیوں پڑتے ؟

کیونکہ وہ جس چیز کے حصول کیلیئے داخلِ حلقہءِ اسلام ہوئے تھے وہ انہیں حاصل ہوچکی تھی یہ بات کچھ نئی بھی نہ تھی وہ ہمہ وقت ساتھ رہنے والے جب شدائد ومصائب اور شدید جنگ میں اپنی زندگیوں کوخطرہ میں محسوس کرتے تو خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی نرغہءِ اعداء میں چھوڑ کرفرار ہو جاتے تھے ،تو فرزند رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلیئے کیوں خطرات مول لیتے ؟

مگر جنہوں نے حقیقت دین اور حقانیت سرکار محمدؐ آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کو پرکھا اور پہچان کر اور معرفت حاصل ہونے پر کلمہ پڑھا تھا وہ تو جب سے اب تک ہر موقعہ اور ہر مرحلہ پر شروع ہی سے جاںنثاری کرتے چلے آرہے تھے اوران میں سے جو بھی باقی وموجود تھے وہ اب بھی امام وقت فرزند رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ قربان ہونے کو چلے آئے تھے

گوان لوگوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی

خاندان عصمت وطہارت علیہم الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ کیلیئے مدینہ کو چھوڑ کر جارہا تھا اور اہل مدینہ خاموش ، ناواقف اور تماشائی بنے دیکھ رہے تھے ، اولاد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اہل مدینہ کی اکثریت کی یہ بے رخی ، بے مروتی اور سرد مہری ان کا روائتی کردار اور تاریخی شعار بن چکا تھا

جس معظّمہ بنت خاتون قیامت صلوٰۃ اللہ علیہا نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا بھلا ان کے نزدیک مدینہ اور کربلا میں کچھ بھی معنوی فرق باقی رہ گیا ہوگا ؟ ...... ہرگز نہیں

ہاں چند مقدس قبروں اور چند معذور از سفر افرادِ خاندان کے سوا مدینہ میں ان کیلیئے کیا رہ گیا تھا ؟ باقی سارا خاندان اور دم بھرنے والے اہل مؤدت تو ساتھ ہی چلے آئے تھے

مرد کربلا میں قربان ہو چکے تھے اور خواتین اور بچے امام وقت حضرت امام سجاؑد علیہ الصلوۃ والسلام کے اور جناب شریکتہ الحسینؑ صلوۃ اللہ علیہا کے اب بھی ہم سفر و شریک اسیری تھے

جو آیت پردہ کی تصویر و تفسیر مجسم بنت امیر المومنین صلوۃ اللہ علیہا اپنے بزرگوں کی بچپن ہی سے شریک مصائب رہی ہوں بھلا ان کی زندگی میں مسرت کے لمحات کیسے ہو سکتے تھے؟

سن اطہر ہی کیا تھا کہ محسنِ جہاں شفیق نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کے ساتھ ہی مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے اور ہر روز ان میں اضافہ پر اضافہ ہوتا چلا گیا، ہر روز نئی سے نئی مصیبت کا سامنا ہوتا رہا کہ نام ہی ام المصائب صلوۃ اللہ علیہا ہو گیا

بھلا خاندان نبوت علیہم الصلوۃ والسلام کے علاوہ دنیا میں کوئی ایسی مثال مل سکتی ہے کہ چار پانچ سالہ بچیوں کو اپنی کم سنی میں اپنی شدید زخمی ماں کی مرہم پٹی اور تیمارداری کرنا پڑی ہو؟

حضرت ام المصائب صلوۃ اللہ علیہا اپنی لائقِ تسلیم خالق اور واجب التعظیم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنہائی یوں دیکھ رہی تھیں کہ جیسے خود عصمت کبریٰ جناب سیدہ صلوۃ اللہ علیہا نے اپنی مادر گرامی ملیکۃ التجار صلوۃ اللہ علیہا کی اپنے بچپن میں تنہائی دیکھی تھی

حضرت خاتون قیامت صلوۃ اللہ علیہا کا وا ابتاہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وآلہ وسلم کے لفظوں کے ساتھ رونا امت کو گوارا نہ تھا، اسی لئے تو ان کمسن بچوں کو ہر روز گھر سے ہجرت کر کے جنت البقیع تک مادرِ گرامی کے ہمراہ جانا پڑتا تھا، کیونکہ مدینہءِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باسی مسلمان جناب سیدہ پاک صلوۃ اللہ علیہا کو محسن جہاں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لے کر قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملحق گھر میں رونے نہ دیتے تھے اور بیرون شہر اس قبرستان میں جا کر رونا پڑتا جہاں نہ تو قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھی، نہ خانہءِ بنت رسول صلوۃ اللہ علیہا تھا

بھلا جس پاکیزہ اور معصوم خاندان کی تاریخ لکھنے والا قلم قاتل کے ہاتھ میں ہو تو اس خاندان کے سید الرسل ہادی اعظم پیغمبر کو نعوذ باللہ [......] اور تصدیق کنندگان کو دروغ گو اور ہادی کو باغی کہا جائے تو تعجب ہی کیا ہے؟ بلکہ تعجب تو معصوم خاندان نبوت علیہم الصلوۃ

والسلام کے صبر و استقلال و شجاعت و ہمت اور حلم و برداشت کے لامحدود ہونے پر ہوتا ہے یا اللہ! یہ قوتِ بشری سے بالاتر برداشت کا کرشمہ ہے یا ان مقدس افراد میں تیری صفات کاملہ جلوہ سامانیاں کر رہی ہیں؟

جن لوگوں کا دین و ایمان ہر ظالم حکومت کی خوشنودی اور غلامی ہو تو ان لوگوں کے نزدیک انسانیت و شیطانیت، خیر و شر، عدل و ظلم بے معنی الفاظ ہوتے ہیں، ایسے شمر خو ذہن سے انصاف کی توقع کرنا عقل کی توہین اور انسانیت کی تذلیل ہے، مگر جس خون میں حکمت اِلٰہی کی جِلا اور حقیقت قرآن کی معجزانہ ضیا موجود ہو اسے سقیفائی ظلمانی حجاب چھپا سکیں ناممکن ہے، محال ہے

آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عظیم قربانیوں اور حضرت سید الشہداء کی بے مثل و مثال شہادت عظمیٰ کے بعد حیران کن اور حیرت انگیز کردار ہے ثانی مخدومہءِ کونین، عقیلۃ القریش، شریکۃ الحسینؑ صلوٰۃ اللہ علیہا کا، جنہوں نے حکیمانہ قربانیوں اور اِلٰہی تدبیروں سے حق کو مزید اور دائمی سرخروئی اور باطل کو کلی اور دائمی روسیاہی دے کر ہر بے علم و ناسمجھ مگر حق پسند انسان کیلئے حق آشنائی کو انتہائی آسان کر دیا اور روزِ روشن کی مانند عیاں ہو گیا کہ حق کدھر ہے اور باطل کدھر ہے؟ اور واضح تر ہو گیا کہ نیابت اِلٰہی و نبوی حکمرانی حق ہے اور احتیاج نہیں ہے، اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ کربلا اور مدینہ ایک ہی حقیقت کے دو مظہر ہیں

معمار حسبنا نے سقیفہ کی تعمیر ثانی شام میں کر دی تھی، اموی نژاد حسبنائی نقال کتاب سقیفہ کی رہنمائی میں صرف تاریخ مدینہ کو دہرا کر ہی پھولا نہ سمایا، حالانکہ اصل کارنامہ تو موجد کا ہوتا ہے، کربلا اور کوفہ و شام میں آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جو کچھ ملا وہ مدینہ کا تو دیا ہوا تھا

اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

اگر عقل و ہوش کام کرے اور حافظہ ساتھ دے تو چالیس پچاس برس پہلے کے واقعات کربلا میں 60,61 ہجری کے واقعات مدینہ میں تصور کر لینے سے کچھ بھی معنوی فرق نہیں

پڑتا، گویا مدینہ اور کربلا ایک ہی مقام کے دو نام اور ایک ہی کام کے دو مقام ہیں جو مصائب مدینہ میں مختلف اوقات میں نازل ہوئے وہ آل محمد علیہم الصلوۃ والسلام پر کربلا میں ایک ہی روز میں وارد ہو گئے تھے، پس اگر چاہیں تو اسے صرف فرق کہہ لیں، اگر بغور دیکھا جائے تو اصل حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ

( )

اگر کربلا میں فرزند رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی ہر بات کی تکذیب اور ہر حکم کی نافرمانی ہوئی ہے تو یہ مدینہ میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں اکثر اوقات اور خصوصاً حیات ظاہری کے آخری ایام میں اعتراض حدیبیہ، لشکر اسامہ بن زید سے اختلاف اور پہلوتہی اور ہادی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصیت نامہ ہدایت بلکہ ضمانت نامہ تحفظ از گمراہی وغوایت کی تحریر کیلئے قرطاس وقلم طلب فرمانے پر مدعیان اسلام کے ردعمل کا ہی دوسرا رخ ہے

( )

اگر کربلا میں آل محمد علیہم الصلوۃ والسلام پر مظالم کے احکام جاری کرنے والا جانشینیءِ رسول کا مدعی بھی ہے تو یہ مدینہ کا ہی سقیفائی عکس ہے جو کربلا میں پڑ رہا ہے

( )

اگر کربلا میں آل محمد علیہم الصلوۃ والسلام کے حقوق غصب ہوئے ہیں تو یہ مدینہ کا ہی دوسرا ایڈیشن ہے

( )

اگر حصول بیعت کیلئے ہی کربلا میں آل محمد علیہم الصلوۃ والسلام کا قتلِ عام ہوا ہے اور سامان و املاک پر لوٹ مار کا بازار گرم ہوا ہے اور آل محمد علیہم الصلوۃ والسلام کو اسیر کیا گیا ہے تو اسی بیعت کا تقاضہ مدینہ میں جناب سیدہ النساء العالمین صلوۃ اللہ علیہا اور حضرت محسن علیہ الصلوۃ والسلام کی شہادت اور مالی حقوق کا غصب اور سرکار امیرالمومنین علیہ الصلوۃ والسلام کی ہتک وتوہین آمیز جسارت کا ارتکاب ہو چکا تھا، بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی [......] سے شہادت ہو چکی

تھی

( )

کر بلا میں خاندان نبوت علیہم الصلوٰۃ والسلام پر چلنے والی وہی حسینائی تلوار ہے جو بنت نبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اور نواسۂ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مدینہ میں چل چکی تھی

( )

کر بلا میں پاک دختران بتول صلوٰۃ اللہ علیہن کے خیام تک مدینہ ہی سے دراطہر پر بھڑ کنے والی سقیفائی آگ کے شعلوں کی لپٹ پہنچی ہے ...... ع

دختران سیدہؑ کے نذر آتش ہیں خیام ...... کر بلا میں لینے بیعت پھر مسلماں آ گیا

( )

کر بلا میں سید الشہداء علیہ الصلوٰۃ والسلام لہولہان لاشہ ہائے اطہر لا رہے ہیں تو یہ مدینہ میں سرکار حسن مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تیروں سے چھلنی، خون سے رنگیں لاشہ واپس آنے کا منظر ثانی ہے ...... جناب سیدہ ام المصائب صلوٰۃ اللہ علیہا نے وہاں بھی اہل حرم نبوی اور بعض صحابیات کے ہمراہ نوحہ و ماتم اور بینوں سے استقبال کیا تھا اور کر بلا میں بھی کر رہی ہیں

( )

اگر کر بلا میں حضرت والدہ علیؑ اصغر صلوٰۃ اللہ علیہا کو شیر خوار پیاسے معصوم مقتول فرزند کا لاشہ دیکھنا پڑا ہے تو اسی لئے کہ آپ حضرت مخدومہ کائنات مادرِ محسن صلوٰۃ اللہ علیہا کی بہو ہیں

( )

اگر کر بلا میں شیر خوار شہید کو دوبارہ نیزہ اور تلوار سے شہید ہونا پڑا ہے تو مدینہ میں سرکار سبط اکبر سرکار امام حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام زہر سے شہید ہونے کے بعد دوبارہ تیروں سے بھی شہید ہو چکے تھے

( )

یا اللہ ! یہ کربلا میں عبائے سید الشہد اعلیہ الصلوٰۃ والسلام میں لختِ جگر حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام جناب قاؐسم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاش کے ٹکڑے ہیں یا مدینہ میں بنت علی صلوٰۃ اللہ علیہا کے ہاتھوں پر طشت میں جناب حسن مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جگر کے ٹکڑے ہیں

( )

اگر دختر انِ بنت نبی صلوٰۃ اللہ علیہن کی کربلا سے اسیری کے وقت سے کوفہ وشام کے بازاروں درباروں اور زندانوں تک نافرمانی اور تکذیب وتردید ہوتی رہی ہے تو مدینہ میں خود لائق تسلیم خالق اور واجب التعظیم شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک دختر حضرت سیدہ پاک صلوٰۃ اللہ علیہا کی مسجد میں تکذیب وتردید ہوچکی تھی ،مگر حق وہاں بھی غالب رہا تھا اور یہاں بھی ......حق وراثت وملکیت کی بازیابی کیلئے تشریف لائیں اور اِلٰہی نیابت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرعی مسئلہ اس طرح حل فرمادیا کہ آئندہ نسلوں کو بھی حق اور باطل علیحدہ علیحدہ نظر آرہے ہیں

( )

اگر کربلا میں بارہا انہدام روضہ سید الشہد اعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہوتا رہا ہے تو مدینہ میں بھی 11 ہجری سے لے کر آج تک یہ سلسلہ جاری ہے، کبھی بیت الحزن جناب سیدہ کائنات صلوٰۃ اللہ علیہا منہدم ہوا تھا، پھر پورے جنت البقیع کو قبور معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام اور افراد خاندان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمیت مسمار کیا گیا ...... جو بائیس مرتبہ کربلا کو لوٹ کر مسمار کر چکے تھے اب حاکمانہ حیثیت پاکر وہ شتر کینہ مسلمان کیسے خاموش رہتے ،گذشتہ حج کے موقعہ پر مدینہ میں مسجد جناب سیدہ النساء العالمین صلوٰۃ اللہ علیہا کو مسمار کر کے کار پارکنگ میں بدل دیا اور معجزہ نبوی، باغ سلمان محمدؐی کے تمام درخت کاٹ کر جلا دئے گئے، ان آثار حقانیت اسلام ورسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مٹا کر بزعم خود دین کی خدمت کا کارنامہ انجام دیا، آئندہ حج کے موقع پر نہ جانے کن کن آثار اسلام اور آیات ونشانات رسالت ختمیہ کو مٹا

کر خود ساختہ توحید کا تحفظ کرتے ہیں، ان کی نظر جب گنبد خضرا پر پڑتی ہے تو سینے پر سانپ لوٹنے لگتے ہیں اور دل جل کر کوئلہ ہو جاتا ہے

جو صاحب رسالت ختمیہ سید الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ فضیلت نہ دیتے ہوں وہ ان کے پاک والد جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مزار مبارک کو مسمار کیوں نہ کرتے؟ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مادر گرامی صلوٰۃ اللہ علیہا کی پاک مزار پر قاتلانہ حملہ کیوں نہ کرتے؟

( )

اگر کربلا میں حضرت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ قلیل تعداد میں حق شناس نظر آتے ہیں تو غزوات پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منظر بھی اس سے مختلف نہ ہوتا تھا یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ مدینہ سے اچھی خاصی تعداد مسلمانوں کی نکلتی تھی تو یہاں جانشین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ بھی مکہ سے 8 ذوالحجہ کو حج کو عمرہ میں بدل کر اٹھارہ ہزار افراد چل پڑے تھے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بھی بوقت دار و گیر اور شدت جنگ نہایت قلیل تعداد میں ثابت قدم رہتے، باقی سب فرار ہو جاتے، اور یہاں فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ بھی قلیل تعداد میں حق پرست نظر آتے ہیں، مگر جتنے ہیں بے مثل و بے مثال اور لاجواب ہیں، ان میں کوئی فراری نہیں ہے، شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبل از جنگ ہی چھانٹی کر لی تھی کیونکہ قبل از کربلا دعوت اسلام تھی اور کربلا میں یہ دعوت ایمان ہے، اس وقت مقابلہ ظاہری کفار و باطنی کفار سے تھا اب مقابلہ باطنی کفار اور ظاہری مسلمانوں سے ہے

( )

اگر کربلا میں بنات رسول صلوٰۃ اللہ علیھن کو اپنے عزیز شہدا پر رونے کی سخت ممانعت ہے تو مدینہ میں جناب سیدہ پاک صلوٰۃ اللہ علیہا کا گریہ بھی آزاد نہ تھا، ورنہ روزانہ صبح شہر نہ چھوڑنا پڑتا اور رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب ترین زخمی بیٹی صلوٰۃ اللہ علیہا کو رونے کیلئے جنت البقیع نہ جانا

پڑ تا اور سرکار امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبرستان جنت البقیع میں بیت الحزن نامی عزا خانہ تعمیر نہ کرنا پڑتا ، کیونکہ اس وقت قابضین حکومت اور ان کے ہمنوا مسلمانوں کو بنت نبی صلوٰۃ اللہ علیہا کا محسن جہاں باپ کا نام لے رونا گوارا ہوتا تو نہ یہ جنت البقیع میں جا کر روتیں اور نہ وہ لوگ بیت الحزن کو مسمار کرتے جو بعد ازاں دوبارہ تعمیر کیا گیا تھا مگر اب نجدی حکمرانوں نے منہدم کرا دیا ہے

( )

کربلا میں اگر مدعیان اسلام اولاد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرتے اور لوٹتے وقت روبھی رہے تھے تو مدینہ میں بھی اسی صورت حال کا مظاہرہ ہو چکا تھا کہ خانہ نبوت نذر آتش بھی کیا جا رہا تھا اور ظالمین رو بھی رہے تھے

دربار شام میں یزید بھی خطبات پر رو رہا تھا اور مسجد نبوی میں جناب سیدہ صلوٰۃ اللہ علیہا کا خطبہ حق طلبی سن کر حق دینے سے انکار بھی کیا جا رہا تھا اور رویا بھی جا رہا تھا

( )

اہل بیت نبوت علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ہونے والے مظالم کے سب سے بڑے ذمہ دار کی بیوی شام میں سر دربار اپنے شوہر پر لعن وطعن کرتی ہوئی آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حقانیت و صداقت اور مظلومیت کا اعلان کرتی نظر آتی ہے تو مدینہ میں بھی ایسا منظر دیکھ جا سکتا ہے بھلا بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صف ماتم سے ایک عورت کو اٹھا کر گھر سے نکال دینے والی کون خاتون تھی جو جناب سیدہ عالم صلوٰۃ اللہ علیہا کی تیمارداری میں کافی حصہ رکھتی ہیں حالانکہ پورے مدینہ میں مجبوریاں بھی انہی کی سب سے زیادہ ہیں

( )

اگر واقعہ کربلا میں یعنی شہادت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہو بیٹیوں صلوٰۃ اللہ علیہن کی اسیری کے صدمے کے اثر سے یزید ملعون کے اہل خانہ غم کا لباس پہن

کرگریہ و ماتم اور خاک نشینی اختیار کررہے تھے تو اس کی وہی حق گو بیوی اور اس کا سب سے بڑا حق پرست وحق شناس بیٹا معاویہ ثانی ہیں اور ایسے ہی ماں بیٹا مدینہ میں بھی دنیا نے دیکھے جو آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق کا اعتراف کرتے اور ان کی محبت کو اجر رسالت جانتے ہوئے عملی طور پر زندگی گزار گئے

شاید اس شام والے حق پرست نے مدینہ والے حق پرست ہی سے روشنی لی تھی کہ ملعون باپ کے بعد اتنی عظیم سلطنت کو ٹھکرا دیا تھا کہ یہ آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کی غصب شدہ حکومت ہے اگر دینا ہے تو اس کے اصل حقدار کو دو اور وہ اس وقت امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں حالانکہ میں جانتا ہوں کہ اب وہ قبول نہ کریں گے کیونکہ ایسے امور اب رجعت پر چھوڑ دیئے گئے ہیں

یہ تو امامت کلیہ اور حکمت ولایت اِلٰہیہ مطلقہ اور خلافت اِلٰہیہ تامہ ہی کی بصیرت تھی کہ کربلا کا انتخاب ہوا، ورنہ کلمہ گو اکثریت کے حوالے سے تو کربلا اور مدینہ میں کچھ بھی معنوی فرق نہ تھا، مقام کا اثر نہ تھا بلکہ لوگوں کی نیت و ذہنیت پر منحصر تھا کہ جناب ابوطالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پوتے کے ذریعے حفاظت دین وشریعت کا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نواسہ کے وسیلہ سے تبلیغ رسالت کا کیا اجر دیا جائے

اکثریت کے ذہن وضمیر سقیفائی اور قلب ونظر حسبنائی ہو چکے تھے، باطل صاف ظاہر ہو چکا تھا اور دلی حالت کھل کر سامنے آ چکی تھی، بلکہ 28 صفر سنہ 11 ہجری کے بعد اگر بدر واحد و خندق وخیبر میں فیصلہ کن جنگ آزمودہ ذوالفقار حیدری نیام سے نکل آتی تو ہزیمت خوردہ، امیر کائنات علی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دشمنی کی بنا پر مختلف گروہوں میں قائم ہونے والا اتحاد [جس نے اقتدار پا کر ایران وروم کو فتح کیا] اس وقت امیرالمومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف اپنی مدد کو انہیں بلا لیتے جس کے نتیجہ میں اسلام اور مرکز اسلام کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا، مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر یثرب میں بدل جاتا، حرم خدا بتوں کی آماجگاہ بن

جا تا، ابر ہہ یمنی کی مرنے کے بعد تمنا پوری ہو جاتی، یا کعبے کو مجوسی آتش کدہ میں بدل لیتے، یا 30 عام الفیل سے قبل کا دور پھر پلٹ آتا، مگر یہ تو حقیقی وارثان رسالت محافظان اسلام و شریعت اور حاملان حکمت ربانی حضرت امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت بضعۃ الرسالت صلوٰۃ اللہ علیہا کی بصیرت افروز قربانیوں اور اِلٰہی حکیمانہ تدابیر کا اثر و کمال تھا کہ اپنا حق بزور شمشیر لے سکنے کی قوت رکھنے کے باوجود صرف زبانی احتجاج پر ہی اکتفا کیا اور اسی سے حق و باطل کو دانائے عقل و ہوش پر واضح تر اور روشن کر دیا کہ حق و باطل متمیز ہو گئے، ہزاروں منتوں سے کلمہ پڑھایا تھا کہ انحراف کا موقع بھی نہ آنے دیا

اب وہ لوگ کلمہ گوئی ترک بھی کیوں کرتے جب کہ اسلام کے نام پر حکومت ملی تھی اور اس نام سے قائم رہ سکتی تھی مگر وہ لوگ اس دی گئی مہلت کو اقتدار و حکومت سمجھ کر خوش تھے اور اپنی قابلیت و صلاحیت کا ثمر جان رہے تھے مگر یہ معلوم نہ تھا کہ خود کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے تباہ کر بیٹھے ہیں اور قیامت تک اس راستہ کے ہر راہرو اور ہمنوائی کرنے والوں کی بدبختی کا بوجھ بھی اپنے ناتواں کاندھوں پر لے کر ابدالآباد تک کیلئے اپنی ہلاکت کا سامان کرلیا ہے

☆وحملھاالانسان کان ظلوماً جھولا

یہ بوجھ اٹھانے والا ہر انسان بڑا ہی ظالم اور جاہل ہے

کسی کو اللہ نے مہلت دی تھی اور یہاں نمائندگان اِلٰہی کے ذریعے مل رہی ہے، ورنہ ایک مسلمان کے دل میں عقل و ذہنِ رسالت پر ہذیانی تہمت کی سوچ بھی کیوں؟ حالانکہ عذاب اِلٰہی کو اس سے بڑی دعوت اور کون سی ہے؟

اسلام صرف زبانوں تک محدود تھا، اگر یہ نور دلوں میں اتر چکا ہوتا تو تجہیز و تدفین پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منظر کچھ اور ہوتا، اتنے افراد ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نماز پڑھتے دکھائی نہ دیتے جو ایک مختصر سے حجرے میں بھی تنگی کی بجائے جگہ میں وسعت محسوس کر رہے تھے

کربلا میں فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جملہ شہدا سمیت سید الشہداء علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قبل خود

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سید عالم امام حسن مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت محسن علیہ الصلوٰۃ والسلام اور کربلا کے بعد حضرت امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام امام محمد باقر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور امام جعفر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی مقتل مدینہ میں ہی شہید ہوئے ہیں اور اگر بعد کے آئمہ معصوم علیہم الصلوٰۃ والسلام حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ الصلوٰۃ والسلام تا امام حسن عسکری علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکام دیگر مقامات پر بلا کر شہید نہ کرتے تو ان بزرگوار مقدسین کو بھی اسی مقتل مدینہ میں ہی شہید ہونا تھا، بغداد و سامرہ، مشہد و کوفہ و کربلا و شام بھلا وہ کون سا مقام ہے جو اہل بیت نبوت علیہم الصلوٰۃ والسلام کیلئے مدینہ سے مختلف ثابت ہوا ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ جب سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود مسعود ہی ان لوگوں کو کانٹے کی طرح کھٹکتا رہا تھا تو اولاد رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام کی محبت و اطاعت کے کیا معنی؟

اس محسن کائنات خاندان نبوت کے احسان مند مدعیان اسلام کے دلوں میں بغض و عناد موجزن تھا، حکام بھی اسی آگ میں جل رہے تھے اور عوام کیلئے بھی یہی چیز حصول مفاد کا ذریعہ تھی جس میں وہ بھی ☆ ''کالانعام بل هم اضل '' ہو رہے تھے، شام کے سقیفائی اوباش فرعون نے اپنے اسلاف کے مشن کی تکمیل کرتے ہوئے شراب وحکومت و بزعم خود حاصل شدہ فتح کے نشوں میں چور ہو کر عالم مدہوشی میں وہ پردہ بھی چاک کر دیا جو اس کے اسلاف نے ابھی تک باقی رکھا ہوا تھا اور وہ اعلانیاً کہہ اٹھا کہ

☆لعبت بنو هاشم بالملك ولاحى نزلا فلاملكِ جاء

کہ بنو ہاشم علیہ الصلوٰۃ والسلام یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکومت حاصل کرنے کیلئے نعوذ باللہ ایک ڈھونگ رچایا تھا ورنہ نہ کوئی فرشتہ آتا تھا اور نہ ہی وحی نازل ہوتی تھی

مگر وارثان پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باقدرت مظلومیت اور خداداد علم وحکمت نے شرم وحیا کی ساری حدیں پار کر جانے والی محسن کش اور انسانیت وحمیت سے عاری قوم کو پھر ایک عظیم اور دائمی شکست دیتے ہوئے اس مقام پر لا کھڑا کیا کہ سید الشہداء علیہ الصلوٰۃ والسلام اور

شریکتہ الحسین صلوٰۃ اللہ علیہا کے پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت اور ان کے دین کی حقانیت کا ہر روز پانچ مرتبہ اقرار و اعلان کرنے پر مجبور ہوئے

اس وقت کے موجود افراد کو نظر انداز کر دیا اور خود ہر قسم کے مصائب و آلام برداشت کیئے اور غصب حقوق پر صبر کر لیا، گو اس مہلت کو کوئی بھی نہ جان سکا مگر آئندہ نسلیں بھی اسلام کا نام لینے کی پابند رہ گئیں اور ہر دور میں انہی میں سے بہتر انسان اور مومن پیدا ہوتے رہے ہیں کہ جن کی بقا کی خاطر سے ان کے آباء و اجداد کو مہلت دی گئی تھی، ورنہ تلوار چلانا مشکل نہ تھا اور چھانٹ چھانٹ کر قتل کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی اور پھر اسلام نا آشنا اقوام میں بھی کردار آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کی روشنی میں اسلام اپنی تاثیر دکھاتا آ رہا ہے زمانہ رسالت پناہ میں وہ کون سی جنگ تھی جو ذوالفقار حیدری کی ضرورت محسوس نہ کرتی تھی

یہ سب کچھ آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کی باقدرت مظلومیت کا زندہ معجزہ ہے کہ شہادت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد خود دشمن کے ہاتھوں کربلا سے کوفہ، کوفہ سے شام اور پھر شام سے کربلا اور کربلا سے مدینہ تک ہزاروں میل کے وسیع و طویل تبلیغی و اشاعتی دورہ کا انتظام کروا لیا، جس میں اسلامِ حقیقی اور حقیقی وارثانِ اسلام و رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعارف اور فلسفہ شہادت کی اشاعت اور مخالفین کی دینی حیثیت اور اسلامی حقیقت اور دلی مقاصد کا خطبوں اور نوحوں اور مرثیوں اور مکالموں کے ذریعہ طشت از بام کر کے رکھ دیا، حالانکہ دشمن شام تک آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کو قیدی اور شام سے مدینہ تک رہا جانتے رہے

کوفہ اور شام کے بازاروں اور درباروں میں اہل بیت رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام کی گفتگو سے حق و باطل اپنی اپنی اصلی صورت میں نمایاں طور پر نظر آ چکے تھے، جہاں وقت کے علی علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت سجادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خاموشی اختیار کرنا حکمت اِلٰہی کا تقاضہ ہوتا وہاں وقت کی سیدۃ النساء العالمین شریکتہ الحسین صلوٰۃ اللہ علیہا بہ ضرورت شرعی متکلم ہو جاتی تھیں

کسی کو امام حسن مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور کسی کو حضرت امام حسینؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہ ضرورت شرعی

فرمایا تھا کہ میرے باپ کے منبر سے نیچے اتر جاؤ اور اب دربار شام میں تخت فرعونیت پر بیٹھے یزید ملعون کا انہی جوانان جنت کے سردار بھائیوں علیہ الصلوۃ والسلام کی عقیلہ عالم بہن صلوۃ اللہ علیہا فرماتی سنی جا رہی ہیں کہ اے زن جگر خوارہ کی اولاد اگر تیرے یہی عزائم ہیں تو پھر ہمارے دین کا نام لینا چھوڑ دے اور کسی دیگر دین کو تلاش کر

یزید ملعون کے اشارہ پر مؤذن دربار شام میں حضرت امام علی ابن الحسینؑ علیہ الصلوۃ والسلام کے خطبہ کو اَذان کے ذریعے قطع کرنا چاہتا تھا تو حکیم اِلٰہی امام معصوم حضرت سجاؑد علیہ الصلوۃ والسلام نے اَذان ہی کی دلیل سے اپنے اجداد اور مظلوم پدر بزرگوار علیہم الصلوۃ والسلام کی حقانیت یعنی فتح تسلیم کروالی اور اس ملعون کو مجرمانہ شکست کے اقرار پر مجبور ہونا پڑا، انکار جرم کرتے ہوئے جس بات پر پہلے فخریہ بے ہودہ گوئی کر رہا تھا اب اس کی ساری ذمہ داری گورنر کوفہ عبید اللہ ابن زیاد ملعون پر ڈالنے لگا اور اس پر لعن وطعن کرتے ہوئے ابن زیاد کی بجائے ابن مرجانہ کہہ کر بات کر رہا تھا

آل محمد علیہم الصلوۃ والسلام شام سے نکلے تو فاتح کی حیثیت سے شرائط منوا کر ہی نکلے، سرہائے شہدا اور لوٹا گیا مال واپس لے کر اور ہفتہ بھر اسی قاتل ملعون کے شہر بلکہ اسی کے گھر میں عزاداری کر کے نکلے، اور عزاخانہ بھی اسی ملعون سے بنوایا جس کے دروازے پر سیاہ علم نصب کیا گیا اور دیواروں پر سیاہ پردے آویزاں کئے گئے، ہاشمی اور غیر ہاشمی مومنین جو شام میں پہنچ چکے تھے اور اہل شام کی کثیر تعداد شامل عزاداری رہی تھی

مراجعت فرمائی تو سیاہ پردوں والے محمل آئے جن پر سیاہ علم نصب تھے، یزید ملعون اپنے لشکر اور ارکان حکومت سمیت پیچھے محکومانہ انداز میں رخصت کرنے چلا آ رہا تھا، جس چوک اور جس مقام پر سرکار امام زین العابدین علیہ الصلوۃ والسلام اشارہ فرماتے قافلہ رکتا اور چلتا رہا اور آپ جا بجا فاتحانہ خطبات ارشاد فرماتے آ رہے تھے مگر وہ ملعون مجبور و خاموش تھا، مردوں کے علاوہ زنان شام کثیر تعداد میں جا بجا جمع تھیں جو برستے آنسوؤں

کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند اور بہو بیٹیوں صلوٰۃ اللہ علیھن کو الوداع کہہ رہی تھیں پرسہ بھی دے رہی تھیں اور اپنی گستاخیوں اور بدسلوکی پر معذرت بھی کرتی تھیں اور احسان مندانہ شکریہ بھی ادا کر رہی تھیں کہ

اے نبی زادیو! ہم شرمسار ہیں مگر آپ کا احسان عظیم ہے کہ اپنے بھائی بھتیجے اور بیٹے شہید کروا کے، گھر لٹوا کے، قیدی بن کر آئیں اور فاتح بن کر لوٹ رہی ہیں اور ہم اہل بیت نبوت علیہم الصلوٰۃ والسلام سے نا آشنا اور حقیقت اسلام سے دور گمراہوں کو حقیقی دین برحق اور وارثانِ رسالت علیہم الصلوٰۃ والسلام سے متعارف کروا کر واپس تشریف لے جا رہی ہیں

اے آل محمدؐ علیہم الصلوٰۃ والسلام! ہمارا عاجزانہ سلام، ارادت مندانہ سجدہءِ عقیدت قبول فرمایئے، آپ نے عظیم قربانیاں دے کر ہم بےعلم و کم فہم لوگوں کیلئے بھی حق شناسی اور دین فہمی اور خدا شناسی آسان فرما دی، یہ آپ کا احسان عظیم ہے کہ دنیا کو ان دیکھا خدا منوا دیا ورنہ کسی کو کیا معلوم تھا کہ وہ ہے بھی یا نہیں؟

اے اہل بیت نبوت علیہم الصلوٰۃ والسلام! اگر آپ کو چھوڑ کر اسلام کا نام لیا جائے تو یہی سب سے بڑا کفر ہے ...... اے محسنہ اسلام و انسانیت اور محافظہ حسینیت پاک بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا آپ پر اور آپ کے بھائی پر اور آپ کے احباب و انصار پر ہمارا سلام ہو، آپ کے اجداد معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام اور امہات طاہرین صلوٰۃ اللہ علیھن پر ہمارا سلام ہو، اور آپ کے ان معصوم رشتہ داروں پر سلام ہو جو تا قیامت مینار ہدایت ہیں

اے بنت رسول صلوٰۃ اللہ علیہا مخدومہ! آپ نے حق کو سرخرو اور باطل کو روسیاہ کر کے ہمارے لئے راہ ہدایت کو روشن فرما دیا، آپ نے دین خدا کو عظیم اور فیصلہ کن فتح عطا فرما دی اور اس پیکر باطل ملعون کے دارالحکومت کے دروازے پر ہمیشہ کیلئے توحید و رسالت اور امامت و ولایت اِلٰہیہ کا پرچم اس انداز میں لہرا کا تشریف لے جا رہی ہیں جو کبھی بھی سرنگوں نہیں ہو سکتا

بی بیؑ حیات دین کا عنوان ہو گئیں
وجہِ بقائے سنت و قرآن ہو گئیں

(یہ وہ الفاظ تھے جو شام سے روانگی کے وقت اہل شام نے گریہ کناں اور مجرمانہ شرمساری کے انداز میں عرض کئے تھے)

قارئین اگر آپ غور فرمائیں گے تو ان چودہ صدیوں میں ''کربلا و مدینہ'' کا ری پلے نظر آئے گا، تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے، مقامات بدل جاتے ہیں، انداز بدل جاتے ہیں، لوگ بھی بدل جاتے ہیں مگر مظالم و مقاصد ظلم وہی رہتے ہیں، یہ علیحدہ بات ہے کہ ظلم کا سکیل بڑا چھوٹا ہو، وہ ظلم جو چودہ صدیوں میں ہوئے ہیں وہ ایک چھوٹے سکیل پر مدینہ میں ہو چکے تھے، باقی اس کا اعادہ ہی ہوتا رہا ہے جو کربلا کی شکل میں ہے یا بغداد میں ہے

جیسا کہ مدینہ میں شہنشاہِ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے دفن چھوڑنے والوں نے چھوڑا ...... کربلا میں پھر اسی کا اعادہ ہوا ...... پھر بغداد کی پل پر وہی زمانے کا مظلوم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام بے کفن نظر آرہا ہے

یہ والیِ خراسان کو جو زہر دیا گیا ہے وہی مدینہ والے زہر کا ماندہ حصہ ہے یا سامرہ میں امام محمد تقی علیہ الصلوٰۃ والسلام و امام علی نقی علیہ الصلوٰۃ والسلام و امام حسن العسکری علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جام زہر پیش کیا گیا تھا، یہ کوئی نیا زہر نہیں تھا، وہی مدینہ والے زہر کا بچا ہوا حصہ تھا

()اہل مدینہ کے عملی رویہ نے حجت زمانہ امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ظاہری طور پر امت مسلمہ سے کلی طور پر منقطع کر کے گوشہءِ عزلت میں بٹھا دیا، یہاں بھی شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو صدیوں کیلئے گوشہءِ عزلت میں بٹھا دیا گیا ہے

()

اہل مدینہ نے ملکہءِ عالمین صلوٰۃ اللہ علیہا کو پورے شہر سے باہر بیت الحزن میں تنہا بیٹھ کر رونے

پر مجبور کیا اور ان کے غم میں کوئی شریک نہیں ہوا ...... یہاں بھی ان کے مظلوم وارث عجل اللہ فرجہ الشریف کو پردۂ غیبت میں رلایا جا رہا ہے اور وہ فرماتے ہیں

☆لابکین لك بدل الدموع دماً ...... کہ ہم غیبت میں خون کے آنسو بہا رہے ہیں مگر ان کا کوئی بھی شریک غم نہیں ہو رہا

( )

وہاں بھی صاحبان بست وکشاد جنہوں نے عملی طور پر کہہ رکھا تھا کہ ہمیں حجت خدا کی ضرورت نہیں ہے وہ بھی بار بار اس بات کا اقرار کر رہے تھے کہ

☆لولا علی علیہ الصلوٰۃ والسلام لھلك ......

اس دور میں جن لوگوں نے حجت خدا عجل اللہ فرجہ الشریف کی ضرورت کو محسوس نہیں کیا وہ بھی کہہ رہے ہیں کہ ...... ☆ لولا الحجة لساخت الارض باھلھا

اہل مدینہ نے سیدہ کونین صلوٰۃ اللہ علیہا کے حق پر ڈاکہ ڈالا اور اس کے خود وارث بن گئے یہاں ان کے مظلوم بیٹے کے حق پر ڈاکہ ڈالا جا رہا ہے اور اس پر تصرف کو جائز قرار دے دیا گیا ہے ...... وہاں اس حق پر بھی شرعی جواز تراشہ گیا اور اس دور میں بھی اس مال مغصوبہ [خمس] پر تصرف کا شرعی جواز تراشا جا چکا ہے، جبکہ ایک عام آدمی کے حق کے بارے میں آج بھی متفقہ طور پر یہی کہا جاتا ہے کہ اصل مالک کی اجازت کے بغیر اس پر تصرف حرام ہے ...... وہ بھی اس مال سادات کو سیاسی رشوت، کنبہ پروری، اقارب نوازی اور اپنی پوزیشن مضبوط کرنے پر صرف کر رہے تھے، آج بھی وہی سادات کا مال سیاسی رشوت، کنبہ پروری، اقارب نوازی اور دنیاوی پوزیشن مضبوط کرنے پر صرف ہو رہا ہے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، اس کی بنیاد بھی مدینہ ہی میں پڑی تھی

( )

مدینہ میں ملکۂ عالمین صلوٰۃ اللہ علیہا کو بابا پاک کے بعد بیت الحزن میں خانہ بدر کیا گیا ...... ان

کے مظلوم وارث ہمارے زمانے کے امام عجل اللہ فرجہ الشریف کو والدہ پاک صلوٰۃ اللہ علیہا امام حسن العسکری علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت کے بعد خانہ بدر کیا گیا اور انہیں صف ماتم تک نہ بچھانے دی گئی

( )

اہل مدینہ نے بھی زمانے کے امام امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ضرورت تک محسوس نہ کی اور اپنا ایک مکمل سیٹ اپ بنا لیا، دین اور دنیا دونوں طرح سے زمانے کے امام سے منقطع ہو گئے، آج بھی اسی طرح دینی و دنیاوی طور پر ایک سیٹ اپ بن چکا ہے اور زمانے کے امام عجل اللہ فرجہ الشریف کی ضرورت تک محسوس نہیں کی جا رہی

( )

اہل مدینہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے عرض کر دیا تھا حسبنا کتاب اللہ ......ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے ......آج بھی کہیں عملی طور پر اور کہیں کہیں زبانی طور پر یہی کہا جا رہا ہے کہ دین سارے کا سارا کتابوں میں موجود ہے، نعوذ باللہ ہمیں زمانے کے امام عجل اللہ فرجہ الشریف کی ضرورت نہیں ہے

( )

مدینہ میں حجت زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے منصب حجتیت کے پیش نظر اہل مدینہ کے صاحبان بست وکشاد کی مشکلات میں ہمیشہ مدد فرماتے رہے تھے، آج بھی اسی منصب حجتیت کے مالک شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف مشکلوں میں سب کی مدد فرما رہے ہیں اور ستم ظریفی یہ ہے کہ وہ گمراہ لوگ بھی اس نصرت کو اپنی صداقت کے ثبوت میں پیش کر رہے تھے اور آج بھی اسی طرح اس نصرت کو اپنی صداقت کے ثبوت میں پیش کیا جا رہا ہے

( )

اس ساری گفتگو میں ہم سب کیلئے ایک درس خود احتسابی بھی ہے کہ ہمیں اپنا تجزیہ کرنا

چاہیے کیا ہم انجانے میں کسی سقیفائی مشن کا حصہ تو نہیں بن رہے؟
کیا ہم اس ماضی کی مقتلِ کربلا و مدینہ کے نیو ریلیز میں کوئی منفی کردار تو ادا نہیں کر رہے؟
کیا ہم اہل مدینہ کی طرح اپنے امام کی نصرت سے کنارہ کش ہو کر اپنے ضمیر کو فریب تو نہیں دے رہے؟
کیا ہم اہل مدینہ کی طرح مادی زندگی کی محبت اور حیات دنیا کے لذات کی افیون کے نشے میں اپنے فرائض وحقوق کو فراموش تو نہیں کئے ہوئے؟
بھائیو! جب شریکۃ الحسین صلوٰۃ اللہ علیہا واپس مدینہ میں تشریف لائی تھیں تو جن لوگوں نے ان کے بھائی کا ساتھ نہ دے کر ان کی مظلومانہ شہادت میں ایک گونا معاونت کی تھی وہی لوگ مدینہ میں ندبہ و مراثی پڑھ کر گریہ و ماتم کر کے اپنے ضمیروں کی لعنت سے بچنے کی کوشش کر رہے تھے، ہمیں بھی یہی دیکھنا چاہیے کہ ہم اپنے زمانے کے شبیر مظلوم عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت نہ کر کے کہیں ماتم و مجالس و گریہ و بکا سے اپنے ضمیر کی ملامت کرنے کی قوت کو چکمہ تو نہیں دے رہے؟
ہمیں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ طالبِ حق سیدۃ الکونین صلوٰۃ اللہ علیہا ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف آج بھی موجود ہیں، کیا ہم ان سیدۃ الکونین صلوٰۃ اللہ علیہا کے وارث کا حق ان تک پہنچا رہے ہیں یا اہل مدینہ کی طرح صاحبان بست وکشاد کو مال سادات دے کر اپنے ضمیر کی ملامت سے بچ رہے ہیں یا اہل سقفیہ کی طرح حق سیدہ صلوٰۃ اللہ علیہا کو خود دبائے بیٹھے ہیں اور غاصبان پر لعنت بھی کر رہے ہیں؟

خمس دینا موَدت کی اک شرط ہے اور نہ دینا بھی مثل فدک ہے گناہ
غاصب حقِ بنتِ نبیؐ سے کہیں جب تبرا سنا تو ہنسی آ گئی

اب میں اپنی اور جملہ مومنین کی طرف سے شریکۃ الحسینؑ صلوٰۃ اللہ علیہا کی بارگاہ قدس میں سر بہ

سجود ہوکر عرض کرتا ہوں کہ اے فاتح شام اے فاتح ظلم واستبداد و جبر پاک معظمہ صلوٰۃ اللہ علیہا ہم آپ کو اور آپ کے منتقم وارث زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو آپ کے جد امجدؐ، والد عالی قدر، والدہ گرامی، برادران و برادر زادگان معصومین، آپ کے جملہ انصار و اعوان اور خصوصاً آپ کے برادر مظلوم کربلا شہید جور و جفا قتیل العبرۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پرسہ پیش کرتے ہیں اور اشک آلود آنکھوں اور زخمی دلوں کے ساتھ دعا گو ہیں کہ آپ تمام اہل بیت طاہرین علیہم الصلوٰۃ والسلام کو وہ دن دیکھنا جلد نصیب ہو کہ جس کی سب سے زیادہ بے تابانہ انتظار آپ آل نبی علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہی ہے کہ آپ کے قائم عجل اللہ فرجہ الشریف برائے انتقام جلد تشریف لائیں اور لات و منات و ھبل و عزیٰ کو معذب کریں

آمین یارب العالمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمّ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہٗ الشریف
وَصَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَعَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

احقر العباد
چوہدری غلام حسینؑ فارسؔ ......شیخوپورہ

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 1

علیہ الصلوٰۃ والسلام

عزادارنِ گرامی!

پورا پاک خاندانِ تطہیر علیہم الصلوٰۃ والسلام کائنات کیلیئے رحمت الِلعالمین بن کر آیا ہے، ان پاک ذوات میں سے جس ذات سے بھی توسل کرو گے وہی ذات سب سے زیادہ مہربان اور کرم میں یکتا نظر آئے گی، اس پاک خاندان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر فردشانِ کریمی میں برابرنظر آتا ہے، ان سب میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا

جوشخص بھی گہرائی سے اس پاک گھر کے افرادِ خانہ کی شان وعظمت وکرم کا مطالعہ کرتا ہے، بیساختہ اسے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ واللہ یہ سارا پاک گھر کلنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندہ تصویر ہے، کیونکہ یہ سارے ☆من حیث المراتب من حیث التکوین ایک ہی مقام اعلیٰ پر جلوہ گر نظر آتے ہیں

اس کے باوجود اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ کائنات کے جملہ گناہگاروں کو جتنا بھروسہ اور آسرا شہنشاہِ وفا سرکار ابوالفضل العباؑس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک ذات پر ہے اتنا کسی اور ذات پر نہیں ہے

ہر گناہ گار اور عاصی پورے پاک خاندان علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نعلین پاک کو جھکتا ضرور

ہے ،مگر دکھی دلوں کی امیدوں کے محور شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی نظر آتے ہیں
جب بھی کوئی دکھی اور مصیبت زدہ انسان پکارتا ہے تو یہی عرض کرتا ہوا نظر آتا ہے
کہ تیز رو گھوڑے کے شہسوار میری مدد کو جلد پہنچیں

یہ صرف مفروضہ نہیں بلکہ صدیوں کے وسیع مشاہدے اور تجربے سے یہ عقیدہ راسخ ہوا ہے جسے کوئی تبدیل نہیں کرسکتا ،اور خود آئمہ ہدیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں بھی یہ بات سامنے آئی کہ تعجب ہے لوگ جب کسی امام کی منت مانتے ہیں تو کوئی پوری ہوتی ہے اور کوئی پوری نہیں ہوتی مگر شہنشاہ وفا ابوالفضل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی منت فوراً پوری ہوجاتی ہے حالانکہ وہ وقت کے امام بھی نہیں اور نہ ہی انہیں امام سمجھا جاتا ہے مگر منت ماننے کا معاملہ ایسا ہے کہ امام کی منت ادھوری رہ سکتی ہے مگر ان کی منت ضرور اور جلد پوری ہوتی ہے

شہنشاہ معظم امام علیؑ بن موسیٰ الرضا علیہا الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں یہی عرض کیا گیا کہ پورے پاک خاندان میں سے شہنشاہ غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی منت جلد کیوں پوری ہوتی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ کربلا میں دل شکستہ ہوکر زین سے اترے تھے اور ان کی ایک بھی نہیں سنی گئی تھی اور اپنے آقاؑ کی رضا پر کفِ افسوس ملتے ہوئے زین سے اترے تھے، اس لئے اب سارا گھر پاک ان کی رضا ڈھونڈتا ہے اور سارے پاک خاندان کو اندیشہ رہتا ہے کہ کہیں پھر ان کی دل شکنی نہ ہو اور ہم سب مل کر ان کی مانی ہوئی منت کو پورا دیکھنا چاہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہر زمانے کے امام کی منت میں تاخیر ہوسکتی ہے مگر جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی منت میں دیر نہیں ہوتی

کتب غیب میں ایک واقعہ درج ہے کہ ایک شخص کسی مصیبت میں مبتلا ہوگیا، اس نے پندرہ شعبان کو شہنشاہ معظم امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی بارگاہ میں عریضہ لکھا اور پندرہ دن تک مسلسل عریضہ لکھتا رہا مگر کوئی جواب نہ ملا، ایک رات خواب میں شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی زیارت نصیب ہوئی تو اس شخص نے عرض کیا کہ آقا میری مشکل آسان فرمائیں، جواب میں شہنشاہ معظم عجل اللہ فرجہ الشریف نے فرمایا کہ جا کر شہنشاہ ابوالفضل علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ میں عرض کرو، جس وقت شہنشاہ نے یہ فرمایا تو اس کی آنکھ کھل گئی اور یہ شخص سوچ بچار میں پڑ گیا کہ حاکم وقت تو امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی پاک ذات ہیں، کیا وہ خود یہ کام نہیں کر سکتے تھے کہ شہنشاہ وفا علیہ الصلوۃ والسلام کا دروازہ دکھایا ہے، یا مجھے اہمیت نہیں دی یا میں اس قابل نہیں تھا کہ سرکار خود میری مشکل آسان فرماتے، وہ شخص یہی سوچتا رہ گیا آخر اس نے باب الحوائج علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ میں عرض کیا تو مشکل حل ہوگئی مگر ذہن میں یہ خلش باقی رہ گئی

ایک مرتبہ یہ شخص سامرہ (سرمن) شہنشاہ معظم کے تیسرے نائب جناب حسین بن روح سلام اللہ علیہ کی زیارت کو آیا (یہ ان کا دور تھا) زیارت کے بعد اس شخص نے اپنی خلش کا اظہار کیا تو جناب حسین بن روح نے شہنشاہ معظم علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ میں عرض کر کے جواب عطا فرمایا کہ

شہنشاہ معظم فرماتے ہیں ''اے عبد خدا فکر نہ کر، نہ ہم نے تمہیں اپنی نظروں سے گرایا ہے اور نہ یہ سمجھنا کہ ہم نے تجھے اہمیت نہیں دی اور نہ یہ کہ ہم یہ مشکل حل کرنا نہیں چاہتے تھے یا حل نہیں کر سکتے تھے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جس دن سے جناب ابوالفضل العباسؑ علیہ الصلوۃ والسلام نے افسردہ ہوکر شہادت پسند فرمائی ہے اس

دن سے وہ ہمیشہ اداس رہتے ہیں، کسی وقت بھی خوشی کے آثار چہرے پر نظر نہیں آتے، انہوں نے دنیا کو اتنا غمزدہ ہو کر چھوڑا ہے کہ کبھی بھی خوش نہیں ہوتے اور ہر وقت پاک پردہ دارانِ عصمت صلوٰۃ اللہ علیہن کے پردہ کو یاد کر کے گریہ فرماتے رہتے ہیں، اس لئے ہم سب نے اپنے جملہ امور کا مختار انہیں بنا دیا ہے کہ کسی طرح ان کا دل بہل جائے، جس دن کوئی مومن انہیں نہیں پکارتا تو ہم خود کسی نہ کسی کو فرماتے ہیں کہ ان کی بارگاہ میں عرض کرو، مقصد یہ ہوتا ہے کہ کچھ دیر کیلئے تو انہیں دکھ بھول جائیں، جنت کے ماحول میں بھی سرکار ابو الفضل العباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کربلا کے مصائب نہیں بھولتے''...... میں یہی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو دل دکھے اور عاصیوں کی عین مشکل وقت میں مدد کرتے ہیں وہ یہی کریمؑ ہیں

﴿ وصیت ﴾

جس وقت ملکہ عِ عالمین صلوٰۃ اللہ علیہا کے وصال کا وقت قریب پہنچا تو انہوں نے اپنے سرتاج جناب ابوالآئمہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یاد فرمایا، جس وقت سرکارؑ ان کے سرہانے تشریف لائے تو انہوں نے آنکھیں کھولیں، امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اے یادگارِ رسول صلوٰۃ اللہ علیہا آج آپ عجیب انداز سے ہمارے چہرے کی تلاوت فرما رہی ہیں کیا وجہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا اے ابوالحسن علیہ الصلوٰۃ والسلام اس فانی دنیا میں آج ہمارا آخری دن ہے، آج شام کو ہم اپنے پاک باباؐ کی خدمت میں پہنچ جائیں گے، ہم آنے والے اوقات کو اپنی آنکھوں سے دربارِ خلافت میں دیکھ آئے ہیں، ہمیں معلوم ہے کہ واقعات کربلا بھی پیش آئیں گے اور یہ بھی معلوم ہے کہ دین کی بنیاد

پر جتنا خرچ ہمارے پاک باباؐ کا ہوا تھا اس سے کہیں زیادہ خرچ اس کو بچانے کیلئے میرے مظلوم بیٹے کا ہوگا ہمارے پاک باباؐ کے مقابل اگر کفار مکہ تھے تو ان کی نصرت کیلئے اسد کردگار بھی موجود تھے لیکن کربلا میں کفار مکہ سے بھی کہیں زیادہ بدفطرت لوگ مقابل ہوں گے، ہماری یہ خواہش ہے کہ جس طرح آپ ہمارے پاک باباؐ کے ساتھ ان کے محافظ بن کے رہے تھے اسی طرح آپ کا ایک بیٹا ایسا بھی ہو جو میرے مظلوم بیٹے کی قدم قدم پر نصرت کرتا رہے

چونکہ میرالعل شبیہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اس لئے ان کے ساتھ ایک شبیہ علی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہونا بھی لازم ہے...... واللہ پاک حسنین علیہما الصلوٰۃ والسلام تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ہیں ہمارا بیٹا تو وہ ہوگا جو کردگار و وفا ہوگا

ہم جانتے ہیں کہ اس گوہر شجاعت کیلئے کیسے صدفِ وفا کی ضرورت ہے، اس لئے ان کی پہچان عرض کرنا چاہتی ہیں

اس گوہر شجاعت کے صدف وفا یعنی پاک اماں صلوٰۃ اللہ علیہا کی پہلی پہچان یہ ہے کہ وہ ہماری ہی ہمنام ہوں گی

دوسری پہچان یہ ہے کہ وہ کلابیہ خاندان کے شجاع ترین گھر کی شہزادی ہوں گی انہی کا لختِ جگر میرا سگا بیٹا ہوگا

ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ جس طرح ہمارے پاک باباؐ کا ناصر اسد کردگار تھا اسی طرح ہمارے مظلوم بیٹے کا ناصر بھی اسد الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام ہو، اور جب ان کی دنیا میں آمد ہو تو ان کا نام شیر ببر یعنی عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام رکھنا

یہ فرمانے کے بعد ملکہء عالمین صلوٰۃ اللہ علیہا نے اپنی شہزادیوں کو فرمایا کہ جب تمہارے

پردے کے محافظ بھائی کی دنیا میں آمد ہو تو سب سے پہلے انہیں ہمارے ہاتھوں کے سلے ہوئے کپڑے پہنانا، جب تم یہ پوشاکیں پہنا لینا تو ہماری طرف سے ان کی پیشانی پر بوسہ دے کر فرمانا کہ تمہاری حقیقی ماں تجھے بہت بہت سلام دیتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ مظلوم بھائی کا خیال رکھنا، پاک بہنوں کے پردوں کی حفاظت کرنا

پاک شہزادیوں صلوٰۃ اللہ علیھن نے عرض کیا کہ اماں جان ہمارے اس بھائی کی کیا پہچان ہوگی؟ معظّمہ کائنات صلوٰۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ ان کے ایک شانے پر مشک کا نشان ہوگا اور دوسرے شانے پر علم کا نشان ہوگا، یہ ان کی پہچان ہوگی، اور ہماری یہ وصیت بھی یاد رکھنا کہ جب کبھی ہماری اولاد میں سے کسی کو فدک مل جائے تو اس میں سے چوتھا حصہ میرے اس لعل کا ہوگا

عقد ام العباسؑ ملکہءِ وفا صلوٰۃ اللہ علیہا

23 ہجری کا واقعہ ہے کہ ایک دن جناب عقیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے چھوٹے بھائی جناب امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کو حاضر ہوئے، انہوں نے دیکھا کہ وہ جناب انتہائی متفکرانہ انداز میں کچھ سوچنے میں مصروف ہیں

انہوں نے کچھ دیر توقف کے بعد عرض کیا کہ کیا وجہ ہے؟ ہم آپ کو خلافِ معمول سوچوں میں مستغرق پا رہے ہیں تو امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ملکہءِ عالمین ام الحسنین صلوٰۃ اللہ علیہا نے وصیت فرمائی تھی کہ ہمارے وصال الیٰ اللہ کے بعد آپ بنی کلاب کے معزز خاندان کے بہادر ترین شخص کی دختر سے عقد کرنا اور آپ تو بنی

کلاب سے اچھی طرح واقف ہیں

☆ انظر الی امراۃ قد ولدتھا الفحولة من کلاب لا تزوجھا فتلد لی غلاما فارسا یکون عونا لولدی الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام فی کربلا

آپ بنی کلاب میں سے ایسی شہزادی کا انتخاب فرمائیں جو والد اور والدہ کی طرف سے نجیب الطرفین ہو، بہادری اور وفا کا عطر کامل ہو، تاکہ اس معدن شجاعت کی جھولی کو ایسا دُرِ وفا وتہور زینت بخشے جو فارس الحجاز کا فارس الحجاز بیٹا ہو اور جو فرزند رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کربلا میں نصرت کرسکے

انہوں نے عرض کیا کہ اس میں فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے، سارا عرب جانتا ہے کہ بنی کلاب میں سے خالد بن ربیع جیسا کوئی بہادر اور شجاع کہیں موجود نہیں ہے ان کے فرزند رشید جناب خرام (خرم) بن خالد بن ربیع جیسا بہادر اس دور میں کلابیہ خاندان میں موجود نہیں ہے، اور ان کی زوجہ ابوالبر کی پوتی ہیں اور ابوالبر کو سارے عرب نے مل کر لقب دیا تھا

''لاعب بالرماح'' ......یعنی دوران جنگ نیزوں میں کھیلنے والا جوان

☆الذی لم یعرف فی العرب مثلہ فی شجاعة

عرب میں ہم ان جیسا شجاع کسی کو نہیں مانتے ، کیونکہ یہ مشہور ہے کہ ایک جنگ میں جب ان پر نیزے کا کامیاب وار ہوا تھا تو وہ گھوڑے کو روک کر نیزہ کا سہارا لے کے کھڑے ہو گئے تھے اور یہیں پر ان کی روح پرواز کر گئی مگر تین دن تک دشمن خوف سے ان کے قریب نہیں آیا تھا اور ان کے وفادار گھوڑے نے بھی تین دن تک اپنا قدم نہیں اٹھایا تھا...... اس ابوالبر کی نواسی جناب خرام بن خالد بن ربیع

کی نواسی موجود ہیں، ان سے زیادہ اعلیٰ نسب کون ہوسکتا ہے؟، صرف وہ پاک مستور ہیں جونورِ آلِ محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ پیوند نور ہوسکتی ہیں

امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس گوہرِ شجاعت کیلئے جس صدفِ وفا کومنتخب کرنا ہے ان کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ ان کا نام پاک بھی ام الحسنین صلوٰۃ اللہ علیہا جیسا ہو یعنی وہ پاک حسنین علیہما الصلوٰۃ والسلام کی پاک والدہ ماجدہ صلوٰۃ اللہ علیہا کی ہم نام ہوں

جناب عقیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسکرا کر فرمایا کہ جس شہزادی کا ہم نے ذکر کیا ہے وہ واقعی جناب سیدۃ النساء العالمین صلوٰۃ اللہ علیہا کی ہم نام ہی ہیں، اگر اجازت ہو تو ہم جناب خرام بن خالد بن ربیع کے گھر جا کر آپ کی خواستگاری کریں

سرکار امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا......بسم اللہ

جناب عقیل علیہ الصلوٰۃ والسلام جناب خرام کے گھر تشریف لے گئے اور کچھ دیر گفتگو کرنے کے بعد بات کو آگے بڑھایا کہ ہم چاہتے ہیں کہ تمہارے گھر کو خانۂ نبوت سے منسلک فرمائیں، اس سلسلہ میں انہوں نے کافی طویل تمہید باندھی، جناب خرام نے عرض کیا آقا آپ کا آنا سر آنکھوں پر مگر یہ تو فرمائیں کہ آپ کس کا پیغام لے کر آئے ہیں کیوں کہ میری پاک شہزادی تو کسی ذات کی امانت ہیں

جناب عقیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا واقعی ہم یہ تو بھول ہی گئے تھے، دراصل ہم تو اپنے پاک بھائی جناب امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے خواستگاری کرنے آئے ہیں

جس وقت جناب خرام نے یہ بات سنی تو بغیر جواب دیئے فوراً اُٹھ کر اپنے گھر چل پڑے، جناب عقیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیچھے سے آواز دی کہ مجھے تو کوئی جواب دیتے جاؤ، انہوں نے چلتے ہوئے کہا کہ پہلے اسے تو خوشخبری سنا آؤں جو تین دن سے

اسی پیغام کی انتظار میں ہے
المختصر تاریخ مقرر ہوگئی، بارات نے دور تو جانا نہیں تھا کیونکہ مدینہ شہر ہی کی بات تھی، بارات بڑی دھوم دھام سے جناب خرام بن خالد کے گھر پہنچی اور یہاں سے ملکہ عِ وفا وشجاعت ام العبّاس صلوٰۃ اللہ علیہا کی ڈولی لے کے دہلیز اقدس پر واپس پہنچی، جس وقت جناب عقیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر بنی ہاشم علیہم الصلوٰۃ والسلام ڈولی کو اٹھا کر گھر اطہر کی دہلیز کو عبور کرنے لگے تو ام العبّاس ملکہ عِ وفا وشجاعت صلوٰۃ اللہ علیہا نے فرمایا بھائی عقیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہماری ڈولی یہیں دروازے پر رکھ دو
جب ڈولی کو رکھا گیا تو ملکہ عِ وفا صلوٰۃ اللہ علیہا ڈولی سے باہر تشریف لے آئیں اور دہلیز اقدس پر سجدہ ریز ہو کر بوسہ دیا، دہلیز بوسی کے بعد قرآن کے سائے میں گھر اطہر کے اندر تشریف لے آئیں
اس وقت پاک حسنین علیہا الصلوٰۃ والسلام کی عمر 20 سے 22 سال کی تھی، یہ دونوں شہزادے پاک اماں صلوٰۃ اللہ علیہا کے ساتھ گھر تشریف لائے اور عرض کیا کہ اماں جان آپ مسند کو زینت بخشیں، ملکہ عِ وفا صلوٰۃ اللہ علیہا نے فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ پہلے آپ دونوں بھائی پاک بہنوں کے ساتھ مسند پر جلوہ افروز ہوں
جس وقت جناب سیدۃ النساء العالمین صلوٰۃ اللہ علیہا کی پاک اولاد مسند پر جلوہ فزا ہوئی تو اس وقت اس پاک شہزادی نے مسند کے گرد تین طواف کیئے، اس کے بعد سامنے آ کر سرِ نیاز جھکایا اور دست بستہ عرض کیا کہ اس باندی کو اپنی کنیزی میں قبول فرمائیں ...... یہ سن کر پاک حسنین شریفین علیہا الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ آپ ایسا نہ کہیں ہماری حقیقی ماں تو آپ ہی ہیں، ملکہ عِ عالمین صلوٰۃ اللہ علیہا تو عبّاس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقی ماں

ہیں

اُم العباسؑ ملکہ ءِ وفا صلوٰۃ اللہ علیہا نے پاک حسنین اور پاک شہزادیوں علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پیشانیوں پر بوسہ دے کر عرض کیا اے ملکہ ءِ عالمین صلوٰۃ اللہ علیہا کی پاک شہزادیاں! اگر آپ اپنی کنیز کی عزت افزائی کیلئے ہمارے گھر تشریف لے آتیں تو میرا دل زیادہ خوش ہو جاتا، دور کی بات تو نہیں تھی، آپ کے نانا پاک کے شہر کی بات تھی، پردے کا بھی مکمل انتظام تھا اور پھر رات کا وقت تھا، آپ ہمارے گھر کو زینت بخشتیں تو کنیز کی عزت بڑھ جاتی

پاک حسنین علیہا الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اماں! ہماری بہنیں تو اپنے نانا کی مزار اقدس پر بھی رات کو جاتی ہیں، چاہے ہمارے گھر کا دروازہ بھی نانے پاک کی مزار کے صحن میں کھلتا ہے، تمہارا گھر تو پھر بھی دور ہے

﴿ولادت باسعادت﴾

647 عیسوی 15 مئی بمطابق 4 شعبان 26 ہجری جدید کیلنڈر کے حساب سے منگل کے دن اور اس زمانے کے کیلنڈر کے مطابق جمعرات کے دن تقریباً 9 بجکر 28 منٹ صبح کے سعید وقت میں بیت معدن رسالت کے اندر بنی ہاشم علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قمر الاقمار، وفا کے کردگار، پاک شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وفادار، فوجِ خداوندی کے پاک علمدار نے نجم سعادت و افتخار بن کر طلوع فرمایا یعنی وفا کی مملکت کی ملکہ ءِ واحد صلوٰۃ اللہ علیہا کی آغوش عاطفت کو تاجدار وفا نے زینت بخشی

جو لوگ علم نجوم سے دلچسپی رکھتے ہیں ان کیلئے اس پاک ذات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زائچے

کی تھوڑی سی تفصیل پیش کرتا ہوں

طالع سرطان کا 25.15 درجہ تھا اور اس درجہ پر سوائے نبی یا امام کے کسی کی دنیا میں آمد نہیں ہوسکتی ہے...... زائچہ کے پہلے گھر کے اندر قمر موجود ہے گویا ذات کے اندر بے پناہ جذبات کی علامت ہے...... شمسی زائچہ کے مطابق ان کا برج ثور ہے، جس میں اس وقت خود شمس، عطارد اور زحل موجود ہیں

اس مقدس ساعت کے اندر نمازِ وفا کے پاک نمازی کی آمد ہوئی، جس وقت نماز صبح سے فارغ ہوکر جناب امیر المومنین علیہ الصلوۃ والسلام کے معمول کے خطباتِ ہدایت کی سماعت کے بعد شہنشاہ کربلا علیہ الصلوۃ والسلام گھر اطہر کے اندر تشریف لائے تو جناب فضہ سلام اللہ علیہا نے جلدی سے حاضر بارگاہ ہوکر عرض کیا کہ آقا آپ کو جس بھائی کی مدت سے انتظار تھی اس کی مبارک ہو

جب شہنشاہ کربلا علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ خبر سنی تو مسکرا کر فرمایا کہ آپ یہ اطلاع اس بھائی کی مالک بہن صلوٰۃ اللہ علیہا کو دیں، ہم پاک اماں صلوٰۃ اللہ علیہا کے گھر جارہے ہیں

دائی پاک نے جناب شریکتہ الحسین صلوٰۃ اللہ علیہا کو اطلاع دینے کے بعد مسجد میں جناب امیر المومنین علیہ الصلوۃ والسلام کو خوشخبری سنائی، سرکارؐ نے جس وقت یہ خبر سنی تو فوراً اپنا سر سجدۂ شکر میں جھکا دیا کہ مجھے اپنے مظلوم بیٹے کا ناصر مل گیا ہے، امید ہے کہ اس کی زندگی تک ہماری پاک بیٹیوں کے پردے محفوظ رہیں گے، پھر دعا فرمائی کہ اس کی زندگی دراز ہو، یہ بہنوں اور بھائیوں کو نصیب ہو

جناب امیر المومنین علیہ الصلوۃ والسلام اور ان کی آمد میں ایک مطابقت ہے، شہنشاہ امیر المومنین علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی اس وقت تک آنکھیں نہیں کھولی تھیں جب تک کہ اپنے

بھائی سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نہیں کی تھی، بعینہٖ اسی طرح آج شہنشاہِ وفا جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنی پہلی نگاہ اپنے شہنشاہ بھائی کریم کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رخ پر فرمائی

شہنشاہ امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی پہلی غذا زبانِ رسالت سے حاصل کی تھی اور اِنہوں نے بھی اپنی غذا زبانِ امامت سے حاصل کی

جیسے ہی پاک بہنوں کو اطلاع ملی وہ سر پر ردائے عصمت شعار سنبھال کر پردوں کے ضامن بھائی کو دیکھنے کیلئے روانہ ہوئیں

جناب فضہ سلام اللہ علیہا روایت کرتی ہیں کہ جب میں سب کو اطلاع اور مبارکباد دینے کے بعد کردگار وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک اماں کے گھر آئی تو میں نے دیکھا کہ تاجدار کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے چھوٹے سے بھائی کو ہاتھوں پر اٹھائے کئی راز و نیاز کی باتیں کرنے میں مصروف ہیں اور جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھیں مصحف رخِ شبیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تلاوت کرنے میں محو ہیں، ایک بہن دائیں طرف اور دوسری بہن بائیں طرف آ کھڑی ہوئیں

کربلا کے شہنشاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میرا بھائی اب آنکھیں کھول کے دیکھو تیرے اصل مالک تشریف لائے ہیں، جس وقت شہنشاہِ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پاک ہمشیر کا نام سنا تو معصوم آنکھیں ادب سے جھک گئیں، معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کی نگاہ وفا کے خالق کے رخِ انور پر مرتکز تھی مگر وفا کے پروردگار نعلین پاک سے نگاہ نہیں ہٹاتے تھے، معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا معصوم بھائی کے گلابی ہونٹوں پر بوسہ ثبت کرنے کے بعد فرماتی ہیں بھیا! ایک مرتبہ اپنی بہن کی طرف تو دیکھو، میں تو تجھے پاک بابا سے مانگنے کے

بعد تجھ سے باتیں کروں گی، پہلے اس پاک ماں کا پیغام سن لو جو سالہا سال سے تمہارے جوڑے بناتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوگئی ہیں

میرا بھائی تیری حقیقی ماں صلوٰۃ اللہ علیہا تجھے بہت بہت سلام فرماتی تھیں اور پیار بھی کرتی تھیں

معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے پاک اماں صلوٰۃ اللہ علیہا کے تیار کردہ جوڑے اپنے پاک بھائی کو پہنانا شروع کیے، جب چھوٹے چھوٹے شانوں پر وفا کے محکم نشان نظر آئے تو ایک ایک نشان پر پانچ پانچ مرتبہ بوسہ دیا، معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے پاک بھائی کو اپنی پاک والدہ گرامی القدر صلوٰۃ اللہ علیہا کے دست کرم سے تیار شدہ قمیص پہنانا شروع کی، ادھر جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معصوم دل نے دھڑکنا شروع کیا، قمیص پہنانے کے بعد اپنی اماں پاک کی ردا میں جگہ دے کر آہستہ آہستہ فرماتی ہیں بھیا! آپ کی پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا فرماتی تھیں کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام تو فرزند رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور میرے حقیقی بیٹے تو آپ ہیں اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے بیٹے پر ناز ہے تو ہمیں آپ پر ناز ہے

میرا لعل اپنی پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کا یہ فرمان بھی یاد رکھنا کہ ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرمسار نہ کرنا، کیونکہ ہر بہن کی ردا کی ایک ایک تار کے تمہیں ضامن ہو، میرا لعل ان کی تطہیر طبع چادروں کی ہر حال حفاظت کرنا، میری پاک شہزادیاں ازل کی پردہ دار ہیں اور فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بڑے نازک طبع ہیں

دونوں بہنوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم بابا پاک سے مبارک کے عِوض یہی بھائی مانگتے ہیں، کیونکہ یہ ہمارے پردوں کے ضامن ہیں تو ان کی پرورش بھی

ہمارا فرض ہے...... جناب امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام تعقیبات نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے گھر تشریف لائے اور انہوں نے مسند کو زینت بخشی

اس وقت شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جناب سیدہ عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا پاک بھائی کو سفید چادر میں لپیٹ کر روانہ ہوئے ، جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی عبا کے دامن میں چھپا کے پاک بابا کے سامنے آ کھڑے ہوئے

سر جھکا کے آہستہ آہستہ عرض کیا بابا جان جس بیٹی کے متعلق آپ کی دیرینہ خواہش تھی کہ وہ کبھی ہم سے کوئی سوال کریں ، آج زندگی میں پہلی بار سوال کرنے آئی ہے ، اور پاک بہن کے ساتھ سوال میں میں بھی شریک ہوں

امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بیٹا ہم تو ترس رہے ہیں کہ میری پاک بیٹیاں کبھی کچھ مانگیں اور ہم عطا کریں ، ہماری تو ہمیشہ سے یہی حسرت رہی ہے

تاجدارِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پاک ہمشیر صلوٰۃ اللہ علیہا کی ترجمانی کرتے ہوئے عرض کیا بابا جان ! ہم بہن بھائی حضور سے یہی بھائی مانگتے ہیں ، ہمیں عطا کریں ، ان کی پرورش ہم خود کریں گے ، ان کے جملہ معاملات کے مالک ہم ہی ہوں گے

امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ، فرمایا کہ آپ نے جو کچھ کہا ہم نے دل و جان سے قبول فرمایا ہے ، آج کے بعد آپ جانیں اور آپ کا بھائی ، آج سے اس بھائی کی مالک آپ کی پاک بہن صلوٰۃ اللہ علیہا ہیں ، لیکن ایک مرتبہ یہ لعل ہمیں دیں تا کہ ہم بھی تمہارے بھائی کی زیارت کر لیں

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عبا کے دامن کو ہٹا کے کمسن بھائی بابا پاک کے سپرد فرمایا ، امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رخ سے کپڑا اٹھایا

☆ واجلس اباالفضل العباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام علی فخذ الایمن وشمر عن ساعدیه وقبلهما

انہوں نے کردگارِ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے دائیں زانو پر بٹھایا، شانوں سے چھوٹی سی عبا ہٹائی، مشک اور علم پاک کے نشان نظر آئے، ان پر بوسہ ثبت فرمایا، اس کے بعد بازوؤں کو بغور دیکھا، پھر ان پر بوسہ دیا، اس کے بعد کلائیوں پر نگاہ فرمائی، ان کو چوما، اسی طرح ایک ایک عضو پر بوسے دیتے رہے

یہ دیکھ کر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام ضبط نہ فرما سکے اور عرض کیا بابا جان آج عجیب انداز سے پیار فرما رہے ہیں، کیا وجہ ہے؟ امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنسو بہاتے ہوئے فرمایا بیٹا ☆اقبل مواضع السیوف ان کے بدن کے ان مقامات کو چوم رہا ہوں کہ جن پر رضائے اِلٰہی کی مہریں تلواروں کی شکل میں لگیں گی

اس کے بعد کمسن بھائی کو امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپرد کر کے فرمایا آج کے بعد آپ اس بھائی کے مالک ہیں، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھائی کو سینے سے لگایا اور عرض کیا بابا جان! جس وقت ہم اس بھائی کو سینے سے لگاتے ہیں تو ہمارا دل ٹھنڈا ہو جاتا ہے، ان کی محبت ہمارے دل میں جوش مارنے لگتی ہے

امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میرے لعل! ہر خوشی کے ساتھ غم جڑا ہوتا ہے، آج تمہیں بھائی ملا ہے، کتنے خوش ہو، کل جب یہ آپ سے جدا ہوگا تو دکھ بھی اتنا زیادہ ہوگا، آج بہن بھائی مسکرا رہے ہو، خدا کرے یہ مسکراہٹ تمہیں نصیب ہو، کل جب یہ جدا ہوگا تو تم دونوں بہن بھائی مل کر آنسو بہاؤ گے

شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا کہ بابا! کیا یہ ہم سے جدا بھی ہو جائے گا؟

جناب امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میرے لعل! روزِ میثاق کے اس محضر نامے کو یاد کرو جس پر آپ نے دستخط فرمائے تھے جس میں لکھا تھا

☆ الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام سید الشہدا والعباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام حامل اللواء

فرمایا کہ ایک دن ہوگا، کربلا کا میدان ہوگا، یہی تمہارا پاک بھائی اس وقت عین جوان ہوگا، بہن بھائی کی پابندیوں کی وجہ سے انتہائی شدید افسردگی اور مایوسی کی حالت میں یہ زین سے اتر جائے گا مگر اُف تک نہیں کرے گا

روزِ عاشور

وقت نے کروٹ لی اور وہ روزِ عاشور آن پہنچا کہ جس کے بارے میں شہنشاہ امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا

جس وقت جناب قاسمؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاش خیام میں پہنچی تو مستورات میں کہرام بپا ہوا، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام روتے ہوئے خیام سے باہر آئے، اچانک قدموں پر دو ہاتھ آئے، شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنکھیں صاف کرتے ہوئے دیکھا تو جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے قدموں پر ہاتھ رکھ کے رو رہے ہیں

امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میرے وفادار بھائی! کیوں رو رہے ہو؟

جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کپکپاتے ہاتھوں کو جوڑ کر لرزتے ہوئے ہونٹوں سے عرض کرتے ہیں آقا جس انداز میں ہمارے دولہا بیٹے کی لاش آئی ہے، میرے لئے اس سے زیادہ مظالم برداشت کرنا ناممکن ہے، مجھے جنگ کی اجازت عطا فرمائیں تاکہ میں اپنے نوخیز بیٹے کا انتقام لے سکوں

امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نے دونوں ہاتھ قدموں سے اٹھا کر اپنے سینے سے لگائے اور فرمایا بھائی! ان دکھوں میں مجھے چھوڑ کر جانا چاہتے ہو لیکن مجھے یہ بتائیں کہ آپ کے بعد ظلم کے اس ماحول میں پردۂ توحید کی محافظت کون کرے گا؟

جناب غازی علیہ الصلوۃ والسلام رو کر عرض کرتے ہیں آقا میں تو غلام ہوں، پردۂ وحدت کی محافظت کیسے کر سکتا ہوں، ان کا اصل محافظ سدا سلامت رہے، وہ تو آپ کے لختِ جگر سید الساجدین، زین العابدین علیہ الصلوۃ والسلام ہیں

شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوۃ والسلام نے بڑی کوشش کی مگر جناب غازی علیہ الصلوۃ والسلام نے قدموں سے ہاتھ نہیں ہٹائے، آخر امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نے رو کر فرمایا کہ بھائی حقیقت یہ ہے کہ آپ کی مالک تو آپ کی بہن ہیں، آپ انہی سے اجازت لیں

جناب غازی علیہ الصلوۃ والسلام رو کر عرض کرتے ہیں آقا دو محرم سے میں اس انتظار میں تھا کہ ایک دن جنگ ہوگی، مجھے اجازت ملے گی، میں ان ظالمین سے سارے حساب چکا لوں گا، مگر میں نے تو خوبصورت جوان زین سے اترتے دیکھے ہیں، افسوس کے ہاتھ ملتا رہا ہوں مگر مجھے جنگ کی اجازت نہیں ملی، اب اس دولہا کی لاش خیام میں آئی ہے جسے کل ہم نے بڑی حسرت کے ساتھ سہرے پہنائے تھے اب تو مجھے اپنی زندگی بے سود لگتی ہے، میں اپنے دل کی کیفیت بیان نہیں کر سکتا، آقا آپ کی عزت کی قسم اب مجھ میں اپنی دلہن بیٹی کے بین سننے کی سکت نہیں رہی

جس وقت جناب غازی علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ عرض کیا تو امام علیہ الصلوۃ والسلام نے بے ساختہ روتے ہوئے فرمایا کہ بھائی آپ کی بات بھی بجا ہے مگر امت ملعون کے جو تیور نظر آ رہے ہیں ہمیں اپنی جان سے زیادہ فکر پردۂ تطہیر کی مالک بہنوں کی ہے

سب مومنین مل کر دعا کریں کہ خدا کرے مولا ابوالفضل العباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل کی ہر حسرت پوری ہو، کربلا کے میدان میں تو ان کی کوئی بھی آس پوری نہیں ہوئی تھی، اب ان کا حق بنتا ہے کہ ان کو تیغ چلانے کی اجازت دی جائے

چودہ سو سال سے ان کے دل میں حسرتِ انتقام باقی ہے، دعا کریں کہ اب ان کے پاک منتقم عجل اللہ فرجہ الشریف اس دنیا میں جلد تشریف لائیں تا کہ ان کی حسرتِ انتقام پوری ہو اور دنیا کے تمام ظالمین کو یہ پاک ذات اپنے دست قدرت شعار سے تہہ تیغ کریں اور اپنے صدیوں سے ترستے ہوئے دل کی بھڑاس نکالیں

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمْ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف
وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلٰی آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 2

علیہ الصلوٰۃ والسلام

وفا کے پروردگار جناب ابوالفضل العباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک لقب ہے
ابوالقربہ علیہ الصلوٰۃ والسلام یعنی مشک کے مالک
جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام جن چیزوں کی علامت کے طور پر نظر آتے ہیں ان میں سے ایک ہے اطاعت واتباعِ امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دوسری سقائی ہے
یعنی مشک کا مالک ہونا ہے
اتباع واطاعت امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں شہنشاہ معظم امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر کوئی اطاعت امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سیکھنا چاہے تو شہنشاہ ابوالفضل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سیکھے، فرمایا
☆ تبع امامه فی کل اطوار حتی فی البوز هیکله القدسی الی عالم الوجود
انہوں نے ہر بات اور ہر معاملہ میں اپنے امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کی ہے اور کمال تو یہ ہے کہ انہوں نے دنیا میں آنے میں بھی سبقت نہیں کی
اس کے بھی دو معنی ہیں، ایک تو یہ کہ دنیا میں ان کا ورود بعد میں ہوا، دوسری بات یہ ہے کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ورود 3 شعبان کو اور شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد

4 شعبان کو ہے...... اتباع کی دو قسمیں ہیں

(1) اتباعِ اضطراری........... (2) اتباعِ اختیاری

جہاں اتباع کو فضیلت دی جاتی ہے وہ اتباعِ اختیاری ہے، آزادی اور اختیار کے باوجود اتباع کرنا باعث فضیلت ہوتا ہے، گویا فضل کے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دنیا میں آنا بھی اختیاری تھا، یعنی جب خود آنا پسند کیا، پس آ گئے، اگر دو شعبان کو پسند کرتے تو آ جاتے، تین کو بھی آ سکتے تھے، لیکن 4 کو تشریف لائے، گویا سب کچھ ان کے اختیار میں ہے، اسی لئے تو امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام اتباع کے ثبوت میں دنیا میں ان کی تشریف آوری کو دلیل بنا رہے ہیں، اگر آپ توجہ سے غور فرمائیں تو چار کے عدد سے جناب ابوالفضل العباؑس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک خاص ربط نظر آتا ہے یعنی

(1) چار شعبان سنہ 26 ہجری کو دنیا میں تشریف لائے

(2) چار سال تک جناب شریکتہ الحسینؑ صلوٰۃ اللہ علیہا کی جھولی میں پرورش پائی ہے

(3) بھائیوں میں چوتھے نمبر پر آئے ہیں

(4) حقیقی بھائی چار ہیں

(5) چار سال پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کوفہ میں رہے ہیں

(6) چوبیس 24 سال امام مسموم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مل کے گزارے ہیں

(7) چونتیس 34 سال غلام کہلوایا ہے

(8) پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مل کر چار جنگیں لڑی ہیں

(9) چودہ 14 اقسام کی شجاعتیں دکھائی ہیں

(10) چار بار انہیں جنگ کرنے سے روکا گیا ہے

(11) چار ہتھیاروں کے مالک بنے یعنی تیر، تلوار، نیزہ، گرز

(12) کربلا میں چار حملے کیئے

(13) چار بار دریائے فرات میں گھوڑا داخل کیا

(14) سرکار کے چار فرزند ہیں

جناب **فضلؑ** ...... جناب **محمدؑ** ...... جناب **عبیدؑ** ...... اور جناب **قاسم** علیہم الصلوٰۃ والسلام

(15) کربلا میں چار چیزوں کے ساتھ جنگ کی ہے

علم کے ساتھ، ہاتھوں کے ساتھ، قدموں کے ساتھ اور گھوڑے کے ساتھ

(16) چار بار اجازت مانگی ہے

(17) جسم اطہر کے چار ٹکڑے ہوئے ہیں ...... دو بازو، سر اور جسم اطہر

(18) چار قبریں بنی ہیں

(19) جسم اطہر چار بار زمین پر تڑپا ہے

(20) سر اطہر نے چار بار آنکھیں کھولی ہیں

(21) کربلا سے لے کر شام تک چار چیزوں پر سر اطہر نے سفر کیا ہے

طور کی منزل پر، ظالمین کے ہاتھوں میں، گھوڑے کی گردن کے ساتھ، اگر دل نہ دکھے تو بتاؤں گھوڑے کے توبرے میں بھی سفر کیا ہے

یہ جتنی چار چیزیں شمار کی گئی ہیں ہر ایک چیز پر ایک ایک مجلس پڑھی جا سکتی ہے

دوسری چیز تھی سقائی کہ جس کی وجہ سے ابوالقربہؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام **کا لقب ملا تھا**

سقائی کا منصب کربلا میں نہیں بلکہ بچپن سے ملا تھا

﴿بچپن﴾

سنہ 30 ہجری میں پروانہ ءِ شمعِ امامت، آفتابِ اوجِ سعادت، گلستانِ وفا کے گل رونق فزا، کردگار وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر کے چار سال پورے ہوئے، مثلِ پروانہ ہر وقت کریم کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گرد طواف کرتے، نواسہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام محو کلام ہوتے مگر وفا کے خالق کی دید رخ انور کی زیارت کرنے میں مصروف رہتی

ایک دن کریم کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ کے محلّہ سایون میں نوجوانوں کی تبلیغ کا پروگرام بنایا، تبلیغ اسلام میں کافی وقت صرف ہوا، ایک طرف عرب کا شدید موسم اور پھر شہنشاہ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نازک لعل، جس وقت گرمی نے شدت اختیار کی تو رخِ روشن پر عرق معطر نمودار ہوا، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جبین مبارک سے پسینہ پونچھتے ہوئے بائیں جانب نظر کی، سرکاؑر کا غلام قنبر موجود تھا، سرکار نے آہستہ سے فرمایا☆یا قنبر اسقینی من الماء قنبر مجھے پیاس لگی ہے

جناب قنبر روایت کرتے ہیں کہ میں پانی لینے کیلئے اٹھنے لگا تو میں نے دیکھا کہ شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام فوراً دوڑتے ہوئے گھر تشریف لائے، پانی کا ایک برتن بھر کے دوڑتے ہوئے واپس آرہے تھے، تیز دوڑنے کی وجہ سے پانی چھلکتے چھلکتے سر سے ہوتا ہوا رخساروں سے بہتا آرہا تھا، پانی کے قطرے جناب عباؑس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رخساروں پر اتنے خوبصورت لگ رہے تھے کہ جیسے بہار کے گلاب پر تازہ شبنم گرتی ہے، لباس تر ہونے لگا، شہنشاہِ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام گلی کا موڑ مڑے تو شہنشاہ امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں دوڑتے ہوئے دیکھ کر فرمایا بیٹا کیوں دوڑتے جا

رہے ہو؟ ...... جواب میں عرض کرتے ہیں بابا جان میرے آقاؑ کو پیاس لگی ہے اور انہوں نے پانی طلب فرمایا ہے اسی لئے دوڑتا جا رہا ہوں

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میرا لعلؑ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی میرے بیٹے ہیں اور تم بھی میرے لختِ جگر ہو پھر ان کو آقا کیوں کہتے ہو؟

شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھیں جھکیں عرض کرتے ہیں بابا جان وہ تو ملکہءِ دو جہاں صلوٰۃ اللہ علیہا کے فرزند ہیں اور میں تو کنیز کا بیٹا ہوں، میں باندی کا بیٹا ہوں، انہیں آقا ہونا زیب دیتا ہے اور مجھے غلامی جچتی ہے

شہنشاہ امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے، اپنی دستار کے ایک گوشے سے لختِ جگر کے گرد آلود رخساروں سے پانی کے قطرے صاف کر کے فرمایا کہ تجھے کس نے اتنے خوبصورت سبق سکھائے ہیں؟

سمجھ گیا ہوں کہ بچپن ہی سے پانی پلانے کے عادی ہو رہے ہو، غازیؑ میری بات یاد رکھنا کہ کربلا میں یہ عادت بھلا نہ دینا کیونکہ وہاں پانی کی زیادہ ضرورت ہوگی

﴿ پیاس ﴾

کائنات کے جملہ مظلومین میں سے سب سے زیادہ مظلوم شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کارواں ہے اور اس میں سب سے زیادہ مظلوم فضلؑ کے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں

سات محرم کی رات خیام فلک احتشام جب دریا کے کنارے سے ہٹائے گئے تو شامیوں کے مزاج شناس کو فوراً محسوس ہوا کہ اب پانی بند ہو گیا ہے، ساتویں کی رات تاجدار کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جملہ اصحاب اور افراد کے درمیان برابر پانی

تقسیم کیا، اصحاب اور پورا قافلہ آٹھویں کی رات تک پانی پیتا رہا اور آٹھویں کی رات تک خیام میں بھی پانی موجود رہا

تاریخ بتاتی ہے کہ دو ہستیاں ایسی تھیں کہ جنہوں نے ساتویں سے پانی پینا چھوڑ دیا تھا ایک شریکتہ الحسینؑ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا اور دوسرے جناب ابوالفضل العباؑس علیہ الصلوٰۃ والسلام...... ان دونوں پاک ذوات نے اپنے حصے کے پانی کو محفوظ رکھا

جس وقت خیام میں پانی ختم ہوگیا اور جب کسی بچے کو زیادہ پیاس لگتی تو سرکار عباؑس علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے حصے کے پانی میں سے اسے سیراب کرتے، دسویں کی رات سے پہلے نو کے دن تک جناب ابوالفضل العباؑس علیہ الصلوٰۃ والسلام پیاسے بچوں کے ساقی بن کر انہیں اپنے حصے کا پانی پلاتے رہے، آخر پانی ختم ہوگیا

یہی وجہ تھی کہ روزِ عاشور بیالیس 42 بچے بار بار جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خیمے میں آتے، فضل کے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام سوال سن کر شرم کے مارے سر جھکا لیتے، رو کر کہتے کہ اکبرؑ کا پاک بابا علیک الصلوٰۃ والسلام یہ قیامت بھی دیکھیں کہ معصوم پانی مانگیں اور میرا سر شرم سے جھک جائے، کیا اب بھی میں جینے کے قابل ہوں؟

روزِ عاشور

دس محرم کے دن تک جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف یہی سوچتے رہے کہ اب اکبر کے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر ظلم پر مجھے خاموش کرا دیتے ہیں، آخر ایک دن جنگ ہو گی، سارے قرض چکا لوں گا، غیرت کا سمندر اسی طرح جگر میں طوفان اٹھاتا رہا

جس وقت دسویں کا دن طلوع ہوا تو مظہر جلالِ الٰہی نے اطمینان کا سانس لیا کہ

آج دل کی بھڑاس نکالنے اور سارے قرض چکانے کا دن آگیا ہے، سب سے پہلے جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اجازت طلب کی، سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اجازت نہیں دی اور انہیں واپس بھیج دیا

ایک ایک کر کے سارے شہداء علیہ الصلوٰۃ والسلام جام بقا پیتے رہے، ملک غضب کے کردگار علیہ الصلوٰۃ والسلام امر امام زمانہ میں پابند ہو کر ہونٹ چباتے رہے اور برداشت کرتے رہے، مگر جوش بڑھتا رہا، اللہ کا جلال قلب اِلٰہی میں مچلتا رہا، امر کی پابندی رہی مگر ایک مقام پر ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا، وہ کون سا مقام تھا؟

جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مرتبہ جب اپنے خیمہ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ جناب فضل کی پاک اماں صلوٰۃ اللہ علیہا زمین پر بیٹھ کر رو رہی ہیں، انہوں نے وجہ پوچھی تو اس معظّمہ صلوٰۃ اللہ علیہا نے عرض کیا کہ ابھی تک آپ میدان میں نہیں گئے، اب تو غربت کی انتہا ہو گئی ہے، آپ کے آنے سے تھوڑی ہی دیر پہلے پاک معصوؐمہ صلوٰۃ اللہ علیہا آپ کے خیمہ میں تشریف لے آئی تھیں، انہوں نے پہلے آپ کے متعلق پوچھا کہ کیا چچا جان پانی لینے گئے ہیں؟ پھر مجھ سے کہا کہ ہم نے کبھی کسی سے کوئی سوال نہیں کیا، ہمیں تو سوال کرنا بھی نہیں آتا ہے، جب سے ہماری دادی معظّمہ ملکہءِ دو جہاں صلوٰۃ اللہ علیہا کا سوال رد ہوا تھا تو انہوں نے فرمایا تھا کہ شریف کیلئے آج کے بعد لازم ہے کہ بیٹیوں کو سوال کرنا نہ سکھائیں، اس لئے ہمیں سوال کرنا بھی نہیں آتا ہے مگر آج کمسن بھائی کی پیاس نے مجھے سوال کرنے پر مجبور کر دیا ہے، فرمایا چچی اماں! اللہ کے واسطے اگر آپ کے پاس ایک گھونٹ پانی کا ہے تو دے دیں، میرے بھائی کی حالت بہت نازک ہے، پاک معصوؐمہ صلوٰۃ اللہ علیہا کا تین مرتبہ خالی

ہاتھ لوٹ جانا مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا ہے

یہ سن کر جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا، رو کر فرمایا کہ آج صبح سے ہمارے ساتھ یہی ہو رہا ہے، سارے معصوم بچے خالی جام اٹھا کے بار بار ہمارے پاس آتے ہیں، مگر ہماری مجبوری یہ ہے کہ آقا اجازت نہیں دے رہے ہیں، اب ہم ایک بار پھر کوشش کرتے ہیں

جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام روتے ہوئے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب آئے، سر جھکا کر دست بستہ عرض کرتے ہیں آقا معصوم بچوں کی پیاس اور بار بار ان کا پانی مانگنا اب نا قابل برداشت ہے

شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میرے بھائی آپ کیا چاہتے ہیں؟ رو کر عرض کیا کہ آقا! میں آج صبح سے جوان بیٹوں کی لاشوں کو دیکھ رہا ہوں، آپ کے امر میں پابند ہو کر ہر بات برداشت کر رہا ہوں، جب آپ کوئی لاش اٹھا کر آتے تھے تو میں یہی سوچتا تھا کہ اب آخری لاش ہے، اس کے بعد مجھے انتقام لینے کا حکم مل جائے گا مگر آپ کے صبر خداوندی کی تو شاید کوئی حد ہی نہیں ہے

اس کے بعد قدموں پر سر رکھ کے عرض کرتے ہیں اکبر کا پاک بابا علیک الصلوٰۃ والسلام اگر میرے ساتھ اسی طرح ہی کرنا تھا تو مجھے ساتھ لانے کا کیا فائدہ؟ اگر چپ رہتے ہوئے ظالمین کے ہاتھوں شہید ہی ہونا تھا تو مجھے ساتھ کیوں لائے تھے؟

یہاں عرض کرتا چلوں کہ استفسار کی تین قسمیں ہوتی ہیں

() برائے اعتراض () برائے تحقیق حق () برائے اظہارِ درد

اعتراض والا استفسار یعنی ہر بات پر کیا، کیوں اور کیسے کرنا سوئے ادبی ہوتا ہے

باقی دو حالتوں میں استفسار سوئے ادبی نہیں ہوتا، خصوصاً جس وقت زبانِ قال کی بجائے زبانِ حال کے ساتھ عرض کیا جائے تو جذباتِ محبت کی ترجمانی ہوتی ہے

یہاں پر شہنشاہ وفا علیہ الصلوۃ والسلام عالم درد میں مستغرق ہوکر سوال کرتے ہیں کہ آقا جو زندگی آپ کے کام نہ آئے اس زندگی کا کیا فائدہ؟، روکر عرض کرتے ہیں اکبرؑ کا پاک بابا علیک الصلوۃ والسلام اگر مظلومیت اپناتے ہوئے خاموش ہوکر موت کو ہی گلے لگانا تھا تو مجھے ساتھ کیوں لائے تھے؟

سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ ہاتھ جوڑ کر عرض کرتے ہیں آقا ایک مرتبہ مجھے جنگ کی اجازت عطا فرمائیں کیونکہ ہمارے صبر کو ہماری کمزوری سمجھتے ہوئے دشمنوں کے حوصلے زیادہ بلند ہو چکے ہیں اور اب تو مجھے خیام کا خطرہ ہے کہ شاید یہ بھی دست ظلم سے نہ بچ سکیں

جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ بات سنی تو روکر فرمایا بھائی! ذرا یہ تو سوچ کہ تیرے بعد تیری بہنیں کس پر ناز کریں گی؟ ...... فی الحال ہم یہ حکم دیتے ہیں کہ آپ واپس چلے جائیں

﴿میدان کی اجازت﴾

جناب غازی علیہ الصلوۃ والسلام واپس خیام میں آئے، خیمہ کے دروازہ پر پاک معصومؑہ صلوۃ اللہ علیہا ایک خالی مشک اٹھائے اس انتظار میں کھڑی تھیں کہ جب چچا خیام میں آئیں گے تو ہم ان سے اپنے صغیر بھائی کیلئے پانی مانگیں گے، کیونکہ سارے گھر پاک میں سے جناب غازی علیہ الصلوۃ والسلام کو زیادہ پیار اور عقیدت جناب معصومؑہ پاک صلوۃ اللہ علیہا

سے تھی اور جب معصومہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کی اس دنیا میں آمد ہوئی تھی تو جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ یہ معصومہ میرے دل کی تسکین ہیں، اسی وجہ سے ان کا نام پاک تسکین سے مشتق ہوا تھا، گویا ان کا نام پاک بھی جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تجویز کیا تھا، اس لئے معصومہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کو زیادہ امید پاک چچا سے ہی تھی

جس وقت جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خیام کا دروازہ عبور کیا، معصومہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا ایک خشک مشکیزہ لئے چچا کے سامنے آ کھڑی ہوئیں اور عرض کیا کہ چچا آپ تو میرے ساتھ بابا پاک سے بھی زیادہ پیار کرتے ہیں، ہم آپ کے خیمہ میں کئی بار گئے ہیں، مجھے کمسن بھائی کیلئے چند گھونٹ پانی منگوا دیں، جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام رو کر عرض کرتے ہیں آپ کا نوکر تو امر کی قید میں پابند ہے، کیا کروں آپ کے بابا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے اجازت نہیں دیتے، آپ میری مدد فرمائیں

پاک معصومہ صلوٰۃ اللہ علیہا نے فرمایا چچا جان آپ ایسی کوئی تجویز بتائیں کہ جس سے بابا آپ کو میدان جانے کی اجازت عطا فرما دیں

سلطانِ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا کہ آپ اپنی یہی خشک مشک بابا پاک کو دکھا کر میرے شانے میں پہنا دیں، امید ہے یہ دیکھ کر آپ کے بابا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے اجازت عطا فرما دیں گے، پاک معصومہ صلوٰۃ اللہ علیہا نے فرمایا چچا جان آپ کا قد بلند ہے میں آپ کو یہ مشک کیسے پہناؤں گی؟

جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آہستہ آہستہ جھکنا شروع کیا، یہ منظر بڑا عجیب تھا کہ جب کردگارِ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام پاک معصومہ صلوٰۃ اللہ علیہا کے سامنے اس انداز میں جھکے کہ ان کے دونوں ہاتھ معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے قدموں پر آئے، اور پاک معصومہ صلوٰۃ

اللہ علیہا نے اپنے ہاتھوں سے خشک مشک ان کے کاندھے پر رکھی
امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نے جب یہ منظر دیکھا تو رو کر فرمایا کہ تیری پاک وفا پر قربان جاؤں ،غریب کو تنہا کرنے کی کیسی تجویزیں سوچ رہے ہو
جناب غازی علیہ الصلوۃ والسلام نے شانے میں مشک پہنی ، پاک معصومؑہ صلوۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ چچا اگر مناسب سمجھو تو میدان میں مجھے بھی ساتھ لے چلو، ہم تطہیر کا برقعہ پہن کر آپ کے ساتھ چلیں گے
غیورِ کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے ، رو کر پوچھا کہ آپ کیوں میرے ساتھ جانا چاہتی ہیں؟ پاک معصومؑہ صلوۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ آپ نے میدان میں جا کر میرے بھائی علیؑ اصغر علیہ الصلوۃ والسلام کیلئے پانی مانگنا ہے، مگر آج تک آپ نے کبھی سوال تو نہیں کیا ہے، اس لئے ہم چاہتی ہیں کہ امت ملعون کے سامنے ہم خود جا کر اپنے بھائی کی پیاس بیان کرتے ہوئے پانی طلب کریں شاید اس طرح ہمیں پانی مل جائے ، جناب غازی پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے جس وقت معصومیت کے انداز میں یہ فرمان سنا تو آنکھوں میں آنسو آ گئے ، رو کر عرض کی کہ بیٹی میری غیرت یہ برداشت نہیں کرتی ہے کہ آپ اس ماحول میں سوالی بن کر میدان میں تشریف لے چلیں ، کیونکہ ابھی تک ہمیں معظّمہ کائنات ام الحسنین صلوۃ اللہ علیہا کا دربارِ خلافت سے خالی لوٹنا نہیں بھولا ہے، اب میں دوبارہ وہ منظر کیسے دیکھ سکوں گا
تاریخ شاہد ہے کہ کربلا میں جو شہید بھی میدان کی طرف جاتا تو کوئی نہ کوئی معصوم خالی جام اٹھائے آجاتا تھا، کسی کے پاس ایک معصوم آجاتا تھا اور کسی کے پاس دو

معصوم آ جاتے مگر جس وقت جناب فضلؑ کے پاک باباعلیہ الصلوۃ والسلام کے شانے پر مشک دیکھی تو 42 معصوم خالی جام اٹھائے ان کے گرد جمع ہو گئے، جناب غازی پاک علیہ الصلوۃ والسلام اجازت طلب کرنے روانہ ہوئے تو 42 معصوم ساتھ روانہ ہوئے، جن کے آگے آگے پاک معصومہ صلوۃ اللہ علیہا خالی جام اٹھائے ہوئے تھیں، سارے العطش العطش کرتے ہوئے جناب غازی پاک علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ چلتے ہوئے امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کے سامنے آ کھڑے ہوئے

صاحب حدائق الانس یہاں پر دو شعر لکھتے ہیں کہ اس وقت جناب فضل کے پاک باباعلیہ الصلوۃ والسلام کی پریشانیاں کس قدر تھیں، انہیں کون کون سے دکھ تھے

غصہء مظلومیء شاہِ شہیداں یک طرف
گریہء اطفال یک سو، ظلم عدواں یک طرف
نعرۂ ہل من مبارز با خروشِ العطش
از دو جانب شد بلند، ایں یک طرف آں یک طرف

جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نے معصوم بچوں کے درمیان جناب غازی علیہ الصلوۃ والسلام کو شانے پر مشک سجائے دیکھا تو فرمایا کہ آپ کی وفا کے قربان جاؤں

مشک شانۂ اطہر میں آراستہ ہوئی، 42 معصوم بچوں کے چہروں پر امید کی کرن چمکی، خشک ہونٹوں پر حوصلہ افزا مسکراہٹ آئی، اداس دلوں کی دھڑکنیں تیز ہوئیں، نرگس سے زیادہ خوبصورت آنکھوں کی مایوس نگاہیں پر امید ہو کر مشک پر مرکوز ہوئیں، ہر معصوم نے ایک دوسرے کو پانی کی امید دلائی، سرکار کرد گارِ وفا علیہ

الصلوٰۃ والسلام نے پاک معصومہ صلوٰۃ اللہ علیہا کی پیشانی پر جھک کے بوسہ دیا اور عرض کیا بیٹی ! اب اپنے بابا پاک کو عرض کرو کہ ہمیں جنگ کی اجازت عطا فرمائیں

کریم کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ دستور تھا کہ جس وقت کوئی جوان آکر اجازت طلب کرتا تو امام علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے تھے کہ فی امان الله یا فرماتے تھے بارك الله فی البراز یعنی جنگ کی اجازت دے دیتے تھے

مگر جس وقت جناب فضلؑ کے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام معصوم بچوں کے ساتھ اجازت طلب کرنے آئے تو امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنگ کی اجازت نہ دی بلکہ فرمایا

☆ یا اخی فا طلب لهولاء الاطفال قلیلا من الماء

پاک بھائی ان معصوم بچوں کیلئے تھوڑا سا پانی تو مانگ لاؤ، یعنی جنگ کی اجازت نہیں دی .... اتنا عرض کرتا چلوں کہ اس اجازت سے پہلے بھی کئی مرتبہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شہنشاہ غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جنگ کی مشروط اجازت بخشی تھی مثلاً کئی جوانوں کی مدد کیلئے اسد لایزال کو میدان میں بھیجا گیا تھا مگر ہر مرتبہ حکم دیا جاتا کہ جنگ نہیں کرنا ہے، جب کسی جوان کی مدد کیلئے روانہ فرماتے تھے تو وداع نہیں کرتے تھے جس سے پاک پردہ داروں کو یقین ہو جاتا تھا کہ ہمارے پردوں کا ضامن خیریت سے لوٹ آئے گا

اس مرتبہ بھی امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو روانہ تو فرما دیا مگر حسب دستور وداع نہیں کیا، آخری بار سینے سے نہیں لگایا، وصیت طلب نہیں کی

کیونکہ جس وقت جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام روانہ ہونے لگتے تھے تو پاک مستورات دراطہر پر جمع ہو کر دیکھتے تھے کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری وداع تو

نہیں کر رہے، اس روانگی کے وقت بھی پاک مستورات کی نظر رہی کہ آخری وداع تو نہیں ہوا ہے

جس وقت جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام خیام سے روانہ ہوئے اور خیام کے سامنے والے ٹیلے سے اترے تو ان کو پیچھے سے رونے کی آواز سنائی دی، مڑ کر دیکھا تو شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام گھوڑے پر سوار ہیں، آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، اور رو رو کر فرماتے آرہے ہیں کہ میرا بھائی اتنی جلدی کیا ہے؟ کیا مظلوم بھائی کو آخری بار سینے سے نہیں لگاؤ گے

کردگار وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام جلدی سے اپنے رہوار سے نیچے اترے، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذوالجناح کی رکاب کا بوسہ لیا، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام زین سے اترے جوان بھائی کو گلے لگا کر کافی دیر روتے رہے، اس کے بعد فرمایا کہ بھائی امت کو ہمارا آخری پیغام بھی سنا دینا، انہیں کہنا کہ

☆ دعونی اخرج الی طرف الروم او الھند واخلی لکم الحجاز والعراق

اے امت نابکار ہمارے ساتھ ازل کے پردہ دار ہیں، ہمیں روم یا ہندوستان جانے کا راستہ دے دو، ہم تمہارے لئے عراق اور عرب خالی کر دیں گے اور قسم لے لینا کہ ہم پھر کبھی وطن کا نام بھی نہیں لیں گے، ہمیں راستہ دے دو، ہمارے ساتھ رسول زادیاں ہیں اور ان کا پردہ ہمیں علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جوانی سے بھی زیادہ عزیز ہے

اس وقت کسی معصوم بچے کی نظر پڑی کہ پاک بھائی ایک دوسرے سے وداع ہو رہے ہیں، اس معصوم نے خیام میں یہ اطلاع دی تو مستورات میں کہرام بپا ہوا

جس وقت مستورات کے گریہ کی آواز دونوں بھائیوں نے سنی تو پھر رہ نہیں سکے امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا بھائی ان پردہ داروں کو ایک مرتبہ خود دلاسہ دیتے جاؤ کہ جو تمہارے سہارے جنگلوں میں آئی ہیں، وہ ہمارے دلاسوں پر کیسے صبر کریں گی

کردگار وفا علیہ الصلوۃ والسلام خیام میں واپس آئے، سارے پردہ داروں نے ان کے گرد ہالہ بنایا، انہوں نے سارے پردہ داروں کو تسلی دی کہ ہم معصوم بچوں کیلئے پانی لینے جارہے ہیں، گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں، جس وقت جناب غازی علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ کہا تو شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوۃ والسلام کی پاک اماں صلوۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ بھائی اگر میری بات مانیں تو میں یہی کہتی ہوں کہ آپ پانی لینے کیلئے میدان میں نہ جائیں، مجھے بیٹے کی پیاس قبول ہے مگر آپ کی جدائی کا صدمہ قبول نہیں

ہر پاک بی بی صلوۃ اللہ علیہا نے اپنے اپنے انداز میں انہیں روکنے کی کوشش کی، جناب قاسمؑ علیہ الصلوۃ والسلام کی والدہ پاک صلوۃ اللہ علیہا جناب غازی علیہ الصلوۃ والسلام کے قریب آکر رو کر فرماتی ہیں بھائی آپ کا ہمیں اتنے خطرات میں اکیلا چھوڑ جانا مناسب نہیں ہے، امت نابکار کی گستاخیاں بھی آپ کے سامنے ہیں

جس وقت پاک مستورات صلوۃ اللہ علیہن نے روکنے کی کوشش کی تو جناب غازی علیہ الصلوۃ والسلام نے رو کر فرمایا کہ میرے سارے قوتِ بازو جوان تو جہانِ باقی کی طرف جا چکے ہیں، اس وقت نہ قاسمؑ علیہ الصلوۃ والسلام ہے، نہ اکبر علیہ الصلوۃ والسلام ہے، نہ ہی میرے عون ومحمد علیہما الصلوۃ والسلام ہیں، سبھی اپنے آقا کی نعلین پر قربان ہو کر سرخرو ہو چکے ہیں، میں کوئی یوسف آلِ محمد شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوۃ والسلام سے بڑھ کر تو نہیں ہوں، آپ مجھے جانے

دیں، جس وقت انہوں نے یہ کلام فرمائی تو شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ پاک صلوٰۃ اللہ علیہا نے روتے ہوئے بھائی کا دامن پکڑا اور فرمایا کہ آپ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام نہ لیں، میں ان جیسے ہزاروں بیٹے آپ کا صدقہ دے سکتی ہوں، آپ تو ہماری اور ہمارے پردہ کی زندگی ہیں، بقا کا موجب ہیں

اس کے بعد شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے خیمہ میں تشریف لائے تو انہوں نے پاک فضل کی پاک اماں صلوٰۃ اللہ علیہا کو آنسو بہاتے ہوئے دیکھا اور فرمایا کہ عباس نامی دو افراد سے تمہارا رشتہ ہے، ایک تو آپ عبداللہ ابن عباس کی دختر ہیں، دوسرا بہنوں کے اِس غلام کی تم حرم ہو، تمہیں رونا زیب نہیں دیتا، ذرا آنکھیں صاف کر کے ہماری چند باتیں سنو، انہوں نے آنکھیں صاف کیں، شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں اب میدان کی جانب جا رہا ہوں، آپ نے اس بات کا خیال رکھنا ہے کہ میری لاش پر نبی زادیوں کو رونے نہیں دینا کیونکہ میں تو ان کا نوکر ہوں، دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے میرے بعد نبی زادیوں کے پردے کی حفاظت کرنا ہے، میرے منصب کی نگرانی کرنا ہے، اپنی اور اپنے گھر کی فکر نہیں کرنا، آنے والے وقت میں آپ نے میرا کردار ادا کرنا ہے، میں جانتا ہوں کہ میرے بعد مظالم کی انتہا ہونا ہے، آپ نے کوفہ وشام کے بازاروں میں جانا ہے، جہاں تک ممکن ہو سکے نبی زادیوں صلوٰۃ اللہ علیہن کے پردہ کی حفاظت کرنا اور ان کی نوکری کرتی رہنا

جس وقت انہوں نے آنے والے مصائب اور مظالم کے بارے میں کلام سنا تو انہیں یقین ہوگیا کہ اب ہمارے سرتاج واپس نہیں آئیں گے، ان کی آنکھوں

سے آنسو جاری ہوئے، یہ دیکھ کر شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میرا اپنے آقا کی نعلین پر قربان ہونا ایک فخر ہے، ایک اعزاز ہے، اس میں رونے کی کوئی بات نہیں کیونکہ دنیا کا دستور یہی ہے کہ نوکر ہمیشہ اپنے آقا کیلئے قربانی دیتے ہیں

القصہ وداع جیسے ہوا سو ہوا، جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام خیام سے باہر تشریف لائے، 42 پیاسے معصوم پر امید ہو کر ان کے ساتھ خیام کے در تک چلتے آئے معصوم بچے ایک دوسرے کو تسلیاں دیتے رہے کہ انشاء اللہ اب یقیناً پانی آ جائے گا، جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے شہنشاہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اجازت لے کر میدان کی طرف روانہ ہوئے

﴿ میدان میں آمد ﴾

پاک معصومہ صلوٰۃ اللہ علیہا کے دست مبارک سے پہنائی ہوئی مشک لئے سقائے حرم توحید جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام میدان میں تشریف لائے، انہوں نے اتمام حجت کا ایک نیا انداز اپنایا، فرمایا اے کوفیو! اے ظالمین شام تمہارے درمیان حر کے لشکر میں سے کتنے جوان موجود ہیں؟ ذرا میرے سامنے تو آؤ

یہاں ایک وضاحت کرتا چلوں کہ اپنی ذات کیلئے اپنا احسان جتلانا جائز نہیں ہوتا مگر اپنے مالک کا احسان جتلا کر ان کے حق عظیم کا تعارف کرانا عین حق ہوتا ہے، یہاں پر شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ذات کیلئے نہیں بلکہ اتمام حجت اور حق امام زمانہ کا احساس دلانے کیلئے کوفیوں کو فرمایا کہ تم میں سے حر کے لشکر کے جتنے جوان ہیں وہ سامنے آئیں، یہ فرمان سن کر تقریباً آٹھ نو سو آدمی لشکر شام میں سے

نکل کر سامنے آ کھڑے ہوئے

شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جس وقت تم منزل شیراف پر پہنچے تھے تمہارا پیاس سے کیا حال تھا؟ انہوں نے عرض کیا آقا ہونٹوں پر جان تھی، زبانیں باہر نکلی ہوئیں تھیں، سارا لشکر پیاس سے جاں بہ لب تھا

فرمایا کہ تمہیں یہ بھی یاد ہوگا کہ جس وقت تم نے پانی طلب کیا تھا تو اصحاب نے مشورے کے طور پر اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عرض کیا تھا کہ اس وقت دشمن بہت کمزور ہے، اسے ختم کرنا انتہائی آسان ہے اور اس لشکر کو پانی دینا مصلحت کے خلاف ہے، انہوں نے آپ کی تصدیق کی کہ واقعی ایسا ہی تھا

جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تمہیں پانی ملنے کی وجہ بھی یاد ہوگی؟ یعنی کس کی سفارش پر تمہیں پانی دیا گیا تھا؟ تمام نے بہ یک زبان عرض کیا کہ آقا ہم نے سنا تھا کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک کمسن شہزادی معصومہ صلوٰۃ اللہ علیہا ہیں انہوں نے ہماری پیاس پر رحم فرمایا تھا اور ہماری سفارش کی تھی، اس کے بعد امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم فرمایا تھا کہ انہیں اتنا پانی دو کہ ان کے گھوڑے جب تک تین مرتبہ پانی سے منہ نہ موڑ لیں ان کے سامنے سے پانی نہ ہٹایا جائے، یہ سن کر فرمایا کہ یہ مشک جو میرے شانے پر دیکھ رہے ہو واللہ اسی معصومہ صلوٰۃ اللہ علیہا کی پہنائی ہوئی ہے، تمہیں شرم بھی نہیں آتی کہ اس معصوم کیلئے ایک مشک پانی دے دو

میدان کے واقعات ترک کرتا ہوں، جہاں پر سقائے حرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زین چھوڑی اس مقام کا ذرا محل وقوع بتاتا چلوں تاکہ میرا مافی الضمیر آپ کی سمجھ میں آجائے ...... درمیان میں مستورات کے خیام تھے، ان کے باہر چاروں طرف

خندق تھی، صرف ایک طرف سے اس کا دروازہ تھا، اس دروازہ کے سامنے میدان میں ایک ٹیلا تھا، اس ٹیلے کی دوسری طرف تھوڑی دور نہر علقمہ تھی، یعنی اس ٹیلے کی وجہ سے خیام سے نہر نظر نہیں آتی تھی

ادھر پیاسوں کے ماشکی نے زین چھوڑی، مدھم سی آواز آئی

☆السلام علیك یا ابا عبداللہ علیك الصلوۃ والسلام ......آقا غلام کا آخری سلام ہو

سرکار علیہ الصلوۃ والسلام بلا تاخیر میدان میں گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے تشریف لائے، میں یہاں شہادت بیان کرنا نہیں چاہتا، صرف ایک منظر پیش کرتا ہوں

امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام میدان میں تشریف لے آئے، خیام میں کسی کو خبر نہیں تھی کہ جناب فضل کے پاک بابا علیہ الصلوۃ والسلام زین ذوالجناح سے اتر گئے ہیں، سرکار ستر 70 ملاعین کو فی النار کرکے پاک بھائی کے پاس پہنچے، جناب غازی علیہ الصلوۃ والسلام نے نہر علقمہ کے کنارے کو زینت بخشی ہوئی ہے، خیام اور ان کے درمیان ٹیلا حائل ہے، ادھر 42 پیاسے معصوم خیام کے باہر قطار میں کھڑے ہیں، فضل کے پاک بابا علیہ الصلوۃ والسلام کی انتظار رہے

ادھر تاجدار کربلا علیہ الصلوۃ والسلام بھائی کے علم کو کاندھے پر اٹھائے پھٹی ہوئی مشک کو سینہ سے لگائے خیام کی جانب روانہ ہوئے، جس وقت ٹیلے کی دوسری جانب پہنچے تو پاک معصومہ صلوۃ اللہ علیہا کو ٹیلے کی دوسری جانب علم پاک نظر آیا، سارے بچوں کو بلا کر فرمایا کہ اب پیاسا رہنے کا وقت ختم ہوگیا ہے، میرا چچا پانی لے آئے ہیں، علم پاک کو دیکھ کر مایوس چہروں پر خوشی کی لہر دوڑ گئی، خالی جام ہاتھوں میں اٹھائے سارے معصوم جمع ہوگئے، نظریں علم پاک پر لگی ہوئی ہیں، چہروں پر خوشی کی سرخی

چمک رہی ہے، مگر کیفیت یہ ہے کہ ہر بچہ دوسرے سے کہتا ہے کہ میں سب سے زیادہ پیاسا ہوں، پہلے پانی میں لوں گا، پاک معصومہ صلوٰۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ مجھے اپنی پیاس سے زیادہ اپنے چھ ماہ کے معصوم بھائی کی پیاس کا احساس ہے

اچانک امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام ٹیلے کی اوٹ سے ظاہر ہوئے، پھٹی ہوئی مشک سینہ سے لگائی ہوئی ہے، خون آلودہ علم پاک کاندھے پر رکھا ہوا ہے

اچانک معصوم بچوں کو پتہ چلا کہ پیاسوں کی آس جناب عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام چل بسے ہیں، شہید ہو گئے ہیں، یہ احساس قیامت بن کر ٹوٹا، کہ ہر ہاتھ سے خالی جام چھوٹ کر زمین پر آیا، اس کے بعد ایک دم 42 معصوم زمین پر گر پڑے

حمید روایت کرتا ہے کہ قیامت کا منظر تھا، ایک ساتھ 42 معصوم ہائے عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کر کے زمین پر گرے، ان میں سے سات معصوم ایسے تھے کہ جن کے ہاتھوں میں خالی جام رہ گئے اور روح پرواز کر گئی ☆ انا للہ و انا الیہ راجعون

اب دعا کا وقت ہے، سب تہہ دل سے دعا فرمائیں کہ ان معصوم بچوں کا انتقام ہو پیاس کی شدت سے جگر سوختہ ہونے والے نونہالوں کو ابدی خوشیاں نصیب ہوں اور ان کے پاک منتقم عجل اللہ فرجہ الشریف جلد تشریف لا کر تمام مصائب کا ازالہ فرمائیں

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمٌ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف
وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 3
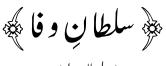
علیہ الصلوٰۃ والسلام

جنگ در صفین

سن 26 ہجری میں خضر بیابانِ وفا، یوسف کنعانِ شہادت، اسماعیل قربان گاہ محبت خلیل گلزارِ رزم کی آمد ہوئی، سن 37 ہجری میں کلیم طورِ وفا، یونس ماہیءِ اطاعت، نوحِ سفینہءِ ناموسِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ گیارہ سال تھی

سنہ 35 ہجری میں امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ظاہری دورِ حکومت شروع ہوا، سنہ 36 ہجری میں جنابِ سجاؑد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت ہوئی، 36 ہجری ذوالحجہ کے مہینہ میں جنگ صفین ہوئی، ذوالحجہ کے مہینہ میں جنگ جاری رہی، جس وقت محرم کا چاند نظر آیا تو احترام محرم کے پیش نظر جنگ بند کر دی گئی، پھر یکم صفر سے 13 صفر تک شدید جنگ ہوئی، اس مقام پر جناب امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تقریباً تین ماہ اور بیس دن تک قیام فرمایا

مقام صفین دریائے فرات سے مغربی جانب رقہ اور بالس کے درمیان واقع ہے

یہاں پر امیر شام نے تاجدارِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے 90 مرتبہ جنگ لڑی

عرب روایت کے مطابق محرم کے تقدس کے پیش نظر ایام محرم میں جنگ بند رہی

کیونکہ قدیم عرب بھی محرم الحرام کا احترام کرتے تھے اور اس مہینے میں جنگ کرنا حرام سمجھتے تھے، اسلام نے بھی اس مہینہ کی حرمت باقی رکھی، اس لئے محرم کا سارا مہینہ جنگ بند رہی، یکم صفر سے 13 صفر تک دن رات جنگ جاری رہی

اعداد و شمار

صفین میں کل ایک سو دس دن قیام رہا، شامی لشکر کی تعداد ایک لاکھ ساٹھ ہزار 160000 جوانوں پر مشتمل تھی، امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فوج ظفر موج نوے ہزار 90000 جوانوں پر مبنی تھی، اس جنگ میں نوے ہزار 90000 شامی ملاعین فی النار والسقر ہوئے اور امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے 20000 ہزار جانباز شہید ہوئے، سنہ 37 ہجری 13 صفر کو صلح ہوئی

یکم صفر 37 ہجری بمطابق 18 جولائی 657 عیسوی بروز منگل دونوں طرف سے اپنی اپنی فوج کو از سر نو ترتیب دیا گیا

شامی لشکر نے اپنی صف بندی اس انداز سے کی کہ 90 صف ایک دوسرے کے سامنے لگائی، ہر صف کے درمیان ایک علمدار کھڑا کیا گیا، اگلی قطار میں تین ہزار تیر اندازوں کو پہلے حملے کیلئے رکھا گیا، میمنہ اور میسرہ کو درست کیا گیا

جب امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فوج کا کوئی جانباز حملہ کرنے جاتا تو ایک دم تین ہزار تیر کمانوں سے نکلتے جس سے آتے ہوئے جوان کا حوصلہ پست ہو جاتا تھا

اس وقت امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے شمس شجاعت بیٹے جناب محمد حنفیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو طلب کیا اور فرمایا کہ بیٹا ہمارا دل چاہتا ہے کہ آپ حملہ کریں

بعض مؤرخین نے اس واقعہ کو جنگ جمل میں اور بعض نے جنگ صفین میں لکھا ہے

میں عرض کر رہا تھا کہ شہنشاہ امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام نے جناب محمد حنفیہ علیہ الصلوۃ والسلام کو حملہ کرنے کا حکم صادر فرمایا تو سب سے پہلے جناب محمدؐ حنفیہ علیہ الصلوۃ والسلام نے میمنہ پر حملہ کیا اور کئی ملاعین کو جہنم رسید کیا، واپس آ کے پاک بابا علیہ الصلوۃ والسلام کو سلام کیا

امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا اے میرا قوت بازو بیٹا ایک بار پھر حملہ کرو، جناب محمدؐ حنفیہ علیہ الصلوۃ والسلام نے دوبارہ حملہ کیا، میسرہ کے کئی جوانوں کو خازنِ جہنم کی آغوشِ عقوبت میں ڈال کر واپس مڑے

پاک بابا نے داد وتحسین فرمائی، شاباش! اے کرار علیہ الصلوۃ والسلام کا شیر، میرا دل چاہتا ہے کہ ایک بار پھر میرا دل خوش کرو، جناب محمدؐ حنفیہ علیہ الصلوۃ والسلام نے تیسری مرتبہ میمنہ پر حملہ کیا، کئی ملاعین کو لعنت کے سمندر کی تہہ تک پہنچا کر لوٹے

سرکارؐ علیہ الصلوۃ والسلام نے شاباش دے کر فرمایا اے علی علیہ الصلوۃ والسلام کی شجاعت کا عکس مکمل میرا جی چاہتا ہے کہ ایک بار پھر حملہ کرو

جناب محمدؐ حنفیہ علیہ الصلوۃ والسلام نے سر نیاز جھکا کر عرض کیا بابا جان آپ ہر بار مجھے حکم فرما رہے ہیں مگر تاجدار کربلا علیہ الصلوۃ والسلام بیٹے کو ایک بار بھی حملے کیلئے نہیں بھیجا

شہنشاہِ معظم علیہ الصلوۃ والسلام بیٹے کی پیشانی پر بوسہ دے کر فرماتے ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور آپ میرے بیٹے ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ پاک حسنین علیہما الصلوۃ والسلام میری آنکھوں کی مثل ہیں اور آپ میرے ہاتھوں کی مثال ہیں اور جنگ کرنا آنکھوں کا کام نہیں ہوتا بلکہ جنگ ہاتھوں سے لڑی جاتی ہے

جس وقت تاجدارِ کربلا علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے بھائی جناب محمدؐ حنفیہ علیہ الصلوۃ والسلام کی یہ

بات سنی تو بابا پاک کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرتے ہیں کہ بابا جان اگر اجازت عطا فرمائیں تو میں حملہ کروں؟ سرکارؑ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا بے شک آپ حملہ کریں مگر پہلے یہ بتائیں کہ آپ پیاسے تو نہیں ہیں؟

ضعیف والد نے جوان بیٹے کے رخسار چوم کر فرمایا کہ ہمارے دل میں بھی حسرت ہے کہ آپ کو جنگ کرتا ہوا دیکھیں کہ آپ تلوار کیسے چلاتے ہیں؟، نعرۂ تکبیر کس طرح بلند کرتے ہیں؟، رجز کس انداز سے پڑھتے ہیں؟، اس کے بعد بڑھ کر بیٹے کے گلے پر بوسہ دے کے فرمایا...... فی امان اللہ

شاہسوار کربلا علیہ الصلوۃ والسلام کو جنگ کی اجازت ملی

جناب مالک اشتر سلام اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ابھی شہنشاہ کربلا علیہ الصلوۃ والسلام گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ نہیں ہوئے تھے کہ ہم نے دیکھا کہ ہمارے دائیں جانب ایک بجلی چمکی، اور بجلی کی چمک کی مانند ایک جوان نے لشکر اسلام کے سامنے سے گھوڑا دوڑاتے ہوئے ایک سیکنڈ سے بھی پہلے قلب لشکر پر حملہ کر دیا

ہم نے صرف یہی دیکھا کہ دشمن کی نوے 90 صفوں کے علم آن واحد میں اپنے علمداروں سمیت فضا میں اڑتے ہوئے نظر آئے، وفا کی کائنات کے خدائے واحد شہنشاہ مولا غازی عباسؑ علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے نیزہ کے ساتھ 90 علمدارانِ لشکر کو اس انداز سے فضا میں پھینکا کہ جس وقت آخری ملعون آسمان کی طرف جا رہا تھا تو پہلا ملعون واپس نیچے آ رہا تھا

جناب مالک اشتر سلام اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ اس مختصر مدت میں کردگار وفا علیہ الصلوۃ والسلام 90 ملاعین کو یکے بعد دیگرے فی النار کر کے تاجدار کربلا علیہ الصلوۃ والسلام

کے نزدیک گھوڑے سے اتر رہے تھے
بڑھ کر اپنے مولا کی رکاب پر بوسہ دیا اور عرض کیا کہ آقا غلاموں کے ہوتے ہوئے سرداروں کو جنگ زیب نہیں دیتی ہے، جب تک آپ کے غلام کے بازو سلامت ہیں میرا وعدہ ہے کہ آپ کو جنگ نہیں کرنے دوں گا
تاجدار کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رو کر فرمایا کہ خدا کرے آپ کے یہ بازو ہمیشہ سلامت رہیں، انہیں کے بھروسہ پر تو بہنیں زندہ ہیں

صفین میں بندشِ آب

میں پہلے بتا چکا ہوں کہ جنگ صفین ذوالحجہ کے مہینہ میں شروع ہوئی تھی، جس وقت شامی ملاعین اس مقام پر پہنچے تو لشکر امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی نہیں پہنچا تھا شامی ملاعین نے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے دریا کے کنارے پر قبضہ کرلیا اور 18 کلومیٹر کے کنارے پر قابض ہوگئے ......معاویہ نے پانچ ہزار فوج کا دستہ ابوالاعور یعنی حجل بن عتاب نخعی کی کمانڈ میں دیا کہ تم نے پانی پر نگرانی کرنا ہے اور اس وقت تک کسی کو پانی کے نزدیک نہیں آنے دینا جب تک عمر بن عاص نہ آئے
تین دن تک لشکر امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پانی بند رہا، امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس موقعہ پر کئی معجزات دکھائے اور اپنے لشکر کو پانی سے سیراب کرتے رہے
مثلاً پہلے دن امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جناب مالک اشتر سلام اللہ علیہ کو حکم فرمایا کہ کئی جوانوں کو ساتھ لے کر جاؤ اور دریا سے پانی لے آؤ، جناب مالک اشتر سلام اللہ علیہ تشریف لے گئے اور انہوں نے پانی طلب کیا، حجل بن عتاب جوان کے قبیلے سے

تعلق رکھتا تھا اس نے پانی بھرنے دیا، معاویہ کو اطلاع ملی کہ پانی تو پہنچ گیا ہے اس نے یہ سمجھا کہ حجل نے اپنے قبیلے کے سردار کا لحاظ کرتے ہوئے پانی دیا ہے اس نے فوراً ابن عتاب کو بلا کر کہا کہ میں نے جب تمہیں پانی دینے سے روکا تھا پھر تو نے پانی کیوں دیا ہے؟

اس ملعون نے جواب دیا کہ خود عمر بن عاص آیا تھا اور اسی کے کہنے پر میں نے پانی دیا، معاویہ نے کہا کہ اب اس وقت تک پانی نہیں بھرنے دینا جب تک میرا بیٹا یزید ملعون نہ آئے

دوسری رات پھر جناب امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جناب مالک اشتر سلام اللہ علیہ کو فرمایا کہ چند آدمیوں کو ساتھ لے جاؤ اور پانی لے کر آؤ...... وہ گئے اور پانی لے آئے، معاویہ کو پھر اطلاع مل گئی، اس نے حجل بن عتاب کی جواب طلبی کی کہ پانی کیوں دیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ تیرا بیٹا یزید خود آیا تھا اس لئے ہم نے پانی بھرنے دیا ہے

اس بار معاویہ نے اسے کہا کہ جب تک کوئی میری انگوٹھی نہ لے آئے تو نے کسی کو پانی نہیں بھرنے دینا ہے اور جو بھی انگوٹھی لے آئے تو نے وہ انگوٹھی اپنے پاس رکھ لینا ہے اور پھر پانی بھرنے دینا ہے...... اگلی رات پھر شہنشاہ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جناب مالک اشتر سلام اللہ علیہ کو فرمایا کہ جاؤ دریا سے پانی لے کر آؤ اور فرمایا کہ یہ میری انگوٹھی حجل بن عتاب کو دکھانا وہ تجھے پانی بھرنے کی اجازت دے دے گا، جناب مالک اشتر سلام اللہ علیہ گئے اور پانی لے آئے

پھر اسے اطلاع مل گئی کہ پانی تو پہنچ گیا ہے، معاویہ نے پھر حجل کو کہا کہ تو نے پانی

کیوں دیا ہے؟ اس ملعون نے جواب دیا کہ عجیب بات ہے کہ رات کو تو خود
میرے پاس آیا تھا اور اپنی انگوٹھی نشانی کے طور پر میرے پاس رکھی تھی اور کہا تھا
کہ پانی بھرنے دو اب کہتا ہے کہ پانی کیوں بھرنے دیا...... (بحارالانوار CD-38/34)

☆فضرب معاویه یده علی یده فقال نعم ان هذه من دوا هی علیؑ ()
معاویہ نے اپنے ہاتھ کی طرف دیکھا تو ہاتھ خالی تھا، انگوٹھی غائب تھی، اس نے کہا
کہ مجھے اب سمجھ آئی ہے کہ راز کیا ہے؟

تاریخ بتاتی ہے کہ جس دن سے لشکر شام نے دریائے فرات پر قبضہ کیا تھا تو بندشِ
آب کی وجہ سے سب سے زیادہ بیقرار جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے، بار بار اپنے
پاک بابا کے پاس تشریف لاتے اور بچپن کے انداز میں عرض کرتے بابا جان
انہوں نے پانی کیوں بند کیا ہے؟ آپ ان کی گستاخی اور دستور کی خلاف ورزی
کرنے پر کیوں خاموش ہیں؟ بابا جان ساری فوج پیاسی ہے، آپ ہمیں اجازت
عطا فرمائیں، ہم ان سے دریا کا کنارہ خالی کروا لیتے ہیں اور دریا حاصل کر لیتے
ہیں

جس وقت امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سقائے حرم کی پریشانی و بیقراری ملاحظہ
فرمائی تو آنکھیں پرنم ہوگئیں، فرمایا کہ آج تمہارے بابا کی فوج پیاسی ہے تم اتنے
بیقرار ہو، خدا جانے کل جب سب نبی زادیاں صلوٰۃ اللہ علیھن پیاسی ہوں گی تو تم کتنے
بیقرار ہو گے اور کیسے برداشت کر پاؤ گے؟

شہنشاہ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیقراری کے پیش نظر
شیث بن ربیع اور صعصہ بن صوحان کو فرمایا کہ امیر شام سے جا کر کہو کہ ہم دین حق

کی خاطر لڑنے آئے ہیں، پانی پر ہماری کوئی جنگ نہیں ہے، نہر کا کنارہ خالی کر دو، کائنات کے مختار کل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کا اس ملعون پر کوئی اثر نہ ہوا، جواباً کہا کہ جو ہم سے نہر کا کنارہ خالی نہیں کروا سکتا وہ خلافت اِلٰہیہ کا قبضہ کیسے لے گا؟ اس کے اس گستاخانہ جواب پر جناب مالک اشتر سلام اللہ علیہ اور اشعث کو جلال آ گیا، گھوڑے دوڑا کر دریا کے کنارے پر آئے، دس ہزار فوج کا دستہ لے کر انہوں نے دریا کے پہرے داروں پر حملہ کر دیا، فوج شام نے ان شیروں پر حملہ کر کے انہیں گھیرے میں لے لیا، جب سرکار امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے لشکر کو کمزور ہوتے دیکھا تو رخ انور پر ملال آیا

☆فقام الحسين عليه الصلوٰة والسلام وقال يا ابت انا امضى اليه

یہ دیکھ کر تاجدار کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام پاک بابا کے سامنے تشریف لائے اور عرض کیا کہ بابا جان! اگر اذن ہو تو ہم چچا مالک سلام اللہ علیہ کی امداد کریں

پروانۂ شمع امامت کردگار وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ آقاؐ آپ کیوں جاتے ہیں؟ مجھے اجازت لے کر دیں میں ان شام کے خرگوشوں کے دریا کے کنارہ سے 18 میل دور اگر ڈیرے نہ لگوائے تو عباؑس علیہ الصلوٰۃ والسلام نام نہیں

جیسے جیسے باقی بھائیوں کو اطلاع ملتی گئی سارے اپنے اپنے خیام سے باہر آئے اور سب نے عرض کی کہ بابا جان آپ انہیں اکیلا نہ جانے دیں، ہم ان کے ساتھ جائیں گے، بڑی مشکل سے تاجدار کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اجازت ملی، باقی بھائی انہیں لباس جنگ پہنانے میں مصروف تھے مگر جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھیں ساون کے بادل کی مانند برس رہی تھیں

آخر تاجدار کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام گھوڑا دوڑا کر لشکر شام کے قریب آئے، نعرۂ تکبیر بلند کیا، جونہی امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شیر بیٹے نے میدان میں پہنچ کر دشمن کو للکارا، عین اسی وقت جناب عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ جن کا سن مبارک 11 سال تھا اپنے آقا سے قدم بڑھا کر فوج شام پر اس طرح حملہ آور ہوئے کہ جیسے پرندوں کے غول پر شہباز جھپٹتا ہے، شامی بدحواس ہو کر دوڑے اور آنِ واحد میں دریا کا کنارہ خالی ہو گیا

شجاعت اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام شط الفرات کے کنارے پر آ کھڑے ہوئے، انہوں نے فرات کی دل آویز موجوں کو بڑی بے نیازی سے ملاحظہ فرمایا، بہتے ہوئے دریا کی طرف شانِ دلبرانہ سے دیکھ کر مسکرائے اور پھر اپنے پاک آقا کی جانب نگاہ فرمائی، اپنے آقا کی تحسین آمیز نظروں کا لمس اپنے چہرے پر محسوس کر کے حیا کے خالق کے رخ انور پر حیا کی سرخی پھیل گئی، عمار یاسر نے آگے بڑھ کر تاجدار کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کمسن بیٹے کی پہلی فتح پر مبارک باد دی، امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کردگار وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سینہ سے لگایا، پیشانی پر بوسہ ثبت فرما کر جناب عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرے پر نظر فرمائی، امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے، بیٹے کا منہ چوم کر فرمایا کہ عباسؑ علیک الصلوٰۃ والسلام! کیا آپ کو علم ہے کہ اس دریا کا نام کیا ہے؟

کردگار وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھیں جھک گئیں، امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام معصوم بیٹے کو سینہ سے لگا کر فرماتے ہیں میرے لائق بیٹے! اس دریا کا نام ہے ''فرات، شط الفرات'' یاد رکھنا کہ آپ کی پہلی جنگ کا آغاز بھی اسی دریا سے ہوا ہے اور

اختتام بھی یہیں پر ہوگا، ایک وقت آئے گا کہ یہی دریائے فرات ہوگا، اس وقت آپ عین جوان ہوں گے، فرق صرف اتنا ہے کہ آج تمہارے بابا کی فوج پیاسی ہے اور اس وقت تیری پاک بہنیں صلوۃ اللہ علیھن پیاسی ہوں گی، یہاں پر ہم نے جنگ کی اجازت دے دی ہے، مگر اس وقت جنگ کرنے کی اجازت بھی نہیں ہوگی، اسی طرح دریا پر شامیوں کا قبضہ ہوگا، آپ فوجیں ہٹا کر گھوڑے کو دریا میں داخل کریں گے، میرے لائق بیٹے اس وقت پاک بابا کو سرخرو کرنا اور پاک بہنوں صلوۃ اللہ علیھن کی پیاس کو بھولنا نہیں

اس وقت امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کے سارے پاک فرزند جمع ہوئے، شہنشاہ کربلا علیہ الصلوۃ والسلام اور کردگار شجاعت علیہ الصلوۃ والسلام کی پہلی فتح پر مبارک باد پیش کی، جناب امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام نے رو کر فرمایا کہ اسی دریا کا کنارا ہوگا، ایک مظلوم تین دن کا پیاسا ہوگا، سارا دن لاشیں اٹھا اٹھا کر تھک چکا ہوگا

☆سیقتل بطف کربلاء غریبا وحیدا عطشانا فریدا

امت اس مظلوم کو شہید کرے گی، وہ بے وطن، تین دن کا پیاسا اور تنہا ہوگا، بے یارو مددگار ہوگا

جس دن سے فضلؑ کے بابا علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے پاک بابا علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ فرمان سنا اس بات نے دل پر اتنا زیادہ اثر کیا کہ اسی دن سے ان کا جلال بڑھ گیا، اکثر مدینہ سے باہر جا کر زمین پر بیٹھ جاتے، اور سنگریزے اٹھا کر زمین پر لکیریں مارتے رہتے اور سوچتے کہ کیا عرب میں کوئی ایسا شخص موجود ہے؟ جو میری تلوار کی ضرب کی تاب لا سکے، پھر اپنے آپ کو مخاطب ہو کر فرمایا کرتے کہ پاک باباؐ علیہ الصلوۃ

والسلام بھی حق فرماتے تھے مگر کوئی ایسا انسان نظر بھی نہیں آتا جو میری جلال بھری نگاہ کی تاب لا سکے، خدا جانے اس پاک فرمان کی حقیقت کیا ہے؟

کربلا میں حصولِ فرات

جن پر درد ایام کا ذکر جناب امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا تھا آخر وہ آ ہی گئے، 61 ہجری، 10 محرم، جمعہ کا روز ہے، نمازِ ظہر کے بعد کا وقت ہے

سقائے حرم علیہ الصلوۃ والسلام اپنے آقا سے اجازت لے کر میدان میں تشریف لائے کیونکہ حکم تھا کہ امت پر اتمام حجت ضرور کرنا ہے

☆فنادی با علی صوتہ کانہ صوت امیر المومنین علیہ الصلوۃ والسلام

پاک بابا کے انداز تکلم میں بلند آواز سے ایک خطبہ انشا فرمایا، کوفیوں کو میدان میں ایک بار پھر سلونی سلونی قبل ان تفقدونی کی آواز گونجتی ہوئی محسوس ہوئی امت نے پھر اپنی بات کا اعادہ کیا یعنی پانی کی شرط پر بیعت کا نام لیا

جس وقت امت ملعونہ نے یہ بکواس کی تو وجہ اللہ کی مکمل تصویر کے چہرے پر جلال کی سرخی نے کروٹ لی، اور فرمایا کہ اب میں خداوند شجاعت بن کر دریا کی جانب جا رہا ہوں، کائنات میں ابھی تک کسی ماں نے وہ بیٹا جنا ہی نہیں ہے کہ جو میرا راستہ روک سکے، جس نے موت کی دلہن کو حق مہر میں سر دینا ہو آج وہ ہمارے سامنے آئے

موت کا شہباز بن کر گھوڑے نے پرواز کیا اور اس مقام پر آیا کہ جس ٹیلے پر نہر کی محافظ فوج نے مورچہ بنایا ہوا تھا

ایک وضاحت کرتا چلوں کہ نہر کے کنارے پر ایک ٹیلا تھا جس پر چار ہزار کا دستہ مقرر کیا گیا تھا، ان میں سے دو ہزار گھوڑے سوار اور دو ہزار پیادے فوجی تھے اس ٹیلے کے سامنے میدان تھا کہ جو فوجوں سے بھرا ہوا تھا

جناب غازی پاک علیہ الصلوۃ والسلام اس مقام پر آ پہنچے کہ جہاں

☆بينه وبين الماء ربوة ثم حمل عليهم

ان کے اور دریا کے درمیان باقی ایک ٹیلا رہ گیا تھا کہ جس پر دشمن کی فوج کا مکمل قبضہ تھا، جناب غازی علیہ الصلوۃ والسلام نے کسی کی پرواہ کیئے بغیر اس مورچہ بند فوج پر حملہ کر دیا،فوجیں الامان الامان کرتی ہوئی ٹیلے سے دوڑیں

عرب ایسے موقعہ پر ایک تمثیل دیتے تھے، وہ کہتے تھے کہ فوجیں اس طرح دوڑیں جیسے جنگلی گدھوں کے ریوڑ پر ببر شیر حملہ کرتا ہے اور وہ بدحواس ہو کر دوڑتے ہیں شامی ملاعین اس طرح بدحواس ہوئے کہ جو تیرنا نہیں جانتے تھے انہوں نے بھی دریا میں چھلانگ لگا کر خود کو جہنم کی آگ میں جھونک دیا

دریا کا کنارا خالی ہو گیا، سقائے حرم علیہ الصلوۃ والسلام نے ڈھلوان جگہ سے گھوڑا دریا میں اتارا، فرات نے بڑھ کر قدم چومے، جناب ابوالفضل علیہ الصلوۃ والسلام نے بے نیازی کے انداز میں دریا کی طرف نظر کی، گھوڑے کو دریا میں داخل کر کے فرمایا کہ میرا تین دن کا پیاسا ساتھی! اگر پانی پینا چاہتے ہو تو پی لو، عجیب بات ہے کہ گھوڑے نے ایک حقارت بھری نگاہ قدموں کے ساتھ کھیلتی ہوئی موجوں کی جانب کر کے پانی سے منہ پھیر لیا، شاید اسے مرتجز کا خیال آیا ہوگا

تاریخ گواہ ہے کہ جناب غازی علیہ الصلوۃ والسلام نے چار مرتبہ دریا میں گھوڑا داخل کیا

تین مرتبہ پانی بھرنے میں ناکام رہے اور چوتھی بار مشک کو پانی سے لبریز کیا
پہلی مرتبہ دریا میں داخل ہوئے تو عمرا بن حجاج زبیدی (جو جناب ہانی کا سسر تھا
اور دریا کے پہریداروں کا سالار تھا) نے فوراً فوج کو آواز دی

☆فصاحت الابطال من کل جانب

یہ ملعون تین ہزار فوج کا دستہ لے کر حملہ آور ہوا، اشجع عالم نے گھوڑے کو دریا سے
باہر نکالا اور ان ملاعین پر حملہ کیا، ان کو تا حد نگاہ دوڑا کر واپس دریا پر تشریف
لائے اور دوسری بار گھوڑے کو دریا میں داخل کیا

جن لوگوں نے مشکیں استعمال کی ہوئی ہوں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جس وقت
کسی خشک مشک میں پانی بھرا جاتا ہے تو فوراً اس میں پانی نہیں بھرا جا سکتا بلکہ اسے
کافی دیر تک پانی میں ڈبو کر تر کرنا پڑتا ہے، جس وقت مشک اچھی طرح تر ہو جاتی
ہے تو پھر پانی قبول کرتی ہے

جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام مشکیزہ پانی میں تر کرنے میں مصروف تھے کہ ظالمین
پھر جمع ہو گئے، جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام مشکیزہ پانی میں چھوڑ کر باہر آئے اور ظالمین
پر حملہ آور ہوئے، ملاعین کو کنارے سے دور ہٹا کر تیسری مرتبہ دریا میں گھوڑے
کو داخل کیا، چشم کائنات نے جب یہ منظر دیکھا تو حیرت اور استعجاب سے کھلی کی
کھلی رہ گئی کہ تین دن کا پیاسا دریا میں موجود ہے مگر پانی پینا تو درکنار پانی میں
ہاتھ ڈالنے سے بھی کترا رہا ہے، جوشِ غیرت سے آنکھوں کا رنگ خون کی مانند
سرخ ہے اور آنسو برس رہے ہیں، جس وقت مجبوراً ہاتھ پانی سے مس ہوتا ہے تو
فوراً اسے لوہے کی گرم زرہ سے خشک کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ شاید یہ بھی کہیں

آ ئین وفا داری کے خلاف نہ ہو

عمرابن سعد ملعون نے فوج کو پکار کر کہا کہ یاد رکھو اگر خیام اطہر میں پانی پہنچ گیا اورانہوں نے پیاس بجھا لی تو پھراس گھر کا ہرفرد اپنے وقت کا حیدر کرار علیہ الصلوۃ والسلام بن کر ہمارے سامنے آئے گا اوران کے حملوں کی تاب کائنات نہیں لاسکتی کوئی تجویز سوچو کہ سقائے حرم علیہ الصلوۃ والسلام پانی لے جانے میں کامیاب نہ ہوں

میں ان ملاعین کی تجاویز بتانے سے پہلے ذرا محل وقوع بتادوں تاکہ میرے بیان کو آسانی سے سمجھا جاسکے

ایک طرف دریا ہے، دریا کے کنارے سے تھوڑی دور ٹیلا ہے، دریاؤں کے باسی اچھی طرح جانتے ہیں کہ اگر دریا اونچی جگہ سے گزر رہا ہوتو کنارے ہموار نہیں ہوتے بلکہ بلند اور ڈھلوانی ہوتے ہیں، پانی نیچے گہرائی میں ہوتا ہے، دریا کے کٹاؤ سے کناروں کی دیواریں بن جاتی ہیں، کہیں کہیں پر پانی بھرنے کی جگہ ہوتی بھی ہے تو بڑی ناہموار سی ہوتی ہے، سیدھا راستہ نہیں ہوتا ہے، جہاں پر ڈھلوان راستے سے گھوڑا اتر چھا کر کے اتارنا پڑتا ہے

جہاں سے جناب غازی پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے گھوڑے کو دریا میں اتارا وہ بڑا خطرناک اور ڈھلوانی راستہ تھا، جس وقت ذوالجناح دریا میں داخل ہوا تو امت نے انہیں دھوکہ دینے کی خاطر کہا کہ عباس علیک الصلوۃ والسلام پانی کس لئے لے جاتے ہو؟ آپ کے پاک خیام تو فوج کے گھیرے میں آچکے ہیں

یہ فقرہ خداوند غیرت علیہ الصلوۃ والسلام کے دل پر قیامت بن کر گزرا کہ میرے ہوتے ہوئے امت ملعون نے خیام کی جانب جسارت کرلی ہے

پھر جناب ابوالفضل علیہ الصلوۃ والسلام نے راستہ نہیں دیکھا بلکہ گھوڑے کا رخ کنارے کی طرف موڑا، گھوڑے کو اپنی رانوں میں مضبوطی سے پکڑا، زمین پر قدم ٹکا کر اللہ اکبر کی صدا بلند کر کے جمپ لیا اور گھوڑے سمیت کنارے پر آ کھڑے ہوئے

جناب غازی علیہ الصلوۃ والسلام کی قد و قامت کے بارے سارے مؤرخین یہی لکھتے ہیں

☆یرکب فرس المطھم ورجلاہ یخطان علی الارض

اگرچہ وہ جناب دور کا بے گھوڑے پر سوار ہوتے تھے اس کے باوجود زمین ان کے قدم چومتی تھی اور زمین پر قدموں سے لکیر لگتی تھی

بڑے جلال میں دریا سے باہر آئے، خیام فلک احتشام کی طرف نگاہ کی، انہیں محفوظ پایا تو دشمن کی چال سمجھ میں آ گئی، پھر جمع شدہ لشکر پر حملہ آور ہوئے، ان سے کنارہ خالی کروا کر پھر دریا میں گھوڑا داخل کیا

☆ثم رمی الماء فرسه وملا القربة و حملها علی کتفه الایمن و توجّه نحو الخیام

بڑے سکون سے مشک کو پانی سے بھر کے دائیں شانے پر آویزاں کیا اور گھوڑے کو دریا سے باہر نکال کر خیام کی جانب رخ کیا، ایک فارسی شاعر نے اس منظر کو خوب بیان کیا ہے

بہ دریا پا نہاد و خشک لب بیروں شد از دریا

مروت بیں ، جوانمردی نگر ، غیرت تماشا کن

وہ کہتا ہے کہ دریا میں داخل ہوئے مگر تشنہ لب باہر آئے، اب اس بات سے ان کی مروّت دیکھو، اس سے ان کی جوانمردی کا اندازہ کرو، ان کی غیرت ملاحظہ کرو، اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جناب غازی علیہ الصلوۃ والسلام کتنے غیور ہیں، کہ

جس وقت مشک پانی سے بھری تو پانی کی ٹھنڈک ہاتھوں کومحسوس ہوئی
فطرت کا تقاضہ ہے پیاسے کو پانی کے لمس کی ٹھنڈک سے بھی کافی سکون ملتا ہے مگر جب جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں کو پانی کی ٹھنڈک محسوس ہوئی تو انہوں نے اس بات کو بھی آئین وفا کے خلاف سمجھتے ہوئے ہاتھوں کولوہے کی گرم زرہ سے پونچھ کرفرمایا کہ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک بہن غلام کی مجبوری ہے کہ پانی بھرنا تھا معاف کرنا کہ پانی ہاتھوں سے مس ہوا تو ہے

جس وقت دریا سے مشک بھر کر باہر آئے تو فوجیں پھر جمع ہو چکی تھیں، نزدیک آنے کی بجائے انہوں نے دور سے تیروں کی بارش کر دی، تاریخ کے یہ الفاظ ہیں کہ مشک کو بچاتے ہوئے سقائے حرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زرہ ساہی کی مثل ہوگئی کیونکہ تیر زِرہ کی کڑیوں میں پھنس جاتے تھے اور اتنی تعداد میں پھنسے ہوئے تھے کہ زرہ ساہی یا خارپشت کی طرح نظر آتی تھی

(ساہی ایک جنگلی جانور ہے جس کی پشت خاردار ہوتی ہے، سرائیکی زبان میں اسے سیہ اور عربی میں قنفذ کہتے ہیں)

☆فحاربهم حربة العظيم

دریا سے باہر آنے کے بعد ساقی ءِ آل محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک عظیم جنگ کی، جس میں انہوں نے 503 ملاعین کو فی النار والسقر کیا، مگر ہوا یہ کہ چاروں جانب سے فوجوں نے یلغار کر دی، لاکھوں کا ہجوم اس کوشش میں تھا کہ یہ پانی لے کر جانے نہ پائیں، حالت جنگ سے واقف لوگ جانتے ہیں کہ میدان میں کسی جوان کو جنگ کرنا ہو تو یہ جنگ بہت آسان ہوتی ہے کیونکہ توجہ صرف دشمن کی جانب مبذول ہوتی ہے، مقابل کی تلواروں اور تیروں کا دفاع آسان ہوتا ہے مگر جس

کو مشک بچانے کا خیال ہوا اور وہ نہتّا بھی ہو اس کیلئے جنگ کرنا مشکل ہوتا ہے ہزاروں تیرانداز پانی کی مشک کو اور سقائے حرم کو نشانہ بنانے میں مصروف تھے، ہزاروں تلواروں کی دیواریں ان کے راستے میں حائل تھیں مگر خداوند مروّت علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر آتے ہوئے تیر کو جسم اطہر پر اس طرح وصول کرتے تھے کہ کوئی تیر مشک تک نہ پہنچ سکے، یہ ایک عجیب دردناک منظر تھا

دراطہر پر دائی پاک تمام پردہ داروں صلوٰۃ اللہ علیھن کو جنگ کا حال بتاتے ہوئے عرض کرتی ہیں کہ جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام دریا سے خیام کی طرف روانہ ہیں مگر انہیں راستہ نہیں مل رہا ہے، مشک کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں، ہر طرف سے تیروں کی بوچھاڑ بارش کی طرح برس رہی ہے، جنگ جاری ہے

پاک پردہ داروں صلوٰۃ اللہ علیھن نے دائی پاک کو فرمایا کہ ہمیں تازہ حالات سے آگاہ کرتی رہو، پاک مخدراتِ عصمت صلوٰۃ اللہ علیھن دراطہر پر کھڑی ہیں، باہر والے دروازے کے ساتھ جناب فضہ سلام اللہ علیہا موجود ہیں جو ہر تازہ واقعہ کی رپورٹ دینے میں مصروف ہیں، سب مستورات سے آگے جناب عالیہ پاک صلوٰۃ اللہ علیہا موجود ہیں جن کی کیفیت اضطرار اور بے چینی کی آخری حدوں کو چھو رہی ہے، جناب فضہ سلام اللہ علیہا نے اطلاع دی کہ جناب عبّاس علیہ الصلوٰۃ والسلام جنگ میں مصروف ہیں، ہر طرف سے شام کے بادل چھا چکے ہیں، آپ کے پردوں کا ضامن مشک کو بچانے کی حتی الوسع کوشش کر رہے ہیں، معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا خاموش ہیں، جناب فضہ سلام اللہ علیہا نے بتایا کہ پیروں کی ٹھوکروں سے ملاعین کو فی النار کرتے آ رہے ہیں، جناب عالیہ پاک صلوٰۃ اللہ علیہا مستورات کو فرماتی ہیں کہ میں کوئی ایسے تو اپنے

بھائی پر ناز وفخر نہیں کرتی تھی ...... پھر جناب فضہ سلام اللہ علیہا نے بتایا کہ فضلؑ کا پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام علم کو نیزے کے طور استعمال کرتے آ رہے ہیں، شامی فی النار ہوتے جا رہے ہیں، پاک معظّمہ صلوٰۃ اللہ علیہا مستورات کو فرماتی ہیں کہ میں تمہیں جو ساتھ لے آئی تھی تو مجھے صرف اسی بھائی کا مان اور سہارا تھا

اچانک جناب فضہ سلام اللہ علیہا نے اطلاع دی کہ زید بن ورقہ ملعون اور حکیم بن طفیل ملعون نے چھپ کر وار کیا جس کی وجہ سے ان کا دایاں بازو قربان ہو گیا ہے

معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا دریافت فرماتی ہیں کہ میرے بھائی کا کیا حال ہے؟ دائی پاک نے بتایا کہ تمہارے بھائی نے مشک کو بائیں شانے پر آویزاں کیا ہوا ہے، جنگ کرتے آ رہے ہیں، سینکڑوں ملاعین کو بائیں ہاتھ سے فی النار کرتے آ رہے ہیں، مستورات رونے لگیں، جناب عالیہ پاک صلوٰۃ اللہ علیہا نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ایک ہاتھ اگر شہید ہو بھی گیا ہے تو گھبراؤ نہیں، آخر میرا عباؑس علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے، یہ کوئی فکر کی بات نہیں ہے کیونکہ اگر وہ چاہیں تو ایک ہاتھ سے کائنات کو فنا کر دیں، جناب فضہ سلام اللہ علیہا نے پھر اطلاع دی کہ ابان بن دارم ملعون اور عبداللہ ابن شہاب دارمی ملعون نے مل کے بائیں ہاتھ پر وار کیا ہے، آپ کے بھائی کا بائیاں ہاتھ بھی قربان ہو گیا ہے، مگر رکاب کی ٹھوکر سے دشمنوں کو فی النار کرتے آ رہے ہیں، مستورات کے چہروں پر مایوسی طاری ہوئی، اور تمام مستورات صلوٰۃ اللہ علیھن نے بین کرنا شروع کر دیئے، جناب عالیہ پاک صلوٰۃ اللہ علیہا نے پھر تسلی دی کہ گھبراؤ نہیں جو بھی ہو جائے آخر ہے تو میرا شیر ببر عباؑس علیہ الصلوٰۃ والسلام فکر کی کوئی ضرورت نہیں تین سو ملاعین کو انہوں نے رکاب کی ٹھوکر سے فی النار کیا

اچانک دائی پاک نے روکر اطلاع دی کہ حکیم بن طفیل ملعون نے گرز کا وار کیا ہے
میں نے مدھم سی آواز سنی ہے ☆السلام علیك یا ابا عبداللهعلیك الصلوٰۃ والسلام
کریم مولا علیہ الصلوٰۃ والسلام غریب کا آخری سلام ہو

جناب فضہ سلام اللہ علیہا نے معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ کا بھائی زین ذوالجناح سے اتر گیا ہے، جس وقت یہ اطلاع ملی تو جناب معظّمہ عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کا رخ پہلے تو خیمہ کے دروازے کی طرف تھا، پھر آپ نے مستورات کی طرف منہ کیا، آنکھیں جھکی ہوئی ہیں، روکر فرمایا کہ بیبیو! محسوس نہ کرنا، میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں، ہاں آج میرے سارے مان ختم ہوگئے ہیں، جس کی آس پر میں تمہیں ساتھ لائی تھی وہ زین سے اتر گئے ہیں، میں اپنے سابقہ الفاظ کی بھی معذرت چاہتی ہوں، اب آپ کے پردوں کا اللہ محافظ ہے، اب اپنی پاک رداؤں کی فکر کرو کیونکہ شامی ملاعین بدطینت اور کینہ پرور ہیں

کربلا میں بے سہارا رہ جانے والی ان پاک مستورات کیلئے دعا کریں کہ ان کے مصائب ختم ہوں، ان کے پاک منتقم عجل اللہ فرجہٗ الشریف جلد تشریف لائیں، سرکارِ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سائے میں ان کو پھر سے ابدی خوشیاں نصیب ہوں

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمْ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف
وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلٰی آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 4

علیہ الصلوٰۃ والسلام
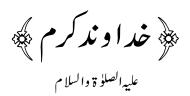
خاندانِ رسالت علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مایہ ناز جناب ابوالفضل العباؑس علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ ذات ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے مشکل کشا خاندان کو جب بھی کوئی مشکل پیش آئی ہے تو مشکل آسان اس ذات نے فرمائی ہے، یہ گھر کائنات کا مشکل کشا ہے مگر باب الحوائج علیہ الصلوٰۃ والسلام اس گھر کے بھی مشکل کشا ہیں

اس دور میں طوفانِ شیطانیت لباسِ نجدیت کے روپ میں بدترین عقائد کے گرداب میں معرفت کی کشتیوں کو غرق کرنے میں مصروف ہے، اس لئے اس ذات پاک کے فضائل بیان کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے

اس پاک خاندان علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ہر فرد کرم میں اپنی مثال آپ ہے، مگر جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کرم میں ایسے یکتا ہیں کہ جیسے کائنات میں خدا ایک ہے

وجہ یہ ہے کہ یہ مظہر پنج تن پاک علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں

پاک خاندان کی کریمی دیکھنا چاہتے ہو تو فضل کے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کچھ مانگ کے دیکھ لو......خود بخود سمجھ جاؤ گے

ان کے فضائل جاننا تو بڑی دور کی بات ہے، ان کے در والوں کے فضائل عقول

عالم سے ماوریٰ ہیں

علامہ سید مہدیؒ قزوینی جن کو وقت کے علماء نے بحرالعلوم کا خطاب دیا تھا اپنی کتاب میں جناب ابوالفضل العباؑس علیہ الصلوۃ والسلام کے فضائل لکھتے ہوئے فرماتے ہیں

☆ لم تكن هذه البصائر اكتسابيه بل مجتبل فی طينة القدسية التی كان مذيجها النور الالهية حتى تكونت صلب من هو مثال للحق وقائل لو كشف الغطا لم ازددت يقيناً

کہ سرکار ابوالفضل العباؑس علیہ الصلوۃ والسلام کے جملہ فضائل اکتسابی نہیں، کسی سے سیکھے ہوئے نہیں، کسی سے حاصل کردہ نہیں ہیں بلکہ سارے کمالات و خصائل و خصائص ان کی جبلت میں گوندھے ہوئے ہیں۔ ان کی جبلت وفطرت عام جبلت نہیں بلکہ وہ فطرت ہے جو طینت قدسیہ ہے، اور ان کی طینت وہ ہے کہ جس کو اللہ کے خالص نور سے خمیر کیا گیا ہے

انبیاء علیہم السلام چاہے نوری ہیں مگر ان کی طینت مٹی ہے جسے پانی سے خمیر کیا گیا ہے مگر اس ذات کی طینت قدسی ہے جسے نورِ الٰہی سے خمیر کیا گیا ہے، انبیاء علیہم السلام کی کیا جرأت کہ ان سے ہمسری کرنے کا خیال بھی کریں

سید مہدیؒ لکھتے ہیں کہ انہیں وہ پشت عطا ہوئی ہے اور اس نور کو وہ مقام ملا ہے جو ليس كمثله شئى کی اعلیٰ ترین مثال ہے، یعنی اللہ کی مثل الاعلیٰ ہے اور یہ وہ مقام ہے کہ جہاں انبیاء علیہم السلام تو کجا جناب ابوالفضل علیہ الصلوۃ والسلام خود اپنے شہنشاہ کائنات بابا علیہ الصلوۃ والسلام سے بھی بڑھ گئے ہیں

دعویٰ دلیل سے کیا جاتا ہے، اس دعویٰ کی دلیل یہ ہے کہ امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کو

جناب عمران علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت ملی ہے اور جناب عمران علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جملہ فضائل بجا سہی مگر امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثل تو نہیں ہو سکتے، ذرا غور فرمائیں کہ جناب ابوالفضل العباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ پاک بابا نصیب ہوئے ہیں کہ جوان کے پاک بابا کو بھی میسر نہیں آئے

سید مہدیؒ بحر العلوم کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک دن انہیں خواب میں پاک ملکہ ءِ وحدانیۃ الکبریٰ ملکہ دو جہاں صلوٰۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ مہدیؒ ہم تجھ پر راضی نہیں ہے یہ ادب سے سر جھکا کر عرض کرتے ہیں کہ اگر آپ کی ذات کسی پر ناراض ہو تو اللہ ناراض ہے، پھر تو میری نہ دنیا ہے اور نہ عقبیٰ

اس پاک ذات نے فرمایا کہ ہم نے یہ تو نہیں فرمایا کہ ہم ناراض ہیں بلکہ ہم نہ تو ناراض ہیں اور نہ راضی ہیں، سید مہدیؒ ادب سے سر جھکا کر عرض کرتے ہیں کہ آپ وجہ بیان فرمائیں کہ غلام سے کیا خطا سرزد ہوئی ہے کہ آپ راضی نہیں ہیں معظّمہ کائنات صلوٰۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ ☆ لاتزورو ابنی

وجہ یہ ہے کہ تم میرے بیٹے کی زیارت کو نہیں آتے ہو، سید مہدیؒ عرض کرتے ہیں کہ اے پاک ملکہ ءِ عالمین صلواۃ اللہ علیکِ میں تو ہر شب جمعہ شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کو آتا ہوں، آپ فرمائیں کہ آپ کا بیٹا کون ہے؟ پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ حسنین شریفین علیہما الصلوٰۃ والسلام تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ہیں، میرا بیٹا تو عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے، پھر فرمایا کہ مہدیؒ بیٹا یقین کرو کہ مجھے اپنا عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام بیٹا پاک حسنین علیہما الصلوٰۃ والسلام سے بھی زیادہ پیارا ہے

شہنشاہ نجف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لقب ہے ''ابوتراب'' یہاں ابو کے معنی خالق، مالک، وارث کے ہیں، یعنی مٹی کے خالق...... ابو کا لفظ تراب سے بھی بلند ہے، تراب مفضول ہے اور ابو فاضل ہے، ان دو لفظوں کا مرکب ہے ابوتراب یعنی تراب کے خالق، مالک یا وارث...... جو بھی سمجھ لیں

اب وفا کے خداوند واحد کی کنیت ہے ''ابوالفضل'' یہاں فضل دو معنی میں استعمال ہوا ہے، ایک تو ان کے پاک فرزند کا نام ہے، دوسرے معنی ہیں ''فضیلت'' یعنی فضائل کی جمع ہے فضل، یہاں خود سوچو کہ ان کے فضائل کیسے بیان ہو سکتے ہیں کہ جو ہوں بھی ابوالفضل یعنی فضیلتوں کے خالق و مالک و وارث

ان کے کرم کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے کہ کائنات میں جتنے سخی گزرے ہیں انہوں نے اللہ کی راہ میں سخاوت کی اور بہت کچھ دیا، مگر ہاتھوں سے دیا ہے مثلاً حاتم طائی کے چالیس دروازے مشہور ہیں، واقعی دیتا رہا مگر ہاتھوں سے، خاندان پاک علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے جناب امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سخاوت میں سند پائی، رکوع میں انگوٹھی دی، ہاتھ کی انگوٹھی دی ہاتھ سے، مگر باب الحوائج سلطان وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام اتنے کریم ہیں کہ انہوں نے اللہ کی راہ میں ہاتھ ہی دے دیئے، ہر کسی نے ہاتھوں سے سخاوت کی، ہاتھ کسی نے نہیں دیئے مگر اس پاک ذات نے راہ خدا میں ہاتھ بھی ساتھ ہی عطا کر دیئے

بچپن

ان کے بچپن کا مطالعہ کیا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ واقعی تاریخ خود کو دہراتی ہے

ماضی میں جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جناب امیر المومنین علیہ الصلوۃ والسلام کا بچپن گزرا تھا اسی طرح شہنشاہ کربلا علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ جناب غازی پاک علیہ الصلوۃ والسلام کا بچپن نظر آتا ہے، ایسا لگتا ہے کہ نبوی زمانہ لوٹ آیا ہے، شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصویر شہنشاہ کربلا علیہ الصلوۃ والسلام ہیں اور شہنشاہ امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کی تصویر شہنشاہ وفا علیہ الصلوۃ والسلام ہیں

دن رات شمع امامت کا پروانہ بن کے جناب غازی علیہ الصلوۃ والسلام اپنے آقا کا طواف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں

ان کی پاک ذات نے کائنات کو امام زمانہ علیہ الصلوۃ والسلام کے ادب واحترام کا درس دیا، امام وقت علیہ الصلوۃ والسلام کے مقام وحدت سے اہل حق کو آگاہ فرمایا

پہلی بات تو یہ ہے کہ انہوں نے پوری زندگی بھائی ہونے کے باوجود اپنے امام وقت کو بھائی نہیں کہا بلکہ غلام کہلواتے رہے، اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے آپ کو غلام ثابت کر کے دکھایا ہے اور یہ بھی نہیں کہ اپنے گھر کے ماحول میں غلام کہلوایا بلکہ نو محرم کی رات جس وقت ابن سعد ملعون کے ساتھ مذاکرات کا پروگرام بنایا گیا تو اس ملعون نے یہ شرط رکھی کہ ہم تنہائی میں ملاقات کریں گے جس وقت وہ ملعون آیا تو اس کے ساتھ اس کا بیٹا حفص اور ایک غلام بھی تھا شہنشاہ کربلا علیہ الصلوۃ والسلام نے جناب غازی علیہ الصلوۃ والسلام کو فرمایا کہ آپ نے ساتھ نہیں جانا ہے تو انہوں نے عرض کیا کہ آقا اس کا بیٹا اس کے ساتھ ہے آپ شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوۃ والسلام کو ساتھ لے جائیں، اُدھر اس کا غلام ساتھ ہے تو اِدھر اس غلام کا جانا بھی ضروری ہے

جس وقت ابن سعد ملعون نے یہ سوال کیا کہ جناب غازی علیہ الصلوۃ والسلام ان مذاکرات میں کس حیثیت سے شامل ہیں تو امام علیہ الصلوۃ والسلام کے کلام فرمانے سے پہلے انہوں نے فرمایا کہ ہم اپنے آقا کے غلام کی حیثیت سے ان مذاکرات میں شامل ہیں یعنی غیر کے سامنے بھی بھائی ہونے کے باوجود غلام کہلوا کر اہل عرفان کو پیغام دیا کہ امام وقت علیہ الصلوۃ والسلام کا چاہے کوئی بھائی ہی کیوں نہ ہو اس کی حیثیت ایک غلام سے زیادہ نہیں ہوتی، کیونکہ منصب امامت ظاہری رشتوں سے ماورئ ہوتا ہے دوسرا پیغام یہ دیا کہ امام وقت علیہ الصلوۃ والسلام مقام وحدتِ کبریٰ پر فائز ہوتا ہے اور مقام وحدت لاشریک ہوتا ہے، اس کے ساتھ کوئی ظاہری رشتہ جتلانا اس کی وحدت کے ساتھ شریک ہونے کے برابر ہے اور یہ شرک ہوتا ہے

خالق نے وحدت کے تصور کو اِسقدر مستحکم فرمایا ہے کہ عورت کا شوہر اگرچہ مجازی خدا ہوتا ہے مگر خالق نے اس مجازی خدا کی وحدت کو ثانویت کے تصور سے پاک رکھا ہے اور حکم دیا ہے کہ عورت بیک وقت دو شوہر نہیں رکھ سکتی کیونکہ چاہے مجازی ہی کیوں نہ ہو مگر خدا ہوتا ایک ہی ہے

جناب غازی علیہ الصلوۃ والسلام کے بچپن کا واقعہ ہے کہ ایک دن جناب امیر المومنین علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کو اپنی گود میں بٹھا کر گنتی یاد کرانا پسند فرمایا اور ان سے فرمایا کہ قل احد (کہو ایک)، جناب غازی علیہ الصلوۃ والسلام نے کہا احد، اس کے بعد فرمایا قل اثنین (کہو دو) جناب غازی علیہ الصلوۃ والسلام خاموش رہے پھر انہوں نے فرمایا قل اثنین (کہو دو) …… جناب غازی علیہ الصلوۃ والسلام پھر بھی خاموش رہے جس وقت انہوں نے تیسری مرتبہ اثنین نہ کہا تو امیر المومنین علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا بیٹے کیا

وجہ ہے کہ آپ اثنین نہیں کہتے ؟ جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا بابا جان جس زبان نے ایک کہا ہے اب اسے دو کہتے ہوئے شرم آتی ہے

اس میں بھی یہی پیغام تھا کہ جس طرح اللہ ایک ہے، اسی طرح امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی احد ہوتا ہے، جس طرح توحید میں ثانویت جائز نہیں ہے اسی طرح اپنے مالک کے معاملے میں بھی ثانویت کا تصور حرام ہے

انہوں نے پوری زندگی اپنے کردار سے ثابت کیا کہ ہمارا پاک مالک ایک ہے یہی وجہ تھی کہ اکیس ماہ رمضان سنہ 40 ہجری کی رات امیرالمومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ساری پاک اولاد کو جمع فرمایا اور سب بیٹے بیٹیوں کے ہاتھ شہنشاہ معظم امام حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر رکھے اور فرمایا کہ ان کا خیال رکھنا مگر جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہاتھ ان کے حوالے نہیں فرمایا، یہ دیکھ کر وفا و ادب کی ملکہ ءِ معظّمہ ام العباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گریہ فرمایا کہ انہوں نے ان کا ہاتھ کسی کے ہاتھ پر نہیں رکھا؟ جناب امیرالمومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گریہ فرماتے ہوئے تاجدار شہادت مولا امام حسینؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے قریب بلایا اور جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہاتھ پکڑ کر ان کے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا کہ آپ کے مالک یہ ہیں اور آپ ان کے غلام ہیں

دنیائے عرفان کو ان کی پاک ذات نے آدابِ غلامی سکھائے ہیں اور ان کی پوری زندگی آدابِ غلامی کا زندہ درس ہے

مقام صفین
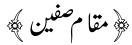
ذوالحجہ 36 ہجری 657 عیسوی جون کا مہینہ، جناب امیرالمومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لشکر

تیار فرمایا تا کہ حاکم شام کی بغاوت کی سرکوبی کی جائے، نوے ہزار لشکر کوفہ سے صفین کی جانب روانہ ہوا......اس مقام کا جغرافیہ بھی بتا تا چلوں

دریائے فرات اس وقت دو شاخوں میں تقسیم ہوکر بہتا تھا، جسے آج ہم دریائے فرات سمجھتے ہیں اس وقت یہ نہر سوران تھی، بہت مدت کے بعد دریائے فرات نے اپنا رخ بدل کر اس نہر میں بہنا شروع کر دیا تھا، لیکن کربلا کی جنگ تک یہ نہر سوران یا شط الفرات ''یعنی فرات کا کنارہ'' کے نام سے مشہور تھا اور اسے مغربی فرات بھی کہا جاتا تھا، اس کا رخ شمال مغرب سے جنوب مشرق کی طرف تھا

کوفہ سے مقام صفین شمال مغرب کی جانب تھا یعنی اگر دریائے فرات کے مغربی کنارے کے ساتھ ساتھ سفر کیا جائے تو 45 میل کے فاصلہ پر کربلا کی مقدس سر زمین آجاتی ہے اور اس سے مزید آگے جا کر صفین کا علاقہ آتا ہے اور اگر کوفہ سے صفین جائیں تو کربلا میں سے گزرنا پڑتا ہے، شام جانے کا قدیم راستہ بھی یہی تھا جسے برید اعظم بھی کہا جاتا تھا، اس راستے پر رقہ اور بالس کے درمیان صفین کا میدان ہے

جناب امیر المومنین علیہ الصلوۃ والسلام نوے ہزار کا لشکر لے کر صفین کی جانب روانہ ہوئے، جوان بیٹے بھی ساتھ تھے، جناب غازی علیہ الصلوۃ والسلام، امام حسن علیہ الصلوۃ والسلام، امام حسین علیہ الصلوۃ والسلام، جناب محمد حنفیہ علیہ الصلوۃ والسلام اور دیگر فرزندان علیہم الصلوۃ والسلام بھی ہم رکاب تھے، اور اس جنگ میں جناب مسلم بن عقیل علیہ الصلوۃ والسلام اور جناب عبداللہ بن جعفر طیار علیہ الصلوۃ والسلام بھی شامل تھے

کوفہ سے لشکر علی الصبح روانہ ہوا اور ظہرین کے وقت کربلا کی سرزمین پر پہنچا

یہاں پر امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک ذات نے قیام کرنے کا حکم فرمایا یہاں پہنچ کر پہلے نماز ظہر ادا کی گئی اور اس کے بعد غلاموں نے خیام لگانا شروع کیئے، سرکار امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے، درخت کے تنے کا سہارا لے کر بیٹھے تو تھوڑی دیر کیلیئے آنکھ لگ گئی، جس وقت بیدار ہوئے تو آنکھوں سے بے ساختہ اشک جاری ہو گئے، کافی دیر تک گریہ فرماتے رہے......عبداللہ ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا آقا اس رونے کی وجہ کیا ہے؟

جناب امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ابھی ہم نے ایک خواب دیکھا ہے ہم نے عالم رویاء میں دیکھا کہ اس مقام پر ایک باغ ہے اور وہ باغ انتہائی سرسبز اور دلکش ہے، پھر کوفہ سے ایک فوج آئی اور اس نے اس باغ کو اجاڑنا شروع کر دیا، وہ ایک ایک پودے کو کاٹتے جا رہے ہیں، تھوڑی ہی دیر میں وہ باغ پامال ہو گیا، اس کے بعد ہم نے دیکھا کہ اس باغ کے مقام پر ایک خون کا دریا بہہ رہا ہے جس میں میرا مظلوم بیٹا حسینؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام تیر رہا ہے

اس کے بعد ایک خطبہ انشاء فرمایا جس میں آنے والے واقعات کی نشاندہی فرمائی پھر اپنے بیٹوں کو ساتھ لے کر میدانِ کربلا میں تشریف لے آئے، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک ایک جگہ دکھا کر فرمایا کہ اس جگہ پر آپ کے دوست حبیب علیہ السلام زین چھوڑیں گے، یہاں جون علیہ السلام ہوں گے، یہاں پر میرا غازی بیٹا علیہ الصلوٰۃ والسلام زین ذوالجناح سے اتریں گے

خواب کی حقیقی تعبیر سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ حسین اور شاداب باغ

گلشن رسالت ہے، اسے نقصان پہنچانے والے کوفی اور شامی ہوں گے، خون کا دریا دریائے شہادت ہے، جس میں آپ کو تیرنا ہے.........آ گیا میدانِ صفین

جنگ بمقابلہ ابن شعشا

دوران جنگ صفین 3 صفر سنہ 37 ہجری بعد از نمازِ صبح میدان میں دونوں لشکر مقابل ہوئے، ساری رات کی مسلسل جنگ کے بعد نماز صبح کا وقفہ ملا اور پھر صبح کی نماز کے بعد دوبارہ لشکر آراستہ ہوئے، صفیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں اور لشکر شام میں سے ایک جوان برآمد ہوا جسے اہل شام 10,000 جوانوں کے برابر سمجھتے تھے، اس ملعون کا نام ابن شعشا شامی تھا، اس کے سات بیٹے تھے جو سبھی اپنے وقت کے مانے ہوئے جنگجو، تجربہ کار اور فنون حرب کے ماہر کہلاتے تھے

علامہ محمد باقر مجلسیؒ بحار الانوار میں شامیوں کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ابن شعشا 10,000 دس ہزار جوانوں کے ساتھ اکیلا لڑ سکتا تھا اور اس کے ہر بیٹے کو اس کے برابر سمجھا جاتا تھا، ابن شعشا ملعون میدان میں آیا اور لشکر کو مخاطب کر کے کہا کہ اے امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کا لشکر عظیم ہم ایک دوسرے کے ساتھ لڑ کے مر رہے ہیں، بس آج فیصلہ ہو جائے، امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کو عرض کرو کہ حضور میرے ساتھ سات بیٹے ہیں اور آپ کے ساتھ بھی آپ کے سات لعل ہیں، میرے ہر بیٹے کے ساتھ آپ کا ہر بیٹا جنگ کرے گا، آپ باری باری مولا امام حسن علیہ الصلوۃ والسلام، امام حسین علیہ الصلوۃ والسلام، جناب محمدؑ حنفیہ علیہ الصلوۃ والسلام، جناب جعفر علیہ الصلوۃ والسلام، جناب یحییٰ علیہ الصلوۃ والسلام، جناب عون علیہ الصلوۃ والسلام اور جناب غازی علیہ الصلوۃ والسلام کو بھیجیں، ادھر میں

اپنے ایک ایک بیٹے کو بھیجوں گا، ہماری جنگ کا فیصلہ یہیں ہو جائے گا، باقی لشکر کو تباہ کرانے کی کیا ضرورت ہے

چیلنج قبول فرما کر امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یاد فرمایا، ادھر وہ ملعون سات بیٹوں کی قطار بنا کر میدان میں نمودار ہوا

سرکار امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے شیر ببر بیٹے کو فرماتے ہیں میرا لعلؑ آج میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ پیاسوں کا علمبردار، بہنوں کا مان سہارا، مسافروں کے پردوں کا ضامن، نبی زادیوں صلوٰۃ اللہ علیھن کی رداؤں کا محافظ میدان میں رجز کیسے پڑھتا ہے، نعرۂ تکبیر کیسے بلند کرتا ہے، تلوار کس انداز سے چلاتا ہے، یمین و یسار پر حملہ کیسے کرتا ہے؟

امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بیٹے کو سامان جنگ کے ساتھ آراستہ کرنا شروع کیا، ادھر تاجدار کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات شروع ہوئی، جناب حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام بابا پاک کی خدمت میں عرض کرتے ہیں بابا جان اپنے شیر کو میدان کی طرف نہ بھیجو، ذرا اپنے مظلوم بیٹے کی جانب نگاہ تو فرمائیں کہ جس طرح شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام تاجدار کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شیدائی ہیں اسی طرح تاجدار کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ان کے عاشق ہیں، ان کے جسم دو ہیں اور جان ایک ہے، جس وقت سے آپ نے انہیں تیار کرنا شروع کیا ہے مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام خاموشی سے رو رہے ہیں اور مجھے کہتے ہیں کہ بھائی! پاک بابا کو عرض کرو کہ انہیں میدان جنگ میں نہ بھیجیں، ان کی جگہ میں جاتا ہوں

جناب امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تاجدار کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب آکر پوچھا کہ

آپ کیوں رو رہے ہیں؟ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام عرض کرتے ہیں بابا جان اس بھائی کا مالک میں نہیں ہوں، ان کی مالک میری پاک ہمشیر صلوٰۃ اللہ علیہا ہیں، جس وقت ہم گھر سے روانہ ہوئے تھے ان کا ہاتھ پکڑ کر ہم سے پاک بہن صلوٰۃ اللہ علیہا نے فرمایا تھا بھائی! میرے غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سن چھوٹا ہے اگر عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مشکل بن جائے تو اپنی جان پیاری نہ کرنا، کیونکہ میرے سر کی ردا بھی عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے، میرے پردوں کا ضامن بھی عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے

بابا جان! مجھے ڈر ہے کہ کہیں نصیب دشمناں انہیں کچھ ہو گیا تو میں بہن کو کیا جواب دوں گا؟ وہ ہم سے منہ پھیر کے فرمائیں گی اگر غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہارا سگا بھائی ہوتا تو ایسا نہ کرتے، میرے معصوم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنی جان پیاری کی ہوگی؟

جو پاک بہن صلوٰۃ اللہ علیہا اس بھائی کے چہرے پر گرد برداشت نہیں کر سکتی وہ ان کا زخم دیکھ کر کیسے برداشت کرے گی؟

امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام بیٹے کو سینے سے لگایا اور رخسار چوم کر فرمایا کہ میرا لعلؑ آج میں تمہارے بھائی کے بال بال کا ضامن ہوں میں اسے میدان میں بھیج رہا ہوں، واپسی پر میں آپ کو اس بھائی کا بال بال سنبھال کر دوں گا، پھر کربلا جانے اور آپ بہن بھائی جانیں، آج میں ذمہ دار ہوں ان کا بال بال سلامت رہے گا

وفا کی خدائی کے خدائے واحد کو امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا لباس پہنایا، گیارہ سال کی عمر میں پاک بابا کا لباس کردگار وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قامت موزوں پر بالکل فٹ آیا، اپنی زرہ پہنائی، کمر کے ساتھ تلوار لٹکائی، کمر بند کے ساتھ پیش قبض سجایا،

اپنا فولادی خود ان کے سر اطہر پر موزوں کیا، تین مرتبہ سورہ نظر پڑھ کر دم کی، ہاتھ بلند کر کے دعا فرمائی، سب بیٹیوں نے آمین کہی، اس کے بعد اپنے لعلؑ کیلئے گھوڑا طلب فرمایا، رہوار آیا، مالک اشتر نے رکاب پکڑی، امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی شبیہ بے بدل کو خود گھوڑے پر سوار کیا، مالک اشتر اور تاجدار کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام چند قدم تک گھوڑے کے ساتھ چلتے گئے، تاجدار کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا نیزہ بھائی کو عطا فرمایا، خداوند وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آقا کے ہاتھ پر بوسہ ثبت فرما کر گھوڑے کی باگ اٹھائی

ابن شعشا اپنے سات بیٹوں کے ہمراہ میدان میں آکر لاف زنی میں مصروف تھا، ادھر سے بیشہءِ اسد کردگارؑ کے نوخیز شیر نے رجز کے دو شعر پڑھ کر حملہ کر دیا

انہوں نے حملے میں نہ تلوار استعمال فرمائی نہ نیزہ بلکہ بائیں ہاتھ سے ابن شعشا ملعون کے بیٹوں کو کمر بند سے پکڑ کر آسمان کی جانب پھینکنا شروع کیا، یکے بعد دیگرے اس کے سات بیٹوں کو آسمان کی طرف پھینک کر اسد الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابن شعشا ملعون کے کمر بند میں ہاتھ ڈالا اور ہاتھ کو جھٹکا دے کر اسے آسمان کی طرف پھینکا، جس وقت ابن شعشا کو اوپر اچھالا عین اسی وقت اس ملعون کا پہلا بیٹا واپس زمین کی جانب آرہا تھا، جس وقت وہ گھوڑے کے بالکل سامنے آیا کردگار وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رکابوں پر زور دے کر گھوڑے کی باگیں چھوڑ کر دونوں ہاتھوں سے قبضہءِ تلوار کی گرفت مضبوط کر کے زین پر اٹھے، ہاتھ بلند کر کے نعرۂ تکبیر بلند کیا ...... اللہ اکبر

تکبیر کی آواز میں تلوار کا ایسا وار کیا کہ جس طرح بادل کی گرج کے ساتھ بجلی چمک

کرگرتی ہے،تلوار چلی،ملعون دوحصوں میں تقسیم ہوکرزمین پرگرا، امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گھوڑے کی زین پر اچھل کرنعرۂ تکبیر بلند کیا، بیٹے کی تکبیر کی آواز میں آواز ملا کرفرمایا ☆اشھد انك ابنی واللہ تم مجھ علی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹے ہو

یکے بعد دیگر سات تکبیریں خداوند صمصام نے پڑھیں، جناب امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر تکبیر کے ساتھ اشھد انك ابنی فرماتے رہے،جس وقت انہوں نے آٹھویں تکبیر بلند فرمائی تو ابن شعشا ملعون سر سے پیروں تک دوحصوں میں تقسیم ہوکر ایسے گرا کہ جس طرح درخت کے تنے کو سمجھ دار بڑھئی آری سے کاٹتا ہے

ملعون زمین پر گرا، امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام گھوڑا دوڑا کر میدان میں تشریف لائے، بیٹے کے رخ سے فولادی خود ہٹا کرفرماتے ہیں اے اہل شام! میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ مجھ علیؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بیٹا ہے

﴿صفین میں پیاس﴾

اس جنگ صفین میں امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوفرزندان کو پیاس لگی اورانہوں نے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پانی طلب کیا

پہلے جناب محمدؑ حنفیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں جن کو پیاس لگی اورانہوں نے پاک بابا سے پانی طلب کیا، دوسرے جناب عباؑس علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں

جنگ صفین جولائی کے مہینے میں ہوئی اوراس وقت عرب میں شدیدگرمی پڑتی تھی اس جنگ میں جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چارمرتبہ جنگ کی ہے، جس وقت انہوں نے تیسری مرتبہ قوم اشقیاء پرحملہ کیا تو دوران جنگ انہیں شدید پیاس لگی

انھوں نے اپنا رہوار فوجوں کی بھیڑ سے باہر نکالا اور بابا پاک کی طرف رخ فرما کر بالکل بچپن کے انداز میں عرض کیا ☆ یا ابت العطش

جونہی امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ آواز سنی، ساتھ کھڑے ہوئے ایک ماشکی سے جلدی کے ساتھ مشک لی اور گھوڑا دوڑا کر وہاں پہنچے جہاں کردگار وفا علیہ الصلوۃ والسلام گھوڑے پر سوار کھڑے تھے

ادھر 30 تیس ماشکی اپنی اپنی مشکیں لے کر دوڑے، مگر سب سے پہلے امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام اپنے شیر بیٹے کے قریب پہنچے، دوڑتے ہوئے گھوڑے پر انھوں نے مشک کا دہانہ کھولا اور مشک پاک بیٹے کو دے کر فرمایا کہ اب پانی اُوک سے نہ پیو بلکہ مشک کو منہ کے ساتھ لگا کر پیو

ادھر جس وقت 30 ماشکی دوڑ کر پہنچے تو امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام دیکھ کر فرماتے ہیں کھڑے کیوں ہو؟ میرے لعلؑ کے اوپر اپنی مشکیں خالی کردو، تاریخ گواہ ہے کہ اس وقت پانی کی تیس مشکیں جناب غازی پاک علیہ الصلوۃ والسلام پر چھڑکا دی گئیں

جناب غازی علیہ الصلوۃ والسلام مشک کو منہ لگا کر پانی پینے میں مصروف تھے کہ جناب امیر المومنین علیہ الصلوۃ والسلام کی آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش شروع ہوئی، جناب غازی علیہ الصلوۃ والسلام نے مشک کے دہانے سے منہ اٹھایا تو پاک بابا کو روتا ہوا پایا، گھبرا کر پوچھا کہ بابا جان! پانی پینے میں رونے والی کیا بات ہے؟ آپ گریہ کیوں فرما رہے ہیں؟

فرمایا بیٹا! آج تمہیں پیاسا دیکھ کر کسی اور مقام پر تمہاری پیاس یاد آ گئی ہے

جناب غازی پاک علیہ الصلوۃ والسلام عرض کرتے ہیں بابا جان وہ کون سا مقام ہے؟

فرمایا کہ یہی دریا ہوگا، دریا کے کنارے پر دشمنوں کا پہرہ ہوگا، آپ دریا کا کنارہ خالی کروائیں گے، دریا میں گھوڑا داخل کریں گے، تین دن کے پیاسے ہوں گے مگر پانی نہ پی سکیں گے، انہوں نے عرض کیا بابا جان میری مجبوری کیا ہوگی؟ فرمایا نبی زادیوں صلوٰۃ اللہ علیھن کی پیاس تمہیں یاد آئے گی اس لئے پانی نہ پیو گے، پھر فرمایا کہ جب وہ موقعہ آجائے تو فرزند رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنی جان پیاری نہ کرنا، اس دن ضعیف بابا کو سرخرو کرنا

﴿کربلا میں زین چھوڑنا﴾

آخرکار آگئے وہ دن کہ جن کے متعلق سرکار امیرالمومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آگاہ فرمایا تھا، جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریا میں گھوڑا داخل کیا

☆فرمی المافرسه وملاء القربة و حملها علی کتفه الایمن وتوجه نحو الخیام

دریا میں رہوار کو داخل فرما کر مشک بھر کے دائیں شانہ پر آویزاں فرمائی اور خیام کی جانب رخ فرمایا، عمر ابن سعد ملعون کے قریب بنی حنفیہ ملعون کا کئی ہزار کا دستہ کھڑا تھا، اس ملعون نے اس فوج کو مخاطب ہو کر کہا کہ تم نے ابھی تک جنگ میں کوئی خاطر خواہ حصہ نہیں لیا، اب تم حملہ کرو

یہاں پر ایک اہم فرمان پیش کرنا چاہتا ہوں کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دستار کے پاک وارث علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر سارے پاک آئمہ اطہار علیہم الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ اے شیعو! خروج تک یاد رکھنا کہ جب بھی ابوالفضل العباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتقام لینے کا موقع مل جائے تو ان کا خون ناحق بنی حنفیہ ملاعین کی گردن میں ہے

☆دم العباسؑ علیه الصلوٰة والسلام فی بنی حنفیه
اس ملعون قبیلے کو یاد رکھنا، غیرت مندوں کی دشمنیاں پرانی نہیں ہوتی ہیں، جب بھی کسی کا بس چلے تو انہی سے بدلہ لینا
اس ملعون قبیلے والوں نے آ کر شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گھیرے میں لیا، یہاں پر ایک عظیم جنگ ہوئی، ایک مظلوم کے سر پر لاکھوں کا ہجوم تھا
☆انه کان رئیس الشجعان...... کیونکہ یہ شجاعت کی مملکت کے صاحب تاج بادشاہ تھے، یہاں پر انہوں نے اپنے آخری حملے میں چار سو پچاس 450 ملاعین کو، دوسری روایت ہے کہ 503 ملاعین کو فی النار کیا
جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک طرف جنگ کرنا پڑتی تھی، مشک کو بھی بچانا پڑتا تھا اور ساتھ ساتھ خیام کی جانب سفر بھی کرنا پڑتا تھا کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح پانی کی یہ مشک خیام تک پہنچ جائے، اس لئے وہ خیام کی طرف آہستہ آہستہ بڑھ رہے تھے، ان کے سفر کے رخ کو دیکھتے ہوئے اس زاویۂ سفر پر زید ابن ورقا اور حکیم بن طفیل ملعون نے کھجوروں کی چھڑیوں سے ایک کمین گاہ بنائی، اس میں یہ دونوں ملعون چھپ کر بیٹھ گئے
جس وقت جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کمین گاہ کے قریب آئے تو ان دونوں ملاعین نے چھپ کر وار کیا، زید بن ورقا ملعون کے وار نے زرہ کو زخمی کیا اور حکیم بن طفیل ملعون کی ضرب نے جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دائیں ہاتھ کو وصول کیا، دایاں ہاتھ قربان ہوا، جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ یہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صدقہ ہے، فوراً جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مشک کو بائیں بازو میں منتقل فرمایا

اور بائیں ہاتھ سے 50 ملاعین کو فی النار کیا اور رہوار کو فرمایا کہ کوشش کرو میری محنت برآئے اور خدا کرے کہ یہ مشک خیام تک پہنچ جائے

بنی حنفیہ کے ملعون عبداللہ ابن شہاب اور ابان بن دارم ملعون نے دوبارہ چھپ کر وار کیا، جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بایاں ہاتھ شہید ہوا، فرمایا کہ یہ پاک معصومہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کا صدقہ ہے

☆فحمل القربة باسنانه وجعل يركض ليوصل الماء الى عطاش اهل البيت

جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مشک کے تسمے دہن میں ڈالے اور کوشش کی کہ پانی پیاسوں تک پہنچ جائے ☆واللواء ضمه الى صدره

قربان شدہ ہاتھ سے علم پاک کو سینے سے لگایا اور اس کے بعد قدموں کی ٹھوکروں سے تین سو پچاس 350 ملاعین کو فی النار کیا اور رہوار کو ایڑی لگائی کہ کسی صورت مشک خیام میں پہنچ جائے، اس کوشش کو مسلسل جاری رکھا تا اینکہ

☆فجاء سهم فاصاب القربة واريق ماء ها

اچانک ایک تیر ایسا آیا کہ جس نے پیاسوں کی مشک کا بوسہ لیا، مشک سے پانی زمین پر بہنے لگا، جس وقت جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مشک کے پانی کو بہتے ہوئے دیکھا تو فوراً گھوڑے کو روک لیا اور اس وقت تک روتے رہے کہ جب تک پانی مشک سے بہتا رہا

جس وقت مشک خالی ہوگئی تو پھر انہوں نے اپنے گھوڑے کا رخ خیام کی بجائے میدانِ جنگ یا دریا کی جانب موڑ دیا، گھوڑے کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ اب خیام میں جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اب شہادت ہی ہماری منزل مقصود ہے

اس منظر کو اگر ذہن میں اجاگر کریں تو حقیقت کا ادراک ہوسکتا ہے کہ مولا غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کتنے نا امید، مایوس اور دل شکستہ ہو کر دنیا سے رخصت ہوئے ہیں ایک بتیس 32 سال کا نوجوان ہے، جس کے جسم اطہر میں حیدؑری خون ہے، شجاعت اور دلاوری کا پیکر ہے، کردگارِ وفا ہے، غیرت کا خداوند واحد و لاشریک ہے جو مامور بالا امام ہو کر نہتا میدان میں پانی لینے کیلئے تشریف لایا، پیاسے مظلوم کو پانی دینے کی بجائے امت ملعون نے اس حال تک پہنچا دیا کہ اب اس کے دونوں پاک بازو قربان ہو چکے ہیں، پانی کی جس مشک کو خیام تک پہنچانے کی خاطر جان کی بازی لگائی تھی وہ بھی دست ظلم سے نہیں بچ سکی، دل میں حسرت و یاس کا ایک محشر بپا ہے، آنکھوں سے آنسوؤں کی بجائے خون برس رہا ہے، زین ذوالجناح پر اس طرح بیٹھے ہیں کہ آنکھیں بند ہیں، خالی ہاتھ خیام میں جانا دل برداشت نہ کر سکا تو خود کو ظالمین کے سامنے پیش کر دیا کہ جتنا ظلم کرنا چاہو اپنی ہر حسرت پوری کر لو مگر میری آخری خواہش ہے کہ اگر پوری کر سکو تو تمہیں یہی کہتا ہوں کہ اب مجھ پر ظلم کرنے کی ہر آرزو کی جی بھر کے تکمیل کر لو، اس کے بدلے میں تم سے یہی چاہتا ہوں کہ میری شہادت کے بعد میرے امام زمانہ کریم کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کچھ نہ کہنا، اور پاک مخدراتِ عصمت کے خیام کی طرف ہرگز نہ جانا

جب پاک مستورات صلوٰۃ اللہ علیہن کو جناب فضہ سلام اللہ علیہا نے یہ اطلاع دی کہ آپ کے پردوں کے ضامن، آپ کی پاک رداؤں کے محافظ نے باگ واپس موڑ لی ہے اور تمام ظالمین ان پر مل کر ظلم کر رہے ہیں تو سیدہ عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے پردہ داروں سے فرمایا کہ نبی زادیو! میرا غازی بھائی زین سے نہیں اترا ہے بلکہ مجھے

ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ میرے سر کی ردا ڈھل چکی ہے، تحفظ کا جو احساس تھا وہ ختم ہو گیا ہے، ہم بے آسرا ہو گئی ہیں، اب شاید کچھ بھی دستِ ظلم سے نہیں بچ سکے گا اس لئے میں دعا مانگتی ہوں آپ سب آمین کہیں

اس وقت پاک سیدہ معظّمہ عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے آسمان کی طرف نگاہ فرمائی اور رو کر دعا کی کہ اے ربِ محمد و آلِ محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام ہمارے پاک منتقم عجل اللہ فرجہٗ الشریف کو جلد بھیج تاکہ میرے اس مظلوم بھائی کے انتقام میں دیر نہ ہونے پائے

آپ سب مومنین بھی تہہ دل سے دعا کریں کہ ہمارے مولا غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک دل کی ہر حسرت جلد از جلد پوری ہو، یہ خود اپنے پاک منتقم ہمارے امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کے ساتھ مل کر ہر اُس ظالم ازلی سے انتقام لیں کہ جس نے اس پاک خاندانِ تطہیر علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ظلم کیا ہے، ان کے گھر اطہر میں خوشیوں کا سماں ہو، اپنی تمام پاک بہنوں کو اب خود آ کر خوشیوں کی نوید سنائیں کہ اب ہمارے گھر پاک سے دکھوں کا موسم ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو چکا ہے، اور آئندہ ابدالآباد تک خوشیاں ہی ہمارا مقدر ہوں گی

﴿ آمین یا رب العالمین ﴾

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلىٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَهُم بِقَائِمِهِمّ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشريف
وَ صَلَوَاتُ اللّٰهُ عَلَيهِ وَ عَلىٰ آلِهٖ اَجمَعِين

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 5

رئیس الشجعان

علیہ الصلوٰۃ والسلام

شجاعت کا خالق لم یزل، آفتابِ مطلع تہور، اشجع العالمین، خداوند رزمگاہ، ذوالجلالِ میدانِ حرب، قہارِ عرصۂ جنگاہ، مظہر جلالِ الٰہی، ثانیِ اسد لایزال، معدنِ جرأت کا لعل بے مثال جناب سرکار ابوالفضل العباسؑ علمدار علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، کہ جنھوں نے شجاعت کو شیر مادر کے ساتھ ملا کر پیا ہے، اس لئے صاحبان تاریخ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ

☆انه کان مبشراً بالشجاعة قبل میلاده وانه کان رئیس الشجعان

ان کی پاک ذات کو دنیا میں آنے سے پہلے ہی شجاعت کی سند مل چکی تھی اور دنیا میں جتنے بھی بہادر اور شجاع گزرے یا ہیں یا ہوں گے ان سب کے سردار کردگارِ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، شجاعت کی دنیا میں بے مثل و بے مثال ہیں

جنگ صفین میں امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بھی میدان میں جاتے تو لشکر شام کا کوئی بھی بہادر جوان ان کے سامنے آنے کی جرأت نہیں کرتا تھا، اس لئے امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس جنگ میں کئی بار لباس بدل بدل کر جنگ کی ہے

ایک مرتبہ وہ عبداللہ ابن عباس کا لباس زیب تن فرما کر میدان میں تشریف

لائے، کئی جوان مقابلے کیلئے آئے، ہر بہادر کی کھوپڑی کو ان کی تلوار نے اس انداز سے کاٹا کہ جس طرح تیز چھری تربوز کو کاٹتی ہے

عمرابن عاص ملعون نے حاکم شام سے کہا کہ آج ابن عباس تو خوب جنگ کر رہا ہے، حاکم شام نے کہا کہ تجھے غلط فہمی ہوئی ہے، یہ خود امیرالمومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں ابن عباس اتنا بہادر نہیں، عمر ملعون نے پوچھا کہ کیا یہ ابن عباس نہیں ہے؟، حاکم شام نے کہا کہ تو پوری فوج سے کہہ کہ سارے مل کر حملہ کریں، اگر ابن عباس ہے تو بھاگ جائے گا، اور اگر ہزاروں کے ساتھ اکیلا ٹکرا جائے تو پھر یہ پاک عمران علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لعلؑ ہوگا، ہزاروں شامیوں نے مل کر حملہ کیا، امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آتے ہوئے لشکر پر بڑھ کر حملہ کیا، اس وقت حاکم شام نے چلا کر کہا کہ رک جاؤ، اور ان کے مقابلہ کیلئے نہ جاؤ کیونکہ یہ خود امیرالمومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک ذات ہیں

اس جنگ کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ لشکر شام میں سے ایک جوان نے میدان میں آکر للکارا، شہنشاہ معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا زاد بھائی جناب ربیع بن حارث بن جناب عبدالمطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند جناب عباؑس بن ربیع میدان میں آئے ہاشمی قوت وجرأت کے مالک جناب عباؑس بن ربیع اس ملعون کو فی النار کر کے واپس آنے لگے تو حاکم شام نے اعلان کیا کہ جو اس جوان کو شہید کرے گا میں انعام کے طور پر اس کے زانوؤں تک زر و جواہر کا ڈھیر لگا دوں گا، اس اعلان کے بعد چار شامی ملاعین گھوڑے دوڑا کر سامنے آئے اور للکار کر کہا کہ ہم تمہیں ایسے ہی میدان سے نہیں جانے دیں گے، تمہیں جنگ کر کے ہی جانا پڑے گا

انہوں نے فرمایا کہ تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ ہم اپنے مالک سے اجازت لے کر واپس آرہے ہیں، وہ رک گئے، انہوں نے جنگ کی اجازت طلب کی، سرکار امیر المومنین علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ آپ اپنا لباس جنگ ہمیں دیں، ان کے شکار کا لطف ہم اٹھائیں گے، جناب امیر المومنین علیہ الصلوۃ والسلام ان کا لباس اورخود پہن کر میدان میں تشریف لے آئے، انہوں نے پوچھا کہ کیا اپنے مالک سے اذن لے آئے ہو؟ سرکار امیر المومنین علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی

☆اذن للذین یقاتلون بانهم ظلموا

ان چاروں جوانوں نے مل کرحملہ کرنے کا مشورہ کیا، سرکار امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام اپنا گھوڑا آگے بڑھا کر ان کے قریب تشریف لے آئے اوراس انداز سے حملہ کیا کہ ان کے گھوڑے اپنے اپنے مقام پر کھڑے رہ گئے مگر ان کے جسم دو ٹکڑے ہوکر زین سے دائیں بائیں گر گئے، اس موقع پر پھر حاکم شام چیخا کہ نہ جانا نہ جانا، یہ ابن ربیع نہیں بلکہ ملک الموت کو مارنے کا داؤ سکھانے والا خود پاک حسنین علیہما الصلوۃ والسلام کا بابا ہے

اس جنگ میں جس وقت ابن شعشا شامی ملعون کو فی النار کر کے کردگار شجاعت جناب غازی پاک علیہ الصلوۃ والسلام واپس آئے تو انہوں نے پاک بابا کو عرض کیا کہ انفرادی جنگ میں تو ہم حصہ لے چکے ہیں مگر اجتماعی جنگ میں تلوار کے جوہر نہیں آزمائے، اگر اجازت عطا فرمائیں تو میں ساری فوج پر اکیلا حملہ کرنا چاہتا ہوں

شہنشاہِ معظم نے فرمایا ☆البرز بارك الله فيك

اسد کردگار علیہ الصلوۃ والسلام کے نوخیز شیر نے اس طرح تلوار چلائی کہ حاکم شام ایک بار

پھر چیخا کہ اس کے مقابلہ میں نہ جانا یہ امیر المومنین علیہ الصلوۃ والسلام خود ہیں، فوجیں واپس دوڑیں، امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام اپنا گھوڑا دوڑا کر میدان میں تشریف لائے، اپنے گیارہ سال کے شیر کو سینے سے لگایا، اس کے بعد ان کے چہرے سے خود ہٹا کر لشکر کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ غور سے دیکھو یہ میں نہیں ہوں بلکہ میری شجاعت کے کلی وارث جنابِ عباسؑ علیہ الصلوۃ والسلام ہیں

جناب امیر المومنین علیہ الصلوۃ والسلام لختِ جگر کو واپس لائے، یہ انداز دیکھ کر ایک شامی حرامی کے دل میں حسد کی آگ بھڑکی، وہ گھوڑا دوڑا کر میدان میں آیا اور کہا کہ اس جوان کو ایک بار پھر بھیجو

امیر المومنین علیہ الصلوۃ والسلام انہیں بھیجنا چاہتے تھے مگر آقا کے وفادار غلام عبداللہ بن ابی حازلی نے عرض کیا کہ آقا ان کے عِوض میں میدان میں جاتا ہوں، میں اس ملعون کو اچھی طرح جانتا ہوں یہ اتنا طاقتور ہے کہ چٹکی میں مسل کر دینار کی عبارت اور نقش مٹا دیتا ہے

جناب عبداللہ کو اجازت مل گئی، انہوں نے جنگ کی مگر اس ملعون نے انہیں شہید کر دیا اور کہا کہ اس جوان کو بھیجو جو ابھی جنگ کر کے میدان کو سارے لشکر سے خالی کروا کے گیا ہے

سرکار امیر المومنین علیہ الصلوۃ والسلام نے جناب غازی علیہ الصلوۃ والسلام کو فرمایا کہ اگرچہ آپ کی تلوار پہاڑ کو چیر سکتی ہے مگر نیزہ کے استعمال میں ابھی آپ کے ہاتھ میں اس قدر صفائی اور بے ساختگی نہیں ہے جتنی کہ ہونا چاہیے، اب ذرا اپنا لباس ہمیں دیں، ہم آپ کو بتائیں کہ نیزہ کا استعمال اور اس کی صفائی اور بے ساختگی کیا ہوتی ہے

سرکار امیر المومنین علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے پاک لعل کا لباسِ جنگ زیب تن فرمایا اور ان کا خود سراطہر پر موزوں فرما کر صرف نیزہ لے کر میدان میں تشریف لے گئے فن جنگ کے ماہرین کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ تلوار کے ماہر لاکھ ہو سکتے ہیں مگر نیزہ کے استعمال کا ماہر لاکھوں میں بھی نہیں ملتا، کیونکہ سب سے مشکل جنگ نیزہ کی ہوتی ہے اور اس کا بروقت استعمال کوئی کوئی جانتا ہے

جناب امیر المومنین علیہ الصلوۃ والسلام میدان میں تشریف لے آئے، وہ ملعون بھی اپنے آپ کو نیزہ بازی کا ماہر سمجھتا تھا، آتے ہی اس ملعون نے نیزے کا وار کیا، سرکار امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام نے آتے ہوئے نیزے کو بائیں ہاتھ سے پکڑ کر اس کی انی کو پکڑ کے زور سے جھٹکا دیا کہ وہ ملعون گھوڑے پر سنبھل نہیں سکا، گھوڑے کی باگ اس کے ہاتھ میں رہ گئی اور وہ زین سے زمین پر گر گیا اور نیزہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا، اس وقت حالت یہ تھی کہ وہ ملعون زمین پر لیٹا ہوا تھا، گھوڑا ساتھ کھڑا تھا، اور اس کے جسم میں کپکپی طاری تھی، امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام اپنے گھوڑے کو اس کے قریب لے گئے، اس وقت یہ ملعون اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا، آپ نے اس اٹھتے ہوئے ملعون پر نیزے کا وار اس انداز سے کیا کہ تین وجب (ہاتھ) نیزہ اس کی پشت سے پار ہو گیا، اس کا گھوڑا بدحواس ہو کر دوڑا، امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام اپنا گھوڑا دوڑا کر اس کے دوڑتے ہوئے گھوڑے کے قریب آئے اور چھلانگ لگا کر گھوڑے پر سوار ہو گئے، اپنے گھوڑے کی باگ کو ہاتھ سے پکڑ کر واپس مڑے، ادھر لشکر شام نے بے ساختہ داد دی، ان میں سے کئی ملاعین نے حملے کا ارادہ کیا مگر حاکم شام پھر چیخا کہ نہ جانا نہ جانا، یہ جناب امیر علیہ الصلوۃ والسلام کے

فرزند نہیں بلکہ وہ خود ہیں

﴿ مارد بن صدیف ﴾

پاک بابا کے دیے ہوئے اس سبق کو جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میدانِ کربلا میں اس وقت دہرایا کہ جس وقت شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں فرمایا کہ پیاسے بچوں کیلئے پانی لے آؤ، سقائے حرم علیہ الصلوٰۃ والسلام میدان میں تشریف لے آئے، اس وقت ان کے ایک ہاتھ میں علم پاک تھا اور دوسرے ہاتھ میں نیزہ تھا، انہوں نے قوم اشقیاء کو فرمایا کہ اب میں اسد الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام بن کر دریا کی طرف جا رہا ہوں، اگر کسی میں جرأت ہے تو ہمیں روک لے

دریا اور ان کے درمیان ہزاروں فوجی کھڑے تھے مگر جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی کی پرواہ کئے بغیر دریا کے سامنے کھڑی فوج پر حملہ کر دیا، فوجیں بدحواس ہو کر دوڑیں، ادھر عمر ابن سعد ملعون گھوڑے پر سوار ہو کر یہ منظر دیکھ رہا تھا یہ فوجوں کو دوڑتے ہوئے دیکھ کر بہت پریشان ہوا، اس ملعون کے قریب ایک اشقر (بور) رنگ کا گھوڑا کھڑا تھا اور اس پر ایک ملعون سوار تھا جو اتنا لحیم، جسیم اور قوی ہیکل تھا کہ دیکھنے والا سمجھتا تھا کہ گھوڑے پر انسان نہیں کوئی پہاڑ بیٹھا ہوا ہے

جس وقت اس ملعون نے فوجوں کو دوڑتے ہوئے دیکھا تو ابن سعد ملعون سے کہا کہ کہتے ہیں مانگے ہوئے کتے شکار نہیں کرتے، تو انہی پہلوانوں کی امید پر جنگ کرنے نکلا تھا جو ہزاروں کی تعداد میں ہیں، سبھی لوہے میں غرق ہیں اور ایک جوان انہیں ایسے دوڑا رہا ہے کہ جیسے بھیڑوں کے ریوڑ پر شیر حملہ کرتا ہے، یہ تو

دوڑنا بھی بھول گئے ہیں، لڑیں گے خاک؟
عمر ملعون پہلے ہی پریشان کھڑا تھا، جس وقت اس نے یہ طعنہ سنا تو اس طعنے نے جلتی پر تیل کا کام کیا، وہ ماتھے پر بل ڈال کر کہتا ہے! او مارد بن صدیف کلبی تجھے علم ہے کہ یہ جوان کون ہے؟
اس نے بکواس کی کہ جوانوں کیلیئے کوئی فرق نہیں پڑتا سامنے جو بھی ہو، عمر ابن سعد ملعون نے اسے جھڑک کر کہا کہ ایسے ہی بھونکتے رہو گے یا کچھ کر کے بھی دکھاؤ گے؟ اس ملعون کو تقدیر نے جکڑ کر جہنم کی آگ میں جھونکنے کیلیئے تیار کیا تو جوش میں آ کر اس نے کہا کہ اے ابن سعد تو اپنی ساری فوج کو واپس بلا لے، میں تنہا ان کا راستہ روکوں گا، ابن سعد ملعون نے ایک فوجی سے کہا کہ ساری فوج کو واپس آنے کا حکم سنا دو، پوری فوج کو واپس بلا لیا گیا
سرکار کردگار وفا علیہ الصلوۃ والسلام میدان کو خالی پا کر واپس خیام کی جانب روانہ ہوئے تا کہ اپنے آقا سے جنگ کی اجازت لے کر دوبارہ آئیں، ابھی واپس جا ہی رہے تھے کہ اشقر رنگ کے گھوڑے پر سوار ہو کر مارد بن صدیف سامنے آ گیا
اس ملعون نے آواز دے کر کہا کہ اے اللہ کے شیر ان بزدلوں کو میدان سے دوڑا کر شاید آپ نے سوچا ہو گا کہ اس فوج میں کوئی بھی جوان باقی نہیں رہا، ذرا رک کر دیکھو میں ابھی زندہ ہوں ...... میرے دل میں آج تک یہ ارمان باقی ہے کہ میں خیبر و خندق و صفین میں موجود ہوتا تو تمہارے پاک بابا امیر المومنین علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ضرور جنگ کرتا
یہاں پر میں یہ وضاحت کرتا چلوں کہ یہ ملعون حکومت کے لالچ میں جناب امام

حسن مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لشکر میں شامل ہوا تھا کیونکہ انہوں نے مصلحت کے تحت صلح کو پسند فرمایا تھا اس لئے لالچ پورا نہ ہونے کی وجہ سے یہ ملعون مخالف ہو گیا تھا اور اس کے بعد معاویہ کے لشکر میں ایک جنگجو پہلوان کی حیثیت سے داخل ہوا تھا اور اس کا تنخواہ خوار تھا

آمدم برسر مطلب

جس وقت اس ملعون نے یہ کہا کہ میرے دل میں یہ حسرت ہے کہ میں امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جنگ کرتا، اس وقت شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام خیام کی جانب رخ کر کے شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دست بدستہ عرض کرتے ہیں آقا اس نے پاک بابا کا نام لیا ہے، ہمیں اس سے تو جنگ کرنے کی اجازت عطا فرمائیں

المختصر اجازت مل گئی، سرکاؑر اس کے سامنے تشریف لائے اور اس ملعون نے رجز پڑھنا شروع کی اور نصیحت کرنے کے انداز میں کہتا ہے

نصحتك فان و قبلت نصيحتى خوفا
عليك من الحسام القاطع
مارق قلبى فى الزمان على فتى
الا عليك فكن لقولى سامع
واعظ و انقياد او غد عيش
الا اذقك من عذاب واقع

جس کا مفہوم یہ تھا کہ میں ایک ایسا سنگدل اور وحشی ہوں کہ جس کے دل میں رحم

ہے ہی نہیں، ساری زندگی میں نے کبھی کسی پر ترس نہیں کھایا، دنیا نے میرے جیسا سخت مزاج آدمی نہیں دیکھا، آپ کے حسن و شباب کو دیکھتے ہوئے میرے دل میں پہلی مرتبہ ہمدردی پیدا ہوئی ہے حالانکہ اس سے پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا، آپ یقین کریں کہ میرا مقصد خیر کے سوا اور کچھ نہیں ہے، اگر آپ میری بات مان لیں تو پھر کسی قسم کا خوف باقی نہیں رہے گا، اگر آپ میری اطاعت کرلیں تو تمام زندگی آپ عیش و عشرت میں گزار سکتے ہیں، ورنہ یاد رکھو کہ میری تلوار کے ذائقہ کو ہمیشہ یاد رکھو گے اور کبھی نہ بھول سکو گے

مظہر جبروتِ الٰہی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواباً اس ملعون کی رجز کے قافیے میں اپنی رجز موزوں فرمائی اور فرمایا کہ

صبراً علی جور الزمان القاطع
و منیة ما ان لها من دافع
لا تجز عن فکل شیءٍ هالك
حاشا لمثلی ان یکون بجازع
فلئن رما فی الدهر منه باسهم
و تفرق من بعد شمل جامع
فکم لنا من وقعه شابت لنا
قم الا صاغر من ضراب قاطع

ہم مامورِ من اللہ ہیں اس لئے زمانہ کے تمام مظالم صبر کے ساتھ برداشت کر رہے ہیں، کیونکہ ہم امرِ الٰہی کے پابند ہیں، تمھیں یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ موت ہر انسان

کا مقدر رہے، ہر چیز نے آخر فنا ہونا ہے، لیکن یا د رکھ کہ ہم وہ ہیں کہ جو ملک الموت
کو موت کا سبق دیتے ہیں اس لئے موت سے خوفزدہ ہونا ہم نے سیکھا ہی نہیں ہے
ہم اس دنیا میں بعینہٖ اسی طرح زندہ ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ حی و قیوم ہے، تمہیں
یہ بات نہیں بھولنا چاہیے کہ بہت سے جنگجو جوان ایسے تھے کہ جو میدان میں بچوں
کے ہاتھوں ہلاک ہو چکے ہیں، اپنے وقت کے کئی رستم و نریمن اپنے سے بظاہر
کمزور آدمیوں کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر چکے ہیں، اس لئے زیادہ غرور و
تکبر اور لاف زنی مناسب نہیں ہوتی، اگر تم میں جرأت ہے تو مقابلہ کرو
ہزار جوانوں کے ساتھ تنہا لڑنے والا مارد بن صدیف ملعون اپنے آپ کو نیزہ کے
استعمال میں استادِ فن سمجھتا تھا، یہ ملعون 16 بند کے نیزے کو انگلیوں میں گردش
دیتا ہوا کر دگار رعرصہ عِ جنگ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے آ کھڑا ہوا
داورِ شجاعت علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنا نیزہ زمین میں نصب کر کے اس ملعون کے قریب آنے
کا انتظار کرتے رہے، وہ ملعون قریب آ کر عرض کرتا ہے آج لشکر کوفہ و شام کے
سامنے میں اپنے نیزہ کے استعمال کے فن کا مظاہر کروں گا، مگر میں چاہتا ہوں
تمہارے دل میں جنگ کرنے کی حسرت باقی نہ رہ جائے، اس لئے مناسب ہے
کہ پہلے آپ وار کریں
اسد بیشہ عِ توحید علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بنی ہاشم کی روایت میں شامل نہیں کہ کسی پر
پہلے وار کریں......تو اپنے فن کا مظاہرہ کر لے
اس نے کہا کہ میں وار کیسے کروں، آپ کا نیزہ تو زمین میں نصب ہے، آپ کے
ہاتھ خالی ہیں اور کسی نہتے جوان پر وار کرنا جوانوں کی توہین ہوتی ہے، جنگ کے

دوران واروں کے ردوبدل کے بعد کسی جوان کو نہتا کر کے مارنا جوانوں کی شان ہوتی ہے، آپ اپنا نیزہ اٹھالیں

وقت کے طاعن الحجاز علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خشک ہونٹوں پر ہلکی سی تبسم کی لہر دوڑی اور مسکرا کر فرمایا کہ تجھے اپنے نیزے کے فن پر ناز ہے اور آج ہماری مرضی یہ ہے کہ ہم دونوں ایک ہی نیزے سے جنگ کریں گے، دوسرے نیزے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ عرض کرتا ہے آقا نیزہ ایک ہے دونوں کیسے جنگ کریں گے؟ جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس وقت تو اپنے فن کا مظاہرہ کرے گا تو تیرا نیزہ ہمارے پاس آجائے گا، پھر یہی نیزہ تیری موت کا پیامبر ہوگا

اس ملعون کو غصہ آیا، اس کی آنکھیں سرخ ہوگئیں، اس نے بڑی چابک دستی سے نیزے کا وار کیا، خداوند حرب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بائیں ہاتھ سے اس کے آتے ہوئے نیزے کی انی کو پکڑا، اس نے نیزہ چھیننے کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہا

اس کے بعد خداوند جلال علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بائیں ہاتھ سے ایسا جھٹکا دیا کہ یہ ملعون زین پر اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا، اس نے نیزے کو چھوڑ دیا اور خود کو زین پر سنبھالنے کی بہت کوشش کی مگر یہ ملعون سنبھل نہیں سکا اور زمین پر ایسے گرا جیسے پہاڑ سے کوئی چٹان گرتی ہے

جس وقت وہ ملعون گرا تو فارس الحجازِ عصر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے گھوڑے کو اس کے گرد چکر دیا، اُدھر شمر ملعون نے یہ منظر دیکھا، اس کے قریب مارد بن صدیف کا ایک حبشی غلام کھڑا تھا جس کا نام صارفہ ملعون تھا، صارفہ ملعون کے ہاتھ میں ایک گھوڑے کی باگ تھی، یہ گھوڑا مارد ملعون اس لئے لایا تھا کہ کسی موقعہ پر جنگ میں

اگر گھوڑا مارا جاتا ہے تو اس کا متبادل موجود ہو، اور سارے عرب جوانوں کا یہی طریقہ تھا...... شمر ملعون نے مارد کے غلام صارفہ سے کہا کہ دیکھ کیا رہے ہو؟ فوراً جا کر مارد کو گھوڑا دو، صارفہ ملعون گھوڑا دوڑاتا ہوا میدان کی طرف بھاگا، مارد ملعون نے آواز دی کہ صارفہ گھوڑا جلدی لے آؤ

ربِ شجاعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر پڑی تو انہوں نے اپنے پاک رہوار کو آگے بڑھا کر آتے ہوئے حبشی غلام صارفہ کی گردن پر نیزے کا وار کیا، یہ ملعون گر گیا اور گھوڑا بدحواس ہو کر دوڑا، فارسِ نینوا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رہوار کو اس کے تعاقب میں دوڑایا، جس وقت دونوں گھوڑے برابر آ ہوئے تو شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا گھوڑا چھوڑ کر اس دوڑتے ہوئے گھوڑے کی زین کو زینت بخشی اور اپنے رہوار کی باگ بھی نہیں چھوڑی

اس گھوڑے کا نام طاویہ تھا، جس وقت طاویہ پر شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام سوار ہوئے تو شمر ملعون نے بیساختہ داد دیتے ہوئے کہا کہ ''حق بہ حقدار رسید'' مالکوں کی چیز مالکوں تک پہنچ گئی ہے

ربِ عرشِ جلال علیہ الصلوٰۃ والسلام طاویہ پر سوار ہو کر مارد بن صدیف کے قریب تشریف لائے اور گھوڑے کو اس کے گرد چکر دیا، وہ ملعون خوف سے کانپ رہا تھا

جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نیام سے تلوار باہر نکالی، اس نے خوف زدہ ہو کر عرض کیا کہ آقا مجھے نہ ماریں، میں پوری زندگی آپ کی غلامی کروں گا

شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہمیں تجھ جیسے نمک حرام غلام کی ضرورت ہی نہیں، تو وہی ہے جو ساباطِ مدائن میں ہمارے مولا امام حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی کا دم بھرتا

تھا؟ ان کے ساتھ تو نے کیا کیا تھا کہ اب تیری کسی بات پر یقین کیا جائے

یہ فرمانے کی وجہ یہ تھی کہ سنہ 40 ہجری میں جب مولا امام حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سر اطہر پر دستارِ خلافت موزوں کی گئی تھی تو کچھ دنوں کے بعد حاکم شام نے اعلان بغاوت کر دیا تھا، اور نوبت اس عہد نامے پر پہنچی تھی جو تاریخ کا مشہور عہد نامہ ہے اس صلح نامہ کے بعد امام حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لشکر میں ان کے خلاف بکواس بازی شروع ہوگئی تھی اور کوفیوں نے بغاوت کر دی تھی، جس میں ان ملاعین نے امام حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زہر بھی دیا تھا اور خنجر کے ساتھ زخمی بھی کیا تھا اور ان کے خیمے کو لوٹا بھی تھا اور دورانِ نماز ان کے نیچے سے مصلیٰ بھی چھین لیا تھا اور اس موقعہ پر یہ مارد ملعون ان کے ساتھ تھا، اس ملعون نے ان کی سواری کا گھوڑا جو بابا پاک نے انہیں عطا فرمایا تھا اسے چوری کر لیا تھا، وہ دراصل یہی گھوڑا اطاویہ تھا

اسی لئے شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ ہمیں تجھ جیسے نمک حرام غلام کی غلامی کی کوئی ضرورت نہیں ہے

جس وقت اس ملعون کو یقین ہوا کہ موت سر پر آ گئی ہے تو اس نے شور مچانا شروع کر دیا کہ شامیو! کوفیو! میری مدد کو آؤ، مدد کو آؤ

اس کی آواز سن کر سنان بن انس ملعون، شمر ملعون، اور جمیل بن مالک ملعون فوج کا ایک دستہ لے کر اس کی مدد کیلئے دوڑے

جیسے ہی مارد ملعون دونوں ہاتھ اوپر کر کے مدد کیلئے چیخ رہا تھا، مظہر صاحب ذوالفقار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تلوار کا ایک وار کیا کہ اس کے دونوں بازو کٹ گئے، اور اس کے فوراً بعد نیزے کا وار کیا جو اس ملعون کے سینہ کو چیرتا ہوا باہر نکل گیا

آتی ہوئی فوج نے جس وقت یہ منظر دیکھا تو انہوں نے گھوڑوں کو واپس موڑ لیا کہ اب جلال اللہ کا جلال عین عروج پر ہے، چاہے اب پوری کائنات آجائے ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی

جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام طاویہ پر سوار ہو کر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آکے گھوڑا پیش کیا، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھ کر طاویہ فوراً ان کے قریب آیا اور ان کے دامن کو ایسے مس کر رہا تھا جیسے مدت سے بچھڑے ہوئے ساتھی ملتے ہیں

واپسی

جناب سقائے حرم علیہ الصلوٰۃ والسلام پیاسوں کی مشک پانی سے پر کر کے نہر علقمہ سے روانہ ہوئے، جس وقت نہر سے باہر تشریف لے آئے تو لشکر کفار جمع ہو چکا تھا انہوں نے مل کر حملہ کیا، اس حملے میں ایک عظیم جنگ شروع ہوئی، بنی حنفیہ کے ملاعین نے آکر چاروں طرف سے گھیر لیا

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام خیام کے سامنے کھڑے ہو کر ان کی جنگ ملاحظہ فرمانے میں مصروف تھے کہ اسی اثناء میں وفا کے خالق اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک ہاتھ قربان ہوا مشک کو دوسرے بازو میں تبدیل کر کے شکر ادا کیا، ظالموں نے تکبیر کے نعرے بلند کیئے، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مرتجز کی باگ اٹھائی اور اس مقام پر تشریف لائے جہاں فوجوں کا ہجوم تھا، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نعرۂ تکبیر بلند فرمایا اور فوج پر حملہ کر دیا، راوی کہتا ہے کہ جس وقت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آکر حملہ کیا تو وہ ایک عجیب

منظر تھا کہ لشکر شام دو حصوں میں تقسیم ہو گیا، ایک حصہ امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گرد جمع ہو گیا تاکہ وہ جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام تک نہ پہنچ سکیں اور دوسرا حصہ جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گرد جمع ہو گیا کہ وہ اپنے پاک بھائی تک نہ پہنچ سکیں

میدان میں بیک وقت دو مقامات پر گھمسان کی جنگ جاری تھی

جنگ کی کیفیت یہ تھی کہ ایک طرف امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نعرۂ تکبیر بلند کرتے تھے اس آواز کو سن کر جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سمت حملہ کرتے تھے تاکہ اپنے آقا تک پہنچ جائیں، پھر وہ نعرۂ تکبیر بلند کرتے تھے جسے سن کر امام علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے حملے کا رخ متعین فرماتے تھے، اسی طرح پاک بھائی فوجوں کے دریا کو جھیل کر ایک دوسرے کی طرف بڑھتے رہے

جس وقت کردگار وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دوسرا ہاتھ قربان ہوا تو پھر بھی وہ یہ کوشش کرتے رہے کہ ہم کسی طرح اپنے آقا تک پہنچ جائیں

اس وقت بھری ہوئی مشک سقائے حرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دہن مبارک میں تھی کہ اچانک ایک تیر نے آ کر مشک کا بوسہ لیا، جس وقت مشک زخمی ہوئی اور جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پانی بہتا ہوا دیکھا اور آپ کو یہ یقین ہو چلا کہ اب ہم خیام میں پانی نہیں پہنچا سکتے تو وہیں پر سر جھکا کر رک گئے، اور جب تک مشک سے پانی بہتا رہا یہ وہیں کھڑے روتے رہے، ظالمین ظلم کرتے رہے، جس وقت مشک کا پانی ختم ہو گیا تو انہوں نے رہوار کی باگ واپس دریا کی جانب موڑ کر اپنے آپ کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام اب تمہارا خیام میں جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے

جس وقت خداوند وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام واپس دریا کی جانب روانہ ہوئے تو ابھی زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ ایک ظالم نے کہ جس کا تعلق بنی تمیم سے تھا ایک ایسا تحفہ پیش کیا کہ جناب ابوالفضل العباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زین ذوالجناح سے عرشِ ارضِ کربلا کو زینت بخشی، اس موقعہ پر ایک اہم بات یہ ہوئی کہ اس سے پہلے جتنے ناصرین شہید ہوتے رہے، ہر شہید آخری وقت آواز دیتا تھا

☆ادرکنی یا بن رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مگر جس وقت جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زین چھوڑی تو انہوں نے ادرکنی نہیں فرمایا بلکہ انہوں نے فرمایا کہ

☆السلام علیك یا ابا عبدالله علیک الصلوٰۃ والسلام

میرے آقا غلام کا آخری سلام قبول ہو، جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے علمدار بھائی کی یہ آواز سنی تو بلا تاخیر اسی سمت روانہ ہوئے کہ جس سمت سے آواز آئی تھی، مگر فوجِ اشقیاء کا اتنا ہجوم تھا کہ راستہ ملنا دشوار تھا کیونکہ ابھی تک کچھ ظالمین وفا کے خالق علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ظلم کی حسرت مٹانے میں مصروف تھے، مولا کریم کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارہا بلند آواز سے فرمایا کہ مجھے راستہ دو میں اپنے وفادار بھائی کے پاس جانا چاہتا ہوں، مگر میدان میں ہر طرف اتنا شور تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی، امت ملعونہ نے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کی کوئی پرواہ نہیں کی بلکہ ہر کوئی کردگار وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ظلم کرنے میں لگا ہوا تھا، یہ حالت دیکھ کر شجاعت حسینیہؑ بیدار ہوئی، ان کے چہرے پر جلال الٰہی نے انگڑائی لی

☆ثم حمل علی القوم فکشفهم عنه اس کے بعد امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قوتِ پروردگار کا مظاہرہ فرمایا اور تلوار سونت کر لشکر شام پر حملہ آور ہوئے، یہ حملہ اتنا اچانک اور شدید تھا کہ فوجیں بدحواس ہوکر دوڑیں، میدان خالی ہوگیا، اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے بھائی کی جانب روانہ ہوئے

تاریخ گواہ ہے کہ میدان میں ایک مقام پر مرتجز کے قدم رک گئے، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایڑی لگائی مگر مرتجز نے قدم آگے نہیں بڑھایا، امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مرتجز سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ ہمیں معلوم ہے کہ تو بھی تین دن کا پیاسا ہے، کیا اب تھک گیا ہے؟ ......مرتجز نے عرض کیا ☆یا سیدی اما تنظر الی الارض میرے آقا زمین کی طرف نگاہ فرمائیں، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب زمین کی طرف نگاہ فرمائی تو وہاں شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خون آلود قلم شدہ پاک بازو نظر آیا جو سرکارؐ کے ذوالجناح کے سموں کو مس کرنے کی کوشش میں مصروف تھا

امامِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام روتے ہوئے زین سے اترے اور بھائی کے پاک بازو کو اٹھا کر سینہ سے اور پھر آنکھوں سے لگایا اور فرمایا کہ تیری وفا پر قربان جاؤں کہ وفا اور ادب کی رسمیں ابھی تک نہیں بھلائیں

اس ہاتھ کے ساتھ ان کی تلوار بھی موجود تھی، جلدی سے امام کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تلوار بھی اٹھالی، یہ اشیاء وصول فرما کر پھر گھوڑے پر سوار ہوئے تاکہ بھائی تک جلدی پہنچ جائیں، تھوڑی دور جانے کے بعد دوبارہ مرتجز کے قدم رکے، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا تو کردگارِ وفا بھائی کا دوسرا ہاتھ نظر آیا، فوراً زین سے نیچے اترے، زمین سے اٹھایا، چوم کر گود میں لیا اور پھر گھوڑے پر سوار ہوئے

میدان میں کسی جگہ سے علم ملا، کسی جگہ سے پاک مشک ملی، کسی جگہ سے کوئی چیز، کسی جگہ سے کوئی چیز ملی، پاک بھائی کو تلاش کرتے کرتے جب نہر علقمہ کے نزدیک پہنچے تو کنارِ نہر پر پاک بھائی کو پرسکون انداز میں آرام پذیر پایا، اس وقت سلطان الصابرین کے صبر خداوندی میں ایسا تزلزل پیدا ہوا کہ اپنے آپ کو زین ذوالجناح پر سنبھال نہ سکے، اور بے بسی کے عالم میں امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود کو گھوڑے سے نیچے گرا دیا

حمید بن مسلم سے روایت ہے کہ جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام پاک بھائی کو تلاش کرنے میں مصروف تھے تو میں ان سے کچھ دور رہ کر ان کے پیچھے پیچھے اس غرض سے چلتا آرہا تھا کہ بھائی کو دیکھ کر ان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں

یہ کہتا ہے کہ جس وقت امام کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پڑی تو انہوں نے خود کو گھوڑے سے نیچے گرا دیا، لاش کافی نشیب میں تھی مگر امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے قریب جانے کی بجائے کچھ دور بیٹھ کر گریہ فرمانا شروع کیا، اس وقت آپ اپنی آستین کے ساتھ آنسو صاف کرتے تھے، پھر بار بار اپنی آغوش کی طرف جھک کر دیکھتے تھے، پھر رونا شروع کر دیتے تھے

حمید کہتا ہے میں یہ دیکھ کر ان کے قریب گیا اور عرض کی کہ آقا آپ کی جھولی میں کیا چیز ہے کہ جس پر نگاہ فرماتے ہیں اور پھر گریہ فرمانا شروع کر دیتے ہیں؟

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عبا کے دامن کو ہٹایا تو اس میں جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست و بازو موجود تھے، مجھے وہ ہاتھ دکھا کر فرمایا کہ حمید دیکھو یہ میرے وفادار بھائی کے وہ ہاتھ ہیں کہ جن پر تمام آلِ نبی کو ناز تھا، مان تھا

انہی ہاتھوں نے ہمیشہ ہمیں دکھوں سے محفوظ رکھا ہے، ان کی پاک بہنیں ہمیشہ انہی ہاتھوں پر نازاں رہتی تھیں، میں اب یہ سوچ رہا ہوں کہ کس طرح میں یہ ہاتھ اٹھا کر خیام میں ان کی بہنوں کو دِکھاؤں گا، اور کیا وہ یہ قلم شدہ ہاتھ دیکھ کر برداشت بھی کر سکیں گی یا نہیں، جس بھائی کے سہارے اور آسرے پر میرے پردہ داروں نے مدینہ سے کربلا تک کا سفر کیا ہے وہ بھائی کی یہ کیفیت دیکھ کر شاید زندہ نہ رہ سکیں، اس کے بعد مظلوم کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بلند آواز سے بین کر کے رونا شروع کیا

تمام مومنین رب العزت کی بارگاہ میں انہی پاک بازوؤں کا واسطہ دے کر تہہ دل سے دعا کریں کہ اے خلاقِ عوالم اب تو ان مظلومین کے پاک منتقم عجل اللہ فرجہٗ الشریف کو انتقام لینے کا حکم دے، تاکہ جناب ابوالفضل العباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زخمی دل کو قرار نصیب ہو، آج تک ان کے پاک دل میں انتقام کی حسرت باقی ہے اور یہ حسرت اس وقت پوری ہو گی کہ جب وہ اپنے ہاتھوں تمام ظالمین کو مع ظلم ختم فرما کر اپنے پاک آقا مولا کریم کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گھر اطہر ابدی اور دائمی خوشیوں سے معمور دیکھیں گے، خدا کرے کہ وہ نیک ساعت چشم زدن سے پہلے ظہور پذیر ہو

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمؑ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہٗ الشریف
وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلٰی آلِہٖ اَجمَعِین

یا ھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 6

علمدارِ کربلا

علیہ الصلوٰۃ والسلام
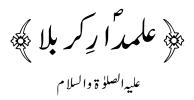
علمدارِ تشنگاں، سالارِ بیکساں، روحِ شجاعت، پیکر عصمت کبریٰ، حامل لوائے حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام، عاصیوں کے غمگسار، یعنی جناب ابوالفضل العباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ ذات ہیں کہ جن کا پاک علم خالق کے کرم کی علامت سمجھ کر دنیا اپنے گھروں اور امام بارگاہوں پر لگاتی ہے، فقراء کی مزاروں پر، عرفاء کے درباروں پر یہ علم پاک لہراتا ہوا نظر آتا ہے

کریم ازل شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور سے لے کر اب تک لاکھوں علمدار گزرے ہیں مگر جس طرح علم پاک کردگار وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام سے منسوب و موسوم ہوا ہے اس طرح کسی اور کے نام ہوا ہی نہیں، اور علم جب بھی لگایا جاتا ہے تو علمدارِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لگایا جاتا ہے، یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ صاحبانِ عقیدت علم پاک لگاتے ہیں مگر ان میں سے اکثر لوگوں کو معلوم ہی نہیں کہ علم پاک لگایا کیوں جاتا ہے؟ اور علم کس چیز کی علامت ہے؟

اگر قدیم عرب قبائل کی روایات اور رسوم ورواج کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ علم مختلف واقعات وحالات اور موقع ومحل پر مختلف قسم کی علامتوں

کے طور پر لگایا جاتا تھا مثلاً

1 ......اس زمانہ میں اگر کسی گھر پر علم نظر آتا تو لوگ دیکھ کر ہی سمجھ جاتے تھے کہ اس گھر کا کوئی اہم شخص سفر پر گیا ہوا ہے

2 ......اس زمانہ میں علم اگر کسی قبر پر نظر آتا تو لوگ سمجھ جاتے تھے کہ صاحب قبر وہ مقتول ہے کہ جس کا انتقام ابھی باقی ہے

اس دور میں اگر کسی غیر علاقہ میں کوئی شخص قتل ہو جاتا تو علاقہ کے لوگ مقتول کو دفن کر کے اس کی قبر پر علم لگا دیتے تھے، جب اس مقتول کے وارث وہاں پہنچ جاتے تو انہیں قبر دکھائی جاتی تھی، اس کے بعد وہ اپنے مقتول کا بدلہ لینے کا عزم کرتے اور جب تک بدلہ نہ لے لیتے اس کی قبر پر علم لگا رہتا تھا

3 ......اگر کسی صحرا یا چراگاہ میں علم لگا ہوا نظر آتا تو لوگ سمجھ جاتے تھے کہ یہاں کسی قبیلے کا پہلے سے قبضہ ہے، اس لئے کوئی وہاں اپنے مویشی نہیں لے جاتا تھا

4 ......اگر کسی کنویں پر علم لگا ہوا ہوتا تو لوگ سمجھ جاتے تھے کہ یہاں بلا اجازت جانوروں کو پانی پلانے کی اجازت نہیں ہے

5 ......صحراؤں میں قافلے جب سفر کرتے تھے تو ایک بلند علم آگے رکھتے تھے تاکہ کوئی مسافر اگر راستہ بھول گیا ہو تو اس علم کو دیکھ کر سمجھ جائے کہ یہاں سے کوئی قافلہ گزر رہا ہے اور وہ ان کے ساتھ ملحق ہو سکے

6 ......اگر کوئی سوار تنہا ہوتا اور اس کے کاندھے پر علم ہوتا تو لوگ سمجھ جاتے تھے کہ یہ کسی سردار یا اہم شخصیت کی موت یا قتل کی خبر کہیں پہنچانے جا رہا ہے، جس طرح بشیر ابن جزلم کاندھے پر علم اٹھائے مدینہ میں داخل ہوا تھا

7 ......علم کا ایک استعمال یہ بھی تھا کہ جب اجتماعی جنگیں ہوتی تھیں تو سالارِ لشکر اپنی فوج کو علم کے ساتھ کنٹرول کرتا تھا، چونکہ جنگ کے شور میں کسی کی آواز کو سننا مشکل ہوتا تھا اس لئے وہ علم کو جس طرف جھکاتا تھا فوج اسی طرف حملہ کر دیتی تھی یعنی علم کے اشارے پر ساری فوج نگاہ رکھتی تھی اور اس پر عمل کرتی تھی

اگر قدیم ترین تاریخ کے حوالہ سے دیکھا جائے تو جنگ میں علم کا استعمال سب سے پہلے جناب شیث علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا ہے کہ جب انہوں نے قابیل کے لشکر کے ساتھ جنگ کی تھی تو ملکوت سفید رنگ کے پھریرے والا علم لے کر آئے تھے

لیکن اس زمانہ میں پوری فوج کا ایک ہی علم ہوا کرتا تھا کیونکہ اس وقت افراد کی تعداد کم ہوتی تھی اور جنگ کے انداز زیادہ ترقی یافتہ نہیں تھے

جیسے جیسے علم حربیات میں ترقی ہوتی گئی اسی طرح جنگ کے طریقوں میں بھی تبدیلی آتی گئی اور پھر لشکر کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جانے لگا جنہیں ''شرط الخمیس'' کہا جاتا تھا اور پھر لشکر کے ہر حصے کیلئے علیحدہ علیحدہ علم بنائے گئے، یعنی میمنہ، میسرہ، قلب وغیرہ کے علم بنائے گئے اور انہیں رایت کا نام دیا گیا اور پوری فوج کے علم کو لواء کہا جاتا تھا، اس کے ساتھ یہ بھی ضروری تھا کہ ہر لشکر کے علم کا رنگ مخالف لشکر کے علم سے مختلف ہو، اس لئے کچھ قبائل نے اپنے اپنے رنگ مخصوص کر لئے تھے مثلاً بنی امیہ کے علم کا رنگ سرخ ہوتا تھا اور بنی عباؑس کے علم کا رنگ سیاہ ہوتا تھا، جناب ابراہیم علیہ السلام کا جو خاندانی علم تھا اس کا رنگ سفید تھا

جنابِ قصیٰ علیہ السلام نے جس وقت مختلف قبائل کو مکہ میں جمع فرمایا تو انہوں نے جمع ہونے والے قبیلوں کا نام قریش رکھا اور ان کا ایک علم بھی بنایا جس کا رنگ سفید تھا

اوران کا ایک جنگی رایت بھی بنایا گیا وہ بھی سفید رنگ کا تھا
آل ابی طالب علیہم الصلوٰۃ والسلام کا علم بھی سفید تھا، ظہور اسلام کے بعد سرتاج انبیاء صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے صحابی جناب بریدہ کو حکم فرمایا کہ ایک علم بناوٴ جس کا رنگ سفید ہو اور اسے گلیوں میں پھراوٴ تاکہ سب مسلمان دیکھ لیں کہ اسلام کے علم کا رنگ سفید ہے، انہوں نے جس وقت گلیوں میں وہ پاک علم پھرایا تو نعرہٴ تکبیر بلند کرتے جاتے تھے جو مسلمان اس علم پاک کو دیکھتا تھا جھک کے لا الہ الا اللہ کی آواز بلند کرتا تھا
پاک خاندانِ رسالت علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علم پاک کا رنگ سفید تھا جو جنگ بدر میں ملکوت آسمان سے لے کر آئے تھے، اس کا بانس ایک عمودِ عرش تھا، اس کا پھریرا طوبیٰ کے ایک پتے کا تھا، بروایت دیگر اس کی لکڑی ستونِ عرش کی تھی اور پھریرا نصرت اِلٰہی کا تھا اور جس وقت یہ لہرایا جاتا تھا تو چاروں طرف ایک مہینے کی مسافت تک دشمن کے اوپر رعب چھا جاتا تھا، اس کے لہرانے سے مومنین کے دل فولاد سے بھی زیادہ مضبوط اور دشمن کے دل موم سے بھی زیادہ کمزور ہو جاتے تھے، تاریخ ہمیں یہی بتاتی ہے کہ اس پاک علم کو تین بار لہرایا گیا
ایک بار جنگ بدر میں ...... دوسری مرتبہ جنگ جمل میں ...... اور تیسری مرتبہ کربلا میں فقط ایک مرتبہ لہرا کر لپیٹ دیا گیا، کیونکہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ ہم یہاں ظاہری فتح کیلئے نہیں آئے لہٰذا اسے لپیٹ دو، اب ہمارا آخری لختِ جگر ہمارا پاک منتقم عجل اللہ فرجہ الشریف آ کر اسے لہرائے گا
اس علم پاک کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کے لہرانے سے زمین و آسمان کے ملکوت اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں، اس لئے جب امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور

کا وقت ہوگا تو یہ علم پاک خود بخود کھل جائے گا اور عرض کرے گا کہ آقا اب کس چیز کا انتظار ہے؟ اٹھیں اور اپنے اجداد طاہرین علیہم الصلوۃ والسلام کا انتقام لیں

یہ روایت بھی ہے کہ یہ علم پاک شہنشاہ معظم امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے خزانہ میں آج تک محفوظ ہے اور بوقت خروج جناب جبرائیل علیہ السلام اس علم پاک کو خزانہ سے برآمد کر کے پیش کریں گے

جناب شیث علیہ السلام کا علمدار ایک فرشتہ تھا

جناب ابراہیم علیہ السلام کے علمدار جناب لوط علیہ السلام تھے

جس وقت مختلف قوموں کے لوگ مکہ میں جمع ہوئے تو انہیں قریش کا خطاب ملا کہ جس طرح ہندوستان سے ہجرت کرنے والے لوگوں کو مہاجر کا خطاب ملا

اسی طرح قریش کسی قوم کا نام نہیں بلکہ اجتماع اقوام کا نام ہے اور یہ اسم تصغیر ہے یعنی جمع ہونے والا ایک چھوٹا سا گروہ، اس جمع ہونے والے گروہ کا علم جناب قصی علیہ السلام نے بنایا تھا اور یہ بھی بنی ہاشم علیہم الصلوۃ والسلام کے جد اعلیٰ تھے، انہوں نے علمداری کا عہدہ اپنے پاس رکھا تھا...... ان کی اولاد میں جب عہدے تقسیم ہوئے تھے تو مرکزی علم جسے لواء کہا جاتا تھا وہ جناب عبدالدار علیہ السلام کو حاصل ہوا تھا اور وہ منصب لوا یہ پر فائز ہوئے تھے

اسلام کی پہلی جنگ ''جنگ دوان'' جب ہوئی تو مولائے انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رایت اسلام جناب عبدالدار علیہ السلام کی اولاد کو عطا فرمایا، مگر لشکر کا خصوصی علم

(لواء) سرکار امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمایا، اس کے بعد لوائے اسلام مصعب بن عمیر کو عطا ہوا، جس وقت وہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تو لوائے اسلام جناب حمزہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہوا، ان کی شہادت کے بعد رایت اور لوائے اسلام دونوں سرکار امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرما دیئے گئے تھے

جنگ احد میں جناب امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کلائی زخمی ہوئی جس کی وجہ سے علم پاک ان کے ہاتھوں سے گر گیا، اصحاب نے فوراً اسے سنبھالنا چاہا مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ علم انہی کے ہاتھ میں ہی رہنے دو، چاہے یہ بائیں ہاتھ سے ہی کیوں نہ سنبھالیں

جنگ موتہ میں رایت تین افراد کو عطا ہوا تھا، جناب جعفرؑ طیار علیہ الصلوٰۃ والسلام، جناب زید بن حارث بن عبد المطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام (المعروف زین بن حارثہ)، ان کے بعد عبداللہ بن رواحہ کو یہ علم ملا تھا

پھر ہمیشہ کیلئے سرکار امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لوائے اسلام اور رایت لشکر حاصل ہوئے لیکن علم کی حفاظت اور درستگی کی ڈیوٹی جناب سعد بن عبادہ کرتے تھے

رایت لشکر جنگ جمل میں جناب محمدؑ حنفیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوا تھا، صفین میں جناب ہاشم مرقال علیہ السلام کو اور نہروان میں جناب ابوایوب انصاری علیہ السلام کو حاصل ہوا تھا

ہمارے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا مرکزی لواء جناب جبرائیل علیہ السلام کے ہاتھ میں ہوگا اور ان کے پاک لشکر کے کئی رایت ہوں گے جن میں سے ایک رایت جناب شعیب بن صالح علیہ السلام کو عطا کیا جائے گا اس کے پھریرے پر لکھا ہوگا البیعة لله ایک اور رایت ہوگا کہ جو بنی تمیم کے ایک جوان کو عطا ہوگا اس کے اوپر لکھا ہوگا

الرفعة لله ، ایک اور رایت ہوگا کہ جس کے اوپر لکھا ہوگا ......اسمعوا و اطیعوا

جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدینہ منورہ سے تیاری ہونے لگی تھی تو انہوں نے اپنے بھائی شہنشاہ غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم فرمایا تھا کہ بارہ علم پاک تیار کراؤ جو میدانِ کربلا میں جناب حبیب علیہ السلام اور دیگر اصحاب کو عطا فرمائے تھے

تاریخ بتاتی ہے کہ مدینہ سے لے کر کربلا تک اس مختصر کارواں کا رایت ہدایت مآب یا علم کرم نشاں جناب عبداللہ بن جعفر بن عقیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کاندھوں پر رہا اور علمدار لشکر یہی تھے

عاشور کی صبح ہوئی ، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا کہ اَذان دو، انہوں نے اَذانِ صبح دی ، اس کے بعد فرمایا کہ ہم نماز ادا کرنا چاہتے ہیں مگر پہلے خیام کے باہر جو خندق ہے اس میں آگ روشن کی جائے تاکہ دوران نماز کوئی ملعون خیام کی جانب جسارت نہ کرسکے

لشکر کفار نے پہلے اپنی فوج کو ترتیب دیا جن کی تعداد لاکھوں میں تھی ، یعنی مؤرخین نے یہ تعداد بہ اختلافِ روایات تیس ہزار سے لے کر دو کروڑ تک لکھی ہے

عمر ابن سعد ملعون نے فوج کا میمنہ عمر ابن حجاج زبیدی ملعون کو سونپا، میسرہ شمر ملعون کے حوالے کیا، تیر اندازوں کی سالاری محمدؐ بن اشعث بن قیس کندی ملعون کو سونپی گئی تھی ، یہ خلیفہ اول کا بھانجا تھا

دس ہزار کا ایک دستہ مقدمۃ الجیش کے طور پر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خیام کے سامنے کھڑا کر دیا گیا، جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز ادا فرما رہے تھے تو ظالمین نے جنگ کے طبل بجانا شروع کر دیئے اور ابھی نماز مکمل نہیں ہوئی تھی کہ

ان ملاعین نے تیر برسانے شروع کر دیئے

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز سے فارغ ہوکر خیام کے سامنے اپنی مختصر سی فوج کو از سر نو ترتیب دیا، یہ فوج ایک سو پینتالیس 145 افراد پر مبنی تھی، جس میں تیس گھوڑے سوار اور ایک سو پندرہ پیادہ تھے

میمنہ پر بیس 20 جوان مقرر کیئے، ان کا علم جناب زہیر بن قین بجلی الجملی علیہ السلام کو عطا فرمایا، پھر میسرہ پر بھی بیس 20 جوان مقرر فرمائے اور ان کا علم پاک جناب حبیب ابن مظاہر اسدی علیہ السلام کو عطا فرمایا، قلب لشکر پر بنی ہاشم علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جوان کھڑے کر کے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام سر اطہر جھکا کر کچھ سوچنے میں مصروف ہوئے، مزاج و مشیت امام کو سمجھنے والے جناب زہیر علیہ السلام یہ دیکھ کر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے جناب عبداللہ بن جعفر بن عقیل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قریب آئے، رخِ انور پر صلوٰۃ پڑھ کر عرض کی

☆یا بن اخی نولنی الرایة...... برادر زادے! ذرا علم مجھے عطا فرمائیں

پاک شہزادے نے فرمایا ☆یا عمه او فی قصور عن حملها

چچا کیا علم پاک اٹھانے میں ہم سے کوئی کمی واقع ہوئی ہے، جناب زہیر علیہ السلام سر جھکا کر عرض کرتے ہیں آقا کائنات میں اس سے بڑھ کر کوئی بد بخت ہے ہی نہیں کہ جو آپ کے پاک خاندان میں کمی محسوس کرے یا تمہارے گھر کا کوئی قصور ڈھونڈے، جو ایسا کرے خود اس کی ماں کا قصور ہے

میں نے غلام ہوکر اس لئے یہ جسارت اور جرأت کی ہے کہ اب وقت کا تقاضہ یہی ہے کہ علم پاک اسے ملنا چاہیے جو امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شبیہ کامل و اکمل ہو،

شہزادہ پاک مسکرا کر فرماتے ہیں کہ اصل مقصد تو آقا کی نصرت ہے، ہم تو ویسے بھی اس در کے غلام ہیں، جناب زہیر بن قین علیہ السلام علم پاک لے کر چلے، جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سر اطہر جھکائے کھڑے تھے، جناب زہیر نے قریب آکر عرض کیا کہ اے شبیہ امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام آج علم پاک خود چل کر آپ کے پاس آیا ہے، ذرا سر اٹھا کر دیکھیں لیکن یاد رکھنا یہ خیبر کا میدان نہیں اور نہ وہ علم پاک ہے بلکہ اس کاروان کی جملہ ذمہ داریاں علم کی شکل میں آپ کو مل رہی ہیں

علمدارِ تشنگان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھوں میں شجاعت کی سرخی لہرائی، علم پاک کو اپنی خدمات کا صلہ سمجھ کر آنکھوں سے لگایا اور اسے بوسہ دیا، تاریخ بتاتی ہے کہ جس وقت جناب زہیر ابن قین نے علم پاک ان کو پیش کیا اس وقت جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام گھوڑے پر سوار تھے، انھوں نے علم لے کر پہلے اپنی آنکھوں سے لگایا اور اس پر بوسہ ثبت فرمایا

جناب زہیر ابن قین علیہ السلام نے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر عرض کیا کہ آقا گستاخی معاف آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ

☆ قد اذخرك ابوك لمثل هذا اليوم فلا تقصر عن حلائل اخيك واخوتك

آپ کو آپ کے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دن کیلئے ذخیرہ کیا ہوا تھا اور کیا آپ کو یہ بھی علم ہے کہ غربت میں مظلوم بہنوں صلوٰۃ اللہ علیہن اور غریب بھائیوں علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مدد کیسے کی جاتی ہے؟ ایسے موقعہ پر نصرت میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی جاتی

یہ فقط ایک فقرہ نہیں تھا، صاحب جلال اِلٰہی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل پر قیامت گزر گئی جس وقت جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بات سنی تو

☆ فارتعد العباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام وتمطی فی رکابہ حتیٰ قطعاہ وقال یا زھیر تشجعنی مثل ھذا الیوم

اسد کردگار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شجاعت کے خمار میں ایسی انگڑائی لی کہ گھوڑے کی رکابیں ٹوٹ کر زمین پر گر گئیں، جلال آمیز لہجے میں فرمایا کہ زہیر تو مجھے شجاعت کا جوش دلاتا ہے، میری غیرت اور میرے جلال کو اکسانا چاہتا ہے

☆فواللہ لا رینك ما رایتہ قط

زہیر! پروردگار عالم کی قسم آج میں وہ جنگ کروں گا جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھی ہو گی مگر اپنے پاک آقا سے جنگ کرنے کی اجازت آپ کے ذمہ ہے اور فرعون شام کے تخت کے سامنے یہی علم نصب کرنا میری ذمہ داری ہے

امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شجاعت مجسم نے پاک علم کو نصب کر کے گھوڑے کو ایڑ لگائی، چشم زدن میں ستر 70 ملاعین کو فی النار کیا، جناب زہیر نے اس وقت دیکھا کہ جب وہ گھوڑے سے اتر کر علم کو بوسہ دے رہے تھے

تمام مومنین سے التماس ہے کہ علم پاک کو بوسہ ضرور دیا کرو کیونکہ یہ فضلؑ کے پاک باباعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے

ہم گھر گھر علم لگاتے ہیں، سرکارِ عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک علم ہر گلی ہر کوچے میں موجود ہیں تو اس کی بھی چند وجوہات ہیں، ایک تو یہ پاک علم ہماری پہچان ہے دوسری بات یہ ہے کہ جب کوئی شہنشاہ کسی ملک کو فتح کرتا ہے تو وہاں وہ اپنا علم نصب کرتا ہے، ہم یہ علم پاک لگا کر دنیا کو بتانا چاہتے ہیں کہ پوری کائنات کے فاتح اعظم سرکار ابوالفضل العباسؑ علمدار ہی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں

پاکستان کا جھنڈا اگر لہرایا جائے تو صدر پاکستان بھی اٹھ کر سلام کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہم جہاں اس شہنشاہ کے پاک علم کو دیکھتے ہیں تو جھک کر تعظیم کرتے ہیں
عرب روایت کے پیش نظر ہم بے وارث اور بے انتقام شہیدوں کا علم اس لئے بھی لگاتے ہیں کہ ان مظلومین کا ابھی تک کسی نے انتقام نہیں لیا ہے، کائنات سے زیادہ حسین جوان اس طرح غریب اور بے وارث ہو کر شہید ہونے کے قابل تو ہرگز نہیں تھے، ہم ان کے پاک منتقم عجل اللہ فرجہ الشریف کو زبان حال سے عرض کرتے ہیں اے پاک منتقم عجل اللہ فرجہ الشریف اب تو جلدی تشریف لائیں اور دشمنانِ خدا ورسول سے اپنے اجداد طاہرین علیہم الصلوٰۃ والسلام کا انتقام لیں

آئمہ ہدیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے فرامین میں سے ایک عجیب بات سامنے آئی ہے
فرمایا گیا ہے کہ میدان قیامت میں سرکار امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام لواء الحمد کو لے آئیں گے، دوش اطہر پر علم ہوگا، جنت کی باد نسیم آکر علم کے پھریرے کو بوسہ دے گی، علم لہرائے گا، اس کے بعد جناب ابوالفضل العباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم عرصہ ءِ محشر میں آئے گا، جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کاندھے پر علم ہوگا، ان کے پیچھے جناب جبرائیل علیہ السلام ہوں گے، جو علم پاک روز عاشور سرنگوں ہوا تھا وہی علم پھر بلند ہوگا، مگر جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خون سے علم تر ہوگا، ساتھ ہی دائیں جانب امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں گے، پیچھے شہدائے کربلا علیہم الصلوٰۃ والسلام ہوں گے، ان کے پیچھے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عزادار اور رونے والے ہوں گے، سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس علم پاک کا جلوس ماتم اور نوحہ خوانی کے ساتھ میدانِ قیامت میں داخل ہوگا

ایرانی شاعر صفی رحمتہ اللہ علیہ نے اس منظر کو پیش کیا ہے کہ یہ ماتمی جلوس عرصہ ءِ محشر میں کس انداز سے آئے گا؟ وہ فرماتے ہیں کہ

[@]

خرقہ ءِ تن غرقِ خوں دل درد ناک
پائے تا سر پارہ پارہ چاک چاک
آں یک از پیری قدش خم چنگ وار
دیگرے نورستہ خطش بر عذار
پیش پیش آں قوم با صد شور و شین
سبط احمدؐ شاہؐ مظلوماں حسینؑ
سر بکف قید محبت پائے بست
دست شمر کافر و ظالم بدست
غرق خاک و خوں کفن بر دوش او
اصغرؑ بے شیر در آغوش او
شاہؐ مظلوماں شہید راہ حق
عرض خواہد کرد در درگاہِ حق
اے کہ امت عاصیند و عذر خواہ
جرم از بندہ ست عفو از پادشاہ

[@]

خون آلود لباس پہن کر شہدائے کربلا علیہم الصلوٰۃ والسلام ان کے ساتھ ہوں گے، تمام جسم اطہر زخمی ہوگا، ان میں ایک ضعیف ہوگا کہ جس کی کمر جھکی ہوئی ہوگی، ساتھ ہی ایک خوبرو جوان ہوگا کہ جس کی اٹھتی جوانی ہوگی، ریش اطہر کا سبزہ ظہور پذیر ہوگا

رخساروں پر زلفوں نے خم کھایا ہوا ہوگا، آگے آگے امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام ہوں گے، جن کی آنکھوں میں آنسو ہوں گے، اپنا سر اطہر ہاتھوں پر رکھا ہوا ہوگا اور شمر ملعون ومقہور کا ہاتھ تھامے ہوئے ہوں گے، حالت یہ ہوگی کہ خاک وخون میں غلطان کفن کاندھے پر ہوگا، آغوش اطہر میں شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوۃ والسلام کی چھوٹی سی لاش ہوگی

راہِ حق میں شہید ہونے والے مظلومین کے شہنشاہ علیہ الصلوۃ والسلام اس حال میں داورمحشر کے سامنے آکھڑے ہوں گے اور کہیں گے اے ارحم راحمین! ذرا دیکھ تو سہی یہ میرے عزادار ہیں جو علم پاک کا جلوس لے کر آئے ہیں، یہ ہمارے موالی ہیں، ماتم دار ہیں، چاہے گناہگار ہیں مگر غلاموں سے غلطیاں ہوجاتی ہیں جنہیں شہنشاہ معاف کرتے رہتے ہیں، میرے عباسؑ علیہ الصلوۃ والسلام کے علم کے صدقے انہیں معاف فرمادیں

سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان ہے کہ جنہوں نے ہمارے غم میں ماتم کیا ہوگا یا اپنے جسم پر زخم لگایا ہوگا ان کے زخموں کے نشانات سے وہ نور ظاہر ہوگا کہ جس سے ملکوت کی آنکھیں خیرہ ہوجائیں گی، ہر ماتم دار جو ہماری راہ میں خون بہائے گا اسے ہم قیامت کے دن اپنی شہادت کے گواہ کی حیثیت سے پیش کریں گے

اس میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ جو گواہ ہوتا ہے اس کا خرچہ ہمیشہ مدعی کے ذمہ ہوتا ہے، مدعی ہوں گے جناب علیؑ اکبر علیہ الصلوۃ والسلام کے پاک بابا علیہ الصلوۃ والسلام اور صدیقہ کونین معظّمہءِ کائنات مخدومہءِ عالمین پاک بی بی صلوۃ اللہ علیہا اور ماتمدار امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کے خون ناحق کے گواہ ہوں گے، قیامت کا میدان ہوگا، اب

ذرا سوچو کہ عزاداروں کو قیامت کا کوئی ڈر یا خوف باقی رہ جائے گا؟

مصائب
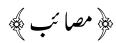
ایک روضہ خوان شہنشاہِ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حرم اقدس میں مجلس پڑھ رہا تھا، اس مجلس میں اس دور کے مشہور عالم بھی موجود تھے جو گریہ فرما رہے تھے اور روضہ خوان شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر پاک کر رہا تھا

اس نے بیان کیا کہ جس وقت پاک فضل کے بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ شہید ہوئے وہ کلائیوں سے شہید ہوئے، انہوں نے علم پاک کو اپنی بانہوں سے سینے کے ساتھ لگا لیا، ایسے ہی ذکر کرتے کرتے جس وقت اس نے بیان کیا کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام جس وقت میدان میں پاک بھائی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تلاش کر رہے تھے تو ان کو راستے میں جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ نظر آئے اور انہوں نے راہوار سے اتر کر پاک ہاتھ اٹھائے

جس وقت روضہ خوان نے یہ بیان کیا تو ایک شخص نے سوال کیا کہ جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام تو پانی لے کر خیام کی طرف آ رہے تھے، راستے میں ان کے ہاتھ شہید ہوئے، پہلے ایک ہاتھ قربان ہوا، پھر کچھ فاصلہ پر دوسرا ہاتھ شہید ہوا، اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے زین چھوڑنے کے مقام سے ہاتھوں کی قربانی والی جگہ پیچھے رہ گئی تھی پھر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو راستے میں ان کے ہاتھ پہلے کیوں ملے؟

روضہ خوان یہ سن کر خاموش ہو گیا، اس وقت وہ بزرگ سید عالم اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ جس وقت جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ پانی

خیام میں نہیں پہنچ سکتا اور انہوں نے مشک کا پانی بہتا ہوا دیکھا تو پانی سے ناامید ہونے کے بعد گھوڑے کو واپس دریا کی جانب موڑا، اور شدید مایوسی کے عالم میں وہ خیام کی مخالف سمت چل دیئے، اس لئے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان سے پہلے ان کے دست مبارک ملے تھے

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوئی چیز کہیں سے اٹھائی اور کوئی چیز کہیں سے اٹھائی اس حال میں آپ جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تلاش کرنے میں مصروف تھے کہ ادھر عمر ابن سعد ملعون کو ابان بن دارم نے آکر مبارک دی کہ کربلا کی جنگ ختم ہوگئی ہے، کیونکہ آلِ محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جن کا سہارا تھا اور جو پاک بہنوں صلوٰۃ اللہ علیہن کے پردوں کے محافظ تھے وہ زین سے اتر گئے ہیں، یہ ملعون کہتا ہے کہ میں خود اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام میدان میں وفا کے خالق علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تلاش کر رہے ہیں، انہوں نے کسی شہید کی لاش پر اس قدر گریہ نہیں کیا کہ جس طرح وہ اپنے اس بھائی کیلئے رو رہے ہیں، ان کی کمر میں خم آچکا ہے

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلے کافی دیر بلند مقام پر کھڑے روتے رہے اور اس کے بعد اس مقام پر تشریف لائے کہ جہاں نہر علقمہ کے نشیب میں سقائے حرم توحید علیہ الصلوٰۃ والسلام زمین کربلا کو عرش اِلٰہی بنا کر آرام فرما تھے، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام پاک بھائی کی جانب روانہ ہوئے تو آہستہ آہستہ بین کر رہے تھے

☆الان انكسر ظهری وقلت حيلتی

میرے بھائی! میری کمر شکستہ ہوگئی ہے، میرے سبھی سہارے ختم ہوگئے ہیں

وفا کے خالق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کانوں پر جب اپنے آقا کے رونے کی آواز پڑی تو

تاریخ گواہ ہے کہ جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین بار تعظیم کی خاطر اٹھنے کی کوشش کی مگر اُٹھ نہیں سکے، اس کے بعد عرض کی کہ آقا نوکر کو حق تعظیم معاف کرنا، غلام کی مجبوری ہے

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلدی سے آگے بڑھ کر پاک بھائی کے سر اطہر کو آغوش میں لیا، مگر شہنشاہِ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا سر ان کی جھولی سے اٹھا کر زمین پر رکھ لیا

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بھائی کیا وجہ ہے کہ ہم آپ کا سر جھولی میں ڈالتے ہیں اور آپ اپنا سر زمین پر رکھ لیتے ہیں؟

آہستہ آہستہ عرض کی کہ آقا اس کی دو وجوہات ہیں، پہلی وجہ تو یہ ہے کہ آپ ملکہ عِ عالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لختِ جگر ہیں اور میں آپ کی کنیز کا بیٹا ہوں، میں اس قابل ہی نہیں ہوں کہ آپ میرا سر اپنی آغوش میں لیں

دوسری وجہ یہ ہے کہ میں جانتا ہوں آج بعد از نمازِ عصر جس وقت آپ آخری سجدہ مکمل فرمائیں گے تو اس وقت آپ کا سر کسی کی آغوش میں نہیں ہوگا، اور غلام کا سر آخری وقت آپ کی جھولی میں ہو یہ قرین انصاف نہیں، امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بھیا! گھبراؤ نہیں آخری وقت ہمارا سر اپنی پاک اماں صلوٰۃ اللہ علیہا کے جھولی میں ہوگا

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پاک بھائی کی کیفیت دیکھی، اس وقت انتہائی زخمی ہونے کے باوجود سرکارِ عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں رمق جاں باقی تھی، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فوراً انہیں اٹھا کر لے جانے کی کوشش کی تا کہ وہ اپنی بہنوں صلوٰۃ اللہ علیھن سے آخری وداع کر لیں، شہنشاہِ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی آقا یہ کیا کر رہے ہیں؟ امام مظلوم

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں آپ کو خیام میں لے جانا چاہتا ہوں
جس وقت سرکار نے یہ فرمایا تو جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی کہ
☆یاسیدی ومولائی بحق جدك رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیك لا تحملنی و وضعنی فی مکانی هذا انی مستحی من ابنتك المعصومة صلوٰۃ اللہ علیہا
میرے سردار، میرے مولا آپ کو اپنے پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کی قسم ہے کہ میری لاش کو خیام میں نہ لے جائیں، مجھے اسی مقام پر رہنے دیں، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ آپ ایسا کیوں چاہتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی کہ آقا ہمیں آپ کی معصومہ بیٹی صلوٰۃ اللہ علیہا سے شرم آتی ہے، چاہے ہماری روح پرواز کر جائے پھر بھی خیام میں نہ لے جانا
امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بھائی یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم آپ کو اس مقام پر چھوڑ کر واپس چلے جائیں، ہم آپ کی منتظر بہنوں صلوٰۃ اللہ علیہن کو کیا جواب دیں گے؟
جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی کہ اگر آپ مجھ غلام کو خیام میں لے جانا چاہتے ہی ہیں تو مجھ پر اتنا احسان فرمائیں کہ یہ پھٹی ہوئی مشک ایک مرتبہ پھر مجھے پہنا دیں تا کہ پانی کی آس لگائے بچوں کو بتانا نہ پڑے، وہ دیکھ کر ہی سب کچھ سمجھ جائیں
امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پاک بھائی کا سر اطہر آغوش میں لیا اور فرمایا ٹھیک ہے اگر آپ یہی چاہتے ہیں تو ہم آپ کو خیام میں نہیں لے جاتے مگر آپ بھی ہماری ایک بات ضرور مانیں
جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی کہ آقا اب تک آپ ہی کی ہر بات مانتا

آ رہا ہوں ، غلام کا جب تک بس چلے گا آپ کی ہی مانوں گا، فرمائیں کہ کیا حکم ہے؟ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بھائی آپ نے ہمارا بھائی ہوتے ہوئے چونتیس 34 سال تک اپنے آپ کو ہمارا غلام کہلوایا ہے، آپ کی اس وفاداری پر میں لاکھ جان سے نثار جاؤں میری ایک دیرینہ خواہش ہے میں چاہتا ہوں کہ چند لمحوں کے مہمان کے دل میں یہ خواہش حسرت بن کر باقی نہ رہ جائے ، آپ مجھے زندگی کے ان آخری لمحات میں ایک مرتبہ بھائی کہہ کر بلائیں

جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مجھے بھائی کہہ کر پکارو اس وقت کردگارِ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے ، انہوں نے عرض کی کہ آقا میں تو غلام ہوں ، آپ کو بھائی کہیں تو امام حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام یا معظّمہ کونین صلوٰۃ اللہ علیہا کی پاک بیٹیاں صلوٰۃ اللہ علیھن ، میں تو کنیز کا بیٹا ہوں میں کیسے بھائی کہہ سکتا ہوں ؟

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہم اب امام زمانہ کی حیثیت سے حکم دیتے ہیں کہ ہمیں بھائی کہو، اس وقت وفا کے خالق علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رخ مدینہ کی جانب پھر گیا اور بے ساختہ منہ سے نکلا کہ اماں جان بیٹے کو معاف کرنا ، میری مجبوریاں ہیں ، آقا نے حکم فرمایا ہے ، آج پہلی بار اپنے آقا کو بھائی کہہ رہا ہوں ، ناراض نہ ہونا

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہم اماں پاک کے خود ضامن ہیں ہمیں بھائی کہو

جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا کہ آقا آپ کا حکم پروردگارِ عالم کا حکم ہے میں کس طرح حکم عدولی کر سکتا ہوں ؟ ، آپ کے حکم کی تعمیل ہی تو میری عبادت ہے ، میں زندگی کے ان آخری لمحات میں آپ کی زیارت کرنا چاہتا ہوں لیکن میری آنکھیں خون سے لبریز ہیں ، آپ کرم فرمائیں اور میری آنکھیں صاف کر دیں ،

میں آپ کے رخ پاک کی تلاوت تو کر سکوں ، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی عبا کے دامن سے آنکھوں سے خون صاف کیا ،شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام رخ انور پر نگاہ کر کے عرض کرتے ہیں ''ہائے میرے امت کے مہمان بھائی''

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو جاری ہوئے روکر فرمایا کہ ایک بار پھر بھی ہمیں بھائی کہو ، اسد کردگار وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر کہا ''بھائی''

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر حکم فرمایا کہ ایک مرتبہ پھر بھی ہمیں بھائی کہو

جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر بھائی کہا ، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منہ خیام کی جانب مڑ گیا ، روکر فرمایا کہ عونؑ کی پاک اماں صلوٰۃ اللہ علیکِ آؤ دیکھو میرا وفادار غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے بھائی کہہ کر پکار رہا ہے

معظّمہ کائنات صلوٰۃ اللہ علیہا نے درِ اطہر سے فرمایا کہ میرے بھائی عباؑس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم دو کہ ہمیں بھی ایک مرتبہ بہن کہیں ، ہم بھی تو ساری زندگی ترستی رہی ہیں کہ کبھی تو غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں بہن کہہ کر بلائے

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم فرمایا کہ آپ کی پاک بہن خیام کے در پر آگئی ہے ایک بار انہیں بھی بہن کہو ، جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام خیام کی جانب رخ کر کے عرض کرتے ہیں ''ہائے او میری مسافرۂ شام بہن'' پاک بی بی کی آواز آئی میرا بھائی ایک مرتبہ پھر ہمیں بہن کہو ، جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوبارہ کہا ''میری پاک بہن'' ابھی بہن کا لفظ زبان پر تھا کہ روح پرواز کرگئی

☆انا لله و انا اليه راجعون

اب دعا کا وقت ہے ، تمام مومنین مل کر دعا کریں کہ خدا کرے کائنات کی تمام

خوشیاں اس پاک خاندانِ تطہیر کے پاک افراد کا مقدر ہوں، اور جناب مولا غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک دل کو ہمیشہ بادِ مسرت کے ٹھنڈے جھونکوں سے تسکین حاصل ہوتی رہے، یہ تمام مخدراتِ عصمت صلواۃ اللہ علیہن کو اپنے پاک گھروں میں ہمیشہ آباد و شاد دیکھیں اور پھر کوئی درد و غم ان کی پاک نعلین کے سائے تک بھی نہ پہنچ سکے، ان کا پاک منتقم عجل اللہ فرجہُ الشریف کہ جو ان کے ہر دکھ کی دوا اور ان کے آلام کا مداوا ہیں جلد از جلد تشریف لائیں، اور ان کے دشمنوں سے انتقام لے کر ان کو دائمی خوشیوں سے ہمکنار فرمائیں

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمْ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 7

علیہ الصلوٰۃ والسلام

شہنشاہِ وفا، یوسف کنعانِ شہادت، مرقعِ اوصاف حیدریہ، اللہ کا جلال مجسم، خاندانِ تطہیر کی غیرتِ کل، مخدراتِ عصمت صلواۃ اللہ علیہن کا مشکل کشا، کربلا میں پیاسے معصوم بچوں کا واحد سہارا، اللہ کے خدوخال کا نادر نمونہ، بہنوں کا سراپا پردہ، سرکار ابوالفضل العباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ پاک ذات ہیں کہ جن کے بارے میں جملہ سیرت نگار لکھتے ہیں کہ شہنشاہِ جلال علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بچپن سے ہی واقعاتِ کربلا سننا شروع کیئے تھے، جس کی وجہ سے ان کا مزاج ہمیشہ جلالِ الٰہی کی آماجگاہ رہتا تھا اور پورے عرب میں یہ مشہور تھا کہ

☆ان العباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کثیر البطش قوی النقمۃ لا یغادر من اساء الیہ او الی اخیہ الا ینتقم منہ

مظہر غضب جبار کی گرفت بڑی سخت ہوتی تھی اور ذرا بھر رعایت نہیں فرماتے تھے اور ان کی سزا سے بچنا ناممکن تھا اور جو ملعون ان کے پاک گھر کے خلاف ذرا بھر گستاخی کا ارادہ کرتا تھا یا ان کے پاک بھائیوں میں سے کسی کے ساتھ صحیح رویہ نہیں رکھتا تھا جس وقت تک اس ملعون سے انتقام نہ لے لیتے انہیں چین نہیں آتا

تھا یعنی اس سے انتقام لئے بغیر معاف نہیں کرتے تھے مثلاً
ساباطِ مدائن کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ شہنشاہ امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت کے بعد چالیس 40 ہزار کوفیوں نے مولا امام حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی، جس وقت یہ اطلاع حاکم شام کو ملی تو اس نے بغاوت کا اعلان کر دیا اور کوفہ پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا
اسی ارادہ کے تحت وہ اپنی فوج لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہوا، اور مسکن کے مقام پر آ کر اس نے قیام کیا، یہ جگہ بغداد سے اسی 80 کلومیٹر تکریت کی جانب یعنی کوفہ سے شمال مغرب کی طرف ہے
جب مولا امام حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ اطلاع ملی تو انہوں نے لشکر کفار کی سرکوبی کیلئے اپنا لشکر تیار کیا اور کوفہ سے روانہ ہو کر ساباطِ مدائن میں آ کر قیام فرمایا اور یہاں سے قیس بن سعد کو مقدمۃ الجیش کا سالار کو بنا کر مسکن کی طرف روانہ کیا اور اس کی معیت میں دس ہزار فوج کا دستہ دیا
یہاں شاطر شام نے ایک چال چلی اور ایک آدمی کو بھیج کر امام حسنؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لشکر میں یہ افواہ پھیلا دی کہ قیس بن سعد شامیوں کے ساتھ مل گیا ہے
اس خبر کا یہ اثر ہوا کہ امام حسنؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف کوفیوں نے بغاوت کر دی اور انتہائی گستاخانہ عمل کرنا شروع کر دیا
اس دوران ایک ملعون نے امام مسموم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خیمہ میں داخل ہو کر دورانِ نماز زہر آلود خنجر کا وار کیا جس سے ان کی ران زخمی ہو گئی، ایک دوسرے ملعون نے لکڑی کے ٹکڑے کے آگے زہر آلودہ میخ لگا کر امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خیمہ کے باہر

چھپ کر وار کیا جس سے ان کا ایک قدم مبارک زخمی ہو گیا

ایک پہرے دار نے اس ملعون کو گرفتار بھی کر لیا مگر امام مسموم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے رہا کروا دیا

24 ربیع الاول سنہ 41 ہجری یعنی جولائی سنہ 661 عیسوی میں صلح ہوگئی اور امام مسموم علیہ الصلوٰۃ والسلام جس وقت واپس کوفہ تشریف لائے تو انتہائی زخمی تھے، جس وقت جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی حالت ملاحظہ فرمائی تو جلال سے ان کی آنکھیں سرخ ہوگئیں، بغیر کسی سے کلام فرمائے گھر سے باہر تشریف لائے اور آکر کوفیوں سے دریافت فرمایا کہ سچ بتاؤ امام مسموم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ حالت کس نے بنائی ہے؟

انہوں نے بتایا کہ خنجر کا استعمال فلاں شخص نے کیا تھا، زہر آلود میخ کا وار فلاں نے کیا تھا، عالم جلال میں کوفہ کے شہر میں آئے، حسن اتفاق یہ ہوا وہ ملعون جس نے زہر آلود میخ والے عصا کے ساتھ قدم مبارک زخمی کیا تھا شہر میں مل گیا، وہ عصا بھی اس کے ہاتھ میں تھا، جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے للکارا، کوفہ کی گلیوں میں زلزلہ آیا، انہوں نے بڑھ کر اس ملعون سے وہ عصا چھینا اور اسی عصا کے ساتھ اس کے سر پر ایسا وار کیا کہ وہ عصا اس کا سر پھاڑ کر گردن تک اتر گیا

اسی طرح ایک ایک ملعون کو ڈھونڈ کر سزا دینے میں مصروف تھے کہ کوفہ کے لوگ امام مسموم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے در اطہر پر آکر گڑگڑانے لگے کہ ہمیں امان دیں

اس وقت امام مسموم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا کہ آپ جا کر اپنے شیر بھائی کو منع کریں اور ہماری طرف سے انہیں یہ پیغام دیں کہ آج جیسا ہم

چاہتے ہیں ویسا ہی ہونے دیں
شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آکر اسد کردگار کو روکا تو جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روکر عرض کی کہ آقا اگر آج انہیں سزا مل جائے تو پھر یہ کبھی بھی جرأت نہیں کریں گے اور اگر آج انہیں معاف کر دیا گیا تو کل یہ ملاعین ہمارے گھروں تک آنے سے بھی گریز نہیں کریں گے
امام صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شہنشاہِ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو زیارت جناب ابوحمزہ ثمالی کو تعلیم فرمائی تھی جو اکثر کتب زیارات میں موجود ہے، اس کا ایک فقرہ ہے کہ جس سے ان کی کم از کم عظمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے
فرمایا کہ ہر مومن جب ان کی زیارت کرے تو یہ فقرہ ضرور کہے
☆لعن الله جهل حقك واستخف بحرمتك
اے خالق وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جو آپ کے حق سے ناواقف ہو اور جو آپ کے احترام میں کمی کرے
اس دور میں دشمن عناصر ان کی عظمت اور شان میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی ناکام کوشش میں مصروف ہیں، اور ان کے مقام عصمت کبریٰ کے خلاف اپنی بدبختی سے لبریز دلائل دینے میں مصروف ہیں، ان میں سے کچھ تو وہ لوگ ہیں کہ جو اپنی جہالت کی وجہ سے اس پاک ذات کی شان ورفعت میں کمی کرتے ہیں اور کچھ ایسے مکروہ لوگ ہیں جو اپنی ازلی بدبختی کی وجہ سے حسد کرتے ہیں، ان دونوں طبقوں کیلئے حکم ہے کہ یہ دونوں فریق ملعون ہیں اور ان پر اللہ کی لعنت ہے
کئی لوگ بکواس کرتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) سید صرف وہ ہیں کہ جو پاک حسنین علیہا

الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے ہیں اور جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے غیر ہیں
وہ ملعون لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ آج کے سادات اگر کسی پیشہ ور عورت سے شادی کرلیں تو اس میں سے پیدا ہونے والی اولاد سید مانی جاتی ہے لیکن جو بلافصل امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لخت جگر ہیں، اور ہر لحاظ سے امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شبیہ کامل واکمل ہیں وہ کیسے غیر سادات ہو سکتے ہیں

ان نظریات کا پرچار کرنے والوں کے بارے میں حکم ہے کہ سارے مومنین جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کرتے وقت ان ملاعین پر لعنت کریں

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دستار کے پاک وارث اصبر الصابرین، سید الساجدین، زینت العابدین، علی ابن الحسین علیہما الصلوٰۃ والسلام کے روبرو شام سے واپسی کے بعد کسی شخص نے جناب ابو الفضل العباؑس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پاک تلاوت کیا تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام احتراماً اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ''بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّی '' اس شخص نے شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پاک تین بار تلاوت کیا، بیمار کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہر مرتبہ اٹھ کر تعظیم کی

اس کے بعد اسے روکر فرمایا کہ بیمار کا امتحان مت لو، قیامت تک تو فضلؑ کے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام تلاوت کرتا رہے، چاہے مجھے شام کے سفر نے جتنا بھی نحیف کیوں نہیں کر دیا مگر کردگار وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے عیب وفا کی قسم میں قیامت تک ان کے پاک نام کی تعظیم کیلئے اٹھتا رہوں گا، اسی بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ امام وقت جن کے نام پاک کی اتنی تعظیم کریں، ان کی اپنی عظمت کیا ہوگی؟

جناب ابوحمزہ ثمالی روایت کرتے ہیں کہ میں شہنشاہ معظم امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی بارگاہ اقدس میں حاضر تھا، اچانک میں نے دیکھا کہ شہنشاہ معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام دونوں ہاتھ ماتھے پر رکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے، میں نے ان کی نظروں کے تعاقب میں نظر دوڑائی تو دیکھا کہ کردگار وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سب سے چھوٹے فرزند ارجمند جناب عبید اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام گھر کے دروازہ سے برآمد ہوئے

انہی کی تعظیم کو شہنشاہ معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام اٹھے، چند قدم چل کر ان کا استقبال کیا، پھر آپ نے جناب عبید اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشانی پر بوسہ دے کر اپنی جھولی میں جگہ دی، ابوحمزہ نے عرض کیا کہ آقا آپ نے اس معصوم کی تعظیم کیوں کی ہے؟ آپ تو امام وقت ہیں اور عمر میں بھی بڑے ہیں، آپ نے خود سے چھوٹے کی تعظیم کیوں کی ہے؟ ...... بیمار کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رخساروں پر سرخ آنسو جاری ہوئے، رو کر فرمایا کہ اے ابوحمزہ میں ان کی تعظیم کیوں نہ کروں؟ آخر یہ چچا عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لخت جگر ہیں، جناب ابوحمزہ ثمالی نے کہا کہ آقا چاہے یہ ان کے فرزند ہیں مگر اس تعظیم کرنے کا سبب میری سمجھ میں نہیں آیا

☆فاستعبر و قال لا یوم کیوم الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام

رو کر فرمایا کہ ابوحمزہ کربلا میں میرے پاک بابا پر بہت مشکل وقت تھا مگر پروردگار عالم کی قسم جب تک شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود رہے ہمارے خیام کی طرف کسی نے میلی نگاہ بھی نہیں دیکھی، ہمیں ان کی وفا کبھی نہیں بھول سکتی، حقیقت یہ ہے کہ کربلا میں جب تک چچا موجود رہے، ہمارے خیمے محفوظ رہے، ایسا لگتا تھا گویا عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں تھے پاک مستورات کا پردہ تھے، جس وقت وہ زین سے اترے گویا خیام کا تحفظ ختم ہو کر رہ گیا، چچا کے احسان ہم ہرگز نہیں بھول سکتے ہیں

﴿ مصائب ﴾

صاحبانِ مقاتل لکھتے ہیں کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام کی پابندی میں سلطان وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کفِ افسوس ملتے ہوئے زین سے اترے

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاش پر پہنچے اس وقت شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ساتھ تھے، صاحب دمعۃ الساکبہ لکھتے ہیں کہ شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد ہوئی ہے، اس لئے کہ کردگارِ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک وصیت تھی جس کا تذکرہ لوگوں نے شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت کو بعد میں تسلیم کرتے ہوئے اس موقعہ پر کیا ہے

حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے، جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہ وصیت عاشور کے دن جوانانِ بنی ہاشم علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شہادت سے پہلے فرمائی گئی تھی اور اس وقت انہیں امید تھی کہ ہمیں پہلے اجازت مل جائے گی اس لئے انہوں نے شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ وصیت فرمائی تھی

روزِ عاشور شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے قریب بلایا اور فرمایا کہ ہم بنی امیہ کے ملاعین کی ذلیل ذہنیت سے واقف ہیں، یہ ہماری شہادت کو کافی نہیں سمجھیں گے، بلکہ شہادت کے بعد لاشیں پامال ضرور کریں گے

اس لئے ہم وصیت کرتے ہیں کہ آپ عمر ابن سعد ملعون کے پاس چلے جانا اور اسے کہنا کہ میری یہ وصیت ہے اور اسے ضرور پورا کرنا کیونکہ کسی کی وصیت کو

ترک کرنے کی تمہارا دین بھی اجازت نہیں دیتا

وصیت یہ ہے کہ اگر تمہارا اِرادہ ہماری لاشیں پامال کرنے کا ہو تو اتنا احسان ضرور کرنا کہ میرے آقا و مولا امام حسینؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاش اطہر کر ہرگز پامال نہ کرنا، البتہ ان کے عِوض میری لاش کو ہزار بار پامال کر دینا، کیونکہ اگر میں شہید ہونے کے بعد ان کے کسی کام آسکوں تو میرے لئے یہ معراجِ سعادت ہوگا

اتر گئے زین سے کردگار وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام ...... امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام جس حال کے ساتھ بھی پہنچے، پہنچ گئے ان کی لاش پر......جس وقت لاش پر پہنچے تو امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کا سر اطہر جھولی میں ڈال کر گریہ فرماتے رہے، ادھر ظالمین جشن منانے میں مصروف تھے، تمام افواج میں بہت سے منادی ندا دے دے کر کہہ رہے تھے کہ اب یہ جنگ ختم ہو چکی ہے کیونکہ شہنشاہِ وفا سرکار ابوالفضل العباؑس علیہ الصلوٰۃ والسلام شہید ہو چکے ہیں

جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھائی کی لاش پر گریہ فرمانے میں مصروف تھے تو امت ملعون کا ایک گروہ اپنی فتح کی خوشی کے نعرے لگاتا ہوا سامنے آ کھڑا ہوا، اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جلال آیا، فوراً اٹھے، مرتجز پر سوار ہوئے، آنکھوں کو صاف کر کے نیام سے تلوار برآمد فرما کر لشکر کفار کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم نے ہمارے صبر کا غلط مطلب سمجھ لیا ہے، اب ہم تمہیں یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ ہم مجبور نہیں بلکہ امرِ الٰہی کے پابند ہیں، فوج کا جو دستہ سامنے کھڑا تھا اسے مخاطب ہو فرمایا کہ اب ہم تمہیں چیلنج کرتے ہیں کہ تم میں سے جو جوان یہاں سے جان بچا کر دوڑ جائے گا اسے ہم جوان مانیں گے، اب دوڑ سکتے ہو تو دوڑ جاؤ

یہ فرما کر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نعرۂ تکبیر بلند فرما کر مرتجز کو ایڑی لگائی اور شامیوں پر حملہ آور ہوئے

تاریخ بتاتی ہے کہ تین دن کے پیاسے نے ایسا زوردار حملہ کیا کہ شامی فرار کا راستہ بھی بھول گئے، جدھر کا رخ کرتے تھے تلوار کی بجلی کڑک کر گرتی تھی، فضا میں ملاعین کے سر اڑتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے، ان تمام ملاعین کو فی النار کر کے واپس بھائی کی لاش اطہر پر آئے

☆ان من كثرة الجراحات الواردة على العباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام لم يقدر الحسين علیہ الصلوٰۃ والسلام ان يحمله الى محل الشهداء

صاحبانِ مقتل لکھتے ہیں کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کئی بار کوشش کی کہ بھائی کو خیام میں لے جائیں مگر لاش اس قدر زخمی تھی کہ لاش نہ اٹھا سکے

اصل وجہ تو وہ پاک ذات خود ہی بہتر جانتے ہیں البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ ضعیفی کا عالم تھا اور اپنے وفادار بھائی کی شہادت نے انہیں نڈھال کر دیا تھا، ممکن ہے اس وجہ سے لاش اطہر کو خیام میں نہ لا سکے ہوں

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سوچا ہو کہ جو بہنیں صلوٰۃ اللہ علیھن ہزاروں میل کا سفر طے کر کے جس بھائی کے سہارے جنگلوں میں آئی ہیں وہ شاید یہ صدمہ برداشت نہ کر سکیں

بہر حال جو وجہ بھی تھی امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام لاش اطہر کو نہر علقمہ کے کنارے چھوڑ کر خیام کی طرف روانہ ہوئے، حمید روایت کرتے ہیں

☆فترك جسده فى محل قتله ورجع باكيا حزينا الى الخيام وهو يكففك دموعه بكمه

امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام بھائی کی لاش اطہر کو مقام شہادت پر رکھ کر مرتجز پر سوار ہوکر خیام کی طرف روانہ ہوئے مگران کی کیفیت یہ تھی کہ اپنے رہوار کو آگے بڑھاتے، پھرگریہ فرماتے، پھر رہوار کو آگے بڑھاتے، پھر پیچھے مڑ کر دیکھتے اور پھرگریہ فرماتے، وہ کہتا ہے میں نے دیکھا کہ بار بار اپنی آستین سے آنکھوں کے آنسو صاف کرتے تھے

عجیب منظر تھا، امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کی جھولی میں پاک بھائی کے ہاتھ تھے، ایک کاندھے پر شکستہ علم پاک، دوسرے کاندھے پر شہنشاہ وفا علیہ الصلوۃ والسلام کی دستار تھی، کوچ کے ساتھ دریدہ مشک تھی، وفادار بھائی کے تبرکات اٹھا کر خیام کی طرف روانہ ہوئے

خیام کے دروازہ پر بیالیس معصوم خالی جام ہاتھوں میں لئے سقائے آل عبا علیہ الصلوۃ والسلام کی انتظار میں کھڑے تھے، ادھر امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام سامنے والے ٹیلے کی اوٹ سے ظاہر ہوئے، معصوم بچوں نے جب آپ کی یہ حالت دیکھی تو ان سب کے ہاتھوں سے جام گرے، کئی معصوم ایسے تھے کہ جن کے ہاتھ میں خالی جام رہ گئے اور روح پرواز کرگئی، جس وقت اس انداز میں اکیلے شہنشاہ کریم کربلا علیہ الصلوۃ والسلام خیام کے در پر پہنچے تو ایک قیامت کا منظر تھا

☆و آتت اليه معصومة صلوۃ اللہ علیہا ولزمت عنان جواده وقالت هل لك علم بعمی العباسؑ علیہ الصلوۃ والسلام فعدها بكى الحسين علیہ الصلوۃ والسلام

معصومہؑ بی بی صلوۃ اللہ علیہا برقعہ پہن کر خیام سے باہر تشریف لائیں اور آ کر ذوالجناح کی باگ پکڑی، روکر پوچھا کہ بابا جان! میرے چچا غازی علیہ الصلوۃ والسلام کی کوئی خبر

ہے؟ وہ ہم سے وعدہ کر گئے تھے کہ ہم پانی لینے جا رہے ہیں مگر ابھی تک واپس نہیں آئے، میرا بھائی پیاس سے بڑا بیقرار ہے، میرے چچا کدھر گئے ہیں؟

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام خاموش رہے، معصومہ پاک صلوٰۃ اللہ علیہا نے کئی بار سوال کیا مگر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گریہ بڑھتا گیا، یہی رونے کی آواز خیام میں پہنچی

تمام مستورات اسی انتظار میں تھیں کہ دیکھیں سرکار کردگار روفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کیا خبر آتی ہے، وہ سبھی خیام کے اندر پہلی قنات کے دروازہ کے ساتھ کھڑی تھیں اور ساتویں یعنی باہر والی آخری قنات کے در پر پاک دائی کھڑی تھیں

انہوں نے جب اپنے آقا کے رونے کی آواز سنی تو جلدی سے شریکتہ الحسین بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے قریب آ کر اطلاع دی کہ آپ کا وفادار، آپ کے سر اطہر کی ردا کا محافظ بھائی شہید ہو چکا ہے، اب آپ کے پاک پردہ کا اللہ محافظ ہے

جناب شریکتہ الحسین بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کا خیال تھا کہ شاید ہمارے پاک بھائی میدان سے ہمارے عباؑس علیہ الصلوٰۃ والسلام بھائی کی لاش لے آئیں گے، لیکن انہیں بھائی کے درد کا اندازہ بھی تھا، انہوں نے فوراً تمام پاک مستورات صلوٰۃ اللہ علیہن کو جمع فرما کر حکم دیا کہ ساری مستورات آخری قنات کے در پر جا کر میرے وفا کے خالق غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاش کا استقبال کریں، یہ حکم ملنے کی دیر تھی کہ

☆ثم خرجت النساء وبكين عليه وعلت اصواتهن بالبكا و النحيب حتى بكت لبكائهن ملائكة السماء فادخلن الحسين عليه الصلوٰة والسلام فى الخيام

تمام مخدرات عصمت وطہارت صلوٰۃ اللہ علیہن گریہ فرماتی ہوئی برآمد ہوئیں اور آخری قنات کے دروازہ کی طرف روانہ ہوئیں، ان کے بینوں کی آواز بلند ہوئی، اس

آ واز کوسن کر آسمان کے ملکوت نے ماتم شروع کیا

تاریخ گواہ ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام جتنی لاشیں بھی خیام میں لے آئے، ہر لاش پر مستورات بین کرتی رہیں، مگر امام علیہ الصلوٰۃ والسلام انہیں تسلیاں دیتے رہے، شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاش آئی، تمام اہل حرم روتے رہے مگر یہ خاموش رہے، شہزادہ امیر قاؒسم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاش آئی، سارے روتے رہے مگر یہ تسلیاں دیتے رہے، مگر جس وقت مظلوم کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلم شدہ ہاتھ اور دیگر تبرکات مستورات کے سامنے رکھے تو کائنات کے سب سے بڑے صابر مظلوم کرب و بلا علیہ الصلوٰۃ والسلام مستورات کے درمیان میں بیٹھ گئے، عمامہ گلے میں ڈال کر جس طرح جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پاک بہنیں روتی رہیں اسی طرح امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی زور زور سے بین کرتے رہے

جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاش تو نہ آسکی، پاک بہنوں نے عرض کی بھائی ہم نے تو وفادار بھائی کی لاش پر بین کرنا تھے، ان سے تو کئی باتیں پوچھنا تھیں، ہمیں بھائی ملائیں، اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام مستورات کی آنکھوں سے حجاب ہٹا دیئے، تمام پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن نے دیکھا کہ نہر علقمہ کا کنارا ہے، پانی کی موجیں قدم چوم رہی ہیں، پیاسوں کے ماشکی نہر کی ترائی میں بڑی بے نیازی کے ساتھ آرام فرما ہیں

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اب جو باتیں کرنا ہیں اپنے پردوں کے ضامن سے کرلیں

سب سے پہلے جناب امیر قاؒسم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیوہ دلہن صلوٰۃ اللہ علیہا کی طرف سے ایک بی

بی عرض کرتی ہیں کہ آپ کے یتیم بھتیجے کی بیوہ پوچھ رہی ہیں کہ میں کہاں جاؤں، میرا تو سہاگ لٹ چکا ہے، فقط آپ ہی کا سہارا تھا، آپ بھی ہمیں چھوڑ کر چلے گئے ہیں، کم از کم مجھے اتنا تو بتا جائیں کہ ظلم کے طوفان میں مجھے کیا کرنا ہے

اس کے بعد معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے پاک فضل کی پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کو اپنے قریب بلایا، اور رو کر فرمایا کہ اپنے سرتاج کا آخری دیدار کر لیں اور دیکھیں کہ وہ آج کتنے بے نیاز ہو کر کنارِ دریا آرام فرما ہیں

جس وقت پاک بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے جناب فضل کی پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کو مخاطب کر کے یہ بین کیا تو شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وفادار حرم صلوٰۃ اللہ علیہا نے عرض کیا کہ میری مالکہ بی بی! آپ میرے سرتاج کا صدمہ اتنا محسوس نہ فرمائیں کیونکہ غلام ہمیشہ اپنے مالکوں پر قربان ہوتے آئے ہیں، ہم تو آپ کے غلام ہیں، میرے لئے تو یہ فخر کی بات ہے کہ میرا سہاگ آج آپ کے پاک بھائی پر قربان ہوا ہے، میں تو اب بھی یہی دعا کر رہی ہوں کہ ان کی قربانی کے عِوض خدا کرے کہ ہمارے امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سلامت رہیں اور ان کی پاک ذات ہر دکھ سے محفوظ رہے

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ کلام سن کر گریہ فرماتے رہے، پاک مستورات صلوٰۃ اللہ علیہن نے عرض کیا کہ آقا آپ اپنے پاک بھائی کو تو نہیں لا سکے مگر یہ تو فرمائیں کہ اس چادر میں کیا ہے؟ ...... امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مخدرات عصمت صلوٰۃ اللہ علیہن کے سامنے چادر رکھ کر اسے آہستہ آہستہ کھولنا شروع کیا، مستورات نے دیکھا کہ اس میں پھٹی ہوئی مشک تھی اور خون آلودہ علم پاک تھا، اس کے بعد امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو ہاتھ برآمد فرمائے، رو کر فرمایا کہ یہ وہ ہاتھ ہیں جن پر ساری زندگی ہر نبی

زادی صلوٰۃ اللہ علیہا ناز کرتی تھی

اس وقت جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقی بہن جناب امیر مسلمؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیوہ اٹھ کر قریب آئیں اور اپنے بھائی کے دونوں ہاتھ اٹھا کر انہیں چومنے لگیں

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس وقت پاک مستورات صلوٰۃ اللہ علیھن کے سامنے جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک ہاتھ اور ان کے منسوبات رکھے تو تمام پاک مستورات میں گریہ وزاری کی انتہا ہوگئی، اسی اثنا میں اچانک امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مستورات کے چہروں پر نگاہ فرمائی تو آپ کو ان میں سے سات بیبیوں کے چہروں پر موت کی زردی چھائی ہوئی نظر آئی، ان کی پیشانیوں پر ٹھنڈا پسینہ نظر آیا تو امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت بھول گئی، فوراً خیام سے باہر تشریف لائے، اپنی دستار گلے میں ڈالی اور آسمان کی طرف منہ کر کے دعا فرمائی کہ

اے خلاقِ دو جہاں! اے رؤوف و رحیم اب مجھ مظلوم پر رحم فرما کیونکہ میرے وفادار بھائی کی لاش دیکھ کر میرے پاک پردہ دار برداشت نہیں کر پا رہے ہیں، اب مجھے سات بیبیوں کے چہروں پر موت کے آثار نظر آئے ہیں، اب تک جوانوں کے لاشے تو میں اٹھاتا رہا ہوں، اب اگر مجھے مستورات کی لاشیں اٹھانا پڑیں تو میں خود بھی شاید یہ برداشت نہیں کر سکوں گا، ان کے عِوض میں اپنے آپ کو تیری بارگاہ میں پیش کرتا ہوں کہ میری لاش چاہے لاکھ مرتبہ پامال ہو مجھے قبول ہے مگر کسی پردہ دار مستور کی موت کا صدمہ میں برداشت نہیں کر سکتا، بے غیرت اور رذیل لوگوں میں میں مستورات کی لاشیں کہاں لے جاؤں گا، اے ذاتِ بے

نیاز مجھے اس دکھ سے اپنی امان میں رکھ

خالق کائنات! علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاش اٹھانا آسان تھا، عباؑس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاش اٹھانا آسان تھا، مگر یہ میری غیرت کا سوال ہے، میرے لئے مستورات کی لاشیں اٹھانا ناممکن ہے، آج کوئی مستور دنیا سے رحلت فرما گئی تو میں کیسے لاش اٹھاؤں گا؟ کس طرح مزار بناؤں گا؟ میرا خالق ان پردہ داروں کی حفاظت فرما

تمام مومنین آنسوؤں کی اس برسات میں دل کی گہرائیوں سے دعا کریں کہ اے ذاتِ کریم و رحیم اب اتنا کرم فرما کہ معظّمہ کائنات مخدومہ دوجہاں صلوٰۃ اللہ علیہا کی پاک بیٹیوں صلواۃ اللہ علیہن کے غم ختم ہوں، یہ پاک مخدراتِ عصمت صلواۃ اللہ علیہن جو آج اپنے وفا کے خالق بھائی کے لاشہ اطہر پر رو رہی ہیں اب اپنے بھائی کو مسکراتا ہوا دیکھیں، ہمارے امام زمانہ اور تمام مظلومین کے حقیقی منتقم عجل اللہ فرجہٗ الشریف اب جلد تشریف لائیں تاکہ اس پاک گھر میں ابدی خوشیوں کا موسم لوٹ آئے، اور سرکار وفا شہنشاہِ معظم جناب ابوالفضل العباؑس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قربانی کا مقصد عظیم یعنی محمدؐ و آل محمدؐ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ابدی اور دائمی حکومت اِلٰہیہ کا قیام فوراً سے پیشتر ہو

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمّ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف
وَصَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلٰی آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 8

شہزادہ محمد بن عباسؑ

علیہما الصلوٰۃ والسلام

40 ہجری میں امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہانِ فانی سے ملک بقا کی جانب انتقال فرمایا، ان کی شہادت کے تقریباً چھ یا سات مہینے بعد تک ملکہ ءِ عالمین صلوٰۃ اللہ علیہا کی پاک شہزادیوں صلوٰۃ اللہ علیھن نے کوفہ میں قیام فرمایا، 41 ہجری 24 ربیع الاول کے دن سرکار مولا امام حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شام کے باغیوں کے ساتھ صلح فرمائی، 41 ہجری ربیع الثانی کے مہینہ میں پاک مخدرات عصمت وطہارت صلوٰۃ اللہ علیھن واپس مدینہ تشریف لائیں

چونکہ شہنشاہِ معظم مولا امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام اہل حرم کیلئے شجر سایہ دار تھے، اللہ کی رحمت کل کا مجسم نمونہ تھے، ہر کسی پر شفیق ومہربان تھے، اس لئے مدینہ واپسی کے بعد بھی پاک مخدراتِ عصمت صلوٰۃ اللہ علیھن اکثر اداس رہتی تھیں، ان کی اداسی کو دیکھتے ہوئے شہنشاہ معظم امام حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے پاک بھائی شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مشورہ فرمایا کہ اب ہمیں کسی ایسی خوشی کا اہتمام کرنا چاہیے کہ جس سے پاک بہنوں صلوٰۃ اللہ علیھن کی اداسی دور ہو جائے

اس امر کے پیش نظر یہ تجویز پاس ہوئی کہ سب بہنوں کو جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ

والسلام سے بے پناہ پیار ہے اور وہ پاک بابا کی شبیہ بھی ہیں، اس لئے ہم اگر ان کی شادی کا اہتمام کر لیں تو ان کی شادی کی خوشی میں بہنوں کو سارے دکھ بھول جائیں گے، یہ تجویز پاس ہونے کے بعد یہ مسئلہ درپیش ہوا کہ وہ کون پاک شہزادی ہیں جو شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رفاقت کی اہلیت کی حامل ہوں، اس مسئلے پر غور ہو رہا تھا کہ ایک دن یہی گفتگو پاک حرم میں ہوئی

اس وقت جناب شریکتہ الحسین صلوٰۃ اللہ علیہا نے پاک بھائیوں سے فرمایا کہ اتنی سوچ بچار کی کیا ضرورت ہے، جناب عبداللہ ابن عباس کی پاک دختر کا ہمارے گھر سے ازلی تعلق جڑا ہوا ہے، چونکہ وہ کوفہ میں بھی ہمارے ساتھ رہی ہیں، پاک بابا کے آخری ایام میں انہوں نے حقیقی بیٹیوں جیسی خدمت کی ہے، وہ ہمیں اپنے پاک گھر کی ایک فرد نظر آتی ہیں، ان سے زیادہ موزوں اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا

اس مشورہ کے بعد جناب عبداللہ ابن عباس کے ساتھ اس موضوع پر سلسلہ جنبانی ہوئی تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم تو ہمیشہ سے آپ کے غلام رہے ہیں اور اس سے بڑھ کر ہمارے لئے کوئی اعزاز ہو ہی نہیں سکتا کہ میری دختر کو آپ اپنے پاک گھر کی کنیزوں میں شامل فرما لیں، مگر مجھے یہ تو آگاہ فرمائیں کہ میری کون سی دختر کو اپنے گھر کی زینت بنانے کا ارادہ فرمایا ہے

امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ام الفضلؑ بی بی (ل ب ا ب ہ) خاتون صلوٰۃ اللہ علیہا کے بارے میں ہمارا ارادہ ہے کہ وہ ملکہءِ عالمین صلوٰۃ اللہ علیہا کی بہو بنیں

یہ سن کر ابن عباس نے سجدۂ شکر ادا کیا اور یہ خبر اپنے گھر آ کر سنائی

یہ نام پاک محافل و مجالس میں تلاوت کرنا سوئے ادبی ہے اس لئے نہ لیا جائے

سنہ 41 ہجری جمادی الثانی میں بابا پاک کے بعد مخدراتِ عصمت وطہارت صلوٰۃ اللہ علیھن کو پہلی خوشی ملی کہ جس نے پاک گھر کی افسردہ فضا کو مسرت میں تبدیل کر دیا 5 شعبان سنہ 42 ہجری بمطابق 22 نومبر سنہ 662 عیسوی جمعرات کو شبیہ پیغمبر انام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دنیا میں آمد ہوئی، اسی سال جناب ابوالفضل العباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحن اطہر میں بہار آئی، شہزادیءِ وفا صلوٰۃ اللہ علیہا کی آغوش اطہر کو کردگارِ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دستار کے وارث نے زینت بخشی

﴿ نوٹ ﴾

یہاں ایک وضاحت کرتا چلوں کہ بعض مؤرخین نے جناب قاسمؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مولا غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بڑا فرزند لکھا ہے اور ان کی ولادت سنہ 42 ہجری کے آغاز میں لکھی ہے، اور یہ بھی لکھا ہے کہ کربلا میں ان کی عمر مبارک انیس 19 سال تھی، اگر سن ملا کر دیکھا جائے تو یہ اشتباہ دور ہو جاتا ہے

امام حسنؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدینہ واپسی	......	آخر ربیع الثانی 41 ہجری
جناب عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عقد	......	جمادی الثانی 41 ہجری
ان کی پہلی اولاد کی ولادت	......	بعد از شعبان 42 ہجری
واقعہ کربلا	......	10 محرم 61 ہجری
کل عرصہ	......	18 سال 4 ماہ

اس حساب سے جو بھی بڑے فرزند ہوں گے ان کی عمر 18 سال کے قریب ہو سکتی ہے اور مؤرخین کا یہ فیصلہ ہے کہ جناب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر کربلا میں 18 سال تھی،

واقعہ کربلا کے وقت جناب مولا غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزندان کی عمر کے بارے میرا خیال یہ ہے کہ

جناب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر 18 سال تھی

جناب قاسم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر 16 سال تھی

جناب فضل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر 14 یا 15 سال تھی

جناب عبید اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر 11 سال تھی جو مدینہ میں رہ گئے تھے

پاک دختر صلوٰۃ اللہ علیہا کی عمر 7 یا 8 سال تھی

جس وقت جناب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دنیا میں آمد ہوئی تو سرکار وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے لختِ جگر کو ہاتھوں پر اٹھا کر شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حرم سرا میں تشریف لائے اور اس مقام پر آ کھڑے ہوئے جہاں ہمشکل پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے سنہری جھولے میں آرام فرما تھے، انہوں نے آ کر اپنے لعل کو شہزادے کے قدموں کی جانب سلا دیا اور فرمایا کہ اے آقا زادے! تمہارا غلام غلامی کیلئے حاضر ہے، جس طرح میں آپ کے بابا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صدقہ ہوں، اسی طرح یہ غلام آپ کی حسین جوانی کا صدقہ بنے گا، اسے اپنی غلامی میں قبول فرمائیں، شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس وقت یہ منظر دیکھا تو مسکرا کر فرمایا کہ آپ کو لختِ جگر مبارک ہو

کردگارِ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا آقا آپ اس غلام کو مبارک دینے کی بجائے اپنے لعل کو ان کے غلام کی مبارک دیں، شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پنگھوڑے سے اس کم سن شہزادے کو اٹھایا، دیکھ کر سینہ سے لگایا، اس کے بعد فرمایا کہ آپ نے ان کا کوئی نام تجویز کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی آپ کی موجودگی میں آپ کے

غلام کا نام کس طرح رکھ سکتا ہوں غلاموں کے نام ہمیشہ مالک رکھتے ہیں
شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا عجیب اتفاق ہے کہ جو شبیہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ان کا نام علیؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام رکھا گیا اور جو شبیہ علیؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں ان کا نام محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام رکھنا پڑے گا .... اس کے بعد کردگارِ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تین پاک فرزندان کی دنیا میں آمد ہوئی یعنی بڑے فرزند جناب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام، دوسرے فرزند جناب قاؑسم علیہ الصلوٰۃ والسلام، تیسرے فرزند جناب فضل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور چوتھے فرزند جناب عبیداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور ایک پاک دختر صلوٰۃ اللہ علیہا ہیں جن کا نام پاک جدہ طاہرہ صلوٰۃ اللہ علیہا کے نام پاک پر رکھا گیا تھا

بچپن

جناب محمدؑ بن عباؑس علیہا الصلوٰۃ والسلام کا بچپن شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی میں گزرا، تاریخ ان کے بچپن کے واقعات کے بارے میں خاموش ہے مگر اتنا تو آسانی کے ساتھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے پاک بابا کے منصب وفا کو ہمیشہ سنبھالا ہوگا اور جس طرح ان کے بابا نے زندگی بھر شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھائی نہیں کہا اسی طرح انہوں نے بھی غلام کہلوایا ہوگا
اس تطہیر مزاج ماحول میں شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثل یہ لعلؑ بھی جوان ہوئے، لیکن اس پاک گھر کے حسین جوانوں کو جوانی کبھی راس نہیں آئی، ان کی جوانیوں کا چمن عین بہار کے جوبن پر پہنچا تو اس گلستاں کو خزاں نے گھیر لیا
مدینہ چھوڑ کر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کربلا کے ویرانہ کو زینت بخشی، دو یا تین محرم

کو کربلا پہنچے، سات محرم کو دریا کے کنارے سے پاک خیام ہٹائے گئے

آخر آ گئی قیامت خیز شب عاشور

جناب شریکتہ الحسین صلوٰۃ اللہ علیہا سے روایت ہے کہ جس وقت دسویں کی رات آئی تو امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم فرمایا کہ اصحاب کے خیام جو دور دور لگے ہوئے ہیں انہیں پاک خیام کے نزدیک لگا دیا جائے اور سب خیام کی طنابیں ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ کر یکجا کر دی جائیں اور ان کے باہر خندق کھودی جائے، اور اس خندق میں آگ روشن کر دی جائے، تا کہ دشمن شب خون کی جرأت نہ کر سکے

پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ جس وقت شب عاشور ڈھل چکی تو ہم نے خیال کیا کہ پاک خاندان کے جملہ افراد کا جائزہ لیں کہ کیا پروگرام بنا رہے ہیں؟ اسی خیال کے تحت ہم نے تمام خیام کا خفیہ چکر لگایا

جس وقت ہم اپنے پردوں کے ضامن بھائی سرکار وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خیمہ کے قریب پہنچیں تو ہمیں کچھ آوازیں سنائی دیں، ہم نے مزید آگے بڑھ کر اندر نگاہ فرمائی تو جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے حقیقی بھائیوں اور اپنی پاک اولاد کو جمع کیا ہوا تھا اور انہیں فرما رہے تھے کہ

کل کا دن ہر کسی کیلئے امتحان کا دن ہے، ہر کسی کے جذبات اور وفاداریوں کی آزمائش کا دن ہے، کل قربانیوں کا سلسلہ ہمارے گھر سے شروع ہونا چاہیے، اس کی دو وجوہات ہیں، پہلی وجہ یہ ہے کہ جو غیر ہیں اور آقا کی نصرت کیلئے آئے ہوئے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ بنی ہاشم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوسروں کیلئے موت کا راستہ منتخب کیا ہے اور اپنے لئے ظاہری زندگی کو پسند فرمایا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ

ہم چونکہ اپنے آقا کی کنیز کے فرزند ہیں ، ہمیں ہر حال میں یہ کوشش کرنا چاہیے کہ ہمارے ہوتے ہوئے ہمارے آقا کی پاک نعلین کی جانب کوئی ملعون میلی نگاہ تک بھی نہ دیکھ پائے تا کہ ہم حق غلامی ادا کرسکیں

اس کے بعد انہوں نے اپنے ایک ایک بھائی کو اپنے پاس بلایا اور سبھی کو آداب غلامی تعلیم فرمائے اور فرمایا کہ آپ سب جانتے ہیں اور دنیا کا دستور بھی یہی ہے کہ غلام ہمیشہ اپنے آقا پر قربان ہونا فخر سمجھتے ہیں ، آپ سب کو میں یہی تاکید کرتا ہوں کہ جب تک ہم زندہ ہیں اس وقت تک پاک پردۂ توحید محفوظ رہنا چاہیے

جس وقت جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا تو جناب فضل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے ، رو کر عرض کرتی ہیں کہ کل تو آپ بیٹوں اور بھائیوں کے ساتھ اپنے آقا کی نصرت میں شہید ہو کر سرخرو ہوں گے ، اور باقی ہم دو یعنی ایک میں اور ایک آپ کی کمسن دختر تنہا رہ جائیں گی ، آپ ہمیں آگاہ فرمائیں کہ آپ کی شہادت کے بعد ہم نے کیا کرنا ہے ؟ ہم نے کہاں جانا ہے ؟

جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ ہمارے بعد اس گھر اطہر پر مظالم کی انتہا ہونا ہے ، تمام پاک مخدراتِ عصمت صلواۃ اللہ علیہن نے کوفہ و شام کے بازاروں میں بھی جانا ہے ، آپ دونوں کو میری وصیت ہے کہ جب تک زندگی ہے آپ نے نبی زادیوں صلواۃ اللہ علیہن کی حفاظت اور خدمت کرنا ہے ، اور جہاں تک ممکن ہو سکے اپنا آرام وسکون قربان کرتے ہوئے انہیں سکھ اور آرام پہنچانا ہے اور اس میں کبھی کوتاہی نہ ہونے پائے

روزِ عاشور

امتحان اور آزمائشوں کا دن روزِ عاشور طلوع ہوا، انصار واصحاب کی شہادت کے بعد بنی ہاشم علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قربانیوں کی باری آئی، جناب کردگارِ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے پاک بھائیوں کو باری باری اجازت کیلئے بھیجتے رہے، جس وقت ان کے سب بھائی نصرت امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں قربان ہو چکے تو جناب شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دائیں جانب نگاہ فرمائی، اپنے اٹھارہ سال کے عین جوان بیٹے کو لباس جنگ میں آراستہ پایا، انہیں اپنے قریب بلا کر فرمایا کہ کیا آپ اپنے بابا کو سرخرو نہیں کریں گے؟ ان کیلئے گویا یہ پیغام مسرت تھا، فوراً پاک بابا کے قدموں پر جھک کر عرض کیا کہ بابا جان علیک الصلوٰۃ والسلام! میں تو صبح سے اس انتظار میں تھا کہ کب اجازت ملے گی

شہنشاہِ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میرا لعلؑ جاؤ اپنے آقا سے اجازت طلب کرو

شہزادہ محمدؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں پر سر رکھ کر عرض کرتے ہیں

☆ائذن لی یا سیدی بالبراز آقا مجھے جنگ کی اجازت عطا فرمائیں

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام جوان بیٹے کو سینہ سے لگا کر فرماتے ہیں کہ کیا آپ سب نے مجھے تنہا کرنے کی ٹھان لی ہے؟ یہ تو سوچو کہ میں ہر کسی کی لاش اٹھا رہا ہوں، کوئی تو میری لاش اٹھانے والا بھی ہونا چاہیے

جس وقت شہزادے پاک کو اجازت نہیں ملی تو انہوں نے رونا شروع کر دیا

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ حال دیکھ کر اجازت عطا فرمائی

☆فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام ابرز بارك الله فيك

شہزادہ پاک اجازت لے کر اپنے بابا کے قریب آئے، خوشی خوشی بابا پاک کے قدموں پر ہاتھ لگایا ☆ضم الی صدره وقبل بين عينيه انہوں نے اپنے نوخیز جوان بیٹے کو سینے سے لگایا اور پیشانی مبارک کے مقام محراب پر بوسہ ثبت کر کے فرمایا کہ بیٹا عام حالات میں تو آپ جیسے جوان بیٹے کی رحلت عظیم صدمہ ہوتا ہے آپ کا جانا میرے لئے قیامت سے کم نہ ہوتا مگر آج جس حالت میں اور جس مقصد کے تحت ہم آپ کو رخصت کر رہے ہیں اس کے پیش نظر تمہارا جانا اور ہمارا رخصت کرنا ہمارے لئے کسی عظیم مسرت سے کم نہیں ہے

اب آپ اپنے آقا سے آخری اجازت طلب کر کے میدان کی جانب روانہ ہو جائیں، آقا کی بارگاہ تک میں بھی آپ کے ساتھ جاتا ہوں اور وہاں تک آپ میرے آگے چلیں، شہزادہ پاک نے عرض کیا کہ حضور آپ کے آگے چلنا تو سوئے ادبی ہے، فرمایا کہ خالق کا حکم ہے کہ قربانی کا احترام کرو، آپ اس وقت قربانی ہیں اس لئے آپ کو آگے چلنا چاہیے، اسی حالت میں جناب محمدؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے آقا کے قریب لے آئے اور آ کر عرض کیا کہ آقا اپنے پاک فرزند جناب علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صدقہ سمجھ کر میری اس حقیر سی قربانی کو شرف قبولیت عطا فرمائیں

﴿میدان﴾

شہزادہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں آئے، انہوں نے پاک بابا کے انداز میں رجز پڑھنا شروع کی، قوم کفار کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں ☆

اقسمت لو كنتم لنا اعداء
و مثلكم كنتم لنا افرادى
يا اشر جيل سكنوا البلادى
و شر قوم اظهروا الفسادا
سنترك جمعكم شرادى
و نرمى الروس عن اجسادا

اے قوم ملاعین! تم تو کفار سے بھی بدتر ہو کہ تم نے ہر طرف فساد پھیلا رکھا ہے، اور اتنے فتنہ پرور ہو کہ تم سب پر ابلیس کا گمان ہوتا ہے، رب کعبہ کی قسم ہماری دشمنی میں تم جتنا بھی متحد ہو جاؤ ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے، کیونکہ جب ہماری تیغ برقِ فنا بن کر تمہارے سروں پر چمکے گی تو بربادی تمہارا مقدر ہو گی، اور انشاء اللہ میدان محشر تک تم میری تیغ کے جوہر یاد رکھو گے، اگر تمھیں فوج کی کثرت پر ناز ہے تو یقین جانو کہ میں تم سب کو تقسیم کرتے ہوئے فنا کر دوں گا

جس وقت شہزادے پاک نے رجز پڑھی، اس وقت ابن سعد ملعون کے ساتھ ایک شامی پہلوان کھڑا تھا، اس کی طرف دیکھ کر عمر ابن سعد ملعون نے کہا کہ تو اس شہزادے کے مقابلے میں جا، اس ملعون نے بگڑ کر کہا کہ اس معصوم بچے کے ساتھ لڑنا میری توہین ہے، اگر کوئی میرا جوڑ میدان میں آیا تو میں ضرور جاؤں گا

ادھر پاک شہزادے نے تلوار بے نیام فرمائی اور نعرۂ تکبیر بلند کر کے لشکر شام پر حملہ آور ہوئے

تاریخ بتاتی ہے کہ یہ شہزادہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے پاک بابا کرد گار وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مکمل بلکہ کامل شبیہ تھے، یہ شکل میں اس قدر اپنے بابا سے مشابہ تھے کہ جب سر پاک بازارِ شام میں پہنچے تھے تو کوئی یہ تمیز نہیں کرسکتا تھا کہ شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سر پاک کون سا ہے......اور اس شہزادے پاک کا سر کون سا ہے؟

جس وقت شہزادے پاک نے حملہ کیا تو سامنے آٹھ سو 800 فوجی جوانوں کا ایک دستہ جنگ کرنے کیلئے مقابلہ میں آیا، شہزادہ پاک اس دستے پر حملہ آور ہوئے انہوں نے ایسی جنگ کی کہ گویا یہ جنگ نہیں بلکہ اپنے بابا پاک کی حسرتوں کی تکمیل فرما رہے تھے، اس جنگ کے دوران میدان میں اتنی گرد اُٹھی کہ جو شامی ملاعین میدان سے باہر جنگ میں مصروف تھے انہیں آٹھ سو فوجیوں کا دستہ نظر نہیں آتا تھا صرف تلواروں کے ٹکرانے کی آواز اور ملاعین کی چیخیں سنی جاسکتی تھیں اور پاک شہزادہ کے نعرہ ہائے تکبیر سنے جاتے تھے

اچانک اس گرد وغبار میں سے آوازوں کا آنا بند ہوا تو شامیوں نے سمجھا کہ ہمارے حق میں جنگ کا فیصلہ ہو گیا ہے، مگر چند منٹ کی خاموشی کے بعد شامیوں نے نگاہ کی تو دیکھا کہ جوان شہزادہ اس گرد وغبار سے باہر گھوڑے پر سوار کھڑے تھے اور اپنے لباس سے جنگ کی گرد جھاڑ رہے تھے

ابن سعد ملعون کے ساتھ جو شامی ملعون کھڑا تھا اس نے کہا

☆والله لا قتلن هذا الغلام فانی اراه شجاعا

واللہ یہ بچہ نہیں بلکہ بہادر جوان ہے، میں اس کے ساتھ ضرور جنگ کروں گا اور اسے شہید کروں گا

راوی کہتا ہے کہ میں نے اس ملعون سے کہا

☆الم تعلم قرابته من رسول الله صلی الله علیه و آلہٖ وسلم

کیا تجھے یہ بھی علم ہے کہ اس حسین جوان کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رشتہ کیا ہے؟ تو اپنے نبی کی اولاد کو شہید کرنے کا ارادہ رکھتا ہے؟ مگر اس ملعون نے میری بات پر توجہ نہیں دی، وہ اپنے ساتھ فوج کا ایک دستہ لے کر میدان میں آیا اور اس نے کہا کہ تم سب مل کر ایک طرف سے حملہ کرو، میں دوسری جانب گھات لگا کر بیٹھتا ہوں، جس وقت شہزادہ پاک میری زد میں آئیں گے تو میں حملہ کروں گا تاریخ صرف اتنا بتاتی ہے کہ شہزادہ پاک اس آنے والی فوج کی طرف متوجہ ہوئے اور اس پر حملہ کرنے کی تیاری کر ہی رہے تھے کہ اس ملعون نے چھپ کر پشت کی جانب سے وار کیا ☆فضربة عظيمة يجود فی دمه

راوی کہتا ہے کہ اس ملعون کی ضربِ شدید کے بعد میں نے دیکھا کہ نوجوان شہزادہ خون کا غسل کر کے زین سے اتر رہے تھے اور آہستہ آہستہ آواز آ رہی تھی آقا اب تو غلام سے راضی ہیں، میرا آخری سلام قبول فرمائیں، جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور کردگار وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام میدان میں آئے تو شہزادے پاک میں رمق جاں ابھی باقی تھی، انہوں نے فوراً انہیں خیام میں پہنچانے کی کوشش کی جس وقت لاش خیام میں آئی، ساری مستورات صلوٰۃ اللہ علیہن ان کے گرد جمع ہو گئیں مگر شہزادے کی پاک اماں صلوٰۃ اللہ علیہا موجود نہیں تھیں، جناب شریکۃ الحسین صلوٰۃ اللہ علیہا نے دائی پاک کو فرمایا کہ آپ جا کر ان کی پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کو اطلاع دیں کہ تمہارے بیٹے کے آخری لمحات ہیں، ایک بار انہیں پیار تو کر لیں

جس وقت جناب فضہ سلام اللہ علیہا ان کے خیمہ میں آئیں تو انہوں نے دیکھا کہ اس پاک شہزادے کی والدہ صلوٰۃ اللہ علیہا کا سر اطہر سجدہ میں ہے اور فرما رہی ہیں الحمدللہ...... الحمدللہ...... شکراً اللہ...... شکراً جمیلاً وحمداً کثیراً ( )

جناب فضہ سلام اللہ علیہا نے ان کا شانہ ہلا کر عرض کیا بی بی سجدہ سے سر اٹھائیں، آپ کے لخت جگر میدان سے سرخرو ہو کر آئے ہیں، ان کا آخری دیدار کر لیں، مگر انہوں نے سر اوپر نہ اٹھایا، دائی پاک رو کر عرض کرتی ہیں معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا ہر ماں کی اولین خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو دولہا کے روپ میں دیکھیں، آپ کے فرزند اپنے جسم اطہر پر زخموں کے پھول سجا کر واپس آئے ہیں اور اس وقت ان کے آخری لمحات ہیں ذرا ان کو پیار تو کر لیں، پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے سجدہ سے سر اٹھایا اور فرمایا کہ فضہ سلام اللہ علیہا جو چیز صدقہ میں دی جائے اس پر کوئی حق باقی نہیں رہتا ہے، میں نے اپنا لخت جگر شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صدقہ دیا ہے

تمام مومنین دعا فرمائیں کہ کردگارِ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سبھی پاک فرزندان کو اب ابدی خوشیاں نصیب ہوں، یہ اپنے پاک آقا مولا کریم کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گھر اطہر دوبارہ آباد دیکھیں، اور شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت میں یہ شگن کے سہرے سروں پر سجائیں تاکہ ان کی پاک والدہ سبھی غم بھلا سکیں

﴿ آمین یا رب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمّ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَصَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 9

شہزادہ قاسم ابن عباس

علیہما الصلوٰۃ والسلام

اس دور میں عقائد گونا گونیت کا شکار ہو چکے ہیں اور پاک خاندان علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خلاف اہل منبر بوجہ جہالت یا عداوت شیعہ عوام کو (Slow Poisoning) سلو پوائزننگ کر رہے ہیں، یعنی ہلکا ہلکا زہر عقائد کی رگوں میں منتقل کر رہے ہیں اور عوام اپنی لاعلمی کی وجہ سے اسے قبول بھی کر رہے ہیں
(خالق کائنات مومنین اور مخلصین کو زہر آلود ہونے سے ہمیشہ محفوظ رکھے)

پہلے ایک تصور یہ پیش کیا گیا کہ چودہ پاک ذوات علیہم الصلوٰۃ والسلام معصوم ہیں باقی پاک خاندان کے سبھی افراد علیہم الصلوٰۃ والسلام نعوذ باللہ غیر معصوم ہیں، یہ تصور بھی کسی امام معصوم کا پیش کردہ نہ تھا بلکہ علمائے سوء کا وضع کردہ تھا، مگر اس تصور کی قباحت کسی سے مخفی نہ تھی لیکن پھر بھی اسے رائج کر دیا گیا اور عوام نے اسے قبول بھی کر لیا

علمائے عرفان نے ان علماء کے احترام کی وجہ سے اس عوامی نظریے کی تردید نہ کی لیکن اس کی قباحت کو کم کرنے کیلئے انہوں نے عصمت کی دو قسمیں بنا کر پیش کیں تاکہ پاک خاندان علیہم الصلوٰۃ والسلام کے باقی پاک افراد کا مقام اور ان کی عظمت عوام کے عقائد میں باقی رہے

انہوں نے یہ نظریہ بیان فرمایا کہ عصمت کی دو قسمیں ہیں

نمبر 1 ......عصمت کبریٰ، نمبر 2 ......عصمت صغریٰ

بعد میں ان دو قسموں کیلئے دو اصطلاحات وضع کی گئیں (1) عصمت کبریٰ کیلئے لفظ معصوم اور (2) عصمت صغریٰ کیلئے لفظ محفوظ استعمال کیا جانے لگا

اور ان دو قسموں میں فرق یہ بیان کیا گیا کہ جو محفوظ ہوتا ہے وہ خطا، نسیان اور مکروہات کا ارتکاب کرسکتا ہے، یعنی وہ بھول چوک کر گناہان صغیرہ کرسکتا ہے مگر گناہان کبیرہ نہیں کرتا اور جو معصوم ہوتا ہے اس سے دونوں قسم کے محرمات کا ارتکاب نہیں ہوتا ......عصمت کی رائج الوقت تعریف یہ ہے

معصوم وہ ہے جو گناہ کی استعداد و قدرت کے باوجود گناہ نہیں کرتا

اس تعریف کو دیکھ کر ہر ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ معصوم گناہ کیوں نہیں کرتا؟ ......اس سوال کا جواب علماء نے یہ دیا کہ جس وقت معصوم کے سامنے کوئی گناہ آتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کا جلال اور غضب یاد آجاتا ہے اس ڈر سے وہ گناہ نہیں کرتا

اس نظریہ کی کمزوریاں کسی بھی صاحب عقل و شعور سے پوشیدہ نہیں ہیں، اس پر میں نے مکمل بحث اپنی کتاب امتیاز العالین میں کی ہے اور مزید بحث شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے اسم مبارک عصمت الامم کے ضمن میں کی ہے، تفصیل کیلئے ان کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے، یہاں صرف اتنا عرض کروں گا کہ یہاں جو معصوم کی تعریف کی گئی ہے یہ پاک خاندان تطہیر علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان کے شایان نہیں ہے بلکہ اس مقام پر وہ افراد فائز ہیں کہ جنہوں نے پاک خاندان کے عرفان کے اعلیٰ

مقامات کو حاصل کیا ہے، مثلاً نواب اربعہ ہیں، یا جناب سلمان محمدی الفارسی ہیں، یا ایسے دیگرا فرادِ امت ہیں، وہ تو عصمت کی اس تعریف میں آ سکتے ہیں لیکن پاک خاندانِ تطہیر علیہم الصلوٰۃ والسلام تو اس سے بھی اجل وارفع واعلیٰ ہے، کیونکہ وہ تو سبھی معصوم گر ہیں، معدنِ عصمت ہیں، کائنات کو عصمت عطا فرمانے والے ہیں

حقیقت یہ ہے کہ پاک خاندان کے بارے میں چہاردہ معصومین اور عصمت کبریٰ وصغریٰ جیسی اصطلاحات کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے، کیونکہ خود اللہ کے نورِ اول شہنشاہ معظم سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرما دیا ہے کہ

☆اولنا محمدؐ و اوسطنامحمدؐ و آخرنا محمدؐ وکلنا محمدعلیهم الصلوٰة والسلام

یعنی ہمارے پاک گھر کا ہر فرد عین محمدؐ ہے، اگر اس حدیث پاک میں آخری فقرہ نہ ہوتا تو کوئی ضعیف العقیدہ مولوی یہ نتیجہ اخذ کر سکتا تھا کہ اول سے مراد خود شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اوسط سے مراد درمیانہ معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں اور آخر سے مراد شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ہیں، لہٰذا بات چودہ معصومین سے شروع ہو کر انہی پر ختم ہوتی ہے، لیکن اس نظریہ کی تردید کیلئے آخری جملہ موجود ہے

☆کلنا محمدصلی الله علیه و آلہٖ وسلم

یعنی یہ سارے کے سارے عین وہی ذات ہیں، ان میں کوئی فرق سرے سے موجود ہی نہیں ہے، اس لئے ہمیں یہ نظریہ رکھنا چاہیے کہ اس پاک خاندان کے جملہ پاک شہزادے علیہم الصلوٰۃ والسلام اور پاک شہزادیاں صلوٰۃ اللہ علیھن حامل عصمت اِلٰہی ہیں، معصوم اکبر ہیں، اور ان میں استعداد گناہ موجود ہی نہیں ہے

حقیقت یہ ہے کہ شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام تک

جناب مولا غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر ان کے آخری فرزند تک سب میں استعداد امامت موجود تھی ،مگر منصب امامت کے محدود ہونے کی وجہ سے ان کو یہ منصب نہیں ملا، ورنہ اس کے قابل سبھی شہزادے تھے، شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند ثانی جناب قاؑسم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی مقام عصمت اِلٰہیہ پر فائز ہیں، 44 ہجری میں ان کی دنیا میں آمد ہوئی، ان کا بچپن اپنے بابا پاک کے ساتھ اطاعت امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں گزرا، جس وقت مدینہ سے تیاری ہوئی تو یہ قافلہءِ تسلیم ورضا کے ساتھ کربلا آئے تھے، روزِ عاشوران کی حیات طیبہ کم وبیش 16 سال تھی

تاریخ بتاتی ہے کہ شہزادہ محمدؑ بن عباؑس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاش خیام میں پہنچنے کے بعد جناب شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آقا سبھی نونہالانِ چمن رسالت شہادت کی سیج پر سو رہے ہیں، اگر ساری فوج کی شہادت کے بعد مجھے جنگ کی اجازت دی گئی تو اس کا فائدہ نہ ہونے کے برابر ہوگا، اس لئے مناسب یہی ہے کہ اب مجھے اجازت عطا فرمائیں جس وقت کردگار وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام اجازت طلب کرنے میں مصروف تھے، عین اسی وقت دو شہزادگان نے آکر ان کا دامن پکڑا

☆احد هما فضلؑ بن العباؑس والثانی اخیه القاؑسم علیهما الصلوٰة والسلام

ایک جناب فضل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دوسرے ان کے بڑے بھائی جناب قاؑسم علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے، عرض کرتے ہیں بابا جان آپ سے پہلے ہمارا حق بنتا ہے کہ ہم معراجِ شہادت پر فائز ہوں، مگر آپ ہم سے پہلے تیار ہو رہے ہیں، ہماری زندگی میں یہ ناممکن ہے، پہلے ہمیں اذنِ شہادت لے کر دیں، شہنشاہ غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

اپنے دونوں بیٹوں کو سینے سے لگا کر فرمایا کہ ہمیں آپ سے یہی توقع تھی، اب خود جا کر اپنے آقا سے اجازت طلب کریں، دونوں شہزادے سر جھکا کر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے آ کھڑے ہوئے، عرض کرتے ہیں آقا کیا آپ کے مقصد میں ہمارا کوئی حصہ نہیں ہے؟ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں میرے لعل آپ تو مظلوم کو تنہا نہ کریں، اس وقت دونوں شہزادوں نے رو کر عرض کی کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے سبھی نوجوان شہید ہو کر سربلند اور سرخرو ہو رہے ہیں، پھر ہم اس شرف سے کیونکر محروم رہیں؟، آقا یہ حقیقت ہے کہ ہمارے پاک بابا کائنات کے سب سے عظیم المرتبہ غیور ہیں، اس لئے ہمیں حیاتِ ابدی سے آپ کی پاک نعلین پر فدا ہونا زیادہ عزیز ہے، ہم پر ضرور احسان فرمائیں اور اذنِ جہاد عطا کریں، اپنے نو خیز شیروں کا کلام سن کر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اگر سب کی خواہش یہی ہے تو ☆ بسم الله وبارك الله فی براز کما

خالق تمہیں مقصد میں کامیاب کرے جاؤ میرے لعل، دونوں شہزادے اجازت لے کر اپنے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے آ کھڑے ہوئے، خوش ہو کر عرض کرتے ہیں بابا جان ہمیں جنگ کی اجازت مل گئی ہے، جناب عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ آپ تو اپنے بابا پاک سے بھی زیادہ خوش نصیب ہیں، میں تو صبح سے جنگ کی اجازت طلب کر رہا ہوں مگر نہیں مل رہی ہے، آپ نے ایک بار اجازت طلب کی اور آپ کو تو اجازت مل گئی ہے، جائیں میرے لعل فی امان اللہ

مگر جانے سے پہلے خیام میں سے پاک ماں علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وداع ہو لیں

دونوں شہزادے خیام میں تشریف لائے، خیام میں عجیب منظر نظر آیا، خیام کے

سامنے صحن میں ایک مسند پر ان کے بڑے بھائی جناب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاش موجود تھی، جس کے گرد مستورات حلقہ بنائے رو رہی تھیں، ان مستورات کے درمیان ان شہزادوں کو اپنی ماں صلوٰۃ اللہ علیہا زمین پر مسند نشین نظر آئیں، باقی مستورات انہیں جوان بیٹے کیلئے پرسہ دے رہی تھیں

انہوں نے جب بھائی کی لاش پر نگاہ کی اور ان کا خون آلود کفن نظر آیا، ان کے جسم پر ایک چادر تھی اور چادر سے جناب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صرف چہرہ ظاہر تھا

☆فلما نظر القاسم علیہ الصلوٰۃ والسلام علیٰ الاخیہ قال یعز علیٰ فراقك

بھائی کی لاش پر حسرت آمیز نگاہ ڈال کر فرمایا بھائی! واللہ اب تمہارے بغیر زندگی دشوار نظر آتی ہے، اچھا خدا حافظ، دونوں بھائیوں نے مستورات پر الوداعی نگاہ فرمائی اور خیام سے باہر آ گئے، باہر آ کر دوبارہ بابا پاک سے وداع ہوئے اور پہلے جناب قاسم بن عباس علیہا الصلوٰۃ والسلام میدان میں تشریف لے گئے

یہ جب میدان میں آئے تو انہوں نے اپنا گھوڑا فوجِ کفار کے سامنے آ کھڑا کیا اس کے بعد انہوں نے رجز پڑھنا شروع کی اور فرمایا کہ

[@]

الیکم من نبی المختار ضرباً

یشیب کھولہ الطفل الرضیع

الایا معشر الکفار جمعاً

بکل منهم خضیب قطیع

[@]

مجھے نبی ءِ مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم ہے کہ آج میں اس انداز میں تلوار چلاؤں گا کہ

جتنے بھی سن رسیدہ افراد میدان میں موجود ہیں میرے سامنے دودھ پیتے بچے کی مانند نظر آئیں گے، مجھے پہچانو کہ میں سرکار ابوالفضل العباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام علمدارِ فوجِ حسینؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نوخیز شیر ہوں، کیا ہوا کہ میرے سامنے فوج کا جم غفیر ہے، جب میری تلوار نیام سے باہر آئے گی تو تم سبھی ملاعین بلا تاخیر دوزخ سدھار جاؤ گے، اگر کسی میں دم خم ہے تو میرے سامنے آئے

جس وقت شہزادہ قاسمؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رجز پڑھی، عمر ابن سعد ملعون کے ساتھ بیس 20 جوان گھوڑوں پر سوار کھڑے تھے، اس ملعون کی طرف دیکھ کر کہتے ہیں کہ اگر اجازت ہو تو ہم مل کر اس جوان پر حملہ کریں؟ یہ ملعون کہتا ہے کہ دیکھ لو شیروں کے بیٹے شیر ہوتے ہیں، اگر تم ان کا مقابلہ کر سکتے ہو تو بے شک جاؤ، مگر خیال رکھنا کہ بنی ہاشم کی تلوار کا دوسرا نام موت ہے

یہ 20 جوان میدان کی طرف روانہ ہوئے، ادھر اسد الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شیر نے پیاسے گھوڑے کی باگ اٹھائی اور اس انداز میں گھوڑا دوڑایا کہ دس سوار اپنی دائیں طرف رکھے، اور دس سواروں کو اپنے بائیں جانب رکھا، ان کے درمیان سے قضا کی برقِ شرر بار بن کر وفا کے کردگار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شیر نے اس طرح گزر کیا کہ شامیوں کے گھوڑوں کی رفتار میں بھی فرق نہیں آیا اور نہ کسی سوار کی زین پر حالت بدلی، صرف اتنا ہوا کہ ظالمین کے ہاتھوں میں باگیں رہ گئیں، جسم زین پر تھے مگر ان کے سر ثانیءِ اسد اللہ کے گھوڑے کے سموں کے ساتھ ٹکرا کر گرتے ہوئے نظر آرہے تھے، لشکر کفار نے بے ساختہ داد دی کہ واقعی ہاشمی خون کا کوئی جواب نہیں، واللہ آپ جیسا جنگجو کوئی نہیں ہو سکتا

عمر ابن سعد ملعون نے غصہ میں پاگل ہو کر فوج سے کہا کہ تم ان کو دادِ شجاعت ہی دیتے رہو گے یا کچھ کر کے بھی دکھاؤ گے، فوجیوں نے پوچھا کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ اس ملعون نے کہا کہ تمہارے پاس اس کے علاوہ کوئی راستہ ہی نہیں ہے کہ سب مل کر حملہ کرو، اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم جیسے لاکھوں پر یہی ایک شہزادہ کافی ہے☆فلما قتل منهم عشرين فارساً فحمل على القوم

جس وقت شہزادے نے 20 جوانوں کو فی النار کیا تو فوجِ کفار کا ارادہ بھانپ کر آتی ہوئی فوج پر حملہ آور ہوئے اور اڑھائی سو ملاعین اس حملے میں فی النار ہوئے اچانک فوج نے مل کر حملہ کیا، زخموں سے چور ہو کر پاک شہزادہ زین سے اترے اور آہستہ آہستہ آواز دی ☆یا سیدی ادرکنی فی سبیل الله

جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس وقت یہ آواز سنی تو دوبارہ زبان مبارک پر یہ فقرہ آیا☆الحمد لله وشكراً لله خالق میری قربانی منظور ہوئی

تاریخ بتاتی ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام میدان میں تشریف لائے، دیکھا تو شہزادہ خون میں غلطان زمین پر نظر آئے، انہوں نے جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم فرمایا کہ فوراً انہیں خیام میں پہنچاؤ ☆ حمله و وضعاً بين القتلى

حکم کی تعمیل میں جناب سرکارِ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام پاک شہزادے کو میدان سے اٹھا لائے، مگر خیام میں نہیں لے گئے، بلکہ جہاں باقی شہداء کی خون آلودہ لاشیں رکھی ہوئی تھیں، انہوں نے انہیں بھی آ کر گنجِ شہداء میں سلا دیا، جس وقت مولا غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام شہزادے کو گنجِ شہداء میں سلا رہے تھے، اس وقت دائی پاک کی نگاہ پڑی تو انہوں شہزادہ پاک کی ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کو یہی اطلاع دی

جناب فضل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا نے پاک دائی کو فرمایا کہ جا کر ہماری طرف سے شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں عرض کریں کہ آپ میرے فرزند کو شاید اس لئے خیام میں نہیں لائے کہ آپ نے یہ محسوس کیا ہوگا کہ یکے بعد دیگرے دوسرے جوان بیٹے کا صدمہ ماں کا دل برداشت نہیں کر سکے گا لیکن میرے لئے تو آج بیٹوں کی قربانی کی خوشی ان کی شادی سے بھی زیادہ ہے

جس وقت دائی پاک نے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا کہ شہزادے پاک کی ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کی خواہش ہے کہ اگر مناسب سمجھیں تو ایک مرتبہ میرے فرزند کی لاش خیام میں لانے کی اجازت عطا فرمائیں، اس وقت امامِ مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام شہزادے کو خیام میں لے آئے اور انہیں جوان بھائی کے ساتھ آکر سلا دیا

شہزادے کی پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا شہزادے کے سرہانے تشریف لائیں، ان کی خون آلودہ پوشاک دیکھ کر فرمایا کہ میرے لختِ جگر! تمہارے جسم میں خون کی شکل میں ماں کا دودھ تھا، دکھی ماں کے جگر کا خون تھا، میرے لعل! ماں کے جگر کا خون کتنی فراخ دلی سے میدان میں خرچ کر کے آئے ہو، اتنا بھی نہیں سوچا کہ دکھی ماں کی دولت لٹاتے ہوئے اتنا سخی نہیں بننا چاہیے

اس وقت ایک عجیب منظر تھا کہ جب ان پاک شہزادوں کی والدہ گرامی صلوٰۃ اللہ علیہا نے تمام موجود مستورات کو اپنی طرف متوجہ کیا، دونوں بیٹوں کی لاشوں کے درمیان آکر ایک ہاتھ ایک بیٹے کی لاش پر رکھا اور دوسرا ہاتھ دوسرے بیٹے کی لاش پر رکھ کر فرمایا کہ میں اس وقت دعا کرتی ہوں آپ سب آمین کہیں

اس وقت دونوں بیٹوں کے ہاتھ پکڑ کر دعائیہ انداز میں آسمان کی طرف بلند کئے

اور فرمایا کہ اے رحمٰن و رحیم ! اے مجیب الدعوات ! اے دل مضطر کی فریاد سننے والے ! تیری ذات شاہد ہے کہ اس وقت کائنات میں ہم سے زیادہ مضطر اور کوئی نہیں ہے، میں اپنے دونوں بیٹوں کی قربانی کے عِوض تجھ سے التجا کرتی ہوں کہ اس دنیا میں حکومت اِلٰہیہ کا قیام جلد عمل میں آئے، ابھی ابھی ہمارے پاک منتقم عجل اللہ فرجۂ الشریف کا ظہور ہو، اور وہ تشریف لا کر میرے ان بیٹوں کا ظالمین سے انتقام لیں، آج جس گھر میں بیٹوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری ہے اس گھر میں خوشیوں کی ابدی بہار جلد آئے، ہمارے وہ تمام نونہال جو آج تیرے دین کی بقا کی خاطر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر رہے ہیں ان کی بے مثال جوانیوں کو ہم سہروں میں سجا دیکھیں تا کہ ہمارے قلب ہائے مضطر و مغموم کو قرار حاصل ہو
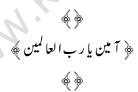
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمْ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف
وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلٰی آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 10

شہزادہ فضلؑ ابن عباسؑ

علیہما الصلوٰۃ والسلام

جناب ابوالفضل العباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کنیت ابوالفضلؑ کے کئی مطالب ہیں، ایک تو ان کے تیسرے فرزند اقدس کا نام پاک جناب فضل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے
یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مشہور کنیت ہے ابوعبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے تیسرے فرزند اقدس ہیں، یعنی ان کی طرح وہ بھی تیسرے فرزند کے نام سے مشہور ہیں
جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقیقی تین بھائی ہیں یعنی آپ حقیقی چار بھائی ہیں اور ایک پاک ہمشیر صلوٰۃ اللہ علیہا ہیں، ان کے پاک فرزند بھی چار ہیں اور ایک پاک دختر صلوٰۃ اللہ علیہا ہیں
شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک والدہ صلوٰۃ اللہ علیہا کو اپنی اولاد سے زیادہ کریم کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت تھی اور انہوں نے اپنے بیٹوں کی تربیت بھی اس انداز سے کی کہ ان کی پاک اولاد میں سے کسی نے بھی زندگی بھر امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھائی کہہ کر نہیں پکارا، اور نہ ہی کبھی مقام عبدیت سے تجاوز کیا
واقعہ ءِ کربلا کے بعد ملکہ ءِ ملک وفا، مادر کردگار وفا بی بی پاک صلوٰۃ اللہ علیہا کا معمول تھا

کہ جناب عبید اللہ بن عباسؑ علیہما الصلوۃ والسلام کو ساتھ لے کر جنت البقیع تشریف لے جاتی تھیں، یہاں معظّمہءِ کائنات بی بی صلوۃ اللہ علیہا کی مزار اقدس کے ساتھ امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کی مزار بناتیں، پھر ان کی مزار کے قدموں والی جانب اپنے حقیقی فرزندان کی مزاریں بناتیں، پھر ان مزاروں کو مخاطب کر کے فرماتی تھیں

اے عباسؑ علیک الصلوۃ والسلام، اے عون علیک الصلوۃ والسلام، اے جعفر علیک الصلوۃ والسلام، اے عبید اللہ علیک الصلوۃ والسلام میں تمہیں نہیں روؤں گی، کیونکہ میں تو حسین علیہ الصلوۃ والسلام کی حقیقی ماں ہوں، آپ تو ان کے غلام تھے

دوسری وجہ یہ ہے کہ تمہاری ماں تو موجود ہے، میں اپنے اس بیٹے کو روؤں گی کہ جس کی یاد میں رونے کیلیئے والدہ پاک صلوۃ اللہ علیہا بھی ظاہراً موجود نہیں ہیں

سارا دن پاک بی بی صلوۃ اللہ علیہا مرثیے پڑھ کر روتی رہتیں اور شام کو جناب عبید اللہ علیہ الصلوۃ والسلام انہیں گھر لے آتے تھے

ایک دن مروان بن حکم ملعون اونٹنی پر سوار ہو کر جنت البقیع کے قریب سے گزر رہا تھا، اس ملعون نے جس وقت پاک بی بی صلوۃ اللہ علیہا کا مرثیہ سنا تو وہ اتنا دردناک مرثیہ تھا کہ دشمن ہوتے ہوئے بھی وہ ملعون روتا ہوا اونٹنی سے نیچے گر گیا

پاک بی بی صلوۃ اللہ علیہا کے چند مرثیے کتب میں لکھے ہوئے ہیں ان میں سے ایک مرثیہ ہے جو صاحب منتہی الآمال نے مفاتیح الجنان میں لکھا ہے

[@]

یا من رای العباسؑ کر	وعلی جماهیر النقد
و رآه من ابنائنا	وکل لیث ذی لبد

انبئت عن ابنی اصیب	بـراسـه مـقـطـوع یـد
ویلی علی شبلی اما	بـراسـه ضـرب العمد
لو کان سیفك فی ید	یك لـم دنـا مـنك احـد

اس کا مفہوم یہ ہے کہ کیا کوئی ہے جو آج مجھے کربلا کے واقعات کی خبر دے کیا کوئی ہے کہ جس نے وہاں میرے لخت جگر عباسؑ علیہ الصلوۃ والسلام کو فوجوں سے نبرد آزما دیکھا ہو؟ کہ میرے شیر ببر نے وہاں کس طرح فوجوں کو زیر وزبر کیا تھا؟ میں نے سنا ہے کہ کربلا میں میرے دلبند کے ہاتھ پہلے قربان ہوئے تھے بعدازاں انہوں نے اپنا سر فدا کیا تھا، افسوس کہ قوم شریر نے ان پر بہت ستم ڈھائے تھے، اگر میرے عباسؑ علیہ الصلوۃ والسلام کے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو پھر چاہے کل کائنات مقابلہ میں آتی وہ ہرگز خاطر میں نہ لاتے، مگر وہ تو خالی ہاتھ تھے

پاک ام العباسؑ بی بی صلوۃ اللہ علیہا کا دوسرا مرثیہ یہ ہے

[@]

لاتـدعـونـی ویك ام البـنـینؑ

تـذکـریـنـی بـلـیـوث العـرین

کـانـت بـنـون لـی ادعـی بهم

والیـوم اصبـحـت ولا بـنـیـن

[@]

اب کوئی مجھے صاحب اولاد نہ کہے، کیونکہ اب میری اولاد اس دنیا میں نہیں رہی ہے، ہاں میں کبھی صاحب اولاد تھی، مگر اب تو مجھے تقدیر نے لوٹ لیا ہے اور اب

اگر کوئی مجھے ایسا کہے تو میرا دکھ اور غم تازہ ہو جاتا ہے، اور مجھے اپنے لخت جگر یاد آتے ہیں، اب چونکہ میرے فرزند نہیں رہے اس لئے اب تو ان کے بیوہ حرم کے دکھ سے میرا جگر زخمی ہے، اس لئے اب مجھے اولاد کی ماں کہلانے کا حق ہی نہیں

تاریخ بتاتی ہے کہ جس وقت یوم عاشور طلوع ہوا، وہ روز قیامت خیز تھا، اس دن آسمان کا رنگ زرد تھا، ایک گہری مایوسی اور سوگواری کائنات پر چھائی ہوئی تھی کربلا میں جیسے جیسے قربانیوں کا سلسلہ بڑھتا گیا، کائنات پر اداسی اور غم کے بادل گہرے ہوتے چلے گئے

فطرت کا تقاضہ ہے کہ مائیں اولاد سے چاہے کتنی دور کیوں نہ ہوں جب بھی اولاد اداس ہوتی ہے یا اولاد پر کوئی دکھ آتا ہے تو ماں کا دل فوراً تڑپ جاتا ہے اور وہ دعا کرتی ہیں کہ خالق خیر کرے، خدا کرے میری اولاد خیر و عافیت سے ہو، آج میرا دل ایک دم اداس ہو گیا ہے

بعینہٖ شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک والدہ صلوٰۃ اللہ علیہا کی یہی کیفیت تھی، معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کی گھر کے صحن میں مسند لگی ہوئی تھی، بعد از نماز صبح بنی ہاشم علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جملہ مستورات کو بلوایا اور انہیں فرمایا کہ آج ہمارا دل بہت اداس ہے، جب سے سورج طلوع ہوا ہے ہمارا دل تڑپ رہا ہے، اس کے بعد پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ جناب محمد حنفیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جا کر کہو کہ آج میرا دل بہت زیادہ اداس ہے، مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے میرے لخت جگر عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دکھوں کے پہاڑ الٹ پڑے ہوں، یا وہ جیسے شہید ہو گئے ہوں، اگر ایسا ہی ہے تو نبی زادیوں صلوٰۃ اللہ علیہن کے پردے کا اللہ تعالیٰ ہی حافظ و ناصر ہے

جس وقت جناب محمدؐ حنفیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تو حرم سرا میں جملہ مستورات جمع تھیں، درمیان میں ملکہءِ ہجر و فراق بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا دادی پاک کے ساتھ بیٹھی تھیں، اور باقی مستورات تسلیاں دے رہی تھیں مگر معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا بار بار فرما رہی تھیں کہ آج صبح سے میں نبی زادیوں صلواۃ اللہ علیھن کے بین سن رہی ہوں جس سے میرا جگر پھٹا جا رہا ہے، مجھے اپنی بیٹیوں کے خیام پر دکھ کے سائے نظر آ رہے ہیں، مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ میرا عباؑس علیہ الصلوٰۃ والسلام شہید ہو چکا ہے اور میرے آقا مولا حسینؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام بے تحاشہ گریہ فرما رہے ہیں

مدینہ میں یہ کیفیت تھی، ادھر کربلا میں مولا غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام جس وقت اپنے دو لخت جگر قربان کر چکے تو خیام سے باہر تشریف لائے اور آ کر اپنے پندرہ 15 سال کے بیٹے جناب فضل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یاد فرمایا

☆ضمه الی صدره وقبل بین عینیه

انہیں اپنے سینہ سے لگا کر فرمایا کہ بیٹا آپ کے دو بھائی تو اپنے آقا کی نعلین پر قربان ہو چکے ہیں، اب آپ بھی اپنے آقا سے اجازت لے کر اپنی وفاداری کا ثبوت دیں کیونکہ جوان بیٹے ہوتے تو اسی لئے ہیں کہ والدین کو سرخرو کریں

شہزادہ پاک اجازت لینے کی خاطر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، آتے ہی انہوں نے اپنا سر امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں پر رکھ دیا اور عرض کرتے ہیں کہ آقا میرے دو بھائی شہادت عظمیٰ کے شرفِ اعلیٰ سے مشرف ہوں اور میں محروم رہ جاؤں، آپ کی ذات عادل ہے اس لئے عرض کرتا ہوں کہ ہم سبھی بھائیوں کو برابر کا مقام عطا فرمائیں، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

آپ سب شہادت کیلئے کتنے بے چین ہیں

☆فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام له ابرز بارك الله فيك

آقا سے اجازت لے کر شہزادہ پاک اپنے بابا پاک کے پاس تشریف لائے اور خوشخبری سنائی، انہوں نے فرمایا اب آپ اپنی والدہ پاک سے آخری وداع فرما لیں، شہزادہ پاک خیام میں اس مقام پر آئے جہاں بیٹوں کے سرہانے پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا تشریف فرما تھیں اور باقی مستورات انہیں پرسہ دے رہی تھیں، شہزادے پاک نے آخری وداع کیلئے ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کے قدموں پر ہاتھ رکھا، اور عرض کیا کہ اماں جان مجھے بھی اجازت عطا فرمائیں، پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور روکر فرمایا کہ بیٹا میرے ان آنسوؤں کو غم کے آنسو نہ سمجھنا بلکہ یہ تو خوشی کے آنسو ہیں کیونکہ میرے لئے تمہاری رحلت باعث مسرت ہے، کیونکہ جب سعادت مند بیٹے اپنے امام زمانہ کی نصرت میں کام آئیں تو والدین کیلئے یہ بات باعث فخر ومباہات ہوتی ہے، نہ کہ باعث غم

پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا سے اجازت لے کر پاک شہزادہ میدان میں آئے، انہوں نے اس انداز کے ساتھ جنگ کی کہ اہل کوفہ وشام کو جان کے لالے پڑ گئے، فوجِ شام میں افراتفری کا سماں تھا، جو سامنے آتا لقمہءِ اجل بن جاتا تھا، اپنے پاک دادا سرکار امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلال کا مظاہرہ فرمایا اور چند لمحوں میں

☆حتى قتل منهم ثمان مائة

انہوں نے آٹھ سو کوفیوں اور شامیوں کو خازن جہنم کے حوالے کیا، دورانِ جنگ تین دن کے پیاسے شہزادے کو پیاس نے مجبور کیا، فوجوں سے گھوڑا باہر لے آئے

اوراس مقام پر آئے جہاں جناب غازی علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی جنگ دیکھنے میں مصروف تھے، انہوں نے بچپن کے انداز میں عرض کیا باباجان پیاس ہے
شہنشاہ وفاعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے کمسن بیٹے کو سینہ سے لگا کر فرمایا کہ کیا تمہیں شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی زیادہ پیاس ہے، جاؤ میرا لعلؑ ایک بار پھر حملہ کرو، جس وقت تمہیں پیاس لگے تو اس معصومؑ کی پیاس یاد کر لینا تمہیں اپنی پیاس بھول جائے گی، شہزادہ پاک واپس میدان میں تشریف لائے، دوبارہ جنگ شروع کی، آخرکار اجتماعی حملے میں سلطان وفاعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا خوبروجوان بیٹا زین سے اتر گیا
خیام کے دروازہ سے دائی پاک نے انہیں زین سے اترتے دیکھ کر ان کی پاک والدہ گرامی صلوٰۃ اللہ علیہا کو اطلاع دی کہ معظّمہ آپ کا فضل بیٹا شہید ہو گیا ہے، اس وقت انہوں نے سجدۂ شکر ادا کیا کہ میرا نورِ نظر امام وقت کی نصرت میں کام آیا ہے
شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام میدان سے لاش اطہر اٹھانے کیلئے روانہ ہوئے، جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی لاش پر پہنچے تو شہزادے کی روح پرواز کر چکی تھی، کردگار وفاؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شہزادے کو اٹھایا اور خیام میں لے آئے، انہوں نے آکر شہزادے کو بھائیوں کے ساتھ سلا دیا
سب سے پہلے بھائی کی لاش پر کمسن بہن پہنچی، رو کر کہتی ہیں کہ ابھی تو بہن کو ملنے کیلئے آئے تھے، موت کی طرف اتنی جلدی کرنے کی کیا ضرورت تھی، مجھے یہ سمجھ نہیں آرہی ہے کہ میں کس کس بھائی کا ماتم کروں، چند لمحوں میں میرے سبھی بھائی مجھے اکیلا چھوڑ کر چلے گئے ہیں

جس وقت پاک مستورات صلوٰۃ اللہ علیھن لاشوں کے قریب آئیں، انہوں نے نگاہ کی تو ان کی کمسن بہن کسی وقت ایک بھائی کے سرہانے جاکر بیٹھتی پھر فوراً اٹھ کر دوسرے بھائی کے سرہانے پہنچ کر گریہ فرماتی تھیں، پاک فضل کی ماں صلوٰۃ اللہ علیھا نے پوچھا کہ میری لائق بیٹی آپ کیا کر رہی ہیں؟

معصوم بی بی صلوٰۃ اللہ علیھا نے روکر کہا کہ ماں میں تو اس بات سے پریشان ہوں ایک ہی وقت میں میرے تین بھائی خون کی مہندی لگا کر اور سرخ لباس پہن کر آئے ہیں، میں پہلے کس بھائی کے شگن کروں

اب دعا کا وقت ہے، تمام مومنین سے التماس ہے کہ تہہ دل سے دعا کریں کہ سرکار کردگارِ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سبھی نورالعین بیٹے دوبارہ اپنے پاک گھر میں آباد ہوں، ان کی سہرہ بندی کی خوشی سے ان کی پاک والدہ ماجدہ صلوٰۃ اللہ علیھا کے دکھوں کا ازالہ ہو، ان کی کمسن پاک بہن کو اپنے سبھی بھائیوں کی خوشیاں نصیب ہوں، ان کا پاک منتقم یعنی ہمارے امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف جلد تشریف لا کر ان پاک شہزادگان کے زخموں پر انتقام کا مرہم لگا کر حکومت آلِ محمدؐ علیھم الصلوٰۃ والسلام کا جلد از جلد قیام فرمائیں

﴿ آمین یا رب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمّ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہٗ الشریف
وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 11

علیہما الصلوٰۃ والسلام

(حصہ اول)

عزاداران گرامی!

ملکہ ءِ ملک بکا، بانی ءِ رسم عزا، عصمتِ رب دوسرا، فاتحِ جور و جفا، محسنہ ءِ رب ہدیٰ، مظلوم بھائی کے مقصد میں برابر کی شریک اور معاون، سارے گھرا طہر سے زیادہ لاجپال، پاک بابا کا بخت اقبال، پاک نانا کا سرمایہ ءِ لازوال، ہم پردہٗ رب لایزال، جناب عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک بہن یعنی پاک معظّمہ عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کی شادی خانہ آبادی ہوئی

اس شادی کے تفصیلی واقعات میں ان کے ذکر پاک میں پہلے بیان کر چکا ہوں اور ان کے فضائل پر مبنی جو میں نے دس خطبات عرض کئے تھے یا ان کے خطبات پر مبنی میں جو مجالس پڑھ چکا ہوں ان کا یہاں اعادہ کرنا مناسب نہیں سمجھتا

یہاں صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس وقت عقد نکاح کا اہتمام ہوا تو اس وقت شہنشاہ نجف امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا تھا کہ شرعی حق مہر ہمارے گھر کا جو مقرر ہے وہ تو آپ ادا کریں گے، مگر حق مہر میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ ایک زمانہ آئے گا کہ میرے مظلوم لخت جگر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مدینہ

چھوڑنا پڑے گا اور ان کے مقصد کی تکمیل کیلئے میری اس بیٹی کا اپنے بھائی کے ساتھ جانا ضروری ہے، شرط یہ ہے کہ جب میرا فرزند اصغر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ سے روانہ ہوں اور میری یہی پاک دختر آپ سے اپنے بھائی کے ساتھ جانے کی اجازت طلب کریں تو آپ نے انہیں روکنا نہیں ہے، انہیں آپ سے اجازت نہ لینا پڑے بلکہ آپ خود کہہ دینا کہ اپنے بھائی کے ساتھ چلی جائیں

یہ عقد مبارک 20 ہجری میں ہوا، ان کے عقد سے ایک دن بعد ان کی چھوٹی پاک ہمشیرام القاسمؑ بی بی (جناب ام، ک ل ث وم) صلوٰۃ اللہ علیہا کا عقد جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چھوٹے بھائی جناب محمدؐ بن جعفر طیار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہوا

یہاں عرض کرتا چلوں کہ میں نے یہاں نام پاک صرف تعارف کیلئے لکھا ہے لیکن خیال رہے کہ اس نام پاک کو برسرمنبر تلاوت نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ان کے نام پاک کو بھی پردہ ہے، اس لئے ان کا ذکر ان کی کنیت ام المعصوم، ام القاؑسم بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے ساتھ کرنا چاہیے، کیونکہ برسرعام نام پاک لینا سوئے ادبی ہے

37 ہجری میں عالیہ بی بی پاک صلوٰۃ اللہ علیہا کی آغوش اطہر میں بہار آئی اور جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دستار کے وارث جناب علیؑ بن عبداللہ بن جعفر طیار علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دنیا میں آمد ہوئی، یعنی یہ شہزادہ پاک امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک سال چھوٹے ہیں

40 ہجری کے بعد ملکہءِ عالمین بی بی پاک صلوٰۃ اللہ علیہا کے گھر اطہر میں دو دختران اِ عصمت اختران صلوٰۃ اللہ علیہا کی آمد ہوئی، ان کے بعد جناب عون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دنیا میں آمد ہوئی اور ان کے بعد جناب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت ہوئی

یہاں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ کئی صاحبانِ انساب نے یہ بھی لکھا ہے کہ جناب **محمد** علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے فرزند نہ تھے بلکہ وہ جناب **عبداللہ** علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوسرے حرم کی اولاد تھے اورانہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ جناب عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے علاوہ جناب **عبداللہ** علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حرم میں چار بیویاں اور کئی کنیزیں تھیں جنہیں زوجیت کا شرف بخشا گیا تھا

کئی مؤرخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ جناب **عبداللہ** علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عالیہ بی بی پاک صلوٰۃ اللہ علیہا کے وصال سے اٹھارہ سال بعد نوے سال کی عمر میں 80 ہجری میں وصال فرمایا اور یہ عقد انہوں نے عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے وصال کے بعد فرمائے تھے، یہ دونوں باتیں خلاف درایت ہیں

یعنی عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے وصال کے بعد عقد کرنے سے جناب **محمد** علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کسی دوسرے حرم پاک کی اولاد ہونے کا امکان اس لئے باقی نہیں رہتا کہ جناب **محمد** علیہ الصلوٰۃ والسلام کربلا کے شہید ہیں اوران کا مزار آج بھی وہاں موجود ہے

اور جناب معظّمہ عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کی موجودگی میں کسی دوسری مستور کا جناب عبداللہ ابن جعفرطیار علیہما الصلوٰۃ والسلام کے حرم میں اس حیثیت سے آنا جائز نہیں ہے

کیونکہ یہ بھی ایک شیعہ مسلمہ ہے کہ کسی معصوم کے عقد میں جب تک کوئی معصوٓمہ موجود رہے اس وقت تک معصوم پر کسی غیر معصوم کے ساتھ عقد کرنا حرام ہوتا ہے

جس طرح ملکہ ءِ عالمین سیدۃ النساء العالمین پاک صلوٰۃ اللہ علیہا کی موجودگی میں امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوئی عقد نہیں فرمایا اوراس زمانہ میں کچھ لوگوں نے عرض بھی کیا تھا کہ آپ دوسرا عقد فرمالیں تو انہوں نے فرمایا تھا یہ کسی معصوم پر جائز نہیں

ہوتا ہے، جس کے جواب میں اس سائل نے عرض کیا تھا کہ آپ قرآن کریم کی مخالفت فرما رہے ہیں کیونکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے چار بیویوں کی اجازت دی ہے، اور آپ ایک سے زیادہ عقد کو حرام قرار دے رہے ہیں، انہوں نے فرمایا تھا کہ یہ بات شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کرلو، اس نے جا کر یہ مسئلہ شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا تھا تو انہوں نے فرمایا تھا کہ ملکہءِ عالمین بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کی موجودگی میں کسی کے ساتھ عقد کرنا جناب امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حرام ہے

اس بات سے مخالفین نے ایک افسانہ بھی بنایا تھا کہ امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام تو دوسرا عقد کرنا چاہتے تھے اور انہوں نے شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کسی اور کو روانہ کیا تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نعوذ باللہ غضب ناک ہوئے تھے وغیرہ وغیرہ

جبکہ اصل حقیقت یہی ہے کہ اس پاک خاندان تطہیر کے افراد کیلئے یہ قانون یا مسلمہ ہے کہ حرم اطہر میں کسی معصومہؑ کی موجودگی میں کسی غیر کا آنا جائز ہی نہیں ہوتا اس لئے عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کی موجودگی میں کسی دوسرے حرم (زوجہ) کا آنا ناممکن ہے، ہاں لعنتی طبقہ تو بہت کچھ بکواس کرتا رہتا ہے اور ان کی آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ چونکہ ازل سے دشمنی ہے اس لئے یہ ملعون لوگ آج تک زہر اگلتے آ رہے ہیں، ورنہ ان لغویات وخرافات کی کوئی حقیقت نہیں ہے

میں عرض کر رہا تھا کہ جناب عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے بڑے فرزند جناب علی علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے جن کا نام پاک عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے اپنے بابا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام

پاک پر رکھا تھا، ان کے واقعات بھی بیان کرنے کے قابل ہیں اگر وقت نے اجازت دی تو کسی وقت ضرور بیان کروں گا، حقیقت یہ ہے کہ جناب عون و محمد علیہا الصلوۃ والسلام آپس میں حقیقی بھائی ہیں

اب میں ان دونوں بھائیوں کے واقعات اختصار سے عرض کرنا چاہتا ہوں

27 رجب 60 ہجری کی شام ہے، سورج غروب ہونے والا ہے، کربلا کے مسافروں کی گھر سے تیاری ہے، ہر مستور بڑی جلدی میں سامانِ سفر باندھنے میں مصروف ہے، مسجد نبوی کے دروازہ کے باہر محمل آکر بیٹھے، جناب غازی علیہ الصلوۃ والسلام کی آنکھوں میں آنسو ہیں، بار بار جلدی کی تاکید فرما رہے ہیں، ہر پاک مستور صلوٰۃ اللہ علیہا کئی کئی مرتبہ اپنے کمرے میں داخل ہوتی ہے، پھر باہر آتی ہے، سامانِ سفر اٹھا اٹھا کر باہر لایا جا رہا ہے

چشم تاریخ نے دیکھا کہ دو کمسن شہزادے ہیں، جو صحن میں کھڑے ہو کر تیاری ہوتی دیکھ رہے ہیں، ہر مستور کی جانب حسرت بھری نگاہ فرماتے ہیں، پھر اپنی پاک ماں کو مصروف دیکھ کر سرد آہ بھر کر رہ جاتے ہیں، ساتھ چھوٹی چھوٹی دو بہنیں بھی کھڑی ہوئی ہیں، ایسے محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ان معصوم بچوں کا وارث کوئی نہ ہو، کسی کو فرصت کہاں کہ ان کے اداس چہروں پر پیار بھری نگاہ کرے، ایسے ہی خاموش کھڑے دیکھتے رہے کہ جیسے یہ غریب کسی کے کچھ نہ لگتے ہوں، یا ان کے ساتھ کسی کا کوئی رشتہ ہی نہ ہو

تیاری ہوتی دیکھتے رہے مگر چپ رہے، مستورات کو محملوں پر سوار ہوتا دیکھتے رہے مگر چپ رہے، جس وقت اپنی پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کو محمل پر سوار ہوتے دیکھا تو

چاروں معصوم روتے ہوئے بیمار بابا کے قریب آئے

روکر عرض کرتے ہیں بابا ذرا آنکھیں تو کھولو، جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنکھیں کھولیں، بیٹے بیٹیوں کی پرنم آنکھیں دیکھ کر ایک ایک کے رخ پر حسرت بھری نظر کر کے فرمایا کیا بات ہے تم سب رو کیوں رہے ہو؟ معصوم پلکوں پر آنسو سجا کر کہتے ہیں بابا جان اب تو ہماری پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا محمل پر سوار بھی ہو چکی ہیں

والد کی فطرت شناس نظروں نے بیٹوں کی محرومی کو محسوس کیا اور فرمایا کہ آؤ ذرا مجھے سہارا دو، شام کے مسافروں کو میں بھی تو سوار ہوتے ہوئے دیکھ لوں، خدا جانے پھر یہ نورانی چہرے دیکھنا نصیب ہوں یا نہ ہوں، ان سے آخری وداع بھی کرلوں، انہیں خدا حافظ بھی کہہ لوں

بابا کو ساتھ لے کر یہ پاک شہزادے اور پاک شہزادیاں مسجد نبوی کے دروازے پر آ پہنچے، اس وقت محمل اٹھنے والے تھے، پاک معظّمہ عالیہ صلوٰۃ اللہ علیہا کی نظر جب اپنے سرتاج پر پڑی تو فرمایا کہ ابھی محمل نہ اٹھائے جائیں، حکم کی تعمیل ہوئی

اس وقت جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قریب آ کر محمل کی چوب پکڑی اور فرمایا کہ عونؑ کی پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا میں آپ کو منع نہیں کرتا کہ بھائی کے ساتھ نہ جاؤ مگر یہ تو بتائیں کہ ان غریبوں کے ساتھ آپ کا کوئی رشتہ نہیں ہے کہ جو صبح سے لے کر اس وقت تک اسی انتظار میں رہے کہ آخری بار پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا سے پیار تو کرا لیں گے، کیا آج آپ اتنی مصروف تھیں کہ بیٹیوں کے سر پر ہاتھ رکھنے کی فرصت بھی نہیں ملی، بیٹیوں کے سر سینے سے لگانے کا وقت بھی آپ کو نہیں ملا، دیکھو تو سہی یتیموں کی طرح ایک ایک کا منہ تکتے پھر رہے ہیں

اس وقت جناب عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات شروع ہوئی، آہستہ آہستہ جھک کر بیٹیوں کے سروں پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ ماں کا اتنا پیار کافی سمجھنا اور دعا کرتی رہنا کہ تمہارے پاک ماموں کا مقصد پورا ہو

ایک ایک شہزادے کو باری باری پیار کیا اور فرمایا کہ اپنے بابا پاک کا خیال رکھنا، میں تو اپنے بھائی کے مسائل اور دکھوں میں اس قدر مصروف ہوگئی ہوں کہ تمہیں پیار بھی نہیں کر سکی

آخر کار محمل چل دیئے، جہاں تک محمل نظر آتے رہے شہزادے دیکھتے رہے، جس وقت محمل نظروں سے اوجھل ہوئے تو ایک دوسرے کو گلے لگا کر زمین پر بیٹھ گئے

28 رجب کی رات کو یہ قافلہ پاک مدینہ سے روانہ ہوا، 3 تین شعبان کو مکہ مکرمہ پہنچا، مکہ سے باہر دو پہاڑوں کے درمیان جناب ابو طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زرخرید ایک وادی تھی جس کا نام شعب ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام یا شعب علیؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام تھا جس میں سرکارؑ کا ایک مکان بھی موجود تھا، یہاں آکر اس کاروان مصائب نے قیام فرمایا، چار ماہ اس قافلہ پاک نے مکہ شہر سے باہر گزارے، مختلف لوگ ملاقات کیلئے آتے رہے، مکہ میں رہائش کے دوران جو واقعات پیش آئے انہیں میں پہلے تفصیل سے بیان کر چکا ہوں، المختصر حرم کعبہ کے احترام کے پیش نظر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام باندھے ہوئے احرام توڑ کر یہاں سے روانہ ہوئے

تاریخ بتاتی ہے کہ جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ سے روانہ ہو کر مکہ پہنچے تو اس وقت فرعون شام کی طرف سے مکہ کا حاکم یحییٰ بن صفوان تھا، یحییٰ بن صفوان خاندان تطہیر کے ساتھ تھوڑی سی عقیدت رکھتا تھا، بروایت دیگر بزدل تھا اس لئے

اسے یزید علیہ لعن نے معزول کر کے اس کی جگہ عمرا بن سعید ابن عاص ابن امیہ ملعون کو مکہ کا حاکم بنا دیا تھا

ماہِ رمضان میں عمر بن سعید ملعون کو مکہ کے ساتھ مدینہ کا حاکم بھی بنا دیا گیا اور ولید بن عتبہ بن ابوسفیان کو بھی معزول کر دیا گیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ عمر بن سعید ملعون کے دل میں خاندان تطہیر کی شدید عداوت تھی مگر یہ نوجوان وقت شناس تھا

اس کے حالات میں تیاری کے ضمن میں بیان کر چکا ہوں یہاں پھر اعادہ نہیں کرنا چاہتا، اتنا عرض کرتا ہوں کہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کو دورانِ طواف شہید کرنے کا حکم اس عمر بن سعید ملعون کو ملا تھا اور یہ ملعون کوئی تجویز سوچ ہی رہا تھا کہ امت کے ارادوں کو دیکھتے ہوئے امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام باندھے ہوئے احرام توڑ کر مکہ سے روانہ ہوگئے تھے

یہ سب واقعات میں تیاری کے ضمن میں عرض کر چکا ہوں لیکن یہاں موقعہ کی مناسبت سے چند امور کا ذکر دوبارہ کرنا ضروری ہے

مکہ سے عراق کی طرف روانگی کے دوران میں نے بیان کیا تھا کہ جہنیہ کی بستی سے آگے تک جناب عبداللہ علیہ الصلوۃ والسلام بھی ساتھ تھے اور یحییٰ ابن سعید ملعون روکنے کیلئے گیا تھا

میں نے جناب سجاؑد علیہ الصلوۃ والسلام کے بارے عرض کیا تھا کہ پورے سفر میں ان کے پاک رہوار نے ایک مقام پر سفر نہیں کیا، کسی وقت یہ گھوڑا دوڑا کر محملوں سے پیچھے چلے جاتے تھے، کسی وقت محملوں کے آگے والے دستے سے پوچھتے تھے کہ آگے خیر تو ہے؟ پھر آ کر رہوار کو محملوں کے ساتھ روک کر پاک پردہ داروں سے دریافت

فرماتے تھے کہ آپ تھک تو نہیں گئیں؟ ورنہ ہم محملوں کو روک دیتے ہیں، اس انداز سے انہوں نے سفر کیا تھا

جس وقت جھنیہ کی بستی سے محمل آگے روانہ ہوئے تو یہاں یحیٰی بن سعید ملعون اپنے فوجی دستے کے ساتھ آ پہنچا، یہ واقعہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں

جس وقت یحیٰی ابن سعید ملعون شکست خوردہ واپس ہوا تو اس وقت جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب آئے اور سر نیاز جھکا کر عرض کیا کہ آقا اب کدھر جانے کا ارادہ ہے؟

شہنشاہ معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ عراق جانے کا خیال ہے، اس وقت جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا کہ آقا جو حالات کے تیور نظر آ رہے ہیں عراق جانا خطرے سے خالی نہیں ہے، سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مجھے پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی فرمان ہے کہ آپ نے عراق جانا ہے، انہوں نے پوچھا کہ سرکار میرے لئے کیا حکم ہے؟ شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ آپ نے واپس مدینہ جانا ہے، جب وجہ پوچھی تو سرکار نے فرمایا کہ مدینہ میں مستورات کی حفاظت لازمی ہے، انہوں نے جواب دیا کہ جناب محمدؑ حنفیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مدینہ بھیج دیں اور مجھے اپنے ساتھ لے چلیں، سرکاؑر نے فرمایا کہ آپ محمدؑ حنفیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مل کر مستورات کی حفاظت کیلئے مدینہ جائیں

المختصر جب جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ساتھ جانے کی اجازت نہیں ملی اور وہاں سے محمل تیار ہونے لگے اور مستورات سوار ہوئے تو جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام معظّمہ کونین جناب عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے محمل کے قریب آئے، معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے

دریافت فرمایا کہ سرتاج کیا آپ مجھے لینے آئے ہیں؟
فرمایانہیں، لینے نہیں آیا بلکہ ہم تو خود بھی ساتھ جانے کیلئے آئے تھے، مگر اب آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ مجھے ساتھ جانے کی اجازت نہیں ملی اور میں دیکھ رہا ہوں کہ حالات بہت خطرناک ہیں، آپ یہ بتائیں کہ خدانخواستہ اگر راستے میں آپ کے بھائی پر کوئی مشکل بن جائے تو آپ کے پاس کوئی انتظام ہے یانہیں؟
معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ میں نے تو آپ کے گھر سے اپنی پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کی پاک ردا کے سوا کچھ بھی نہیں اٹھایا، جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مصیبتوں میں صدقات کی ضرورت ہوتی ہے، اگر کہیں آپ کو اپنے پاک بھائی کے سر اطہر کا صدقہ دینا پڑے تو کیا کریں گی؟
اگر میری مانیں تو اپنے دونوں بیٹوں یعنی عونؑ و محمدؑ علیہما الصلوٰۃ والسلام کو ساتھ لے جائیں، اگر کہیں صدقہ کی ضرورت محسوس کریں تو عونؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو میری طرف سے اور محمدؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی طرف سے پاک بھائی کا صدقہ بنا کر قربان کر دیں، ہم جانتے ہیں کہ آپ کے پاک بھائی نے کربلا معلیٰ میں اسلام کی آبیاری کرنا ہے جو آلِ محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خون سے ہوگی، اور وہاں قربانیوں کی ضرورت ہوگی، اس لئے ان دونوں کو ساتھ لے جانا ضروری ہے
پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے پاک محمل میں سے نگاہ فرمائی، ساڑھے چار ماہ بعد اپنے بیٹوں کے چہروں پر مسکراہٹ دیکھ کر فرمایا کہ دونوں بیٹے مجھے دے دیں
پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے پاک بیٹوں کو محمل میں بٹھایا اور ایک ایک بیٹے کا منہ چوم کر فرمایا کہ میں تمہیں بیٹے سمجھ کر پیار نہیں کر رہی بلکہ اب تو تم مظلوم کا صدقہ ہو

میرا دل چاہتا ہے اب میں تمہاری خدمت کروں، تمہیں وہ عزت دوں کہ جو قربانی کو دی جانی چاہیے کیونکہ تم کربلا کے منیٰ کی قربانیاں ہو
یہاں سے لے کر کربلا تک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے بیٹوں کو بیٹا کہہ کر کبھی نہیں پکارا بلکہ جہاں بھی یاد فرماتی تھیں شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صدقہ کہہ کر مخاطب کرتیں

گریز

چشم تاریخ نے دیکھا کہ گیارہ محرم کا دن ہے، مستورات توحید ورسالت صلوٰۃ اللہ علیھن لاش ہائے اطہر کے ساتھ وداع فرما رہی ہیں، ایک ایک لاش پر رو رہی ہیں مگر ایک لاش ایسی بھی ہے کہ جس پر رونے والا کوئی نہیں ہے، اس شہزادے کی ایک پاک ہمشیر صلوٰۃ اللہ علیہا ہے جو دور سے بھائی کی لاش کو دیکھ کر پھر کسی دوسری لاش کی طرف چلی جاتی ہے، اس شہزادے کی پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا اس کوشش میں مصروف ہیں کہ ہماری نگاہ اس معصوم پر نہ پڑے، اس مظلوم شہزادے علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیکسی دیکھ کر شامی ملاعین بھی رونے لگے، اس وقت اک شامی نے جناب سجّادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آقا گو ہماری نگاہیں پردۂ توحید تک رسائی حاصل نہیں کرسکتیں مگر میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ ہر شہید کی لاش پر بین سنائی دے رہے ہیں مگر صرف ایک اس شہزادے کی لاش ہے جس پر شاید کوئی رونے والا نہیں ہے کیونکہ اس لاش پر بین کرنے کی آواز نہیں آرہی ہے
جس وقت شامی نے یہ عرض کیا اس وقت جناب سجّادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شہزادے پاک کی جانب نگاہ فرمائی، پاک پھوپھی کا چھوٹا لخت جگر نظر آیا، جو زمین پر سویا

ہوا ہے مگر کوئی ان کی لاش پر رونے والا موجود ہی نہیں ہے

جناب سجادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام روتے ہوئے اس معصوم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر آ کر گر پڑے، اس وقت جناب عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کی نگاہ پڑی تو جلدی سے جناب سجادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب تشریف لائیں اور روکر فرمایا کہ بیٹا آپ اس لاش پر مت روئیں کیونکہ یہ تو آپ کے پاک بابا کا صدقہ ہے، اور صدقہ دینے کے بعد اس کا افسوس کرنا مناسب نہیں ہوتا، بلکہ صدقہ کی چیز کو ہاتھ بھی نہیں لگانا چاہیے

جناب سجادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روکر فرمایا پھوپھی اماں صلوٰۃ اللہ علیہا غیر سادات کے صدقہ کو سادات ہاتھ نہیں لگا سکتے، مگر سادات کا صدقہ سادات پر مباح ہوتا ہے، اور پھر یہ عام صدقہ نہیں بلکہ میرے بابا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صدقہ ہے، اب ان کا صدقہ سجادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام بنے تو بجا ہوگا، اب مناسب یہی ہے کہ آپ اس لاش پر خود تشریف لائیں اور اسے اپنے بھائی کا صدقہ سمجھ کر ہی سہی پیار بھی کریں، ذرا دیکھیں تو سہی کہ ان کے چہرے پر اب تک ایک یاس کی کیفیت موجود ہے، اس کا سر اپنی آغوش میں لیں تا کہ ان کا احساس محرومی ختم ہو سکے

شہید کو رونا ثواب ہوتا ہے، آپ اپنے لعل کو شہید سمجھ کے پیار بھی کریں اور ان کی لاش کو آنسوؤں کے ساتھ سجائیں، اس وقت پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے بیٹے کو مخاطب کیا اور فرمایا کہ بیٹا اس وقت میرے پاس وقت بہت کم ہے اس لئے میں تمہاری لاش پر رو نہیں سکتی لیکن اب چونکہ آپ میرے محسن ہیں اس لئے آپ کا احسان میں کبھی نہیں بھلا پاؤں گی، کہ آپ نے میرے مظلوم بھائی کا صدقہ بن کر ماں کو رہتی دنیا تک سرخرو کیا ہے

سارے مومن مل کر دعا کریں کہ اب تو اس پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے بیٹوں کا انتقام جلدی ہو، اب یہ پاک شہزادے پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کے ساتھ دوبارہ آباد ہوں، اب تو ان کا منتقم عجل اللہ فرجہ الشریف ان کا گھر اطہر آباد کریں، معظّمہ عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کا گھر دوبارہ آباد ہو، ان کے لخت جگر ماں کے سائے میں جوان ہوں، یہ اپنے بیٹوں کو ابدی خوشیوں کے سہرے پہنائیں، ان کی خوشیوں کا اہتمام جلد سے بھی پیشتر ہو، تاکہ ان کے مضطرب قلب اطہر کو سکون ملے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلىٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجِهُم بِقَائِمِهِمْ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشريف
وَ صَلَوَاتُ اللّٰهُ عَلَيهِ وَ عَلىٰ آلِهِ اَجمَعِين

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 12

علیہما الصلوٰۃ والسلام

(حصہ دوم)

عزادارانِ گرامی!

شب عاشور سارے مسافرانِ راہِ رضا کے وداع کی رات تھی، اس رات کو امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چار حصوں میں تقسیم فرمایا

() رات کا ایک حصہ پاک اصحاب میں گزارا

() رات کا دوسرا حصہ پاک مستورات میں گزارا

() رات کا تیسرا حصہ پاک خیام کا خفیہ چکر لگایا

() رات کا چوتھا حصہ عبادت کیلئے وقف فرمایا اور اس حصہ میں پاک ہمشیر صلوٰۃ اللہ علیہا کے ساتھ بہت سے اسرار و رموزِ امامت پر گفتگو فرمائی

تیسرا حصہ

جب شب عاشور ڈھلنے کے قریب آئی تو امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام پاک مستورات و رسالت صلوٰۃ اللہ علیہن کے پاس تشریف لائے اور کافی دیر تک ان سب کے ساتھ کلام فرماتے رہے، تسلیاں دیتے رہے، اس کے بعد انہیں اپنے اپنے خیام میں جانے

کا حکم فرمایا اور خود خیام سے باہر تشریف لے آئے، پہلے انہوں نے آکر اصحاب وانصار علیہم السلام کے خیام کا خفیہ چکر لگایا، یہاں مختلف مناظر دیکھنے کو ملے، کسی خیمہ میں جناب جون علیہ السلام کو اپنے اصحاب وانصار کی تلواروں کی دھار لگاتے ہوئے دیکھا اور انہیں تلواروں کے ساتھ کلام کرتے پایا، مختلف اصحاب کی کیفیات کا جائزہ لیا

میں یہاں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پاک مستورات توحید ورسالت صلوٰۃ اللہ علیھن کے خیام کے گرد چکر لگانا شروع کیا تو اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے پیچھے کردگار وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی خیام کا چکر لگایا، اسی دوران آپ سب سے پہلے اپنی پاک بہن عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے خیمہ اطہر کے باہر تشریف لائے، جناب عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نگاہ فرمائی تو دیکھا کہ خیمہ اطہر کے اندر چراغ روشن تھا اور اس کی روشنی میں پاک عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا اپنے دونوں بیٹوں کو سامنے بٹھا کر ان کی زلفیں سنوار رہی تھیں اور انہیں وفا کا درس دے رہی تھیں، انہیں پیار کر کے فرما رہی تھیں کہ کل صبح جب جنگ شروع ہو گی تو میں آپ دونوں کو آزماؤں گی، کل آپ کے امتحان کا دن ہے، جب آپ اپنے پاک ماموں کے مقصد اعلیٰ پر قربان ہوں گے تب میں آپ کو دودھ کا حق بخشوں گی، اور آپ کی جرأت پر تا قیامت ناز کرتی رہوں گی

اس کے بعد ملکہءِ کونین عالیہ بی بی پاک صلوٰۃ اللہ علیہا نے پاک بیٹوں کو جنگ کے آداب بتانا شروع کیئے اور فرمایا کہ جب میدان میں جاؤ تو شیر ببر کی طرح فوجِ شام پر حملہ آور ہونا، دونوں ایک دوسرے کی ہر حال میں معاونت کرتے رہنا،

اور ابن سعد ملعون کو فی النار کرنے کی کوشش کرنا کیونکہ وہی ملعون میرے پاک بھائی کا سب سے بڑا دشمن ہے

آپ کے دادا جناب جعفر طیار علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دور کے جنگجو اور سب سے زیادہ بہادر تھے، جنگ موتہ میں انہوں نے شجاعت کے وہ جوہر دکھائے تھے کہ آج تک دشمن بھی ان کی تعریف کرتے ہیں، آپ دونوں کی رگوں میں وہی مقدس خون ہے، کل ایسی جنگ کرنا کہ حشر تک یاد رہے

معصوم بیٹوں کی حوصلہ افزائی اور ان کی جرأت بڑھانے کیلیئے معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے خیبر و خندق کے واقعات سنانا شروع کیئے، فرمایا کہ خیبر کے میدان میں آخری روز سبھی لوگ علم کے خواہش مند تھے مگر شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا

☆لاعطین لك الرایة غداً رجلاً کراراً غیر فرار

کہ کل ہم اس جوان مرد کو علم عطا کریں گے جو کرار ہوگا، بار بار حملے کرنے والا ہوگا، جو میدان میں شجاعت کی چٹان بن کر دشمن کا مقابلہ کر سکے گا اور فرار نہ ہوگا

جس وقت معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے یہ فرمایا تو اس وقت دونوں بھائیوں نے عرض کی کہ اماں جان! جنگ خیبر میں علم تو ہمارے نانا پاک صلوٰۃ اللہ علیہا کو ملا تھا اور جنگ موتہ میں علم پاک ہمارے دادا پاک کو ملا تھا، آپ یہ بتائیں کہ علم پاک کے اصل وارث کون ہیں؟

جناب عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے فرمایا میرے لعل! علم توحید کے وارث ہمیشہ سے تمہارے پاک داد تھے، کیونکہ جناب ابو طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منصب لوا یہ کا مالک جناب جعفر طیار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قرار دیا تھا، معصوم شہزادوں نے معصومیت کے لب

ولہجہ میں عرض کی کہ اماں جان! ہمارے پاک دادا کے بعد علم کا وارث کون بنا تھا؟ فرمایا کہ اس علم توحید کے اصل مالک تمہارے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اس وقت انہوں نے معصومیت کے انداز میں عرض کیا کہ جب علم پاک کے مالک ہمارے بابا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے تو مدینہ سے کربلا تک یہ علم توحید جناب عبداللہ بن مسلم بن عقیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کاندھوں پر کیوں لہراتا رہا؟ معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ میرے لعل کل یہ علم تمہارے ماموں کردگار وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مل جائے گا، شہزادوں نے عرض کیا کہ ہمارے ماموں کو علم کیوں ملے گا؟ اپنے پاک بابا کے وارث ہونے کے ناطے علم کے مالک تو ہم ہیں اس لئے یہ علم توحید ہمیں ملنا چاہیے اس وقت جناب عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے روکر فرمایا کہ تمہیں علم کا خیال ہے مگر مجھے اپنے مظلوم بھائی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سلامتی کی فکر ہے، اب مناسب یہی ہے کہ علم پاک کا خیال دل سے نکال کر اپنے امام زمانہ کی خیر چاہو اور انہیں بچانے کی کوشش کرو امید ہے کل تم خوب جنگ کرو گے، اللہ کرے گا کہ کل تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ گے اور اپنے امام زمانہ پر اپنی جان فدا کر کے انہیں بچا لو گے، اور اگر میرا بھائی بچ گیا تو پھر میں تمہیں لاکھوں علم عطا کروں گی، ایک ایک کو جناب جعفر طیار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فخر بناؤں گی، تمہارے سرخ لباس اٹھا کر پاک اماں صلوٰۃ اللہ علیہا کی مزار پر جا کر عرض کروں گی کہ دیکھو میرے بیٹوں نے کتنی خوبصورت قربانی دی ہے، میں تمہارے لخت جگر کو خیر وعافیت سے وطن ساتھ لے آئی ہوں، مجھے مبارک دو کہ میرے بیٹوں کی قربانی کام آ گئی ہے......مگر اب تم علم کا نام پاک نہ لو، فی الحال یہی دعا کرو کہ تمہارے مظلوم ماموں علیہ الصلوٰۃ والسلام سلامت رہیں

جس وقت معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے یہ فرمایا تو دونوں معصوم جلدی سے ماں کی آغوش چھوڑ کر سامنے اٹھ کھڑے ہوئے، چھوٹے چھوٹے ہاتھ جوڑ کر عرض کرتے ہیں اماں جان! آپ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ عین حق ہے، اگر اِذنِ کلام ہو تو ہم بھی کچھ عرض کریں، پاک معظّمہ صلوٰۃ اللہ علیہا نے فرمایا بتاؤ میرے لعل کیا کہنا چاہتے ہو؟ اس وقت پاک شہزادوں نے یک زبان ہو کر عرض کیا اماں جان! انشاء اللہ کل میدان کربلا میں ایسی جنگ کریں گے کہ حشر تک یاد رہے گی، اور ہمارا ارادہ یہ ہے کہ اگر مقدر نے ساتھ دیا تو ہم عمر ابن سعد ملعون کا سر اپنے پاک ماموں کے قدموں میں پیش کریں گے

اور ہم آپ جیسی پاک ماں کے لعل ہیں اس لئے سب کچھ جانتے ہیں، یہ یاد رکھنا کہ بارہ محرم کے دن جس وقت آپ شام روانہ ہونے سے پہلے گنج شہداء میں تشریف لے آئیں گی تو اس وقت ہر ماں اپنے بیٹے کی لاش کے ساتھ وداع کرے گی، آپ ہمیں تلاش کرتی رہیں گی مگر ہم نہیں ملیں گے، پاک بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے وجہ پوچھی تو شہزادوں نے عرض کیا کہ اماں جان! ہم سرحد کربلا سے باہر زین سے اتریں گے اور ہماری مزاریں بھی اس پاک جاگیر سے باہر ہوں گی تاکہ آنے والی نسلیں آنکھوں سے دیکھیں کہ جعفر طیار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پوتوں نے اپنے ماموں سے کس طرح وفا کی اور کس طرح انہوں نے جنگ کے جوہر دکھائے تھے

خیمہ کے دروازہ پر مظلوم کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ ساری گفتگو سن رہے تھے، فوراً خیمہ میں آئے اور دونوں شہزادوں کو اٹھا کر سینہ سے لگایا، رو کر فرماتے ہیں میرے لعلؑ ابھی تو تمہارا کھیلنے کا موسم تھا، ابھی تو تمہارا نانا زمنانے کا وقت تھا، افسوس ہے کہ

بے وقت قضا سر پر آ گئی ہے، ہمارے دل میں حسرت ہے کہ آپ جوان ہوتے، پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا آپ کی خوشیاں دیکھتیں، تمہیں سہرے پہناتیں اور تمہارے شباب کی چھاؤں میں ضعیفی کے دن گزارتیں

حمید بن مسلم سے روایت ہے کہ عاشور کے دن طلوع آفتاب سے پہلے میں خیام توحید و رسالت کے سامنے ایک بلند مقام پر آ بیٹھا تا کہ دونوں لشکروں کی تیاری دیکھ سکوں، اس وقت میں نے دیکھا کہ خیام توحید کے سامنے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے مختصر سے لشکر کو ترتیب دینے میں مصروف تھے، اسی دوران خیام اطہر سے دو شہزادے نمودار ہوئے، انہوں نے بڑے خوبصورت لباس پہنے ہوئے تھے، ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھے اور ایک دوسرے کو دیکھ کر ایسے مسکراتے آ رہے تھے جیسے ان معصوموں کیلئے آج عید کا دن ہو

یہ معصوم اس انداز میں خیام سے باہر آئے جیسے عید کے دن معصوم بچے نماز پڑھنے کیلئے خوشی خوشی عید گاہ کی طرف جاتے ہیں، وہ کہتا ہے کہ میں نے کسی معصوم پر لباس ایسا اچھا ہوا نہیں دیکھا جس طرح ان کے جسم اطہر پر خوبصورت لگ رہا تھا

حمید روایت کرتا ہے کہ میں دیکھتا رہا کہ جب بھی کوئی ناصرِ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام اجازت لے کر روانہ ہوتا تو یہ دونوں شہزادے اپنے پاک ماموں کے پاس پہنچ جاتے اور عرض کرتے کہ اب ہمیں اجازت عطا فرمائیں مگر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے رخساروں پر بوسہ ثبت فرما کر واپس بھیج دیتے تھے، جس وقت معصوم اجازت سے ناامید ہو گئے تو یہ جناب کردگار وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئے اور رو کر عرض کی کہ چچا! ہمیں جنگ کی اجازت نہیں مل رہی، آپ ہماری سفارش

فرمائیں، جناب کردگار وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان دونوں شہزادوں کو سینے سے لگایا اس کے بعد فرمایا کہ رات آپ نے پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا سے علم پاک کے بارے کیا گفتگو فرمائی تھی؟ دونوں شہزادوں نے انہیں ساری گفتگو تفصیل سے بتائی، اس وقت کردگار وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ آج قلم تقدیر کو ہاتھ میں لے کر ہم یہ فیصلہ لکھ رہے ہیں کہ قیامت تک جب بھی علم پاک کے ساتھ ہمارا نام آئے گا تو ہمیں فقط علمبردار (یعنی علم اٹھانے والا) کہا جائے گا، علم کے مالک تو آپ ہیں اور ہمیشہ آپ ہی رہیں گے، کردگار وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام پاک شہزادوں کو سینہ سے لگا کر عالیہ بی بی پاک صلوٰۃ اللہ علیہا کے پاس خیام میں لے آئے، اس وقت انہیں سامنے کھڑا کر کے علم توحید جناب عون علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے کیا، اور عرض کیا کہ پاک معظّمہ صلوٰۃ اللہ علیہا ذرا اپنے لعل کو تو دیکھیں، یہ علم پاک کا چھوٹا سا وارث اپنے علم کے ساتھ کتنا خوبصورت لگ رہا ہے؟

پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا اب آپ کو علمدار مل گئے ہیں، آپ مجھے اجازت لے کر دیں، اب مجھ سے جوان بیٹوں کے صدمات برداشت نہیں ہوتے، ہم جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اجازت لینے جاتے ہیں تو وہ یہی فرماتے ہیں کہ آپ تو ہماری فوج کے علمبردار ہیں، آپ کو ہم پہلے کیسے روانہ کر دیں؟ اب آپ کو علم کا اصل وارث تو مل گیا ہے، اب تو میرا حق بنتا ہے کہ مجھے اجازت دی جائے، اس وقت دونوں بھائیوں نے عرض کی کہ اماں جان! ہمیں ماموں پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام اجازت نہیں دیتے، آپ ہماری سفارش فرمائیں اور ہمیں خود چل کر اجازت لے کر دیں، پاک عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے خیام کے دروازہ پر پاک بھائی کو یاد فرمایا،

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لے آئے، پاک بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے اپنے مظلوم بھائی کو فرمایا کہ آپ میرے بیٹوں کو اجازت کیوں عطا نہیں فرماتے؟ کیا آپ کو اپنے جوان بھائی عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جوانی پر ناز ہے؟
ذرا میرے بیٹوں کو اجازت تو عطا فرمائیں پھر دیکھیں کہ اگر یہ آپ کے مایہ ناز بھائی عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کم جنگ کریں تو انہیں جناب جعفر طیار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پوتے بھی نہ کہیں، بھائی! آپ انہیں جنگ کی اجازت عطا فرمائیں، میری قربانی بھی قبول فرمائیں، آپ خود دیکھیں کہ انہیں شہادت کا کتنا شوق ہے، صبح سے اب تک انہیں آپ نے جتنی بار واپس بھیجا ہے یہ ہر مرتبہ ہمارے پاس آکر سفارش طلب کرتے ہیں ہم جس طرف جاتی ہیں یہ ہمارے ساتھ ساتھ جاتے ہیں اور بار بار کہتے ہیں اماں جان ہمیں اجازت لے کر دیں
اس کے بعد جناب عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے بھائی کے سامنے عونؑ و محمد علیہما الصلوٰۃ والسلام کو کھڑا کر کے فرمایا بھائی آج آپ پر مصیبت کا وقت ہے اور نانا پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ☆الصدقه رد البلاء میرا بھائی صدقہ بلا و مصیبت کو ٹال دیتا ہے
آپ میری طرف سے صدقہ کے طور پر یہ دونوں بیٹے قبول فرمائیں، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دونوں شہزادوں کو سینہ سے لگا کر فرمایا کہ اپنی پاک بہن کی وفا نے ہمیں اتنا مجبور کر دیا ہے کہ ہم اب انکار نہیں کر سکتے، آپ میدان میں جا سکتے ہیں خدا آپ کا حامی و ناصر ہو، ہماری طرف سے اجازت ہے، جس وقت جناب عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے پاک بیٹوں کو اجازت لے کر دی تو یہ دونوں شہزادے مسکراتے ہوئے دعا لینے کی خاطر پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کے قدموں پر جھکے

اس وقت معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے جناب کردگار وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے قریب بلایا اور فرمایا کہ یہ کمسن پہلی مرتبہ میدانِ جنگ کی طرف جا رہے ہیں، انہیں تلواریں اور دیگر سامان جنگ بھی عطا فرمائیں، فن جنگ سے بھی آگاہ فرمائیں اور انہیں پاک علم کے زیر سایہ روانہ فرمائیں......جس وقت ان دونوں شہزادوں کو جنگ کیلئے تیار کیا گیا، زِرہیں اور خود پہنائے گئے، تلواریں ان کی کمر کے ساتھ سجائی گئیں، تب جناب عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ اپنی تلواریں کردگار وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں سے مس کرو کیونکہ وہ آپ کے استاد ہیں، شہزادوں نے تلواریں مس کیں، کردگار وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دونوں شہزادوں پر پاک علم کا سایہ کیا، پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے اپنے مظلوم بھائی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب آکر دونوں بیٹوں کے ہاتھ ان کے ہاتھ پر رکھے اور فرمایا کہ بھائی! غریب بہن کا کل سرمایہءِ حیات یہی ہے، اسے اپنا صدقہ سمجھ کر قبول فرمائیں، جس وقت جناب عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا اپنے شہزادوں کو رخصت فرمانے لگیں تو دونوں کو آخری مرتبہ وفاداری اور جنگ کے چند سنہری اصول تعلیم فرمائے اور رخصت فرمایا

اس وقت جنگ کا یہ دستور تھا کہ جو جوان میدان میں آتا تھا پہلے مقابل کو اپنا تعارف کراتا تھا، جس وقت یہ دونوں شہزادے اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوکر اکٹھے میدان میں تشریف لائے تو قوم اشقیاء پکار اٹھے کہ یہ دو ماہ جبین، قمر پیکر، خورشید لقا، مشتری ادا، زہرہ شکار، کیواں فگار کون ہیں؟

اس وقت دونوں معصوم شہزادوں علیہما الصلوٰۃ والسلام نے ان ملاعین کی طرف نگاہ فرمائی بڑے بھائی نے کلام کا آغاز فرمایا اور ان ملاعین کو اپنا تعارف کروایا

﴿تعارف﴾

ان تنکرونی فانا ابن جعفرؑ شھید صدق فی الجنان اطھر
یطیر فیھا بجناح اخضر کفیٰ بھذا شرفاً فی المحشر

﴿مفہوم﴾

فرمایا کہ اے فوج اشقیاء غور سے سنو کہ میں جناب جعفر طیار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرزند ہوں کہ جو شہید حق وصدق ہیں، جنہیں خالق دو جہاں نے ایسے پر عطا کئے ہیں کہ جن سے وہ جنت میں محو پرواز ہیں، اور ہمارے لئے محشر تک یہی پہچان کافی ہے ان کے بعد جناب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آسمان کی طرف رخ کر کے کلام فرمایا

﴿﴾

نشکوا الی اللہ من العدوان قتال قوم فی الردی عمیان
قد ترکون معالم القرآن و محکم التنزیل و التبیان
و اظھروا الکفر مع الطغیان

﴿مفہوم﴾

فرمایا کہ جس قوم ملعون نے ظلم وعدوان کو ہمارے لئے جائز قرار دیا اور اپنا شیوہ بنا لیا ہے ہم اپنے خالق حقیقی کی بارگاہ میں اس کا شکوہ کریں گے، ایسی قوم کہ جو نابینا ہے (یعنی حق کو سامنے دیکھ کر بھی نہ پہچاننے والی ہے) ظالم اور شقیءِ ازلی ہے، جنھوں نے باطل کی خاطر قرآنِ ناطق کو چھوڑ دیا ہے، اس قوم بے حیا نے اس پاک ذات کو چھوڑا ہے کہ جو خود قرآنِ محکم ہیں، جو مقصد تنزیل قرآن ہیں، جو کلام اِلٰہی کی زندہ تفسیر ہیں، اس لئے اس قوم ملعون و مقہور کا کفر اب ثابت ہو

چکا ہے کیونکہ اس نے طغیان کا لباس پہن کر توحید و رسالت کی دشمنی اختیار کی ہے، کہ یہ ملاعین آل اللہ کے خلاف باطل کے اصنام کی حمایت پر کمر بستہ ہو چکے ہیں اور شیطان کو اپنا رب مانتے ہوئے یزداں اجلال مظلوم کی دشمنی پر آمادہ ہیں اس کے بعد ان دونوں شہزادوں نے مل کر رجز پڑھی

رجز

فرمایا کہ ہم اگرچہ دیکھنے میں کم سن اور معصوم ہیں مگر یاد رکھو کہ ہم شہنشاہ اور کردگارِ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پروردہ ہیں، ہم ضیغم اسد کردگار جناب عباؑس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شاگردانِ رشید ہیں، اس لئے چیلنج کرتے ہیں کہ اگر کسی جنگجو کو اپنی طاقت پر ناز ہو تو اب ذرا ہمارے سامنے آئے، ہمارے ہاتھ میں تلواریں نہیں ہیں بلکہ یہ خالق کے امر کن فیکونی کا پیکر ہیں، ہمیں یہ قدرت حاصل ہے کہ اگر چاہیں تو ارض وسما کے طبقات الٹ دیں، لیکن ہمارے مالک ہمارے امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکماً ہم پر یہ پابندی عائد فرمائی ہے کہ ہم اپنی قدرت کا اظہار نہیں کر سکتے، لیکن یہ بات ہر ذہن میں رہے کہ بنی ہاشم علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ہر پیرو جواں اور ہر کمسن اپنے وقت کا خیبر شکن ہوتا ہے، اگر ہمیں مالک کی طرف سے اجازت ہوتی تو ہم یہ بتا دیتے کہ شیر خدا کس طرح میدان وغا میں برسر پیکار ہوتے ہیں

جناب جعفر طیار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پوتے آج اپنے امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صدقہ بن کر ان پر قربان ہونے کیلئے آئے ہیں، لیکن ہم نے خاموشی سے قربان نہیں ہونا ہے، بلکہ جور و جفا کے پیکروں کو ان کی اوقات ضرور بتا کر جائیں گے، ہماری تلواریں

آج تمہارے سروں کا صفایا کریں گی اور قضا کی بجلی بن کر یہ تم پر چمکیں گی ، اور ہم نے تمہیں قضا کے سبھی اسباق میدان جنگ میں پڑھانا ہیں

آج کا دن ہماری مظلومی کا دن ہے، لیکن یاد رکھواے قوم شریر! کہ ایک دن ہماری بادشاہی ضرور ظاہر ہوکر رہے گی ، کہ جب ہمارے خونِ ناحق کے پاک وارث، ہمارے پاک منتقم عجل اللہ فرجہٗ الشریف ہماری مظلومیت کا انتقام لیں گے، جس وقت وہ اپنی تیغ بے نیام فرمائیں گےتو سب سے پہلے ہمارا بدلہ تم سب سے لیا جائے گا

جس وقت انہوں نے یہ کلام فرمائی تو لشکر شام میں ہلچل مچ گئی کہ یہ جناب جعفر طیار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پوتے ہیں جو میدان میں تشریف لائے ہیں، اگرچہ کم سن ہیں مگر اس گھر کا ہر بچہ اپنے گھوارے میں اژدھا کو چیرنے کا فن جانتا ہے، ان کا بچپن بھی قیامت کی ڈوریں ہاتھ میں پہن کر کھیلتا ہے، ان کے بچوں کا ادنیٰ کھلونا اللہ کی تقدیر ہوتی ہے، اس لئے ان کے ساتھ جنگ کرنے کیلئے ذرا سنبھل کے نکلنا چاہیے کیونکہ موت ان کے ابرو کی ہلکی سی شکن کا نام ہے، ملک الموت ان کے ایمائے چشم کا ہمہ وقت منتظر نظر آتا ہے، فرش سے عرش تک کا راستہ ان کے بچوں کے کھیلنے کی گلیاں ہوتی ہیں، غضب جبار ان کے مزاج کے امتزاج سے بنتا ہے اور قہرِ الٰہی ان کی معصوم آنکھوں کی سرخی کا منتظر رہتا ہے، اس لئے ان کے مقابلہ کیلئے ذرا سنبھل کر نکلو...... القصہ لشکر کوفہ وشام میں سے کسی ملعون کو ان کے ساتھ فردا جنگ کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا...... جس وقت ان دونوں بھائیوں نے دیکھا کہ دشمن کی فوج میں سے کوئی ملعون جنگ کرنے کیلئے تیار نہیں ہوا تو انہوں نے ایک دوسرے کی طرف نگاہ کی ، لب نہیں ہلے، آنکھوں نے کلام فرمایا، انہوں نے مل کر

نعرۂ تکبیر بلند فرمایا اور فوج شام پر حملہ آور ہوئے ، ان دونوں بھائیوں نے مشورہ کیا کہ جس وقت ہم فوج پر حملہ کریں گے اس وقت ہم آپس میں پشت سے پشت جوڑ لیں گے، تب ہمارے لئے چومکھی جنگ آسان ہو جائے گی ،اس انداز سے پاک شہزادوں نے لشکر شام میں جنگ کرنا شروع کی

یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ جس وقت پاک شہزادگان آپس میں پشت سے پشت جوڑ کر جنگ کرنے میں مصروف تھے تو اس وقت انہوں دیکھا کہ دو جوان ہیں، جنہوں نے اپنے چہروں پر اپنی دستار کا نقاب اوڑھا ہوا ہے،صرف آنکھیں ظاہر ہیں، وہ ان کی نصرت میں جنگ کرنے میں مصروف ہیں، اور جنگ کے دوران ایک چھوٹا سا وقفہ ہوا تو جناب عون علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان نقاب پوش جوانوں سے دریافت فرمایا کہ آپ کون ہیں جو ہماری مدد میں تلوار چلا رہے ہیں؟

اس وقت نقاب پوش جوانوں نے چہرے سے دستار کا دامن ہٹا کر فرمایا ہم آپ کے نانا پاک جناب امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور یہ آپ کے داد جناب جعفر طیار علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں ......جس ذات پاک نے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی کی مدد چھپ کر کی ہے، اور اپنے خاندان پاک علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مدد ہمیشہ ظاہراً کی ہے، اسی کا یہاں مظاہرہ فرمایا جا رہا تھا کیونکہ امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا

☆نصرت الانبیا سراً ونصرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم جھراً واعلانیة

کہ ہم نے ہر نبی کی نصرت چھپ کر کی ہے اور شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت ظاہراً فرمائی ہے...... دوسری جانب یہ فرمان ہے"کلنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" ہمارا ہر فرد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے "کبیرنا وصغیرنا سوا" ہمارا ہر چھوٹا بڑا برابر ہے

یہاں امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کا ظاہراً آ کر مدد کرنا یہ راز بتا رہا ہے کہ یہ جو عونؑ و محمد علیہما الصلوۃ والسلام ہیں ان میں سے جو محمد علیہ الصلوۃ والسلام ہیں وہ صرف برائے نام محمد علیہ الصلوۃ والسلام نہیں بلکہ کلنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل ہیں اور جناب عون علیہ الصلوۃ والسلام جو ہیں وہ بھی صرف عون علیہ الصلوۃ والسلام نہیں بلکہ عون اللہ ہیں، یعنی اللہ کی اعانت کرنے والے ہیں اور وہ بھی کلنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شامل ہیں

اس لئے تو اعلانیہ نصرت فرمائی جارہی ہے

میں عرض کر رہا تھا کہ لشکر شام کے سیاہ بادلوں میں آل جعفر طیار علیہ الصلوۃ والسلام کے دو ماہتاب مصروف پیکار تھے، یہ ایک عجیب منظر تھا

ان دو کم سن شہزادوں علیہما الصلوۃ والسلام نے مل کر ایسی جنگ کی کہ جو کوئی بھی جوان نہیں کر سکا، تاریخ بتاتی ہے کہ یہ شہزادے جنگ کرتے ہوئے اس مقام پر آئے جہاں ابن سعد ملعون کا خیمہ لگا ہوا تھا، اس وقت وہ ملعون اپنے اہل خانہ کے پاس آیا ہوا تھا کہ باہر سے شور سنائی دیا، یہ ملعون حیران ہوا کہ یہ کیسا شور ہے؟

اس نے سوچا کہ شاید جناب کرد گار شجاعت علیہ الصلوۃ والسلام میدان میں تشریف لائے ہیں اور تیس ہزار مؤ کلان نہر کو فی النار کر کے میرے خیمے کی جانب بڑھ رہے ہیں، یہ ملعون یہی سوچ کر ابھی کسی فیصلہ پر نہیں پہنچا تھا کہ اس کے خیام کی باہر والی قنات کی طنابیں شہزادوں نے تلوار سے قطع کر لیں جس کی وجہ سے قناتیں زمین پر گر گئیں، اس ملعون نے نگاہ کی کہ جناب عباسؑ علیہ الصلوۃ والسلام نہیں بلکہ دو معصوم اس کے لشکر کے ساتھ مصروف جنگ ہیں، یہ جلدی سے گھوڑے پر سوار ہو کر باہر نکلا اس وقت ان معصوم شہزادوں نے اپنے قدم اس ملعون کی جانب بڑھائے، یہ

اتنے قریب آ چکے تھے کہ جناب **محمد** علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑھ کر اس **ملعون** کے گھوڑے کی باگ میں ہاتھ ڈالا، اس وقت عامر بن نہشل (نہشل) تمیمی ملعون نے اس معصوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک تحفہ پیش کیا، یہ وار اتنا شدید تھا کہ اس شہزادے نے زین کو خیر باد کہا، ادھر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام تڑپ اٹھے، خیام کی طرف رخ پھیر کر فرمایا کہ بہن ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے وفادار بھائی بے ساختہ روتے ہوئے بیٹھ گئے ہیں، ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ کے لخت جگر **محمد**ؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام زین چھوڑ چکے ہیں، اس وقت میدان میں ظالمین آپ کے لخت جگر پر ظلم کر رہے ہیں، شاید انہیں صدقہ سمجھ کر تبرکاً آپس میں تقسیم کرنے میں مصروف ہیں، یا شاید جناب **جعفر طیار** علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرزند سمجھ کر انہیں سہرے پہنا رہے ہیں اور شہادت کی سیج پر سوئے ہوئے معصوم کو مہندی لگا رہے ہیں

سارے مومنین مل کر دعا کریں کہ ان معصوم شہزادوں علیہما الصلوٰۃ والسلام کے دردوں کا مداوا ہو، ان کا انتقام ہو، ان کی مراد بر آئے، ان کی پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا ان کی جوانیاں دیکھے، ان کے پاک **منتقم** عجل اللہ فرجہ الشریف جلدی آئیں اور ان کے انتقام لیں ان معصوم شہزادوں کی خوشیوں کا موسم جلد آئے، **معظّمہ بی بی** صلوٰۃ اللہ علیہا کی امیدوں کا ہر پھول اب ابدی بہاروں میں مسکراتا ہوا نظر آئے، یہ اپنے شہزادوں کے سروں پر سہرے سجائیں، اور ان کا قلب مضطر ٹھنڈا ہو

﴿ آمین یا رب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمؑ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف
وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 13

علیہما الصلوٰۃ والسلام

(حصہ سوم)
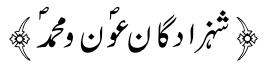
جناب عبداللہ ابن جعفر طیار علیہا الصلوٰۃ والسلام پورے عرب میں بحرالجود (یعنی سخاوت کے سمندر) کے نام سے مشہور تھے، ان کے بارے میں کئی مرتبہ عرض چکا ہوں کہ ان کی سخاوت اور تجارت کا ڈنکا پورے عرب میں بجتا تھا اور دوست دشمن اس بات کا اعتراف کرتے تھے کہ اس دور میں ان جیسا سخی، مہربان، اور صاحب مروّت اور کوئی نہیں ہے، ان کے بارے میں سارے صاحبان مقاتل یہی کہتے ہیں کہ ان کے دل میں اس بات کی شدید خواہش تھی کہ ہم بھی امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ عراق جاکر خود کو ان پر قربان کریں، مگر تاجدار کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں چاہتے تھے کیونکہ یہ مشیت اِلٰہیہ کے خلاف تھا، اس لئے یہ ساتھ نہیں جا سکے تھے

صاحبانِ تاریخ لکھتے ہیں کہ جس وقت واقعہ کربلا کی اطلاع مدینہ منورہ میں پہنچی، عمرابن سعید اموی ملعون نے پورے مدینہ میں امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت کی منادی کروائی، اس وقت سارے مدینہ کے لوگ محلّہ بنی ہاشم علیہم الصلوٰۃ والسلام میں آنا شروع ہو گئے اور اس وقت یہ منظر تھا کہ مسجد نبوی میں صف ماتم بچھی ہوئی تھی

جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام، جناب محمد حنفیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جناب فضل بن حارث بن عبدالمطلب علیہم الصلوٰۃ والسلام اس صف ماتم کے مرکزی مقام پر بیٹھے ہوئے تھے، لوگ جوق در جوق ان کے پاس آ کر تعزیت کر رہے تھے اور سارے بنی ہاشم علیہم الصلوٰۃ والسلام سر جھکا کر گریہ کرنے میں مصروف تھے اور لوگ پرسہ دے رہے تھے

دوسری جانب حرم سرا میں مدینہ کی مستورات جوق در جوق آ رہی تھیں اور حرم اطہر میں صدائے گریہ ونوحہ بلند تھی، پورا دن ایسے ہی گزر گیا

جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک آزاد کردہ غلام تھا جس کا نام ابوالسلاسل تھا یہ پہلے ایک تمیمی کا غلام تھا، وہ اس پر بہت جبر کرتا تھا، ایک دن اس پر ظلم ہو رہا تھا کہ جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گزر وہاں سے ہوا، انہوں نے اس پر ظلم ہوتے دیکھا تو فوراً اس تمیمی سے اسے خرید کر فرمایا کہ اب تو ہمارا غلام ہے مگر ہم نے تجھے راہ خدا آزاد کر دیا ہے، یہ غلام ابوالسلاسل سارا دن صف ماتم پر بیٹھا رہا، جس وقت رات ہوئی اور جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے گھر تشریف لے گئے تو یہاں آ کر ایک کرسی پر بیٹھے، اس وقت یہ غلام ان کے قریب ان کے قدموں میں جا بیٹھا اور اس نے عرض کی کہ آقا آج ہمیں آپ کے دونوں شہزادوں کا دکھ صرف امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے دیکھنا پڑ رہا ہے، اگر وہ ان کے ساتھ نہ جاتے تو ہمیں یہ دکھ نہ دیکھنا پڑتا

جونہی اس نے یہ بات کہی تو جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی نعلین اتار کر اس کے منہ پر ماری اور فرمایا کہ اے نمک حرام تو یہ کیسی بکواس کر رہا ہے؟

تو ہمارے بیٹوں کا افسوس کر رہا ہے اور ہمیں یہ حسرت اور افسوس ہے کہ ہم خود

اپنے آقا کی نعلین پر قربان نہیں ہو سکے، ہمارے لئے سب سے بڑا دکھ اسی بات کا ہے کہ ہم اپنے آقا کو منت کرتے رہے کہ ہمیں ساتھ لے چلیں، ہم آپ کی نعلین کا صدقہ بنیں گے، ہمیں اپنے زندہ رہنے کا افسوس ہے اور تو ہمارے بیٹوں کی شہادت کا ارمان کررہا ہے

فرمایا کہ واللہ ہمیں اپنے بیٹوں کی شہادت کی خبر سن کر کچھ تسلی ہوئی ہے کہ انہوں نے ہمیں سرخرو کیا ہے، ورنہ ہم تو زندہ رہنے کے قابل ہی نہیں تھے، انہوں نے تو ہماری لاج رکھی ہے، ان کی شہادت کا تصور کر کے تو ہمارے دل سے اپنی محرومی کا احساس کم ہو جاتا ہے، اگر تو ہمارا آزاد کردہ غلام نہ ہوتا تو آج ہم تیری گردن اڑا دیتے کہ تو نے یہ بکواس کرنے کی جرأت کیسے کی ہے؟

کل میں نے عرض کیا تھا کہ پاک شہزادے علیہا الصلوٰۃ والسلام اپنی پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کو ساتھ لائے اور انہی کی سفارش پر انہیں میدان میں جانے کی اجازت ملی

اس وقت جناب عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے پاک بھائی سے فرمایا کہ آپ دیکھیں تو سہی میرے ان معصوم بیٹوں کو شہادت کا کتنا شوق ہے، یہ کئی مرتبہ ہمارے پاس آئے ہیں، سفارش کی التجا کرتے رہے ہیں، آپ انہیں اجازت عطا فرمائیں

ابھی یہی گفتگو جاری تھی کہ دونوں شہزادے علیہا الصلوٰۃ والسلام آکر ماموں جان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں پر گر پڑے اور رو کر عرض کیا کہ

☆یا خال بحق امك السیدة صلوٰة الله علیها الا اذنت لنا

ماموں جان! آپ کو پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا واسطہ ہے کہ ہمیں اپنی نصرت کی اجازت عطا فرمائیں، اس وقت شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے

روکرفرمایا کہ اس محبت کا رنگ بھی ہم نے عجیب دیکھا ہے، اس وقت عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ بھائی! مانگتے تو شہادت کی اجازت ہیں کوئی خدائی تو نہیں مانگتے، آپ انہیں عطا فرمادیں، آخر ہم بھی تو آپ کے مقصد اعلیٰ میں شریک کار ہیں، کچھ تو ہمارا حق بھی ہے، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

☆قال علیه الصلوٰۃ والسلام عجباً للرحم

دنیا کی سبھی مائیں اپنے بیٹوں کیلئے طول حیات کی دعائیں مانگتی ہیں، پاک بہن صلوٰۃ اللہ علیہا! آپ بھی عجیب ماں ہیں کہ اپنے بیٹوں کیلئے شہادت طلب فرمارہی ہیں

کل میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ میدان میں دونوں شہزادوں علیہما الصلوٰۃ والسلام نے مل کر جنگ کی اور عمر بن سعد ملعون کے خیمے کے سامنے جناب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت واقع ہوئی

تاریخ شاہد ہے کہ ان دونوں معصوم شہزادوں نے جنگ کے دوران ایک دوسرے سے مشورہ کیا کہ ہم آپس میں پشت سے پشت ملا کر جنگ لڑیں گے، یعنی ہمارے گھوڑوں کی ایک دوسرے کی جانب پشت ہوگی، ایک طرف کا حملہ ایک بھائی روکے گا اور دوسری طرف کا حملہ دوسرا بھائی روکے گا، اور اگر ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے تو ہم تھوڑی تھوڑی دیر بعد نعرۂ تکبیر بلند فرماتے رہیں گے، اور اس سمت پر جنگ کر کے پھر آپس میں مل جائیں گے

اسی طرح جنگ جاری رہی، اس میں وہ لمحہ بڑا عجیب تھا کہ جس وقت شہزادوں علیہما الصلوٰۃ والسلام نے علقمہ کے پل کو عبور کیا، اس وقت ملاعین کوفہ وشام کی لاشیں پل پر سے نہر میں یکے بعد دیگرے گر رہی تھیں

آخر چھوٹے شہزادے پاک محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکبیر کی آواز خاموش ہوئی تو اس وقت بڑا شہزادہ جناب عون علیہ الصلوٰۃ والسلام جان گئے کہ میرا بھائی شہید ہو گیا ہے، اس وقت انہوں نے زبردست اور بھرپور جنگ کی

یہاں یہ وضاحت کرتا چلوں کہ اس وقت یہ شہزادے علیہما الصلوٰۃ والسلام خیام سے شمال مشرق کی طرف جنگ کرنے میں مصروف تھے، اور جناب عون علیہ الصلوٰۃ والسلام مسیّب کے سامنے جو دریا کا پل تھا اس سے صرف چار پانچ کلومیٹر مغرب کی جانب کربلا معلیٰ سے تقریباً 19 کلومیٹر شمال مشرق کی جانب جنگ کر رہے تھے مگر چھوٹے شہزادہ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کربلا معلیٰ کے میدان سے باہر یعنی اس مقام پر زین چھوڑی جہاں ظالمین کے خیام لگے ہوئے تھے، جو اس وقت سرکار پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خیام سے تین کلومیٹر دور تھے مگر پھر جنگ کے جوش میں بڑے شہزادے پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لشکر شام کو 19 کلومیٹر تک پیچھے دھکیل کر فی النار کیا، جس وقت اس مقام پر پہنچے تو یہاں ایک ملعون نے تلوار کا وار کیا، اس ملعون کا نام تھا عبداللہ بن قطبہ (قحطبہ) طائی ملعون، اس ملعون کے وار کرنے سے شہزادے سے زین چھوٹ گئی اور انہوں نے زین چھوڑتے وقت فرمایا

اماں جان! اب تو آپ بیٹے پر راضی ہیں؟

اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کو اطلاع بھجوائی کہ یہاں سے بارہ 12 میل دور آپ کے بیٹے کو امت ملعون نے گھوڑے کی زین سے اتار دیا ہے، دائی پاک نے آکر یہ خبر سنائی، عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے فوراً اپنا سر سجدے میں جھکا دیا، دائی پاک عرض کرتی ہیں کہ پاک بی بی صلوٰۃ اللہ علیکِ کیا آپ بیٹے

کی لاش نہیں منگوائیں گی؟ عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ جو صدقہ دے بیٹھی ہوں، اسے ہاتھ بھی نہیں لگانا، تو پھر ان کی لاشیں منگوانے کی کیا ضرورت ہے؟
تھوڑی دیر بعد خیام میں چھوٹے شہزادے پاک کی لاش آئی، کئی صاحبان مقتل لکھتے ہیں کہ دونوں شہزادوں علیہا الصلوٰۃ والسلام کی لاشیں خیام میں آئیں مگر اس وقت کے حالات کو دیکھا جائے یا آج کی موجودہ صورت حال کو دیکھا جائے تو یہی نظر آتا ہے کہ ان میں سے ایک شہزادے کی لاش خیام میں آئی تھی، کیونکہ جناب عون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاش اگر خیام میں آتی تو ان کی مزار کربلا معلیٰ سے 19 کلومیٹر دور شمال مشرقی سائیڈ پر نہ ہوتی، کیونکہ اس کا امکان ہی نہیں کہ ان کی لاش آئی ہو مگر انہیں دفن کر بلا سے دور کیا گیا ہو، بہرحال اصل راز مالک ذات کے سوا کوئی نہیں جانتا ہمیں تو کتابوں اور روایات و درایات کی بیساکھیوں پر چلنا پڑتا ہے
جس وقت شہزادہ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت کی اطلاع ملی تو امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پاک شہزادے کی لاش اٹھانے کا پروگرام بنایا، اس وقت معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے پاک بھائی کی خدمت میں عرض کیا کہ بھائی مناسب یہی ہے کہ آپ اتنی دور سے میرے بیٹے کی لاش اٹھانے نہ جائیں کیونکہ ایک تو آپ تھکے ہوئے ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ یہی وقت آپ میرے پاس گزار لیں، بعد میں معلوم نہیں کہ تقدیر ہمیں مل بیٹھنے کا موقعہ دے یا نہ دے، میرے بیٹے تو آپ کا صدقہ تھے
امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام بنی ہاشم علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جوانوں کو ساتھ ملا کر پاک ہمشیر صلوٰۃ اللہ علیہا کے بیٹوں کی لاشیں اٹھانے کیلئے روانہ ہوئے، میدان میں آکر جناب عباؑس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم فرمایا کہ ان معصوم شہزادوں کی لاشیں تلاش کر کے ہمیں اطلاع دیں،

تلاش شروع ہوئی ، شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بتایا کہ ہمیں ایک شہزادے کی لاش تو مل گئی ہے مگر دوسرے شہزادے جناب عون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاش نظر نہیں آ رہی ہے

اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام جناب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاش پر تشریف لائے دیکھا تو معصوم شہزادے نے اپنے ہاتھ میں تلوار کو مضبوطی سے تھاما ہوا تھا اور ان کی روح اجداد طاہرین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بزم میں پہنچ چکی تھی ، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم فرمایا کہ انہیں اسی حالت میں خیام کی طرف لے چلو، حکم کی تعمیل میں جناب محمدؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاش خیام میں لائی گئی ، پاک دائی نے سوچا کہ میں معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کو اطلاع دوں ، آ کر دیکھا تو عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے سجدے میں سر جھکایا ہوا ہے اور آہستہ آہستہ فرما رہی ہیں ...... الحمد للہ ...... الحمد للہ

دائی پاک نے معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کا کاندھا ہلا کر عرض کیا کہ آپ کے ایک لعل کی لاش تو خیام میں پہنچ چکی ہے، دوسرے شہزادے کی لاش کو تلاش کیا جا رہا ہے آپ اپنے لعل کو ملنے کیلئے تشریف لائیں ، جناب عالیہ بی بی پاک صلوٰۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ میں نے تو اپنے دونوں بیٹوں کو اپنے امام زمانہ کا صدقہ بنا کر بھیجا تھا اب ہمیں مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ ان کی لاش پر جا کر بین کروں

دائی پاک نے مجبور کیا کہ آپ کے بھائی کا حکم ہے کہ آپ ضرور تشریف لائیں ، عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ ہم اس لئے بھی اس کی لاش پر جانا نہیں چاہتے کہ ہمیں وہاں موجود پا کر میرے مظلوم بھائی گریہ نہ فرمائیں ، ہمارے لئے بیٹوں کی شہادت سے بڑا صدمہ مظلوم بھائی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رونے کا ہوگا ، میرے یہ لعل تو

میرے بھائی کے ایک آنسو کی قیمت بھی نہیں ہیں
دائی پاک نے عرض کیا کہ آپ خود چل کر دیکھیں، آپ کے پاک بھائی علیہ الصلوٰۃ والسلام شہزادے کا سر آغوش میں لے کر گریہ فرما رہے ہیں، آپ انہیں تسلی اور دلاسہ دینے کیلئے تشریف لائیں، اس وقت عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا جلدی سے روانہ ہوئیں آکر دیکھا تو پاک بھائی کی آنکھوں میں آنسو نظر آئے، جلدی سے پاک بھائی کو گلے لگایا اور روکر فرمایا کہ بھائی! ان بچوں کو نہ روئیں، یہ تو آپ کا صدقہ ہیں، بھلا صدقہ دے کر بھی کوئی روتا ہے
امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا پاک ہمشیر صلوٰۃ اللہ علیکِ تمہارا صدقہ تو منظور ہو گیا ہے اب آپ اپنے فرزند کو پیار تو فرمائیں، جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم فرمایا تو عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے چھوٹے بیٹے کی لاش پر نگاہ فرمائی، ساری لاش خون میں غلطان نظر آئی مگر ہاتھ میں تلوار دکھائی دی، جس کو چھوٹے شہزادے نے مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا، عالیہ بی بی پاک صلوٰۃ اللہ علیہا اپنے لعل پر جھک گئیں، معصوم کے ہاتھ کی انگلیوں کو آہستہ آہستہ سیدھا کر کے تلوار کے قبضہ کو ہاتھ میں سے نکال کر فرمایا کہ بیٹا اب تو جنگ ختم ہو گئی ہے، تلوار اپنی ماں کے حوالے کر دیں
میرا شہسوار بیٹا! میں آپ کی جنگ پر بہت خوش ہوں، آپ نے ماں کے دودھ کی لاج رکھی ہے، اب ہم نے آپ کو اپنے دودھ کا حق بخش دیا ہے، میں آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے مشکل وقت میں میرے مظلوم بھائی کی نصرت کی
اب دعا کریں کہ آپ کی محنت رنگ لائے اور میرے پاک بھائی دست ظلم سے بچ جائیں

میرا دل کہتا ہے کہ اس وقت معظّمہ عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے اپنے فرزند کے دونوں ہاتھوں کو آپس میں ملا کر دعائیہ انداز میں اٹھا کر یہ دعا ضرور فرمائی ہوگی کہ خدا کرے وہ وقت جلد آئے کہ آلِ محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حکومت اِلٰہیہ کا قیام ہو، ہمارے آخری لختِ جگر ہمارے پاک منتقم عجل اللہ فرجہٗ الشریف کا جلد ظہور ہو، آپ کے انتقام میں دیر نہ ہو، وہ پاک ذات جناب جعفر طیار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر کو ازسرنو آباد کریں، میرے تمام بھائیوں کے گھر پھر سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے آباد ہوں، اور سبھی پاک بھائیوں کو اپنے گھروں میں آباد و شاد دیکھ کر بہنوں کے دل مسرت سے ہمیشہ لبریز رہیں

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمؑ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلٰی آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 14

جناب قاسم بن محمدؑ بن جعفرؑ طیار

علیہم الصلوٰۃ والسلام

عزاداران گرامی!

عوام تک جو واقعاتِ کربلا پہنچے ہیں وہ بہت قلیل ہیں اوراس قلت کی وجہ ذاکرین ومقررین کی مجبوریاں ہیں، پہلی وجہ یہ ہے کہ عام ذاکرین کی اپنی بنیادی کتابوں (Source Books) تک رسائی نہیں ہے، اگر کسی کی رسائی ہے بھی تو ہمارے کتب مآخذ اس درجہ غیر مربوط طریقہ سے لکھے ہوئے ہیں کہ ان میں سے کسی واقعہ کو تفصیل کے ساتھ تلاش کر کے بیان کرنا کسی عام آدمی کا کام ہی نہیں ہے

ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارے مقتل کے کتب مآخذ تجمیع کے نقطۂ نظر سے لکھے ہوئے ہیں نہ کہ تحقیق کے رنگ میں، اور جن لوگوں نے ان کتابوں کی ہر عبارت کو اللہ کے کلام کی طرح درست تسلیم کیا ہے انہوں نے اپنے عقائد برباد کر لئے ہیں یا ان کے عقائد برباد ہو گئے ہیں کیونکہ ان میں شیعہ مسلمات کے خلاف بھی مواد شامل ہے، جسے درست ماننے سے انسان اپنے مذہب سے خارج ہو جاتا ہے، یہ وہ حقائق ہیں جن سے محدود لوگ آشنا ہیں

ان وجوہات کی بنا پر عوام تک کئی حقائق پہنچے ہی نہیں اور ان واقعات کے نہ پہنچنے

کی وجہ سے کئی غیر حقیقی نظریات بھی منبر پر رائج ہوئے ہیں

ان میں سے ایک یہ نظریہ بھی ہے کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چھوٹی پاک ہمشیر صلوٰۃ اللہ علیہا کا عقد نہیں ہوا تھا اور ان کی کوئی اولاد بھی نہیں تھی جو کربلا میں شہید ہوئی ہو، ان کو نعوذ باللہ بے اولاد بی بی کہا جاتا ہے

حقیقت یہ ہے کہ جناب جعفر طیار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو فرزند ایسے ہیں جو شہنشاہ معظم امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے داماد ہیں

بڑے فرزند جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بن جناب جعفر طیار علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں یہ فاتح شام معظّمہ عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے سرتاج ہیں

دوسرے فرزند جناب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام بن جناب جعفر طیار علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور یہ فاتح شام بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کی چھوٹی پاک ہمشیر (ام ک ل ث وم) صلوٰۃ اللہ علیہا کے سرتاج ہیں، ان کی ایک کنیت ام القاسم صلوٰۃ اللہ علیہا بھی ہے، جو نام پاک بریکٹ میں لکھا ہے وہ منبر پر برسرعام تلاوت کرنا سوئے ادبی ہے، اس لئے اس نام پاک کو منبر پر کوئی تلاوت نہ کرے، ہاں ان کی کنیت ام المعصوم، ام القاسم صلوٰۃ اللہ علیہا کے نام سے ان کا ذکر پاک کرنا چاہیے

5 جمادی الاول 5 ہجری بمطابق 2 اکتوبر 626 عیسوی کو معظّمہ عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کی دنیا میں آمد ہوئی اور 7 ہجری میں ان کی چھوٹی پاک ہمشیر صلوٰۃ اللہ علیہا اس دنیا میں تشریف لائیں، 19 ہجری بروایت دیگر 20 ہجری میں شریکۃ الحسین بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کا عقد ہوا اور اس موقعہ پر ان کی چھوٹی پاک ہمشیر ام القاسم بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کا بھی عقد جناب محمدؐ بن جناب جعفر طیار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہوا

41 یا 42 ہجری میں ان کی جھولی آباد ہوئی اور شہزادہ قاسم بن محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دنیا میں تشریف آوری ہوئی، اس سے چار سال بعد شریکتہ الحسین بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے گھر اطہر میں پاک شہزادی صلوٰۃ اللہ علیہا کی آمد ہوئی، یہ شہزادی جناب عونؑ و محمد علیہما الصلوٰۃ والسلام سے بھی پہلے دنیا میں تشریف لائیں .... (یہ تھا اصل واقعات کا اجمالی خاکہ)

اب میں اپنے اصل موضوع کی طرف آتا ہوں کہ 60 ہجری جمادی الاول میں معاویہ کا آخری دورِ عذاب شروع ہوا یعنی یہ بیمار ہوا، اس وقت اس نے اپنے سارے گماشتوں کو بلایا اور مشورہ کیا کہ میں اپنے ملعون بیٹے کو اپنے بعد خلیفہ بنا کر مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط کرنا چاہتا ہوں تم سبھی مجھے مشورہ دو اور کوئی ایسا طریقہ بتاؤ کہ اس کو کسی مخالفت کا سامنا نہ کرنا پڑے، اس میٹنگ میں زیاد بن سمیہ ملعون بھی شامل اور موجود تھا، اس ملعون نے اسے کہا تھا کہ پہلے تو تو یہ سوچنا بھی چھوڑ دے کیونکہ تیرا بیٹا فاسق و فاجر ہے اور ظاہراً ہر معصیت کرتا ہے اور اس کا ہر مکروہ فعل کسی سے پوشیدہ نہیں ہے

البتہ ایک صورت ہے کہ تو اسے ایک مجاہد کے روپ میں مسلمانوں کے سامنے لے آ، جب یہ فاتح کی شکل میں سامنے آئے گا تو پھر خالد بن ولید کی طرح اس کے سبھی گناہ چھپانا آسان ہو جائے گا، اس مشورہ پر عمل کرتے ہوئے معاویہ نے یزید ملعون کو روم پر حملہ کرنے والے لشکر کے ساتھ بھیجا بھی تھا اور یہ ملعون شہر ''دیرمروان'' تک گیا تھا اور وہاں عیاشی میں غرق ہو گیا تھا اور روم کا لشکر جناب ابوایوب انصاری سمیت کئی مہینوں کی بھوک پیاس کے بعد شہید کر دیا گیا تھا

یزید ملعون دیرمروان ہی سے دمشق واپس آ گیا تھا، یہاں اس کے چند شعر بھی ہیں

جن کا مفہوم یہ تھا کہ ''تجھے کیا ہے کہ مسلمان روم کی سرزمین میں بھوکے پیاسے مریں تو اپنی محبوبہ کی باہوں میں جھولتا رہ اور عیش کرتا رہ''

اس واقعہ سے سبق حاصل کرتے ہوئے معاویہ نے اپنے ملعون بیٹے کو جنگجو مجاہد بنانے کا شوق تو ختم کر دیا تھا مگر خلیفہ بنانے کا جنون اب بھی اس کے دل میں موجود تھا، اس لئے اس نے اپنے سب مشیروں کو جمع کیا، ان میں مروان ملعون بھی شامل تھا کیونکہ یہ مدینہ کی گورنری سے معزول ہو کر شام آیا ہوا تھا اور اس جوڑ توڑ میں مصروف تھا کہ پھر کسی طرح مدینہ کی حکومت اسے مل جائے اور ولید بن عتبہ ملعون کو معزول کر دیا جائے

جس وقت فرعون شام نے ان سے مشورہ طلب کیا تو مروان نے بتایا کہ تیرے بیٹے کی خلافت کے سامنے سب سے بڑی دیوار خاندان بنی ہاشم علیہم الصلوۃ والسلام ہیں اگر تو کسی صورت ان کی رائے اپنے ملعون بیٹے کے حق میں درست کر لے تو کافی حد تک تیرے اس بیٹے کی خلافت کا راستہ ہموار ہو سکتا ہے

اس ملعون نے پوچھا کہ میں ان کی رائے کیسے درست کر سکتا ہوں؟

مروان ملعون نے کہا کہ میں نے اپنے دور حکومت میں جناب عبداللہ بن جعفر طیار علیہا الصلوۃ والسلام پر حکومتی ٹیکس بہت سے لگائے تھے اور آج تک انہوں نے یہ ٹیکس ادا نہیں کیے اور نہ وہ انہیں درست سمجھتے ہیں اور نہ ہی ادا کریں گے، اس لئے اگر کوئی ایسی صورت ہو کہ تیرے ملعون بیٹے کا نعوذ باللہ ان سے کوئی رشتہ جڑ جائے تو پھر سارے مسائل حل ہو سکتے ہیں

اس ملعون نے فوراً مروان ملعون سے کہا کہ تو میری طرف سے ان کے پاس

میرے ملعون بیٹے کیلئے خواستگاری کا پیغام لے کر جا، اگر تو کامیاب ہوگیا تو میں دوبارہ تجھے مدینہ کا حاکم بنا دوں گا، مروان ملعون کئی دن شام میں رہا اور باقی لوگوں سے مشورہ بھی کرتا رہا، کیونکہ اسے یقین تھا کہ یہ ناممکن ہے

آخر یہ ملعون جمادی الثانی میں شام سے روانہ ہوا اور جمادی الثانی کے آخر میں مدینہ پہنچا تھا اور یہاں آکر اس نے اپنے ہم خیال لوگوں سے مشورے کیئے، کسی نے بھی اسے یہ پیغام دینے کا مشورہ نہیں دیا

آخر یہ ملعون ایک دن خود مسجد نبوی میں آیا اور اس نے آکر دیکھا کہ جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلو میں مصروفِ نماز ہیں، یہ ملعون انتظار میں ایک طرف بیٹھ گیا، جب آپ نے نماز مکمل فرمائی اور اٹھنے لگے تو اس ملعون نے انہیں علیحدہ بلا کر اپنا مدعا بیان کیا

انہوں نے فرمایا کہ یہ ناممکن ہے، مروان ملعون نے کہا کہ آپ نے کسی سے مشورہ بھی نہیں کیا اور خود انکار کر دیا ہے، بہتر یہ ہے کہ آپ کسی سے مشورہ کر لیں، انہوں نے فرمایا کہ مشورہ کی جب گنجائش ہی نہیں ہے تو مشورہ کیسا؟ تو آئندہ ایسی بات پھر کبھی نہ کرنا ورنہ انجام اچھا نہیں ہوگا، مروان ملعون مسجد سے باہر نکلا

جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس ملعون کو جواب دے کر واپس تشریف لائے تو شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ مروان ملعون نے آپ سے کیا کہا ہے؟ انہوں نے ساری بات عرض کی، شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فوراً ایک غلام کو حکم دیا کہ مروان ملعون کو واپس مسجد میں بلا کر لے آ

جس وقت مروان ملعون آیا تو آتے ہی خوشامد کے انداز میں گفتگو شروع کر

دی، کہتا ہے معاویہ کی بات کسی بدنیتی پر مبنی نہیں بلکہ اس نے تو مجھے یہ کہا تھا کہ جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جتنا بھی حق مہر مقرر فرما دیں ہمیں منظور ہے، اس رشتہ سے بنی ہاشم علیہم الصلوٰۃ والسلام اور بنی امیہ ملاعین کے درمیان آپس کی دشمنیاں بھی ختم ہو جائیں گی، اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو حکومتی قرضے یا ٹیکس ادا کرنا ہیں وہ بھی ختم کر دیں گے، یہ بات بھی ہے کہ یزید ملعون کی شخصیت بھی قابل رشک ہے، سارے عرب کے لوگ اس کے مقدر پر رشک کرتے ہیں، اور یزید ملعون کی شخصیت تو ایسی ہے کہ لوگ خود مہر دے کر اپنی لڑکیاں دینے کیلئے تیار ہیں، اور وہ تمہیں حق مہر بھی دے رہا ہے، وہ ملعون تو ایسی عظیم شخصیت ہے کہ لوگ اسے اللہ کی درگاہ میں وسیلہ بناتے ہیں اور اس کے چہرے کا واسطہ دے کر بارش طلب کرتے ہیں

ابھی وہ ملعون کوئی دوسری بکواس کرتا کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہاتھ کا اشارہ کیا کہ اب تو اپنی بکواس بند کر اور ہمارا جواب سن

تو نے بکواس کی ہے کہ جتنا مہر طلب کرو...... وہ ادا کرے گا

اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے پاک گھر کا رواج کوئی ذاتی نہیں بلکہ سنت نبوی ہے اور ہماری سبھی شہزادیوں صلوٰۃ اللہ علیہن کا ظاہری حق مہر بارہ اوقیہ چاندی ہوتا ہے جو 480 درہم کے برابر بنتا ہے، اس سے زیادہ دنیاوی کوئی چیز لینا ہم جائز نہیں سمجھتے

اور تو نے کہا ہے کہ جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سرکاری ٹیکس ادا ہو جائے گا

تو یہ بتا کہ دنیا کے کس غیور نے سرکاری ٹیکس اپنی بیٹی دے کر ادا کیا ہے، یہ رواج تم اموی ملاعین میں ہوگا ورنہ باقی کسی شریف خاندان میں ایسا رواج نہیں ہوسکتا

کہ والدین کے قرضے بیٹیاں ادا کریں

تو نے یہ کہا ہے کہ خاندان پاک علیہم الصلوٰۃ والسلام اور خاندان امیہ ملعون کے درمیان جو دشمنی ہے وہ ختم ہو جائے گی

تو اس حقیقت کو بھول گیا ہے کہ یہ دشمنی کوئی ذاتی نہیں بلکہ حق اور باطل کی دشمنی ہے اور یہ دشمنی تو نسبی تعلق ہونے کے باوجود بھی باقی رہتی ہے، چہ جائیکہ سببی تعلق کے ساتھ ختم کی جائے، یہ ناممکن ہے، کیونکہ ہم اموی خاندان کی مخالفت صرف رضائے اِلٰہی کی خاطر کرتے ہیں اور اس دشمنی کو کوئی سبب کا رشتہ کس طرح ختم کر سکتا ہے؟

تو نے کہا ہے کہ یزید ملعون ایسی شخصیت ہے کہ اس سے حق مہر طلب کرنا بھی جائز نہیں اور یہ اس کا احسان ہے کہ وہ مہر خود ادا کرے

اے ملعون تجھے علم ہے کہ جو ذات اولین وآخرین سے افضل واشرف واعلیٰ ہے یعنی امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سے بھی حق مہر طلب کیا گیا اور یہ شیطان کا چیلا یزید کس گٹر کا کیڑا ہے

تو نے کہا ہے کہ لوگ اپنی شفاعت کیلئے اللہ کی درگاہ میں یزید ملعون کو وسیلہ بناتے ہیں اور اس کے منحوس چہرے کا واسطہ دے کر بارش طلب کرتے ہیں

یہ شان صرف ہمارے نانا پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے اور تم نے بغض اور حسد کی وجہ سے اپنے بد بخت لوگوں کے ساتھ منسوب ومشہور کر رکھی ہے

[جناب عمران علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک فضائلیہ قصیدہ میں فرمایا تھا کہ ان کے چہرے کا واسطہ دینے سے بارش طلب کی جائے تو نزولِ

رحمت ضرور ہوتا ہے]

امام کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مروان ملعون کو فرمایا کہ تو نے یہ بھی بکواس کی ہے کہ لوگ امیہ ملعون کی آل کے افراد سے رشک کرتے ہیں

تجھے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ تم سے وہ لوگ رشک کرتے ہیں جو جاہل و منافق و مشرک ہیں اور جن کے سامنے سب کچھ مال دنیا ہے اور ہمارے پاک گھر کے ساتھ وہ لوگ رشک کرتے ہیں جنہیں اللہ نے نبوت و رسالت کے عظیم عہدوں پر سرفراز فرمایا ہے

جس وقت شہنشاہ معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا تو

☆فتغير وجه مروان عليه اللعن یہ سن کر مروان ملعون کا منہ سیاہ ہو گیا اور وہ اٹھنے لگا تو شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا دامن پکڑ کر اسے بٹھایا

اس کے بعد شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا اے لوگو تم گواہ رہنا کہ ہم جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس شہزادی صلوٰۃ اللہ علیہا کا عقد ان کے چچا زاد جناب قاؑسم بن محمدؑ بن جناب جعفر طیار علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ طے کر رہے ہیں اور ان کا حق مہر 12 اوقیہ چاندی ہم نے قرار دیا ہے...... مقتل آل بحر العلوم

یہ واقعہ 60 ہجری ماہ رجب کے اوائل کا ہے اور 20 رجب المرجب کو جناب عونؑ و محمد علیہما الصلوٰۃ والسلام کی پاک ہمشیر صلوٰۃ اللہ علیہا کی شادی خانہ آبادی کی تقریب بڑی شان و شوکت کے ساتھ سرانجام پائی

شادی کے موقعہ پر جس وقت شہزادہ جناب قاؑسم بن محمد علیہما الصلوٰۃ والسلام نے سہرہ پہن کر شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں پر ہاتھ رکھ کر سلام کیا تو اس وقت شہنشاہِ معظم علیہ

الصلوٰۃ والسلام نے اعلان فرمایا کہ مدینہ کے باہر ہماری جو جاگیر ہے جس کی سالانہ آمدنی 80 ہزار دینار رہے وہ ہم اپنے اس لعل کو سلامی کے عِوض بخش رہے ہیں
20 رجب کو یہ شادی ہوئی، 22 رجب کو معاویہ کی موت واقع ہوئی، 27 رجب کی شام کو شہنشاہ معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مدینہ چھوڑنا پڑا، اس دوران جو سب سے پہلے خاندان پاک کی میٹنگ ہوئی جس کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں اس میں جناب محمدؑ بن جناب جعفر طیار علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی شریک تھے اور انہیں جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نصرت اور پاک پردہ داران توحید ورسالت صلوٰۃ اللہ علیھن کی حفاظت کیلئے مدینہ رہنے کا حکم ملا تھا، اس وقت انہوں نے کریم کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم اس شرط پر مدینہ میں رہتے ہیں کہ ہمارے بیٹے جناب قاسم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے ساتھ لے جائیں، سرکارؑ نے یہ بات قبول فرمائی
یہاں یہ وضاحت کر دوں کہ پاک خاندان کی ایک بڑی تعداد مدینہ میں رہ گئی تھی اور سفر کربلا معلیٰ میں شہید ہونے والے افراد تو کم و بیش صرف 42 تھے
جس وقت مدینہ سے تیاری ہوئی تو جناب قاسم بن محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شادی کو تقریباً ایک ہفتہ ہوا تھا، ان کے ساتھ ان کی پاک دلہن نے بھی سفر اختیار فرمایا، یہ مکہ آئے، یہاں چار مہینے قیام کیا، یہاں سے کاروانِ راہِ رضا مدینہ سے ہوتا ہوا کربلا معلیٰ کی سرزمین پر پہنچا
روزِ عاشور سبھی جوان اپنی اپنی قربانیاں پیش کرتے رہے اور ہر جوان کی شہادت کے بعد شہزادہ قاسم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اجازت طلب کرتے رہے مگر ان کو اجازت نہیں ملی ......تاریخ بتاتی ہے کہ جس وقت جناب عونؑ و محمد علیہما الصلوٰۃ والسلام کی شہادت کی خبر پہنچی

تو سارے گھر اطہر میں کہرام بپا ہو گیا

یہاں پر یہ وضاحت کرتا چلوں کہ کئی لوگوں کی یہ رائے ہے کہ جناب عون و محمد علیہا الصلوٰۃ والسلام کی لاشیں خیام میں آئیں، مگر کچھ لوگ کہتے ہیں کہ عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے فرزندان کی لاشیں خیام میں نہیں آئیں اور کئی لوگ کہتے ہیں کہ صرف شہزادے جناب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاش خیام میں آئی اور جناب عون علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چونکہ کافی دور جا کر زین چھوڑی تھی، اس لئے ان کی لاش خیام میں نہیں پہنچ سکی تھی

حقیقت تو مالک ذات ہی بہتر جانتی ہے، میرا خیال یہ ہے کہ آخری رائے درست ہے کیونکہ آج بھی جناب عون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مزار روضہ ہائے اطہر اور مقام خیام سے کافی دور موجود ہے اور اس روضہ اطہر کی موجودگی اس رائے کی درستگی کا ایک ثبوت ہے......واللہ اعلم بالصواب

آمدم برسر موضوع

جس وقت شہزادگان عونؑ و محمد علیہا الصلوٰۃ والسلام شہید ہوئے تو مستورات توحید و رسالت صلوٰۃ اللہ علیھن میں کہرام بپا ہوا، شہزادے پاک کی دلہن کو پاک بھائیوں کا کتنا دکھ ہوا ہوگا یہ کسی بہن سے مخفی نہیں ہے، سارے پردہ داروں نے معظّمہ عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کو بیٹوں کیلئے پرسہ دیا اور جناب قاؐسم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک دلہن صلوٰۃ اللہ علیہا کو بھی بھائیوں کیلئے سبھی مستورات صلوٰۃ اللہ علیھن نے پرسہ دیا، اس وقت شہزادہ قاؐسم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک ماں ام القاؐسم بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے اپنے بیٹے کو خیمہ میں یاد فرمایا، یہ شہزادہ سر جھکا کر پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کے سامنے آ کھڑے ہوئے، انہوں نے فرمایا

بیٹا آپ نے دیکھا ہے کہ ہر بی بی اپنی اپنی قربانیاں پیش کرنے میں کوشاں ہے
اوراب تو عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے شہزادوں نے بھی اپنی ماں کو سرخرو کیا ہے حالانکہ
یہ تو آپ سے عمر میں چھوٹے تھے مگر انہوں نے کیسی خوبصورت قربانی پیش کی ہے
مگر ابھی تک ہماری طرف سے کوئی قربانی پیش نہیں ہوئی، اپنی پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا
کے سامنے ہماری آنکھیں جھکی ہوئی ہیں، اس لئے ہم نے تمہیں یاد کیا ہے کہ اب
زیادہ تاخیر مناسب نہیں ہے، اپنے امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک بارگاہ سے
اجازت لے کر جتنا جلدی ممکن ہو سکے میدانِ وغا میں جاؤ اور ان کے مقصد اعلیٰ پر
قربان ہوکر ماں کو سرخرو کرو، آپ نے ابھی تک اجازت طلب ہی نہیں کی ذرا
خیام کے حالات تو دیکھو، تمام بنی ہاشم باری باری اپنی جان کا نذرانہ پیش کر
رہے ہیں، جس وقت سے معظّمہ عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے پاک لعل کی لاش خیام میں
آئی ہے ہم ان کے سامنے شرم سے سر نہیں اٹھا سکتی ہیں، اور اپنی پاک بہو کو روتا
ہوا دیکھ کر ہم مزید صبر نہیں کر سکتی ہیں

پاک شہزادے علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا اماں جان آپ بھی بجا فرما رہی ہیں، ہم نے
سرکارؑ سے کئی بار اجازت طلب کی ہے مگر ہمیں اجازت نہیں ملی

آپ ہمارے ساتھ چل کر ہماری سفارش فرمائیں، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چھوٹی
بہن ام القاسمؑ صلوٰۃ اللہ علیہا بیٹے کو ساتھ لے کر پاک بھائی کے پاس آئیں اور عرض کیا
کہ بھائی! ہم نے کبھی آپ سے کوئی سوال نہیں کیا، آج سوالی بن کر آئی ہوں،
مجھے خالی نہ لوٹائیں، کریم کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بہن حکم کریں

عرض کیا کہ میری کل دولت یہی لخت جگر ہے جسے میں آپ کا صدقہ بنا کر لائی

ہوں، کرم نوازی فرمائیں اور اسے جنگ کی اجازت دیں
المختصر پاک شہزادے کو اجازت ملی اور بلا تاخیر یہ میدان کی جانب روانہ ہوئے، ان کے گھوڑے نے پرواز کی، میدان میں آئے، انہوں نے قوم اشقیا کی طرف دیکھ کر دستورِ جنگ کے مطابق رجز بیان فرمائی اور اپنا تعارف بھی کروایا
جس وقت شہزادہ پاک نے رجز مکمل فرمائی تو ابن سعد ملعون نے اپنی فوجوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ کیا تمہیں علم ہے کہ یہ کون ہے جو تمہیں للکار رہا ہے؟
ان کی گرجدار آواز اور لہجہ جنگ موتہ کی یاد تازہ کر رہا ہے، یہ جناب جعفر طیار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لختِ جگر ہیں، ان کے ساتھ اکیلے اکیلے جنگ ہرگز نہ کرنا، ابن سعد ملعون نے 112 ایک سو بارہ ملاعین کا ایک دستہ تشکیل دیا، جس میں بارہ پیادہ جوان آگے رکھے اور انہیں کہا کہ تم جا کر اس شہزادے سے جنگ کرو، تمہارا کام صرف اتنا ہے کہ ان کی توجہ اپنی جانب مبذول رکھو، اور تمہارے پیچھے یہ ایک سو گھوڑے سوار ہوں گے، جب یہ شہزادہ تمہاری جانب متوجہ ہو گا تو اس وقت یہ ایک سو سوار اچانک ان پر ایک شدید حملہ کریں گے، اگر انہیں کمزور ہوتے ہوئے دیکھوں گا تو پھر ساری فوج کو حملہ کرنے کا حکم دے دوں گا
اس پلان کے ساتھ پہلے وہ بارہ نامی گرامی جنگجو سامنے آئے، انہوں نے اپنے سروں پر تلواروں کو گردش دینا شروع کی، اس وقت شہزادہ قاسم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تلوار کو بے نیام کیا، تلوار کا بوسہ لیا، اس کے بعد آتے ہوئے جوانوں پر حملہ آور ہوئے، سبھی شامی ملاعین نے دیکھا کہ ان بارہ ملاعین کے سر اس انداز سے زمین پر گرے کہ ان کے گرنے کی ترتیب اور وقت کے تسلسل میں کوئی فرق نہیں

آیا، اس وقت سو گھوڑے سواروں نے اپنے گھوڑوں کی باگیں اٹھائیں ادھر شہزادہ پاک نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اوران گھوڑے سواروں پر اس طرح ٹوٹ کر حملہ آور ہوئے کہ جیسے شاہین کمزور پرندوں کی کسی ڈار پر جھپٹتا ہے

اس وقت چشم فلک نے حیران ہوکر یہ منظر دیکھا کہ چشم زدن میں تمام گھوڑے سوار اپنے خون میں لت پت ہوکر میدان میں تڑپ رہے تھے اوران کے گھوڑے بدحواس ہوکر بھاگ رہے تھے، اس وقت ابن سعد ملعون نے چیخ کر کہا کہ اب ساری فوج حملہ کردو، ساری فوج نے اجتماعی حملہ کیا، ایک گھمسان کی جنگ ہوئی جس میں کئی سو ملاعین فی النار ہوئے مگراسی دوران ان کے جسم پراتنے زخم لگے کہ ان کا سر کوچ سے جا لگا، اس کے بعد جو ملعون جتنا ظلم کرسکتا تھا کرتا رہا

اس دوران شہزادہ قاؔسم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زین چھوڑی، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چھوٹی ہمشیر ام القاؔسم بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا خیمہ کے در پر موجود رہ کر بار بار دائی پاک سے دریافت فرما رہی تھیں کہ میرا لعل کس طرح جنگ کر رہا ہے؟ دائی پاک انہیں تازہ اطلاعات فراہم کررہی تھیں کہ آپ کا بیٹا اب اتنا زخمی ہے کہ ان کی جبین کوچ کے ساتھ لگی ہوئی ہے اور ظالمین ظلم کر رہے ہیں، اس کے بعد دائی پاک خاموش ہوگئیں، پاک بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے پوچھا دائی مجھے بتا تو سہی کہ اب میرے لعل کی کیا کیفیت ہے؟ دائی پاک نے روکر عرض کیا بی بی آپ کے لخت جگر زین سے زمین کی طرف آ رہے ہیں، عین اسی وقت ایک دوسری کنیز بی بی میمونہ سلام اللہ علیہا نے شہزادے پاک کی دلہن صلوٰۃ اللہ علیہا کو اطلاع دی کہ معظّمہ بی بی آپ کے سرتاج شہید ہوگئے ہیں، خدا خیر کرے میدان میں شوروغل ہے اور ظالمین ابھی تک ان پر ظلم

کرنے میں مصروف ہیں

المختصر، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام پاک بھانجے کی لاش کو اٹھا کر خیام میں لے آئے، ام القاسمؑ بی بی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیٹے کا استقبال کیا، جس وقت لاش خیام میں آئی عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کی پاک شہزادی صلوٰۃ اللہ علیہا شہزادہ عونؑ و محمد علیہما الصلوٰۃ والسلام کی پاک ہمشیر صلوٰۃ اللہ علیہا اپنے سرتاج کی لاش پر آئیں اور رو کر بین کیا کہ سرتاج مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میرا آپ کے گھر آنا شاید آپ کو راس نہیں آیا ہے، میرے اس گھر میں آتے ہی آپ غم و آلام میں گھر گئے، اب مجھے سمجھ نہیں آ رہی ہے کہ میں آپ کے بعد کدھر جاؤں، میرا تو کل سرمایہ آپ ہی کی ذات تھی

سارے مومنین مل کر دعا کریں کہ اب تو جناب جعفر طیار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر اطہر میں خوشیوں کا ابدی موسم آئے، ان کے پاک بیٹوں کو مسرتیں نصیب ہوں، ہر ترستی ہوئی پاک ماں اپنے لخت جگر کو سہرے پہنائے، ان کے گھروں کی رونق ہمیشہ کیلئے بحال ہو، ان کا انتقام ہو، سارے مومنین شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی خدمت اقدس میں عرض کریں کہ آقا اب ان مظلومین کے انتقام میں تاخیر مناسب نہیں ہے، آپ جلد از جلد تشریف لا کر اولین و آخرین کے تمام مظلومین کے دکھوں کا انتقام سے ازالہ فرمائیں اور انہیں ابدی مسرت سے ہمکنار فرمائیں

﴿ آمین یا رب العالمین ﴾

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَهُم بِقَائِمِهِمٌ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشریف وَ صَلَوَاتُ اللّٰهُ عَلَیهِ وَ عَلیٰ آلِهِ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 15

دوستو یہ ایک حقیقت ہے کہ خاندان تطہیر علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اندرون خانہ کے حالات کے بارے میں محققین اپنی جملہ صلاحیتوں اور توانائیوں کو خرچ کرنے کے باوجود ہمیشہ قلم انداز نظر آتے ہیں، یعنی حتمی بات یا حتمی فیصلہ سنانے کی پوزیشن میں کبھی نہیں آسکتے، اس کی وجہ یہ ہے کہ شرفاء کے گھریلو حالات سے اکثر گردوپیش کے لوگ ناآشنا رہتے ہیں اور ان کے گھروں کے حالات ہمیشہ پردۂ راز میں رہتے ہیں، خصوصاً دختران پاک کی ولادت اور ان کے اسمائے مبارکہ کا کسی غیر کو علم تک نہیں ہوتا اور جس وقت یہ صورت حال ہو کہ ہر بیٹے اور ہر بیٹی کا نام پاک ایک ہی ہو تو پھر تعداد اور تشخیص کا معاملہ مزید پر پیچ ہو جاتا ہے اور یہ صورت حال اس زمانے کے موجودگان کو درپیش ہوتی ہے اور ان کے زمانے کے بعد آنے والے لوگوں کیلئے یہ معاملہ مزید مشکل ہو جاتا ہے اور بعد والے محققین تو کتابوں کی روایات اور درایات کی بھول بھلیوں میں عقل کی بیساکھیوں کے ساتھ سچائی کے پیروں کے نشان ڈھونڈنے والے اندھوں کی طرح ہوتے ہیں، اس لئے ان کا سابقہ ہمیشہ بند گلیوں سے پڑتا ہے، جہاں آکر وہ قلم تحقیق چھوڑ کر بلا تحقیق کسی نہ کسی روایت کو اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور یہ وہ سچائی ہے جس کا شاید اقرار بھی کوئی صاحب حوصلہ شخص ہی کرسکتا ہے، عام آدمی تو اس کا اقرار بھی نہیں

کرسکتا اور میری صورت حال بھی اس سے مختلف نہیں ہے، یعنی میں جس وقت حرم توحید ورسالت کے حالات پر تحقیق میں مصروف تھا تو سب سے مشکل مسئلہ اندرون خانہ کے حالات کا تھا

آپ خود سوچیں کہ جس گھر میں قدسیوں کو بھی اپنی عصمت اور قدسیت کے باوجود داخلے کی اجازت نہ تھی، اس گھر میں کسی سراپا عصیان انسان کی نجس سوچ کو داخلے کی کس طرح اجازت ہوسکتی ہے؟ اور یہ آیت تطہیر کی حفاظتی دیوار کی نفی کے برابر تھا، چونکہ رجس اس گھر اطہر سے ازل سے دور تھا اس لئے رجس آلود سوچ کا مس ذہنی بھی تصور نہیں کیا جاسکتا ہے، بلکہ ناممکن ہے

صورت حال یہ تھی کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے سارے فرزندان اقدس کے نام اپنے بابا پاک کے نام پر رکھ دیئے تھے اور تمام پاک شہزادیوں کے اسماء مبارکہ اپنی والدہ اطہر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پر رکھے تھے، اس کی مصلحت جو بھی تھی وہ خود بہتر جانتے تھے

یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ گردو پیش کے لوگوں کو پاک دختران صلوٰۃ اللہ علیھن کے حالات اور تعداد سے لاعلم رکھنا بھی ان مصلحتوں میں سے شاید ایک مصلحت ہوگی اور اسی وجہ سے آج بھی محققین میں پاک فرزندان کی تعداد میں اختلاف ہے ان کی عمروں کی ترتیب میں بھی اختلاف ہے، مثلاً کچھ لوگوں نے شہنشاہ مولا کریم کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دو دختران پاک اور تین فرزند لکھے ہیں، کچھ لوگوں نے چار دختران اور چار فرزند لکھے ہیں، کچھ نے پانچ دختران اور پانچ فرزند لکھے ہیں، کچھ لوگوں نے دختران اطہار کی تعداد چھ سے زیادہ بھی لکھی ہے اور فرزندان کی تعداد چھ

سے زیادہ لکھی ہے، مگر جو شواہد ہمیں ملتے ہیں ان سے جو حقیقی تعداد معلوم ہوتی ہے وہ یہی روایت ہے کہ آپ کی پانچ دختران پاک اور پانچ فرزندان علیہم الصلوۃ والسلام تھے، تعداد اور واقعاتِ مقاتل کی درست تقسیم بھی اسی صورت میں ہوسکتی ہے

پاک فرزندان یہ ہیں

(1) شہنشاہ کربلا علیہ الصلوۃ والسلام کی دستار کے وارث امام علیؑ زین العابدین سید الساجدین (جناب سجادؑ) علیہ الصلوۃ والسلام

(2) شبیہ پیغمبر شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوۃ والسلام

(3) شہزادہ علیؑ عبداللہ بن حسین علیہا الصلوۃ والسلام

(4) شہزادہ علیؑ عبداللہ الرضیع علیؑ اصغر علیہ الصلوۃ والسلام

(5) شہزادہ علیؑ قاسم المعروف محسن علیہ الصلوۃ والسلام

ان کی مزار مبارک حلب سے باہر ہے، کئی لوگوں نے ان کی شہادت کربلا میں بھی لکھی ہے جو بظاہر درست معلوم نہیں ہوتی، کچھ لوگوں نے ان کی ولادت کربلا میں لکھی ہے اور کئی لوگوں نے عین روز عاشور شہادت عظمیٰ سے تھوڑی دیر پہلے لکھی ہے، ان کے بارے میں مجالس کی پانچویں جلد میں مکمل بیان ہوگا

دخترانِ اطہار

(1) جناب سیدہ ام عبداللہ صلوۃ اللہ علیہا ...... یعنی جناب حسن مثنیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے حرم اطہر

(2) جناب سیدہ بنری پاک صلوۃ اللہ علیہا

(3) جناب سیدہ بیمار مدینہ بی بی پاک صلوۃ اللہ علیہا

(4) جناب سیدہ معصومہ بی بی پاک صلوٰۃ اللہ علیہا

(5) جناب سیدہ صغیرہ بی بی پاک صلوٰۃ اللہ علیہا

یہاں تک تو تاریخ کے حوالے سے میں یقینی بات کرنے کی پوزیشن میں ہوں مگر جو مسئلہ مشکل امور میں ہے وہ یہ ہے کہ پاک اولاد میں سے کون سی اولاد کس پاک حرم سے تعلق رکھتی ہے، یعنی ان کی والدہ پاک کون ہیں؟

ہمارے وہ کتب جنہیں ہمارے علماء کرام ''معتبر کتب'' کہتے یا سمجھتے ہیں ان میں ایسا اختلاف ہے کہ عام قاری کوئی فیصلہ کر ہی نہیں سکتا یعنی اس پر سبھی متفق ہیں کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سب سے پہلے حرم اطہر ملکہ ءِ ایران بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا تھیں

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ان ہی کے فرزند ہیں، کچھ کہتے ہیں کہ جناب سجاؑد علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے فرزند ہیں، حتیٰ کہ ہماری معتبر کتب نے تو شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی انہی کا فرزند لکھ دیا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش بھی کی گئی ہے کہ یہ پاک بی بی کربلا میں بھی موجود تھیں

اس بات پر سبھی متفق ہیں کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوسرے حرم ثقفی خاندان کی شہزادی تھیں، جو حقیقتاً شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ ماجدہ تھیں مگر ان کی اولاد کے بارے بھی کتب میں کئی طرح کے اختلافات موجود ہیں، اور اگر سب کی رائے جمع کی جائے تو انہیں بھی تمام شہزادگان کی والدہ پاک لکھا گیا ہے

یہ بھی سارے صاحبانِ انساب وتاریخ لکھتے ہیں کہ تیسرے حرم پاک جناب بی بی ام اسحاق تمیمیہ صلوٰۃ اللہ علیہا تھیں، کچھ لوگوں نے ان کی ایک اولاد میں صرف ملکہ ءِ ہجر وفراق بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کا نام لکھا ہے اور بعض نے جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کا

حقیقی بھائی لکھا ہے

اس کے بعد جناب امراء القیس یمنی کی دختر پاک صلوٰۃ اللہ علیہا تھیں اور امراء القیس کندی کی دختر پاک صلوٰۃ اللہ علیہا تھیں، ان دو شہزادیوں کے بارے تو اکثر صاحبان انساب نے تفریق تک نہیں کی ہے، بلکہ ان دو ذوات کو ایک تصور کیا ہے اور خود میں بھی اس مسئلہ کو حل نہیں کر سکا کیونکہ انساب اور تاریخ و مقاتل و روضہ نے بغیر تحقیق کئے لکھا ہے اور مسلسل لکھا ہے، سرسری مطالعہ تو اس بات تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا، جب اولاد اطہار اور ازواج مطہرات صلوٰۃ اللہ علیھن کے بارے میں اتنا بڑا مغالطہ موجود ہو تو پاک دختران صلوٰۃ اللہ علیھن کے بارے میں کسی بڑی کتاب کے مشتملات پر آنکھیں بند کر کے بھروسہ کرنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ جناب سجادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام ملکہ ءِ ایران بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے فرزند ہیں اور شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام امراء القیس کندی کی پاک دختر کے فرزند ہیں اور شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ثقفی خاندان کی شہزادی صلوٰۃ اللہ علیہا کے فرزند ہیں، ان کے علاوہ جو پاک اولاد ہے ان کے بارے میں یہ آراء ہیں

شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواجِ مطہرات صلوٰۃ اللہ علیھن میں سے جنہیں اولاد کا اعزاز نصیب ہوا ان کی تعداد پانچ ہے

(1) ملکہ ءِ ایران بی بی پاک صلوٰۃ اللہ علیہا

ان کو دو اولادوں کا اعزاز ملا یعنی جناب سجادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور شہزادہ امیر قاسمؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دلہن پاک صلوٰۃ اللہ علیہا بروایت دیگر صرف جناب سجادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام

(2) والدہ پاک شہزادہ علیؑ اکبر صلوٰۃ اللہ علیہا

ان کے بارے میں ہے کہ شہزادہ پاک اور بڑی پاک صلوٰۃ اللہ علیہا نے ان کی آغوش کو زینت بخشی تھی اور یہ بات قرین تحقیق ہے

(3) جناب بی بی ام اسحاق صلوٰۃ اللہ علیہا

تاریخ بتاتی ہے کہ ایک دختر پاک اور جناب عبداللہ بن حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی آغوش کو زینت بخشی تھی، مگر قرین تحقیق یہ ہے کہ صرف ایک دختر پاک نے ان کی آغوش کو زینت بخشی تھی

(4) بی بی ام عبداللہ بنت امراء القیس یمنی

بعض لوگوں نے ان کی اولاد نہیں لکھی بعض نے جناب عبداللہ بن حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام صغیرہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا اور جناب قاسم المعروف شہزادہ محسن علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی اولاد لکھا ہے اور شہزادہ عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سن مبارک واقعہ کربلا کے وقت نو سال لکھا ہے، صغیرہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا اس وقت تین سال کی تھیں اور جناب محسن علیہ الصلوٰۃ والسلام کربلا میں چند مہینے کے تھے

(5) ام الاصغر بی بی پاک صلوٰۃ اللہ علیہا

ان کی آغوش کو معصومہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا اور شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زینت بخشی تھی ...... بعض لوگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ صغیرہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا بھی انہی کی دختر ہیں اور واقعہ کربلا کے وقت معصومہ بی بی پاک صلوٰۃ اللہ علیہا کا سن مبارک ساڑھے چار یا پانچ سال کا تھا اور صغیرہ بی بی پاک صلوٰۃ اللہ علیہا کا سن مبارک اڑھائی یا تین سال کا تھا اور چھوٹے شہزادے پاک کا سن مبارک چھ ماہ کا تھا

آخری جو ازواج مطہرات ہیں ان دونوں کے والد کا نام امراء القیس ہے اور

ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ ایک کندی اور دوسرے یمنی کے لفظ سے پہچانے جاتے ہیں جو یمنی ہیں ان کا شجرہ نسب یہ تھا

☆امراء القیس بن عدی بن اوس بن جابر بن کعب بن علی بن برہ بن تغلبہ بن عمران بن الحاف بن کنانہ بن معد یمنی

یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ جو بی بی یمنی ہیں ان کے نام کے ساتھ ان کے مورث اعلیٰ ''معد'' کی وجہ سے معد یہ بھی لکھا جاتا ہے

اور جو شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نانا ہیں وہ ہیں جناب ☆امراء القیس بن عابس بن منذر بن امراء القیس بن عمرو بن معاویۃ الاکرمین الکندی

ان کے بارے میں یہ روایت بھی ہے کہ سد مآرب کے خاتمہ کے بعد یہ حیرہ (نجف) کے قریب آباد ہو گئے تھے اور کئی مؤرخین کا خیال یہ ہے کہ باقی کندی خاندان کے ساتھ یمن میں آباد تھے اور شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں یمن سے دین سیکھنے کیلئے آئے تھے

جناب امراء القیس یمنی کی تین دختران اطہار تھیں ان میں جو سب سے بڑی دختر پاک صلوٰۃ اللہ علیہا تھیں وہ سرکار امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حرم تھے، اور دوسری دختر پاک صلوٰۃ اللہ علیہا امام مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حرم پاک تھے اور جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بن حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے لخت جگر تھے، جو تیسری دختر پاک صلوٰۃ اللہ علیہا تھیں وہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حرم اطہر کی زینت تھیں، اور شہزادہ عبداللہ بن حسین علیہما الصلوٰۃ والسلام ان کے فرزند تھے اور یہ کربلا میں شہید بھی ہوئے تھے اور ان کا سن مبارک بوقت شہادت کربلا میں تقریباً 9/8 سال تھا

یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ کئی لوگوں نے امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کے پاک فرزند صرف تین فرض کر کے کتابیں لکھی ہیں تو انہوں نے شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوۃ والسلام کو جناب عبداللہ علیہ الصلوۃ والسلام لکھ دیا جو مغالطہ ہے اور کئی لوگوں نے عبداللہ اکبر علیہ الصلوۃ والسلام اور عبداللہ رضیع علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ان دونوں شہزادوں میں امتیاز کیا ہے اور اس طریقہ کار میں کوئی ہرج نہیں ہے

جن لوگوں نے سرسری طور سے مطالعہ کیا اور واقعات کو لکھا تو ان صاحبان مقتل کو اولاد اطہار علیہم الصلوۃ والسلام کے واقعات کی تقسیم میں ناکامی ہوتی رہی، اس لئے انہیں کچھ اولادوں سے انکار کرنا پڑا اور کچھ واقعات سے بھی انکار کرنا پڑا، مگر یہ اشتباہ رفع ہو جائے تو پھر ہر بات واضح اور درست ہو جاتی ہے

یعنی شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوۃ والسلام چھ مہینے کے تھے اور جناب محسن علیہ الصلوۃ والسلام کربلا میں چند ماہ کے تھے، بروایت دیگر کربلا میں محرم کے مہینے میں دنیا میں تشریف لائے اور کئی لوگوں کے خیال کے مطابق شہادت کے بعد سفر شام کے درمیان دنیا میں تشریف لائے تھے، اب اگر ان دونوں شہزادوں کو حقیقی بھائی مانا جائے تو یہ سب صورتیں ایک والدہ کے تصور کے ساتھ بعید از عقل ہو جاتی ہیں، ہاں اگر دوسری والدہ پاک کا تصور موجود ہو تو پھر ہر روایت قرین عقل ہے

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ ازواج مطہرات کی تعداد پانچ تھی، 10 اولادوں میں سے صرف تین اولادوں کے بارے میں سو فی صد یقین کے ساتھ تعین کر کے نہیں بتایا جا سکتا کہ وہ کون سی پاک بی بی کی اولاد ہیں، لیکن فی الحال جو میری تحقیق ہے اس کا نتیجہ ضرور عرض کرنا چاہتا ہوں

(1) پہلے حرم ملکہ ءِ ایران بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا

اولاد...... (1) امام علیؑ زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام

(2) دوسرے حرم پاک شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ پاک صلوٰۃ اللہ علیہا

اولاد...... (2) شہزادہ علیؑ اکبر پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام (3) جناب ام عبداللہ زوجہ جناب حسن مثنیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام (4) بنتؑی پاک صلوٰۃ اللہ علیہا

(3) تیسرے حرم پاک جناب رباب صلوٰۃ اللہ علیہا دختر امراء القیس یمنی

اولاد...... (5) جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام (6) صغیرہ بی بی پاک صلوٰۃ اللہ علیہا

(7) جناب قاؑسم [محسن یا جعفر] علیہ الصلوٰۃ والسلام

(4) چوتھے حرم پاک بی بی ام اسحاق صلوٰۃ اللہ علیہا

اولاد...... (8) جناب ملکہ ءِ فراق بیمار مدینہ صلوٰۃ اللہ علیہا

(5) پانچویں حرم پاک ام رباب صلوٰۃ اللہ علیہا دختر امراء القیس کندی

اولاد...... (9) معصوؑمہ بی بی پاک صلوٰۃ اللہ علیہا (10) شہزادہ علی الاصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام

(6) کتب اغیار میں کئی دیگر ازواج کا بھی ذکر ہے، جو تحقیق کی کسوٹی پر پورا نہیں اترتا ہے، مثلاً شیرین خاتون یا حفصہ بن عبدالرحمٰن بن ابوبکر، ایسے ہی یزیدی افسانہ نگاروں نے بھی تذکرہ کیا جو جھوٹ پر مبنی ہے، اس کا ذکر میں تفصیل کے ساتھ کر چکا ہوں

یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ مازندرانی نے شہدائے کربلا کی فہرست میں ابراہیم، محمد، حمزہ، عمر کے نام بھی اولاد امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام میں درج کر دیئے مگر میں یہ عرض کروں گا کہ اولاد اطہار کی تعداد میں کوئی شک ہی نہیں ہے یعنی کل

اولادیں 10 ہیں، ہاں ان میں سے تین اولادوں کے بارے میں کوئی حتمی بات نہیں کی جاسکتی کہ کون سی پاک بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کی جھولی کی زینت بنے تھے، میں اس اعتراف کے بعد گفتگو کے کارواں کو آگے لے جارہا ہوں

اس میں تو کوئی شک ہی نہیں ہے کہ 54 ہجری کے اواخر یا 55 ہجری کے اوائل میں شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک ماں ملکہءِ عالمین بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کی بہو بن کر ان کے گھر تشریف لائی تھیں

بعض روضہ خوان حضرات یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ جس وقت یہ پاک رشتہ جوڑا جارہا تھا اس وقت سب سے پہلے رسم خواستگاری عالم خواب میں خود ملکہءِ کون و مکاں سیدۃ النساء العالمین صلوٰۃ اللہ علیہا نے ادا فرمائی تھی اور اپنی پاک بہو کو مبارک بھی دی تھی اور آنے والے حالات سے بھی آگاہ فرمایا تھا اور یہ بھی فرمایا تھا کہ 60 ہجری تک تمہارے بخت کا سورج نصف النہار پر چمکتا رہے گا اور اس کے بعد سفر درپیش ہوں گے، 61 ہجری میں دس محرم کے دن آپ کے سر سے سہاگ کا سایہ ڈھل جائے گا، اس تفصیل سے آگاہی کے بعد اسی بات کے پیش نظر پاک بیبی صلوٰۃ اللہ علیہا نے اپنے بابا کو فرمایا کہ آپ باقی جو بھی مناسب سمجھنا جہیز میں دینا مگر ہمارے جہیز کے سامان میں ایک تیر کمان ہماری خواہش کے مطابق ضرور رکھنا

اس وقت جناب امراءالقیس کندی نے کہا تھا کہ میری لائق بیٹی یہ ہتھیار تو مردوں کیلئے زیور ہوتے ہیں مستورات پر تو شریعت نے بھی جہاد ساکت فرمایا ہے

انہوں نے فرمایا تھا کہ کئی خوش نصیب مستورات وہ بھی ہوتی ہیں کہ جن پر حفاظت خدا و رسول کیلئے جہاد جائز بھی ہو جاتا ہے ممکن ہے نصیبہ بنت کعب کی طرح ہمیں

بھی کبھی اپنے امام وقت کی نصرت وحفاظت کرنے کا اعزاز حاصل ہو جائے تو اس مشکل گھڑی میں کسی سے ہتھیار مانگنا نہ پڑ جائے

گھر اطہر میں ویسے جتنی بھی پاک مستورات مطہرات صلوٰۃ اللہ علیھن تھیں ان کا اپنا اپنا ایک منفرد مقام تھا اور ان کا وہ مقام تھا جس کا متبادل کوئی ہو ہی نہیں سکتا تھا

جس طرح ایک گلاب کے پھول کے اندر کئی چیزیں موجود ہوتی ہیں اور ان میں سے ہر اک شے کا ایک منفرد مقام ہوتا ہے، یعنی رنگت کا ایک منفرد مقام ہے، نزاکت کا ایک منفرد مقام ہے، خوشبو کا ایک منفرد مقام ہے، لطافت کا ایک منفرد مقام ہے، اسی طرح حسن کی جمالیاتی اقدار کا ایک اپنا مقام ہے یعنی ہر چیز کا ایک علیحدہ مقام ہے جس کا متبادل کوئی دوسری چیز ہو ہی نہیں سکتی، رنگ کا متبادل خوشبو نہیں، نزاکت کا متبادل رنگ نہیں

اسی طرح حرم توحید ورسالت میں ہر پاک بی بی ایک ایسے انفرادی مقام پر فائز تھیں کہ جس میں ان کا وجود ایسے واحد تھا جیسے موجودات میں اللہ واحد ہے

گلاب کی مثال میں جیسے میں نے چند چیزوں کا ذکر کیا ہے ان موجود چیزوں میں بھی ہر آدمی اپنے اپنے ذوق کے مطابق درجہ بندی کرتا ہے یعنی کئی خوشبو کو اول درجہ دیتے ہیں، کئی رنگ کو، کئی نزاکت کو...... اسی طرح گھر اطہر میں امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا جس گھر میں معصومہ بی بی پاک صلوٰۃ اللہ علیہا اور ان کی پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا موجود نہ ہوں وہ گھر ہمیں ادھورا ادھورا لگتا ہے

اس فرمان کو سید الشعرا جناب اسماعیل حمیری نے ایسا منظوم کیا کہ آج اکثر محققین کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ یہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے اشعار ہیں یا سید الشعرا کے

اشعار ہیں

لعمرك اننی لا حب داراً	لاتکون فیها سکینةؑ والربابؑ
احبهما و ابذل جل مالی	ولیس لعاتب عندی عتاب
ولست لهم وان عابوا مطیعاً	حیواتی او یغینی التراب

تذکرۃ الخواص ص265

اس فرمان کے بعد یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ قلب المومن عرش اللہ کہ مومن کا دل عرشِ اِلٰہی ہے، کعبہ محترم بیت اِلٰہی ہے، بیت اِلٰہی گھر تو اللہ کا ہے مگر اس میں بستے سرکار امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور دل بھی اللہ کا گھر ہے مگر مسکن شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے، اس میں رہتے تو پاک معصومہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے پاک بابا ہیں، اور انہی کا فرمان ہے کہ جس گھر میں یہ دو پاک ہستیاں موجود نہ ہوں اس گھر میں ہمیں سکون نہیں ملتا، اس لئے جس دل میں ان دو بیبیوں صلوٰۃ اللہ علیہا کے درد کی تڑپ نہ ہوگی وہ دل شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خالی ہوگا اور اللہ سے بھی خالی ہوگا

دنیا پر آمد اور القاب

معظّمہ کونین بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے ذکر کے بعد اب یہ بھی بتا تا چلوں کہ شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دنیا میں آمد کب ہوئی؟

10 رجب المرجب 60 ہجری بمطابق 15 اپریل 680 عیسوی قدیم کیلنڈر کے مطابق جمعہ کا دن، قبل از طلوع آفتاب شہزادہ علیؑ الاصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پاک ماں کی آغوش کو زینت بخشی، اس حساب سے دسویں کے دن ان کی عمر پوری چھ ماہ بنتی

ہے، کئی عرفا نے نومحرم کو امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر ابن سعد ملعون سے ایک رات کی مہلت مانگنے کی ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ قربانی کیلئے شرط ہے کہ چھ ماہ سے کم عمر نہ ہو اور شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قربانی چونکہ سب سے اہم تھی اور ان کی عمر پوری ہونے میں ایک دن ابھی باقی تھا اس لئے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک رات کی مہلت مانگ کر اپنی عظیم ترین قربانی کی مقررہ عمر کو پورا فرمایا تھا اور زیارات کے بعض فقرات میں بھی شہزادے پاک کی عمر چھ ماہ بیان ہوئی ہے اور یہ ایک متفقہ فیصلہ بھی ہے...... ہاں کئی لوگوں نے شہزادہ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت ذیقعد میں لکھی ہے جو درست نہیں

اس پاک شہزادے کا اصل نام نامی علیؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام رکھا گیا تھا اور یہ نام پاک لقب [اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام] کے ساتھ ضم ہو کر مشہور ہو گیا القاب کثرت کے ساتھ ہیں

عبداللہ رضیع، شفیر، غریب، مقتول، شہید، فیصل، مظلوم، صاحب المہد وغیرہ

ان کی پہچان پینگھا یعنی گہوارہ ہے جسے عربی میں مہد کہتے ہیں، ہم عام طور پر جھولا بھی کہہ دیتے ہیں مگر جھولا پینگھ کو کہتے ہیں جسے عربی میں ارجوعہ کہتے ہیں اور پینگھ وہ ہوتی ہے جو درخت کے ساتھ رسے کو لٹکا کر بنائی جاتی ہے، چاہے اس کے نچلے حصے میں لکڑی کا تختہ لگایا جائے یا نہ لگایا جائے اسے سرائیکی میں پینگھ اور عربی میں ارجوعہ کہتے ہیں ...... ہمارے علاقہ میں بچوں کو سلانے کیلئے ایک اور چیز بھی بنائی جاتی ہے جسے گھنگھوٹی کہا جاتا ہے، یہ ایک کپڑے کی چادر کو چارپائی یا کسی چیز کے ساتھ دونوں سرے باندھ کر اس میں معصوم بچے کو سلا دیا جاتا ہے، یہ جھولے کا متبادل سمجھی جاتی ہے اور جو غریب لوگ جھولا نہیں بنوا سکتے وہ بچوں کو گھنگھوٹی میں

سلاتے ہیں ،عرب میں یہ اونی شال سے بناتے ہیں

جھولے کی تاریخ شاید اتنی ہی قدیم ہوگی جتنا قدیم انسان کا بچپن ہے اس لئے تاریخی حیثیت معلوم کرنا ناممکن ہے ،تاریخی حوالہ سے ہمیں جناب ابراہیم علیہ السلام سے بھی پہلے گہواروں کا ذکر ملتا ہے ،اور تاریخ میں چند گہواروں کا ذکر موجود ہے یعنی نمرود کا کئی بچوں کو گہواروں سے اٹھوا کر قتل کرانا ،اسی طرح جناب یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کی گواہی دینے والے معصوم بچے جناب خلیخا کا گہوارے میں گواہی دینا ، جناب عیسیٰ علیہ السلام کے گہوارے کو مجوسیوں اور صابئی علماء کا آکر سجدہ کرنا اور امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گہوارے میں اژدھا کو چیرنا اور خود شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گہوارے سے فطرس کا آکر فیض یاب ہونا ،اسی طرح کئی دوسرے تاریخی گہواروں کا ذکر موجود ہے ، یہ گہوارہ استعمال تو کروڑوں معصوم بچوں نے کیا ہے مگر گہوارہ خصوصی طور پر منسوب اس معصوم کے ساتھ ہے کہ جس نے جی بھر کے گہوارہ استعمال بھی نہیں کیا تھا اور یہ بھی معلوم نہیں کہ شام غریباں کو اس معصوم کے گہوارے کے ساتھ ہوا کیا تھا ،کیا امت ملعون نے یہ گہوارہ لوٹ کر شام کے دربار میں پیش کیا تھا یا شام غریباں کے طوفان میں راکھ ہوگیا تھا مگر اس گہوارے نے اتنی شہرت اور عزت پائی ہے کہ آج بھی کائنات کی ہر ماں اس گہوارے کو یاد کر کے جگر پر ہاتھ رکھ کر روتی ہے

دہلی میں ہر سال روزِ عاشور ہندو عورتیں پاک گہوارے یا جھولے کا جلوس برآمد کرتی ہیں اور دودھ کی سبیل لگاتی ہیں اور افسوس کا مقام یہ بھی ہے کہ گزشتہ سال اس معصوم کے گہوارے کے جلوس پر مسلمانوں نے پتھراؤ کیا تھا، یعنی وہ

معصوم کہ جس کو گہوارہ جی بھر کے استعمال کرنا بھی نصیب نہیں ہوا تھا اس کا گہوارہ آج بھی ظلم وستم کا نشانہ بنا ہوا ہے اور پاکستان میں بھی ہر سال کسی نہ کسی مقام پر اس معصوم کے گہوارے کی بے ادبی کی جاتی ہے، گویا کربلا کی ایک سنت جاری ہے تو سنت یزید ملعون بھی آج تک جاری ہے

دوستو میں یہ عرض کروں گا کہ ہمیں ان منسوبات کا مکمل احترام کرنا چاہیے کیونکہ جو قومیں اپنے مقدسات کا احترام بھول جاتی ہیں وہ اقوام عالم میں بے عزت ہو جاتی ہیں، اس لئے ہمیں گہوارے پاک یا کسی بھی شبیہ پاک کے ساتھ جوتے پہن کر نہیں چلنا چاہیے اور بغیر وضو ان کے قریب نہیں جانا چاہیے، یہ پاک ذوات کے منسوبات ہیں ان کا احترام لازم ہے، کیونکہ یہ بھی شعائر اللہ ہیں اور شعائر اللہ کا احترام بفرمان قرآن تقویٰ کی شرط ہے

تمہیں یاد ہوگا کہ ایک موقعہ پر پاکستان اور ہندوستان میں غلافِ کعبہ کی زیارت کا اہتمام کیا گیا تھا اور غلافِ کعبہ تیار کر کے کعبہ محترم پر چڑھانے سے پہلے سارے شہروں میں اس کی زیارت کروائی گئی تھی اور سارے پاکستان اور ہندوستان نے اسے مکمل شاہی احترام یا پروٹوکول (Protocol) دیا تھا کیونکہ وہ ایک نسبت رکھتا تھا، بعینہٖ یہ جملہ منسوبات بھی ایک مکمل نسبت رکھتے ہیں، انہیں بھی وہی پروٹوکول (Protocol) دینا لازم ہے جو اصلی مقدسات کو دینا لازم تھا، اس لئے ہمیں عزاداری کے جلوسوں میں جوتے نہیں پہننا چاہییں اور ان ماتمی جلوسوں میں اور مجالس میں بغیر وضو کے شرکت نہیں کرنا چاہیے اور ان منسوبات کے سامنے ہمارا سر ہمیشہ جھکا رہنا چاہیے اور مجالس عزا اور ماتمی جلوسوں کو نجس سوچ، نجس

خیال، نجس نظر اور نجس نیت سے محفوظ رکھنا چاہیے، اگر ہم اپنی یہ مقدس روایات فراموش کر دیں تو ساری دنیا کے سامنے ہم بے عزت و بے وقار ہو جائیں گے، کیونکہ عزت کرنے والے کو عزت ملتی ہے اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جو آدمی اپنے آپ کو پاک خاندان علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سامنے جتنا زیادہ منکسر اور کم مرتبہ سمجھتا ہے اسے یہ کریم اتنی زیادہ عزت عطا فرماتے ہیں......عزت کرنے والے ہی عزت پاتے ہیں

یہ پاک جھولا اس معصوم ازل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یادگار ہے جس کا اولین و آخرین شہداء میں ایک منفرد مقام ہے، اگرچہ فرمان یہ ہے کہ صغیرنا و کبیرنا سوآء

یعنی ہمارے سارے چھوٹے بڑے برابر ہیں، نہ کوئی چھوٹا ہے، نہ کوئی بڑا ہے

☆من حیثت المراتب، من حیث التکوین، من حیث التقدیم یہ سارے برابر ہیں مگر ان میں جو درجہ بندی ہوتی ہے وہ عوامی اور انسانی افادیت کے حوالہ سے ہوتی ہے جو حقیقی نہیں ہے، مگر کس ذات سے عوام نے فائدہ زیادہ اٹھایا ہے اس حوالے سے جب ہم نگاہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ نتیجہ ملتا ہے کہ کربلا میں جتنے افراد بھی شہید ہوئے ہیں ان میں سب سے زیادہ استفادہ اس معصوم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا گیا کیونکہ جو انہوں نے ہنگامہ ءِ درد بپا کیا وہ کسی دوسرے شہید سے بپا نہیں ہو سکا

شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی والدہ پاک صلوٰۃ اللہ علیہا کے فضائل کے بارے میں ایک سید عالم غور و فکر میں مصروف تھے اور سوچ رہے تھے کہ ان کا اور ان کے لخت جگر کا شہداء میں کیا درجہ ہے؟ رات کو عالم خواب میں شہنشاہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف نے فرمایا کہ کربلا میں جتنی بھی مستورات مطہرات صلوٰۃ اللہ علیہن موجود تھیں عظمت کے

لحاظ سے ہماری اس جدہ طاہرہ ومقدسہ صلوٰۃ اللہ علیہا کا دوسرا نمبر تھا، یعنی پاک شریکۃ الحسینؑ معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے بعد سب سے اعلیٰ مقام ان کا ہے اور شہدائے کربلا علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے ان کے معصوم لعل دوسرے نمبر پر ہیں

یعنی شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام ہے، یعنی بنی ہاشم علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جوانوں میں سے کوئی بھی ان کے مقام اور عظمت کو نہیں پا سکا

شب عاشور

تاریخ ہمیں یہ نہیں بتاتی کہ یہ چھ مہینے کا سفر معصوم شہزادے نے کیسے گزارا، ہاں ہمیں تاریخ اور کتب روضہ یہ ضرور بتاتی ہیں کہ سات محرم کے دن کو پانی بند ہوا گرمی کے موسم کی وجہ سے معصوم بچوں پر پیاس کا غلبہ ہونا فطری عمل تھا

دسویں کی رات ہے، ایک خیمہ کے باہر ایک چھوٹا سا گہوارہ آویزاں ہے، اس گہوارے میں ایک معصوم ہے جو پیاس سے بے قرار ہے، معصوم کی آنکھیں بند ہیں، کسی کسی وقت پیاس سے کروٹ بدلتا ہے، ایک عجیب حالت ہے کہ جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا، تمثیل کے رنگ میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ جس طرح موتیا کا نازک سا ادھ کھلا پھول گرمی کی حدت میں کملا جاتا ہے اسی طرح ممتا کے اس نازک غنچہ کے چہرۂ انور کا رنگ زرد ہو چکا تھا، پیاس کی شدت سے پھول کی پتی سے زیادہ نازک ہونٹ خشک ہو چکے تھے، حتیٰ کہ آنکھیں کھولنے کی سکت بھی نہیں رہی تھی، خدا جانے کیا مصلحت تھی کہ جس کے تحت تمام احباب ان کی یہ حالت دیکھ کر رو کر خاموش ہو جاتے تھے

پیاس کی شدت کا یہ عالم تھا کہ کوئی بھی معصوم کی یہ حالت دیکھ نہیں سکتا ہے، اس لئے ان کی پاک ہمشیر صلوٰۃ اللہ علیہا ہر خیمہ میں جا کر ایک ایک کو اپنے معصوم بھائی کی حالت زار بیان کرتی ہیں کہ میرے بھائی کو جب پیاس مجبور کرتی ہے تو کسی کسی وقت آنکھیں کھولتے ہیں، ان کی مٹھیاں بند ہیں اور اب تو نبض بھی رک رک کر چل رہی ہے، جس طرح مچھلی پانی کے بغیر تڑپتی ہے، ان کی اب کچھ ایسی ہی کیفیت ہے

معصوم کی یہ حالت دیکھ کر ان کی پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا روتی ہوئی ایک طرف چلی گئیں کہ بیٹے کی یہ حالت ان سے اب شاید برداشت نہیں ہو سکتی ہے، ایک معصوم بہن ہے جو بھائی کی پیاس تو نہیں بجھا سکتی مگر پیاسے بھائی کو سلانے کی کوشش کر رہی ہے اور لوری سنا رہی ہے، رو کر کہتی ہیں کہ بھائی! آپ کے دکھوں پر بہن قربان ہو، اب تو سو جائیں، جب آپ روتے ہیں تو میرا کلیجہ پھٹنے لگتا ہے، مجھے خشک زبان مت دکھلائیں کہ اب مجھ سے یہ منظر برداشت نہیں ہوتا ہے، اب تو سو جائیں میرے چاند

شب عاشور ایک مرتبہ شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام جب خیام میں آئے تو انہوں نے ایک عجیب منظر دیکھا کہ معصوؐمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے ساتھ بیالیس 42 معصوم ہیں جن کے ہاتھوں میں خالی جام ہیں، ایک ایک خیمہ میں جاتے ہیں، پانی طلب کرتے ہیں، جس وقت معصوؐمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کی نگاہ اپنے چچا پر پڑی تو روتی ہوئی ان کے قریب آئیں اور عرض کیا کہ چچا جان! آپ بہتر جانتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی سے سوال نہیں کیا مگر آج معصوم بھائی کی پیاس نے مجھے سوال کرنے پر مجبور کیا ہے

چچا جان ! پیاس کی شدت سے اب میرے بھائی کو نیند بھی نہیں آ رہی ہے، اگر ممکن ہو سکے تو کہیں سے تھوڑا سا پانی لا دیں تا کہ میرا بھائی بچ جائے

پاک چچا کے سامنے جب معصوٌمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے پانی کا تقاضہ کیا تو مولا غازی پاک صلوٰۃ اللہ علیہا روتے ہوئے خیام سے باہر چلے گئے، پاک معصوٌمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا خالی جام ہاتھ میں لئے خاموشی سے انہیں باہر جاتا ہوا دیکھتی رہیں

جس وقت کہیں سے اس معصوم کو پانی نہیں ملا تو بہت بے آس اور دل شکستہ ہو کر واپس صغیر بھائی کے گہوارے کے قریب آئیں اور پاک بھائی کے چھوٹے چھوٹے ہاتھ آنکھوں سے لگا کر رونے لگیں اور فرمایا کہ بھائی ! میں آپ کی خاطر خالی مشک اٹھا کر ہر خیمہ میں گئی ہوں، حتیٰ کہ اپنے چچا عباٌس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خیمہ میں بھی گئی ہوں مگر اب ہر طرف سے مایوس اور نا امید ہو کر لوٹ آئی ہوں کہ کہیں سے بھی مجھے پانی نہیں مل سکا، بھیا ! بہن کی مجبوری ہے، بہن پر ناراض نہ ہونا

شہزادہ علیٌ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ پاک صلوٰۃ اللہ علیہا کی کیا کیفیت ہے؟ جس دکھی ماں کا معصوم پیاس سے جاں بہ لب ہو اس کی کیا حالت ہو سکتی ہے، یہ ہر کوئی سمجھ سکتا ہے، ام المعصوم بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا رو کر فرماتی ہیں بیٹا میرا جی تو نہیں چاہتا کہ آپ کو چھوڑ کر چلی جاؤں مگر آپ کی حالت غریب ماں سے دیکھی نہیں جاتی، میں آپ کو لوری دینا چاہتی ہوں، سلانا چاہتی ہوں مگر پیاس کی وجہ سے آپ کو نیند بھی تو نہیں آتی، جب آپ آہستہ آہستہ اور رک رک کر سانس لیتے ہیں تو میں بہت گھبرا جاتی ہوں، اب مجھ سے آپ کے پیاسے خشک ہونٹ دیکھے نہیں جاتے، مگر کیا کروں کہ نہ تو میں آپ کی پیاس بجھا سکتی ہوں اور نہ ہی موت اپنے بس میں ہے

جس وقت پاک شہزادے کی والدہ صلوٰۃ اللہ علیہا گہوارے کے نزدیک تشریف لائیں تو بیٹے کی بے قراری دیکھ کر ماں کی ممتا تڑپ اٹھی، رو کر فرماتی ہیں بیٹا! ایک مرتبہ تو ماں کے ساتھ بات کر لیں، آخر آپ مجھے جواب کیوں نہیں دیتے؟ دیکھیں تو میں کب سے آپ کو بلا رہی ہوں، میں جانتی ہوں کہ آپ بہت زیادہ پیاسے ہیں، مگر میری بھی مجبوری ہے کہ دریا پر ظالمین کا پہرہ ہے، خیام میں کسی کے پاس پانی نہیں ہے، آپ کے پاک بابا کو کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے، آخر میں کیا کروں

تمام مومنین سے التماس ہے کہ مل کر دعا کریں کہ اللہ کرے اس صغیر کی پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا اب مولا امام حسن عسکری علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک لخت جگر عجل اللہ فرجہ الشریف کی شاہی میں اپنے اس معصوم صغیر کو اپنی پاک آغوش میں لے کر دوبارہ لوری سنائیں

اس پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے صدیوں کے دکھ اور غم ختم ہوں، ان کی ہر آس اور امید پوری ہو، پاک سرتاج علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چھاؤں میں ابدالآباد تک خوشیوں کے راج دیکھیں، اور دکھوں کا سایہ ہمیشہ ان کی پاک نعلین سے دور رہے

﴿ آمین یا رب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمْ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف
وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یا هوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 16

ناصرِ اکبر......علیؑ اصغر

علیہ الصلوٰۃ والسلام

میں نے ایک انگلش مباحثہ سنا تھا جس میں یہ موضوع زیر بحث تھا کہ امارت (Richness) کیا ہے؟ اس میں بہت سے لوگوں نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا، جن میں سے زیادہ تر کا خیال یہ تھا کہ (Richness) کی بنیاد دولت ہے، مگر یہ بحث اس نتیجہ پر اختتام پذیر ہوئی کہ دولت سے کوئی امیر نہیں ہوجاتا بلکہ دولت تو کمینے لوگوں کے پاس بھی آسکتی ہے مگر انہیں معزز افراد میں شمار نہیں کیا جا سکتا، اصل امارت دولت مندی سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اصل امیر وہ معزز افراد ہوتے ہیں کہ جن کی روایات بلند اور Rich ہوں اور اعلیٰ روایت کی وجہ سے ہی کوئی معزز ہوسکتا ہے، نہ کہ کسی دوسری وجہ سے

یہ حقیقت تو پوری دنیا جانتی ہے کہ پاک خاندان تطہیر علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اپنی بہت سی منفرد اور بلندترین اور پروقار روایات ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ

☆ ومن خصائصه اصام اطفال اهلبيته وهم رضع

شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی خصوصیت تھی کہ وہ اپنے دودھ پیتے بچوں سے بھی ماہ رمضان کے روزے رکھواتے تھے

کتب میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال نو 9 محرم کو اہل مدینہ میں اعلان فرمایا کرتے تھے کہ کل روز عاشور محرم ہوگا اور اس دن کوئی عورت زوال آفتاب تک اپنے کسی بچے کو دودھ نہ پلائے ، یعنی دودھ پیتے بچوں کو بھی اس دن فاقہ کرانے کا حکم فرما کر گویا شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی خود ترویج فرمائی تھی

آج بھی میں یہی عرض کروں گا کہ جن ماؤں کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں ان کیلئے یہ ضروری ہے کہ روزِ عاشور وہ اپنے معصوم بچوں کو دو پہر کا فاقہ ضرور کرائیں ، اس سے ایک تو معصوم بچے پاک شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی اور سنت پر عمل کرنے والوں میں شمار ہو جائیں گے ، دوسرا فائدہ یہ بھی ہے کہ جو معصوم بچہ اس دن فاقہ کرے گا اس کی بیماریاں ختم ہو جائیں گی ، تیسرا فائدہ یہ ہوگا کہ اس کی عمر دراز ہوگی ، چوتھا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ بچہ والدین کا کبھی نافرمان نہیں ہوگا ، پانچواں فائدہ یہ ہوگا کہ وہ بچہ جوان ہو کر آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کا محبّ ہوگا ، چھٹا فائدہ یہ ہوگا کہ اس معصوم کا جسم روحانی طور پر پاک ہو جائے گا

ہمارے سادات خاندان کی یہ روایت ہے کہ ماہ محرم میں روزِ عاشور سے پہلے جو بچہ پیدا ہو چاہے وہ ایک دن پہلے ہی پیدا کیوں نہ ہوا ہو ، اسے دسویں کے دن جسم پر ضرب ضرور لگائی جاتی ہے ، چاہے وہ بچی ہی کیوں نہ ہو ، کیونکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جس جسم پر ماتم کی ضرب کا نشان نہ ہو وہ جسم روحانی طور پر نجس ہی رہ جاتا ہے

تاریخ شاہد ہے کہ گہوارے میں تین معصوم بچوں نے کلام کیا ہے

() جناب عیسیٰ علیہ السلام () خلیخا گواہ جناب یوسف علیہ السلام () امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام

[انھوں نے پورا پورا کلام اِلٰہی بھی سنایا اور اژدہا کو بھی دو ٹکڑے کیا تھا]

مگر حقیقت اس سے بھی عجیب ہے کہ پاک خاندان کے جملہ معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام نے روزِ اول کلام فرمایا تھا، تا اینکہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف تک تمام پاک ذوات نے کلام اِلٰہی اور دیگر کتب سماوی تلاوت کر کے ثابت فرمایا تھا کہ ہم ابنائے آدم میں سے نہیں بلکہ جناب آدم کی تخلیق سے بھی پہلے ہمارا نور جگمگاتا تھا ☆خمرت طینت آدم اربعین صباحاً ...... ہم نے جناب آدم کی مٹی چالیس دن تک خمیر کی تھی، جو کسی سے پہلے ہو وہ اس کا بیٹا نہیں ہوسکتا، اور ابن آدم کی پہچان ہی یہ ہے ☆نخرج فی بطون امھاتکم لا تعلمون شی ء یعنی آدم کی اولاد تو پیدا ہوتے ہی جاہل ہوتی ہے، اور جو آتے ہی قرآن سنا رہے ہیں وہ اولاد آدم کیسے ہوسکتے ہیں، انہیں اولاد آدم کہنا گویا قرآن کی تکذیب کرنے کے مترادف ہے

﴿صدائے استغاثہ﴾

روزِ عاشور تھا، آفتاب رُو بہ زوال تھا، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام امت ملعون کے ساتھ مصروفِ پیکار تھے، انہوں نے اس انداز سے تلوار چلائی کہ خاکِ صحرا خونِ کفار کے ساتھ عرصہءِ گلزار نظر آتی تھی، اور تمام ظالمین نے راہ فرار اختیار کی اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام میدان میں تنہا کھڑے تھے اور میدان دشمنانِ خدا ورسول سے خالی ہو چکا تھا، عین اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میدان میں ایک بلند مقام پر جا کر اپنے رہوار کو روکا، اس کے بعد اپنے ماتھے سے پسینہ صاف کر کے میدان میں نگاہ فرمائی، تیز دھوپ میں پورا میدان سرابی انداز سے

چمک رہا تھا اور کوئی ملعون بھی میدان میں نظر نہیں آرہا تھا، اس کے بعد امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گنجِ شہداء کی طرف نگاہ فرمائی، سامنے جوانوں کی لاشیں نظر آئیں، ہر ایک کی طرف نگاہ فرمائی، ہر قربانی کو اپنے آنسوؤں سے خراجِ تحسین پیش کیا، اس کے بعد محسوس کیا کہ روز ازل شہدائے عظام کی جو فہرست بنی تھی وہ ابھی نامکمل ہے، اس کے بعد امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آہستہ سے استغاثہ کیا

☆هَل مِن نَاصِرٍ يَنصُرنَا

ہے کوئی جو آج مجھ مظلوم کی میرے اس مقصد اعلیٰ میں نصرت کرے؟

مگر اس آواز پر دشت کربلا میں سے کوئی بھی سامنے نہیں آیا اور لشکر ملعون میں سے کسی نے جواب نہیں دیا، پورے میدان پر موت کا سکتہ اور سناٹا طاری تھا

کائنات کی ہر چیز ہر مرتبہ استغاثہءِ نصرت پر زبانِ حال کے ساتھ لبیک لبیک کہہ رہی تھی، لیکن بے نیاز ذات نے کسی کی مدد قبول نہیں فرمائی، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوبارہ استغاثہ بلند فرمایا کہ کوئی ہے جو اسلام کی ڈوبتی نیا کو کنارے لگانے میں میری نصرت کر سکے، کوئی ہے ایسا جو توحید کو بچانے کی خاطر اور وحدت کی لاج رکھنے کی خاطر ناصر بن کر میدان میں آئے

یہاں تھوڑی سی وضاحت کرتا چلوں کہ مدد شخصیت کی ہوتی ہے اور نصرت مشن یا مقصد کی ہوتی ہے، مولا کریم کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ذات کی مدد نہیں چاہی تھی بلکہ اپنے مقصد اعلیٰ کی نصرت کیلئے صدائے استغاثہ بلند فرمائی تھی کیونکہ اس وقت اگر انہیں اپنی پاک ذات کی مدد کی ضرورت ہوتی تو اللہ تعالیٰ، ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء، ملکوتِ ارض وسما، اور مرئیاتِ انسانی سے ماوریٰ تمام مخلوق مدد کرنے

کی متمنی تھی مگر تاریخ شاہد ہے کہ آپ نے کسی کی مدد قبول نہیں فرمائی
عین اسی وقت ایک خیمہ سے چھ ماہ کے ایک کمسن معصوم نے عرض کیا کہ بابا جان!
میں تو کافی دیر سے انتظار میں ہوں، مجھے بھی تو اپنی نصرت کا موقعہ عطا فرمائیں،
بابا جان! اگرچہ میں کمسن ہوں اور اپنے پاؤں پر چل کر میدان میں آنے سے بھی
قاصر ہوں مگر اسلام کی ناؤ کو ساحل مراد تک پہنچانے کی مکمل صلاحیت رکھتا ہوں،
میری لاکھ جان حاضر ہے، آپ مجھے کمسن نہ سمجھیں، مجھے ایک بار اپنی نصرت کا
موقعہ عطا فرمائیں، میں آج ایسی نصرت کروں گا کہ کائنات میری چند لمحاتی نصرت
کو تا قیامت یاد رکھے گی، میری خاموشی کے خطبات اسلام کا بھرم رکھنے کیلئے کافی
ہیں، میرے گلوئے نازک سے بہنے والے خون کے چند قطرات وحدت کی لاج
رکھیں گے، میری شہادت سے وہ ہنگامہءِ درد برپا ہوگا کہ قصر باطل کی بنیادیں تک
ہل کر رہ جائیں گی اور جب میرا سر طورِ وفا پر بلند ہوگا تو توحید و نبوت کو اسی وقت
معراجِ حقیقی حاصل ہوگا اور پھر کبھی بھی اسلام کا علم سرنگوں نہیں ہوگا
اس وقت شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوۃ والسلام نے گہوارے میں اپنے جد اطہر امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کا طریقہ اختیار فرمایا اور اپنے قماط چاک کر کے خود کو گہوارے سے گرا
دیا، پاک مستورات توحید و رسالت صلوۃ اللہ علیھن کی نظر پڑی تو انہوں نے فوراً جا کر
معصوم کو اٹھایا اور دوبارہ گہوارے میں سلا دیا، مگر معصوم کو گہوارے میں سکون نہیں
آیا بلکہ پھر اپنے آپ کو گہوارے سے گرا دیا، جس وقت تیسری مرتبہ معصوم نے
اپنے آپ کو گہوارے سے گرایا تو اس وقت مستورات صلوۃ اللہ علیھن میں کہرام بپا ہوا،
پاک ماں صلوۃ اللہ علیہا نے معصوم کو اٹھایا اور پوچھا کہ بیٹا آپ بار بار کیوں ایسا کر

رہے ہیں؟ پاک شہزادے نے روکر زبان حال سے عرض کیا کہ اماں جان! میں اپنے پاک باباعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی نصرت کرنا چاہتا ہوں، میری غیرت یہ برداشت نہیں کرسکتی کہ میرے ہوتے ہوئے میرے پاک بابا اپنے آپ کو غریب کہلوائیں

جس وقت معصوم شہزادے نے یہ عرض کیا تو تمام مستورات صلوٰۃ اللہ علیھن جمع ہوئیں اس وقت ملکہءِ عالمین بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کی پاک بہو صلوٰۃ اللہ علیہا نے اپنے معصوم کو سینہ سے لگایا اور فرمایا کہ بچوں کی زبان ماں سے زیادہ کون سمجھ سکتا ہے؟ میرے لختِ جگر! میں آپ کا مدعا سمجھ چکی ہوں کہ آپ کو اپنے بڑے بھائیوں سے بھی زیادہ اپنے پاک باباعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی غربت اور تنہائی کا احساس ہے، اور آپ ماں کے دودھ کی لاج رکھنے اور مجھے سرخرو کرنے کی خاطر مظلوم بابا کی نصرت کرنا چاہتے ہیں

پاک معظّمہ صلوٰۃ اللہ علیہا اپنے لعل کو اٹھا کر خیمہ سے باہر آئیں اور انہیں جناب شریکۃ الحسینؑ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے ہاتھوں پر رکھا، اور عرض کیا کہ پاک مرشدزادی! ہر کسی نے اپنی اپنی قربانیاں پیش کی ہیں، اب آپ میری قربانی بھی قبول فرمائیں

جناب شریکۃ الحسینؑ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے جلدی سے معصوم کو اس انداز سے اپنے دونوں ہاتھوں پر لیا کہ جس طرح قرآن کریم کو باادب ہو کر لیا جاتا ہے

معصوم شہزادے کے زرد رخساروں پر بوسہ دیا اور اپنی پاک ردائے تطہیر میں لے کر سینہ سے لگا لیا، اس کے بعد جناب فضہ سلام اللہ علیہا کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ میرا پاک بھائی جس حال میں بھی ہیں انہیں عرض کریں کہ ایک مرتبہ خیام میں آئیں

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ صدائے غیب میدان میں محسوس کی، اپنے سب سے بڑے ناصر کی لبیک کی آواز سنی اور اپنے پاک مرتجز کا رخ خیام کی جانب موڑا

☆فارتفعت اصوات النساء بالعویل فتقدم الیٰ باب الخیمة وقال لاختہ ناولنی ولدی الصغیر حتیٰ اودعه

صاحبانِ مقاتل لکھتے ہیں کہ جس وقت مستورات اطہار صلوٰۃ اللہ علیھن میں صدائے گریہ بلند ہوئی تو امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے پاک رہوار کو خیام کے در پر لے آئے اور پاک ہمشیر صلوٰۃ اللہ علیہا کو فرمایا کہ بہن! ہمیں اپنا معصوم بیٹا علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام دیں، ہم اس کے ساتھ آخری وداع فرمانا چاہتے ہیں، جس وقت معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے پاک صغیران کے سپرد فرمایا تو امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

☆وقال لھایا اختاہ اوصیك بولدی الاصغرؑ خیرا فانه طفل صغیرؑ وله من العمر ستة اشھر فقال له یا اخی ان ھذا الطفل له ثلاثة ایام ماشرب الما طلب له شربة من الماء

اے میری پاک ہمشیر صلوٰۃ اللہ علیہا ہم اس چھ ماہ کے صغیر لعل کو آپ کی حفظ و امان میں دیتے ہیں، آپ نے اس کا خیال رکھنا ہے، اس وقت پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے عرض کیا کہ آپ اس معصوم کے متعلق تاکید تو فرما رہے ہیں مگر یہ معصوم تو تین دن کا پیاسا ہے، اگر ہو سکے تو پہلے اسے پانی پلا دیں، امت سے اس معصوم کیلئے پانی طلب تو کریں، ممکن ہے کہ امت کو اس معصوم پر ترس آ جائے اور اسے پانی دے دیں

امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام روایت کرتے ہیں کہ شب عاشور ہمارے بابا پاک نے شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت کی خبر دی تھی اور فرمایا تھا یہ بھی کل توحید کی عظمت پر قربان ہو جائیں گے، یہ خبر سن کر جناب قاؑسم علیہ الصلوٰۃ والسلام تڑپ اٹھے تھے

اور انہوں نے عرض کیا کہ کیا ظالمین خیام میں بھی آ جائیں گے اور اس معصوم کو یہاں شہید کریں گے؟ امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ انہوں نے خیام میں شہید نہیں ہونا بلکہ ہم ان کو میدان میں لے کر جائیں گے

میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کی شہادت سے سبھی پہلے سے باخبر تھے، اس لئے جس طرح عام صاحبانِ مقتل لکھتے ہیں وہ بات عجیب لگتی ہے، بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ سارے پردہ دارانِ توحید و رسالت صلوٰۃ اللہ علیھن کو ان کی شہادت کا علم تھا بلکہ ہر شہید کی شہادت کا علم تھا، صرف ترتیب معلوم نہیں تھی

اس لئے جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام خیام میں تشریف لائے تو انہوں نے پہلے پردہ داران توحید و رسالت صلوٰۃ اللہ علیھن کو سلام کیا، فرمایا کہ اے اہل بیت نبوت غریب کا سلام ہو، سارے پردہ داران توحید و رسالت صلوٰۃ اللہ علیھن آخری قنات کے دروازہ پر تشریف لائے، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام قنات سے اندر اپنے رہوار پر سوار ہو کر داخل ہوئے، انہوں نے فرمایا کہ ہم نے آپ کے رونے کی آواز سنی ہے اس لئے خیام میں واپس آ گئے ہیں، اس گریہ کی وجہ کیا ہے؟

پاک معظّمہ جناب شریکتہ الحسینؑ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ ازل کے سبھی فیصلوں سے آپ خود آگاہ ہیں، جس وقت آپ نے طلب نصرت کا اعلان فرمایا تو آپ کے معصوم نے اپنے آپ کو گھوارے سے گرا دیا ہے

آپ نے رات فرمایا تھا کہ سارے شہید ہو جائیں گے اور ان شہدا میں آپ نے اس معصوم کا نام بھی لیا تھا مگر یہ نہیں فرمایا تھا کہ اس معصوم نے کس وقت قربان ہونا ہے، اگر اس معصوم کی قربانی کا وقت آ گیا ہے تو معصوم نصرت کیلئے تیار ہے

اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شہزادے پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کی طرف سوالیہ نگاہ فرمائی، انہوں نے سر جھکا کر عرض کیا کہ آقا میں آپ کی ہر رضا پر راضی ہوں، یہ معصوم لعل تو میرے پاس آپ کی امانت ہے، اگر آپ اسے لے جانا چاہیں تو لے جا سکتے ہیں کیونکہ آپ مالک ہیں بلکہ میرے لئے تو یہ اعزاز ہے کہ میرا کمسن آپ کے کسی کام آجائے، میں تو آپ کی کنیز ہوں

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس وقت یہ گفتگو سنی تو فرمایا کہ اولاد والدین کیلئے ایک مجبوری بھی ہوتی ہے مگر اولاد سے بڑھ کر ایک اور مجبوری بھی ہوتی ہے کہ اگر بقائے دین خدا کی خاطر اولاد قربان کرنا پڑے تو دریغ نہیں کرنا چاہیے

آج مجھے اپنی نصرت کیلئے اس معصوم کی ضرورت ہے، آپ ایسا کریں کہ اسے سجا سنوار کر مہیائے جہاد کریں، چونکہ ہمارے سامنے سبھی دشمنانِ خدا ورسول ہیں اس لئے ہم یہ چاہتے ہیں کہ اسے شان وشوکت سے میدان میں لے جائیں

ہر ماں کی طرح آپ کے دل میں بھی یہ تمنا ہو گی کہ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام جوان ہوتا، ہم اس کی خوشی کرتے، اس کی شادی ہوتی، ہم اسے سہرا پہناتے، اب وہ تمنائیں تو اس وقت پوری ہوں گی کہ جب ہمارے آخری لخت جگر عجل اللہ فرجہ الشریف کا خروج ہوگا اب چونکہ وقت کم ہے اس لئے جلدی سے اسے سجانے سنوارنے کی کچھ حسرتیں آپ پوری کرلیں ...... میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو کمسن بہن صلوٰۃ اللہ علیہا ساری رات بھائی کو لوری دے کر سلانے کی کوشش میں مصروف رہی اس معصوم بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے بھی پاک بھائی کے ساتھ وداع کیا ہوگا، تاریخ تو اس بارے خاموش ہے مگر دل کہتا ہے کہ اس بہن صلوٰۃ اللہ علیہا نے بھائی کے ساتھ وداع ضرور کیا ہوگا اور کہا ہوگا کہ

بھائی اگر میدان میں جانا ہی ہے تو ذرا اپنی بہن سے آخری مرتبہ پیار تو کروالیں تاکہ میرے دل میں آپ کو پیار کرنے کی حسرت نہ رہ جائے

تاریخ تو یہ نہیں بتاتی کہ معصومہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے صغیر بھائی سے کس طرح وداع کیا، سبھی جانتے تھے کہ اس معصوم نے جب میدان میں جانا ہے تو پھر زندہ واپس نہیں آنا ہے، کیونکہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس معصوم کی شہادت کی خبر شب عاشور دے چکے تھے، اس لئے دل کہتا ہے کہ پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا نے معصوم لعل کو رخصت کرتے وقت یہ بھی فرمایا ہوگا کہ اصغر علیک الصلوٰۃ والسلام آپ کے پاک بھائی سجادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام جو اس وقت غش کی حالت میں ہیں ذرا ان سے بھی آخری مرتبہ مل لیں، ان سے بھی پیار کرالیں، بہنوں سے بھی پیاسے ہونٹوں پر پیار لے لیں

تاریخ اور صاحبانِ مقتل یہ بحث کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پاک شہزادہ کس معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے ہاتھوں سے وصول کیا تھا اور اس بات پر اکثر مؤرخین متفق نظر آتے ہیں کہ انہوں نے پاک شہزادہ ان کی پاک والدہ صلوٰۃ اللہ علیہا کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ جناب شریکۃ الحسینؑ معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے ہاتھوں سے وصول فرمایا تھا

اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ شریف گھروں کی باحیا مستورات کا یہ دستور ہوتا ہے کہ وہ اپنے شیر خوار بچوں کو خود اٹھا کر عام رشتہ داروں کی موجودگی میں اپنے شوہر کے سامنے نہیں آتی ہیں اور یہ پاک خاندان علیہم الصلوٰۃ والسلام کی گھریلو زندگی اور ان کی اعلیٰ روایات کے عین مطابق تھا کہ ام الصغیر بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے اپنا فرزند خود اپنے سرتاج کے سپرد نہیں کیا بلکہ شہزادے پاک صلوٰۃ اللہ علیہا کو امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

اپنی پاک ہمشیر صلوٰۃ اللہ علیہا کے ہاتھوں سے وصول فرمایا
جس وقت پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے لختِ جگر کو پاک بھائی کے ہاتھوں پر رکھا تو میر ببر علیؑ انیس مرحوم فرماتے ہیں کہ اس وقت شہزادے پاک کی ماں صلوٰۃ اللہ علیہا اپنے نونہال کے قریب آئیں اور معصوم کا دایاں ہاتھ پکڑ کر معصوم کے ماتھے پر رکھا اور فرمایا کہ اے مستوراتِ رسالت صلوٰۃ اللہ علیہن تمہیں میرا لعل آخری سلام کر رہا ہے، اس کے بعد معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی کہ بیٹا میدان میں جا رہے ہو خیال رکھنا کہ آپ کے جیتے جی کوئی تیر آپ کے امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب نہ آنے پائے، اگر کوئی ظالم تیر چلائے بھی سہی تو اپنا گلا پیش کرنا فرمایا کہ میرے نونہال مجھے اپنے دودھ پر مکمل بھروسہ ہے مگر پھر بھی تاکید کروں گی کہ آج امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سبھی بیبیاں اپنے اپنے جوان بیٹے اور بھائی قربان کر کے ملکہءِ عالمین بی بی پاک صلوٰۃ اللہ علیہا سے سرخرو ہو چکی ہیں، کسی بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے اکبرؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسا جوان بیٹا دیا ہے، کسی بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے قاسمؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسا دولہا فدا کیا ہے، کسی پاک بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے عونؑ و محمد علیہا الصلوٰۃ والسلام جیسے حسین دلبند قربان کیئے ہیں، اب میری باری آئی ہے تو اب آپ ہی نے ماں کے دودھ کی لاج رکھنا ہے، اب ماں کی عزت آپ کے ہاتھ میں ہے

اب دعا کا وقت ہے تمام مومن مل کر صرف یہی دعا کریں کہ خدا کرے اب اس پاک خاندان علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دکھوں کا خاتمہ ہو، اور ان کی ابدی مسرتوں کا موسم آئے، شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام جوان ہوں، ان کی پاک بہنوں کے دل کے ہر حسرت کی تکمیل ہو، ان کی پاک والدہ صلوٰۃ اللہ علیہا کہ جنہوں نے اپنی بقیہ حیاتِ طیبہ

دھوپ پر گزاردی تھی، اب اپنے پاک منتقم عجل اللہ فرجہٗ الشریف کے کرم کی چھاؤں میں ابدی خوشیوں سے لطف اندوز ہوں، اپنے معصوم صغیر لعل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے سامنے جوان ہوتا دیکھیں اور انہیں خوشیوں کے سہرے پہنا کر اپنے زخمی دل کی ہر تمنا کی تکمیل فرمائیں
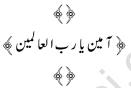
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمْ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَصَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یا ھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 17

علیہ الصلوٰۃ والسلام

قانونِ الٰہی یہ ہے کہ جب بھی رب العزت کے کسی معصوم کی عصمت وصداقت پر حرف آنے کا امکان پیدا ہوا ہے تو اس نے کسی نہ کسی معصوم سے گواہی دلوائی ہے جناب یوسف علیہ السلام پر جناب زلیخا نے الزام لگایا، لوگوں نے آ کر گرفتار کر لیا، انہیں پکڑ کر عزیز مصر کے دربار میں پیش کرنے جا رہے تھے، سپاہیوں کے ساتھ جناب یوسف علیہ السلام جھگڑ رہے تھے کہ میری سنو تو سہی، میں بے گناہ ہوں، معصوم ہوں، مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور عزیز مصر کے ہاں پیش کرنے کیلئے دربار شاہی کے باہر پہنچے، ابھی اندر داخل نہیں ہوئے تھے کہ جناب یوسف علیہ السلام نے نگاہ فرمائی تو محل کے دروازہ کے ساتھ ایک سائیڈ پر ایک گھوارہ لگا ہوا نظر آیا جس میں ایک معصوم بچہ سویا ہوا تھا، ایک غلام دربانی کی ڈیوٹی بھی دے رہا تھا اور تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد اس گھوارے کو جھلا بھی لیتا تھا، اس وقت جناب یوسف علیہ السلام نے ان سپاہیوں سے فرمایا کہ واللہ میں بے گناہ ہوں، اگر تمہیں میری بات پر یقین نہیں ہے تو اس معصوم بچے سے پوچھ لو، وہ اس بات پر حیران ہو ہوئے، انہوں نے فوراً گھوارے کی طرف دیکھا، اس وقت وہ معصوم بچہ

گہوارے میں اٹھ بیٹھا، اوراس نے سپاہیوں سے مخاطب ہوکر کہا کہ بے شک یہ بے گناہ ہیں، یہ معصوم ہیں، ان کی بات تم کیوں تسلیم نہیں کرتے ؟

عین اس وقت انہیں عزیز مصر نے دربار میں طلب کیا، ساری روداد سننے کے بعد اس معصوم بچے کی گواہی کی وجہ سے ان کی سزائے موت کو قید میں بدل دیا گیا تھا جس وقت یہ محل سے باہر نکلے تو انہوں نے جاکراس غلام سے پوچھا کہ اس کا نام کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ اس کا نام خلیخا ہے، فرمایا یہ میرا وصی ہوگا

جناب یوسف علیہ السلام نے اپنے دورِحکومت میں اسے اپنا وزیر اور اپنا وصی قرار دیا ایک موقعہ پر جناب یوسف علیہ السلام نے کسی بات پر عالم جلال میں خلیخا کو دربار سے باہر نکل جانے کا حکم دیا، فوراً وحی نازل ہوئی کہ یہ تمہارا محسن ہے، کیا محسن کے ساتھ ایسے کلام کی جاتی ہے یا یہی رویہ رکھا جاتا ہے؟

جناب مریم سلام اللہ علیہا کی جھولی کو جناب عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نے زینت بخشی تو سارے یہودی بگڑ گئے، اس زمانہ میں ناجائز اولاد کی ماں کو بازار میں رجم کیا جاتا تھا، ان یہودیوں نے جس وقت ان کی عصمت پر شک کیا اور آکر سوال کیا کہ یہ کس کا بچہ ہے؟ تو اس وقت انہوں نے خاموشی کا روزہ رکھا ہوا تھا، انہوں نے صرف معصوم کی طرف اشارہ کردیا کہ اس بچے سے پوچھ لو، یہودی حیران تو ہوئے مگر کسی نے یہ اعتراض نہیں کیا کہ یہ کمسن ہے اور کمسن کی گواہی نا قابل قبول ہوتی ہے، فوراً تسلیم کرلیا، اس وقت جناب عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا انی عبداللہ میں اللہ کا عبد ہوں، میرے ہاتھ میں کتاب ہے، تمہیں دین سکھانے آیا ہوں، اس وقت تمام یہودیوں نے سر جھکالیا تھا

سرورانبیاءصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عصمت وصداقت کی گواہی سرکارامیرالمومنین علیہ الصلوۃ والسلام نے ظاہری بچپن میں دی، مقام وصایت پایا، اور مباہلہ کے دن پاک معظّمہ کائنات بی بی صلوۃ اللہ علیہا کے معصوم فرزندوں نے نانا کی صداقت کی گواہی دی

دربارخلافت ہے، ملکہءِ دوجہاں بی بی صلوۃ اللہ علیہا کی جاگیرفدک کا کیس زیرسماعت ہے، سند پیش ہوئی، امت نے گواہی طلب کی، گویامعصوم ازل ذات صلوۃ اللہ علیہا کی صداقت کوشک کی نگاہوں سے دیکھا گیا، توفوراً دومعصوم گواہوں نے گواہی دی کہ ہماری پاک ماں صلوۃ اللہ علیہا اللہ کی صداقت مطلقہ کی مالک ہیں، شک نہ کرو، مگر یہاں یہودی یا نصرانی تونہیں تھے کہ جواعتراض نہ کرتے، یہاں توکلمہ گو تھے، کہتے ہیں کہ یہ کمسن بچے ہیں، اس لئے ان کی گواہی قابل قبول نہیں ہے

میں عرض کررہا تھا کہ جب بھی اور جہاں بھی کسی معصوم کی عصمت پرحرف آیا تو کمسن معصوم بچوں نے گواہی دی، دشت کربلا میں منصب رسالت اورمنبررسالت کوحاصل کرنے کیلئے اموی کتے نے دست جرأت بڑھایااور

☆من احق لھٰذاالامر پرگفتگوہوئی تووارثِ رسالت شہنشاہِ معظم کریم کربلاعلیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ نانا پاک کے منصب کےاصل حقدار ہم ہیں، کافرو بے دین دشمن نے زبانِ اقدس کی صداقت وعصمت پرشک کرتے ہوئے بیعت طلب کی توعین اس وقت ایک معصوم نے گھوارے میں سے آواز دی کہ باباجان! مجھے لے چلوآپ کی عصمت کبریٰ کا عینی شاہد میں ہوں، میں آپ کے حق عظیم میں گواہی دینا چاہتا ہوں، اورآج میں ایسی گواہی دوں گا کہ اس کی تردیدکوئی نہیں کرسکے گا

خیام سے برآمدگی

تاریخ بتاتی ہے کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے معصوم گواہ کو اٹھا کر جب خیام سے برآمد ہونے لگے تو پہلی قنات کے اندر پہلے خود گھوڑے پر سوار ہوئے، تلوار کمر کے ساتھ تھی، جس وقت زین پر سوار ہو چکے تو اس وقت پاک ہمشیر صلوٰۃ اللہ علیہا سے فرمایا کہ اب یہ معصوم ہمیں دے دو، معصوم کو اپنے آگے زین پر زانوؤں پر سلایا اور خیام سے باہر تشریف لے آئے

باہر گرم لو چل رہی تھی، سورج عین نصف النہار پر تھا، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے معصوم لختِ جگر کے چہرے پر نگاہ فرمائی، تمازتِ آفتاب کی وجہ سے معصوم کی پیاس بڑھ گئی، بلا تشبیہ جس طرح مچھلی پانی سے باہر آئے تو جلدی جلدی منہ کھولتی اور بند کرتی ہے، اسی طرح معصوم نے جلدی جلدی سانس لینا شروع کئے، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذوالجناح کو روک کر فوراً پشت سے ڈھال کو اتارا، ایک ہاتھ سے معصوم کو سنبھالا اور دوسرے ہاتھ سے معصوم پر ڈھال کا سایہ کیا، اس رنگ میں ظالمین کی طرف روانہ ہوئے

اس وقت شامیوں نے نگاہ کی تو امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آغوش میں غلافوں میں لپٹی کوئی چیز نظر آئی، ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ یقیناً امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن لے کر آرہے ہیں، مگر یاد رکھو کہ صفین کے میدان میں ہم نے قرآن نیزوں پر بلند کیا تھا اور ان کے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا تھا کہ قرآن کو تیر مارو، آج یہ قرآن لے آکر آرہے ہیں، کل انہوں نے صرف حکم دیا تھا، تیر

مارے نہیں تھے، آج ہم قرآن پر تیر برسا کر دکھائیں گے
یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شامیوں نے معصوم کو قرآن کیوں سمجھا تھا؟
حقیقت یہ ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام جتنی مرتبہ بھی خیام میں تشریف لے گئے تو امت پر اتمام حجت کیلئے ہر مرتبہ کوئی چیز ضرور لے آئے، یعنی کسی وقت عمامۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر اطہر پر موزوں فرما کر اتمام حجت کیا، کسی وقت دیگر تبرکات کے ساتھ آراستہ ہو کر آئے، اس لئے ظالمین نے یہ سمجھا کہ اب اتمام حجت کا آخری سامان قرآن ہی ہوسکتا ہے
جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام میدان میں تشریف لائے تو ظالمین نے آواز دی کہ ہم سمجھ گئے ہیں، آپ قرآن لے کر آرہے ہیں، مگر ہم نہیں مانیں گے
امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ دیکھو یہ قرآن نہیں بلکہ یہ ماں کی ممتا کا مصحف ناطق ہے، اور اس کے معصوم رخِ انور کی زیارت تمام آلِ محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کا دستور ہے، اتمام حجت کیلئے اللہ کے دین مبین کا آخری گواہ بنا کر لایا ہوں
امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رہوار کو ظالمین کے سامنے روکا، شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام زین ذوالجناح پر سوار تھے، ظالمین کی نگاہیں اس ڈھال پر مرتکز تھیں کہ جس کے نیچے ان کے خیال کے مطابق قرآن کریم تھا، جس وقت شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پاک رہوار لشکر ملعون کے سامنے آیا تو وہ ملاعین وظالمین یہ ارادہ رکھتے تھے کہ جونہی یہ قرآن پاک ظاہر فرمائیں گے ہم تیروں کی بارش کر دیں گے
مگر جب شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ڈھال ہٹا کر معصوم کے رخ انور سے چادر ہٹائی اور معصوم کا رخِ تقدس مآب ظاہر ہوا تو تیس ہزار کمانوں سے تیر زمین

پر گر گئے، ظالمین نے نگاہ کی تو دیکھا کہ معصومیت کا خداوند لاشریک اپنی جملہ معصومیت چہرے پر سجا کر سویا ہوا تھا، کیفیت یہ تھی کہ معصوم کی آنکھیں بند تھیں، پیاس سے چہرہ سفید ہو چکا تھا، رو رو کر معصوم اپنے ہونٹ کھولتا تھا، یہ دردناک منظر دیکھ کر تمام لشکر شام کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہوئے

یہاں مناسب ہوگا کہ میں کچھ وضاحتیں کرتا چلوں

﴿ تیراندازی ﴾

بعض مؤرخین نے تیر کمان کی تاریخ بھی لکھی ہے اور ان میں سے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ سب سے پہلے شاہ کرانک زاہلی کی دختر نے تیر کمان ایجاد کیا تھا اور تیر کے اوپر لوہے کی پریاں سب سے پہلے شاہِ ایران شہنشاہ منوچہر نے لگائی تھیں مگر یہ تحقیق قرین عقل نہیں ہے کیونکہ ماقبل التاریخ کی جو غاریں آج بھی موجود ہیں اور ان میں جو نقش و نگار ہیں یا جو تصویریں ہیں ان میں بھی تیر کمان کی تصویریں موجود ہیں، یہ ایک علیحدہ بات ہے کہ قدیم تیر کمان اور جدید تیر کمان میں شکل اور ساخت کا کچھ فرق ہے، یعنی بعد میں کئی تبدیلیاں آئی ہوں گی مگر تیر کمان کا وجود قبل از تاریخ موجود ہے

یہ بھی جوانوں کا ایک مسلمہ ہے کہ تیراندازی مرد میدان کیلئے بزدلی کا مظاہرہ ہے یہ تو صرف شکار کیلئے موزوں ہے، ورنہ جنگ میں اس کا استعمال بزدلی کی علامت سمجھا جاتا تھا کیونکہ دور سے اپنے دشمن پر تیر برسانا ان کے خیال کے مطابق غیر مستحسن اور عیب سمجھا جاتا تھا اور سارے شجاعانِ عرب دست بہ دست جنگ کو

جوانمردی سمجھتے تھے
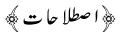
﴿ اصطلاحات ﴾

یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ بچپن میں میں خود تیراندازی سیکھتا رہا ہوں اوراس کے استعمال سے بھی اچھی طرح واقف ہوں، لیکن ہماری نوجوان نسل نے تو شاید تیرکمان کی شکل تصویروں کے علاوہ دیکھی بھی نہیں ہوگی، اس لئے تیراندازی کی کچھ اصطلاحات کے بارے عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں

﴿ کمان ﴾

کمان جسے قوس بھی کہتے ہیں اس کے کئی اجزا ہوتے ہیں، یعنی ایک کمان ہوتی ہے دوسری اس کی ''زِہ'' ہوتی ہے جسے چلہ بھی کہا جاتا ہے، یہ ایک ڈوری ہوتی ہے عموماً یہ ڈوری دو چیزوں یعنی ریشم سے یا پھر جانوروں کی انتڑیوں کو صاف کرکے پھرانہیں ڈورکی طرح بل دے کران سے بنائی جاتی تھی، جسے رَودا کہتے ہیں رَودے یا چلے پر درمیان میں کپڑا یا چمڑا لپیٹ کرایک شِست بنائی جاتی تھی، جس کے اوپر تیرکا پچھلا سرا رکھا جاتا تھا تا کہ ڈور کھینچتے وقت انگلی اورانگوٹھے کو چلے کے کھینچنے اورچھوڑنے کے ساتھ کوئی نقصان نہ پہنچے

کمان کے درمیان میں ایک جگہ قبضہ یا گرفت ہوتی ہے، جو تیر چلاتے وقت بائیں ہاتھ میں ہوتی ہے اوردائیں ہاتھ سے تیراورشِست کو ملا کر اتنا کھینچا جاتا ہے کہ وہ دائیں کان کے برابرآجائے، اس کے بعد تیرچھوڑا جاتا ہے

یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ اچھی کمان بیری کی لکڑی کی ہوتی تھی اور بعد میں

جانوروں کے سینگ کی کمان بھی بنائی جاتی تھی ،اور جس وقت چلہ چڑھا ہوا ہوتا تو عام طور پر چلے اور کمان کا درمیانہ فاصلہ ایک بالشت کے برابر ہوتا تھا اور تیر چلاتے وقت اسے تقریباً ایک گز تک کھینچا جاتا تھا، یہ کمانیں اس قدر سخت ہوتی تھیں کہ عام آدمی انہیں نہیں کھینچ سکتا تھا،صرف طاقتور اور آزمودہ کار لوگ ہی انہیں استعمال کرتے اور چلاتے تھے

کمان کی تفصیل کے بعد اب یہ بھی بتاتا چلوں کہ تیر کی کتنی اقسام ہوتی تھیں، ہماری زبان میں تیر اور گز کہا جاتا ہے، فارسی میں تیر، پیکان، ناوک وغیرہ کہا جاتا ہے عرب میں تیر کی 6 چھ قسموں کیلیئے 6 چھ مختلف الفاظ استعمال ہوتے تھے

(1)......بضل

اس تیر کو کہتے تھے کہ جو صرف زیتون یا کھوہ کی لکڑی کا ہوتا تھا، اس پر لوہا استعمال نہیں ہوتا تھا، یہ ایک سائیڈ سے پتلا اور دوسری سائیڈ سے موٹا ہوتا تھا اور عموماً یہ پرندوں کے شکار کیلیئے استعمال کیا جاتا تھا، پرندے کو گرانے کیلیئے اس کی نوک کی بجائے سائیڈ مارنا پڑتی ہے، اس لئے اس کی نوک رکھی ہی نہیں جاتی، اسے میں نے خود استعمال کر کے بھی دیکھا ہے کہ تیر کی سائیڈ کس طرح ماری جاتی ہے

اس کا طریقہ یہ ہے کہ کمان میں تیر ترچھا رکھا جاتا ہے، اگر اس زاویے پر کمان میں تیر رکھا جائے تو تیر اپنے نشانے پر نوک کی بجائے عمودی انداز میں لگتا ہے اور اگر کمان افقی حالت میں ہو تو تیر افقی حالت میں اپنے نشانے پر ترچھا لگتا ہے

(2)......معجلہ

معجلہ اس تیر کو کہتے ہیں کہ جو صرف مضبوط لکڑی کا بنا ہوتا ہے، اس میں بھی لوہا استعمال نہیں ہوتا ہے، اس کی موٹی سائیڈ کو تیز دھار نوک کی شکل دی جاتی ہے

اس تیر سے عموماً چھوٹے جانور مثلاً ہرن وغیرہ شکار کئے جاتے ہیں، کیونکہ بڑے جانور اس سے شکار نہیں کئے جاسکتے، اور عام غریب لوگ جنگوں میں اسی تیر سے گزارہ کرتے تھے، کیونکہ قیمتی تیر مہنگے بنتے تھے اس لئے وہ لوگ افورڈ (afford) نہیں کر سکتے تھے

(3)......نبل

یہ ایک ایسا تیر ہوتا تھا جس کے آگے لوہے کی نوک دار ٹوپی چڑھی ہوتی تھی اور ٹوپی کی نوک زیادہ لمبی رکھی جاتی تھی تاکہ زرہ کی کڑیوں میں سے گزر کر جسم کو زخمی کر سکے، جنگوں میں زیادہ تر یہی تیر استعمال ہوتا تھا، اس تیر میں لوہے کی جو نوک لگائی جاتی تھی اسے بیلک کہا جاتا تھا

(4)......سہم

ایسے تیر کو کہا جاتا تھا کہ جس کے آگے لوہے کے دو تیز دھار پر ہوتے تھے اور پچھلے سرے پر پردار سبل لگی ہوتی تھی، اس کی شکل یہ ہوتی تھی کہ جو آج بھی تیر کی علامت مانی جاتی ہے اور یہ اس زمانے امیر لوگ استعمال کرتے تھے کیونکہ یہ تیر کافی مہنگا بنتا تھا

(5) **میزاب** ...... تیر کی ایک قسم میزاب بھی تھی اور میزاب پرنالے کو کہتے

ہیں، یہ تیر ہوتا تو دو پروں والا تھا مگر اس کے وہ ''پر'' پرنالے کی طرح گولائی میں خمدار ہوتے تھے، یعنی کسی چمچے کی طرح، اسے اگر سامنے والی سائیڈ یا نوک کی طرف سے دیکھا جائے تو یہ [ ) شکل دیتا ہے، یہ تیر جسم سے گوشت کا کچھ حصہ اپنے ساتھ لے جاتا تھا اور یہ عموماً پہلو پر مارا جائے تو زیادہ کارگر رہتا ہے

(6)......ثلث شعبہ

اس تیر کے آگے دو پروں کی بجائے مدھانی کی طرح تین پر ہوتے تھے یعنی مدھانی کے چار پر ہوتے ہیں مگر اس کے تین پر ہوتے تھے اور یہ عموماً سارا لوہے کا بنا ہوتا تھا اور اسے استعمال کرنے کیلئے عام کمان کی بجائے قوس القرن (جانور کے سینگ جوڑ کر بنائی ہوئی کمان) یا پھر بیری کی لکڑی کی کمان استعمال ہوتی تھی اور اسے کھینچنے کیلئے بڑی طاقت کی ضرورت ہوتی تھی

اس حرملہ بن کاہلہ اسدی ملعون کے پاس قوس القرن تھی اور اس کے ترکش میں تیر سہہ شعبہ صرف تین تھے، باقی اس کے پاس سہم تھے، تیر سہہ شعبہ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ اگر اسے زِرہ کی سائیڈ سے گزار کر چھوڑا جاتا تو یہ زرہ کی کڑیوں کو بھی توڑ کر گزر جاتا تھا، اسے کہتے تھے تیر سہہ شعبہ یا تین پھلوں والا تیر

اب میں واپس اپنے موضوع پر آتا ہوں، میں عرض کر رہا تھا کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام میدان میں تشریف لے آئے، جو معصوم خیام میں ایک لمحہ آرام نہیں کرتا تھا وہ خیام سے لے کر میدان تک اتنی خاموشی کے ساتھ آیا کہ ظالمین نے اسے قرآن سمجھا تھا، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میدان میں آکر مرتجز کو روکا، سبھی لوگوں کی

نگاہیں اس ڈھال پر جمی ہوئی تھیں، ظالمین یہ سمجھ رہے تھے کہ آپ اتمام حجت کیلئے قرآن مجید اٹھالائے ہیں، اس لئے انہوں نے اپنی کمانوں میں تیر چڑھالئے اور شِست لگائی ہوئی تھی، اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ڈھال ہٹائی، پھر معصوم کے چہرے سے چادر ہٹائی، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ظالمین کے سامنے جس وقت اپنے کمسن معصوم کے چہرے سے چادر ہٹائی تو ظالمین کی کھنچی ہوئی کمانیں ایک دم زمین پر گر گئیں، ایک ایسا ہنگامہ ءِ درد بپا ہوا کہ جس کے ساتھ انفس و آفاق میں قیامت خیز درد کی لہر موجزن ہوئی، ظالمین کے لشکر میں سنگدل سے سنگدل آدمی بھی منہ چھپا کر رونے میں مصروف تھا

اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے معصوم لعل کو زین سے اٹھایا، اپنے سینہ سے لگایا اور معصومیت پر پیار آیا تو معصوم کی جبین پر بوسہ دیا اور معصوم کے ساتھ راز و نیاز کے انداز میں کلام فرمانا شروع کیا

کتب مقاتل کے اصل الفاظ یہ ہیں کہ ''وھو تناغی'' عربی زبان میں کہتے ہیں کہ

☆المواۃ تناغی الصبی او تکلمه بما یعجبه ویسره

جس طرح ماں اپنے معصوم بچے کے ساتھ لوری کے انداز میں سلانے کیلئے گفتگو کرتی ہے...... اسی طرح امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے کمسن کو بہلانے میں مصروف تھے، ان کے پیار کا یہ انداز دیکھ کر لشکر شام میں گریہ کا کہرام بپا ہوا

مظلوم کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری مجاہد اعظم میدان میں تشریف لایا مگر اس مجاہد اعظم کا انداز سب سے عجیب تھا، زرہ کی جگہ پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کا پہنایا ہوا کرتہ تھا، خیام سے لے کر میدان تک پاک بابا کے کانپتے ہوئے ہاتھوں پر ڈھال کے

سائے میں سفر کر کے میدان میں پہنچے، تلوار کی بجائے پیاس سے بند مٹھیاں تھیں، اور رجز کی جگہ ایک لا متناہی خاموشی تھی، دشمن کے دل پر وار کرنے والی پیاس سے خشک زبان تھی، پاک دادا سرکار امیر المومنین علیہ الصلوۃ والسلام کی طرح اپنی حفاظت سے بے نیاز، آنکھیں بند کر کے نمازِ توحید میں مصروف تھے، طویل روزہ داری کے آثار چہرے پر زردی کی شکل میں نمایاں تھے

یہ ایک ایسا منظر تھا کہ جس سے سارا لشکر شام اپنے جگر کو تھامے رو رہا تھا

ابن سعد ملعون اپنے لشکر سے کچھ پیچھے گھوڑے پر سوار ہو کر یہ منظر دیکھ رہا تھا، اس کے دائیں بائیں دو ملعون کھڑے تھے، ایک عقبہ بن بشر غنوی ملعون تھا، دوسرا حرملہ بن کاہلہ اسدی ملعون تھا، یہ ملعون عرب میں چالیس 40 جوانوں کے برابر کا جوان مشہور تھا اور یہ صرف تیرانداز ہی نہیں تھا بلکہ اپنے دور میں تیراندازی کا بہت بڑا استاد مانا جاتا تھا، ان سب ملاعین نے لشکر شام کے تیور دیکھے اور میدان میں رونے کی آوازیں سنیں، اس وقت عمر ابن سعد ملعون نے ان دونوں ملاعین کو سر کے اشارہ سے اپنے قریب آنے کو کہا، اور خود گھوڑے کو آگے بڑھا کر لشکر کی سب سے اگلی صف میں آ کھڑا ہوا، عقبہ بن بشر غنوی ملعون اور حرملہ بن کاہلہ ملعون بھی اپنے اپنے گھوڑے آگے بڑھا کر اس کے قریب آ کھڑے ہوئے، اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نے اتمام حجت کیلئے معصوم کا رخ ظالمین کی طرف پھیرا اور ایک خطبہ انشاء فرمایا کہ

اے گروہ ظالمین! یقین جانو کہ میں فرزند رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں، اور اگر تم مجھے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں مانتے تو کوئی بات نہیں، لیکن مجھے مسلمان تو سمجھ لو

اگر تم مجھے مسلمان بھی سمجھ لو تو پھر خود بتاؤ کہ کیا کسی مسلمان کہلوانے والے پر کسی کلمہ گو کا خون مباح ہوسکتا ہے؟ کیا کوئی مسلمان بغیر وجہ کے کسی دوسرے مسلمان کو شہید کرسکتا ہے؟ اگر تم مجھے مسلمان بھی نہیں سمجھتے تو یہ حدیث پیغمبر یاد کرو کہ

☆کل مولود یولد علیٰ فطرۃ الاسلام

یعنی پیدا ہونے والا ہر معصوم فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، تمہاری نگاہ میں اگر کوئی قصور یا جرم ہے تو وہ ہمارا ہے، اس معصوم کا تو کوئی جرم نہیں ہے، تم اس معصوم کو پانی تو پلا دو......اور اگر تمہیں میری بات پر یقین نہ آئے تو اس معصوم سے خود پوچھ لو کہ یہ کتنا پیاسا ہے، فطرتِ انسانی ہے کہ ہر صاحب اولاد بچوں کو محبت و شفقت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، دشمن کے بچوں پر بھی ظلم کرنا جائز نہیں سمجھا جاتا، معصوم چاہے کسی کا بھی ہو وہ قابل رحم ہوتا ہے، مجھے اس معصوم کیلئے تھوڑا سا پانی دے دو جس سے اس کی پیاس بجھائی جاسکے، خود اندازہ کرو کہ چھ ماہ کے کمسن معصوم کی پیاس بجھانے کیلئے کتنا پانی ضرورت ہوتا ہے، اگر تم اس معصوم کی پیاس بجھانے کیلئے تھوڑا سا پانی دے سکو تو یہ مجھ غریب اور مظلوم پر احسان ہوگا

ظالمین نے نگاہ کی تو اس وقت معصوم اپنی خشک زبان ہونٹوں پر پھیر رہا تھا، اتمام حجت کے دردناک منظر کو دیکھ کر عالم ملکوت میں کہرام بپا ہوا، لشکر شام و کوفہ میں گریہ و بکا کی آوازیں بلند ہوئیں، کئی لوگوں نے بلند آواز سے عمر ابن سعد ملعون، عبید اللہ ابن زیاد ملعون اور فرعون شام یزید پر لعنت کرنا شروع کردی

اپنی فوج میں بغاوت کی فضا دیکھ کر عمر ابن سعد ملعون نے عقبہ بن بشر غنوی ملعون اور حرملہ اسدی ملعون کی طرف دیکھے بغیر ایک مبہم سا حکم دیا کہ

☆اقطع نزاع القوم قوم کے [لشکر شام کے] اس جھگڑے کو ختم کرو

یہ معصوم کی معصومیت کا اثر تھا کہ عمر ابن سعد ملعون جیسا شقی القلب درندہ بھی معصوم کو شہید کرنے کا واضح حکم نہیں دے سکا، بلکہ اشارے اور کنائے کے ساتھ حکم دیا ان دونوں ملاعین نے اس حکم کو اپنی طرف سمجھا، اور یہ گھوڑوں سے اتر کر فوج سے آگے آ کھڑے ہوئے، یعنی عمر ابن سعد ملعون کے گھوڑے کے بالکل سامنے ایک دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف آ کھڑا ہوا

اس وقت عقبہ بن بشر غنوی ملعون اور حرملہ بن کاہلہ ملعون دونوں نے اپنی اپنی کمانوں کو کاندھوں سے اتارا، پھر انھوں نے اپنی کمانوں کے ایک سرے کو زمین پر ٹکا کر دوسرے سرے پر سینے کا زور دیا اور کمان جھکا کر چلے چڑھائے، سب سے پہلے عقبہ بن بشر غنوی ملعون نے زمین پر زانو ٹکا کر نشست لگائی، مگر جس وقت اس ملعون کی پاک شہزادے کے چہرے پر نظر پڑی تو اس کے ہاتھ سے تیر زمین پر گر گیا، یہ روتا ہوا واپس مڑا، اور اس نے بلند آواز سے کہا کہ خدا تم سب پر لعنت کرے، کیا ایسے معصوم پر ظلم کرنا ممکن ہے؟ واللہ مجھ سے یہ کام نہیں ہوسکتا

اس وقت لشکر شام میں ابن سعد ملعون کے خلاف آوازیں بلند ہوئیں، پھر اس ملعون نے حرملہ بن کاہلہ اسدی ملعون کو حکم دیا کہ ☆اقطع نزاع القوم قوم کے اس جھگڑے کو ختم کرو، اس وقت حرملہ ملعون نے اس کی بات کو نہ سمجھتے ہوئے وضاحت طلب کی اور پوچھا کہ

☆نزاع الاکبر او اصغر...... کیا بڑے نزاع کو ختم کرنا ہے یا چھوٹے نزاع کو؟ یعنی نشانہ شہنشاہ مظلوم کربلا علیہ الصلوۃ والسلام کو بنانا ہے یا کمسن معصوم کو؟

ابن سعد ملعون نے کوئی جواب نہیں دیا، اس وقت حرملہ ملعون نے کاندھے کے اوپر سے ہاتھ بڑھا کر ترکش میں سے تیر کھینچا، اس نے تیر سہ شعبہ کمان کے چلے میں ڈالا اور فوراً زمین پر زانو جما کر نشانہ لیا

یہ حرملہ بن کاہلہ اسدی ملعون تین ہزار تیر انداز کا استاد تھا اور اس زمانہ میں جس وزن کی کمان یہ ملعون استعمال کرتا تھا پورے عرب میں اس وزن کی کمان چند طاقت ور جوانوں کے علاوہ کوئی استعمال نہیں کرسکتا تھا

اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے معصوم فرزند کو ہاتھوں پر بلند فرمایا تاریخ کے الفاظ یہ ہیں کہ اتنا بلند فرمایا کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آ رہی تھی

اس وقت ملعون ازل حرملہ نے پوری قوت سے کمان کو جھکایا اور اس میں تیر چڑھا کر شِست لگائی، دوسری طرف خیام کی آخری قنات کے پیچھے سے اس معصوم کی پاک والدہ صلوۃ اللہ علیہا یہ منظر دیکھ رہی تھیں، امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نے بائیں ہاتھ پر معصوم کو اٹھا کر دائیں ہاتھ کو معصوم کی کمر پر سہارے کے طور پر رکھا ہوا تھا، اور معصوم کا رخ امت ملعون کی طرف کر کے کلام فرمانے میں مصروف تھے

اس وقت حرملہ ملعون نے چلے میں تیر چڑھا کر زِہ کو کھینچا، ایک بار کھینچا مگر تیر نہیں چھوڑ سکا، دوبارہ کھینچا مگر تیر نہیں چھوڑ سکا، اس ملعون نے تیسری مرتبہ کمان کو کھینچا مگر پھر بھی تیر نہیں چھوڑ سکا، اس وقت عمر ابن سعد ملعون نے اسے جھڑک کر کہا کہ اے بد بخت تو تیر اندازی کا استاد کہلواتا ہے حوصلہ کیوں ہار گیا ہے؟ اس ملعون نے جواب دیا کہ خدا تجھ پر لعنت کرے، ظالم تو بڑا اسنگدل ہے

دو باتیں ایسی میرے سامنے ہیں کہ جن کی وجہ سے میں تیر نہیں چلا سکتا ہوں، ابن

سعد ملعون نے پوچھا کہ کیا بات ہے، اس نے جواب دیا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ جس وقت میں تیر چلانے کا ارادہ کرتا ہوں تو میرا دل کانپ جاتا ہے اور ساتھ ہی میرے ہاتھ بھی کانپ جاتے ہیں، صرف یہی نہیں بلکہ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مظلوم کرب و بلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں پر معصوم بھی کانپتا ہے اور اس کے ساتھ عرشِ اِلٰہی بھی کانپ رہا ہے اور جب میں تیر چلانے کیلئے معصوم کے گلے کا نشانہ لیتا ہوں تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ صرف ایک معصوم کا گلا نہیں ہے بلکہ تیرہ افراد اور ہیں کہ جنہوں نے اپنا گلا معصوم کے گلوئے نازک پر رکھا ہوا ہے، اور مجھے یہ نہیں سمجھ میں آرہا کہ میں کون سے گلے کا نشانہ لے کر تیر چلاؤں

ایک عارف سید بزرگ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے حوالے سے بیان کرتے تھے کہ قیامت کے دن سارے معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے گلے اسی طرح زخمی نظر آئیں گے کہ جس طرح شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گلا زخمی ہوا تھا، کیونکہ معصوم کے ساتھ انہوں نے بھی اپنے گلے پیش کیئے تھے

ابن سعد ملعون نے پوچھا کہ دوسری وجہ کیا ہے جو تجھے تیر نہیں چلانے دے رہی؟

حرملہ ملعون نے روکر کہا کہ اے ظالم! تجھے کیا معلوم، ذرا امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خیام کی طرف نگاہ کر کہ جس وقت میں تیر چلانے کی کوشش کرتا ہوں تو سامنے جو قنات ہے وہ ہل جاتی ہے اور وہاں سے ایک دردناک آواز میرے کانوں میں آتی ہے، شاید کوئی مستور رو رو کر مجھے کہہ رہی ہے کہ

اے ظالم! کچھ تو خوفِ خدا کر، میری آغوش خالی نہ کر، میرے نورِ نظر پر ظلم سے باز آجا، ظالم بچوں کا حلق تو اتنا نازک ہوتا ہے کہ خالق نے ان کی نزاکت کو

دیکھتے ہوئے ان کی غذا شیر مادر کو قرار دیا ہے، تجھے علم بھی ہے یا نہیں کہ جس گلے پر تو تیر چلا رہا ہے یہ درحقیقت مجھ غریب ماں کا دل ہے، یہ تو غنچہ سے بھی زیادہ نازک ہے، ملعونِ ازل! ہم تیروں کی اقسام سے واقف ہیں ذرا معصوم کا گلا بھی دیکھ، اپنا تیر سہ شعبہ بھی دیکھ، کچھ تو احساس کر، میرے کمسن کی معصومیت پر ترس کھا جس وقت میں یہ آواز سنتا ہوں تو میرے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے

اس وقت عمر ابن سعد ملعون نے اسے ڈانٹ کر گالی دی اور کہا کہ تمام لشکر باغی ہو رہا ہے اور تو بہانے تراش رہا ہے، اب دیر نہ کر، فوراً یہ قصہ ختم کر

اس وقت حرملہ ملعون نے غصہ میں کمان کو سیدھا کیا اور نشانہ لیتے ہوئے تیر چلایا پاک خیام میں سے امراءالقیس کی پاک دختر صلوٰۃ اللہ علیہا نے نگاہ کی، علامہ ہدایت حسین نجفی فرمایا کرتے تھے کہ جس وقت پاک بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے اس ملعون کے تیور دیکھے تو فرمایا کہ دائی فضہ سلام اللہ علیکِ میرے جہیز والے صندوق میں تیر کمان موجود ہے مجھے فوراً لا دو، جناب معظّمہ عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے پوچھا کہ اصغرؑ کی ماں آپ کیا کرنا چاہتی ہیں؟ رو کر عرض کی کہ معظّمہ ہم تیر کے رخ کو دیکھ رہی ہیں

معصوم کے گلے کے بالکل قریب میرے سرتاج کا بازو ہے، اگر ملعون نے اب تیر چلایا تو شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بازو زخمی ہو جائے گا، ہمیں اپنے بیٹے کا نہیں شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بازو کا احساس ہے، ہم اس ملعون کے ہاتھ پر تیر چلا کر اس کا نشانہ خطا کرنا چاہتی ہیں، معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ بھابھی یہ مناسب نہیں ہے، دنیا کیا کہے گی کہ سادات پر کربلا میں اتنی غربت چھا گئی تھی کہ ان کی مستورات بھی جنگ میں شریک ہوئی تھیں، بہن! آخر ہم نے کوفہ و شام تک جانا

ہے، ہر جگہ یہی تذکرہ ہوگا، صبر کریں کہ آپ ہی کے سرتاج نے صبر کا حکم فرمایا ہے...... میدان میں ملعونِ ازل نے نشانہ لیا اور تیر پر اپنی گرفت ڈھیلی کی

میں تفصیل تو عرض نہیں کرسکتا، صرف تمثیل کے طور پر اتنا بتاتا ہوں کہ جب ملعونِ ازل نے مصحف ناطق میں آیہ تطہیر درج کی تو اعرابِ حقیقت میں کافی ردّ و بدل ہوا، مصحف ناطق کے مقدس اوراق سے سرخ سیاہی رواں ہوئی جس نے آیاتِ الٰہی کے دلوں کو خون کر دیا

دوسری تمثیل اس طرح بیان کی جاسکتی ہے کہ جس وقت شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گلوئے نازک بادِ سموم کی زد میں آیا تو اس کا اتنا شدید اثر ہوا کہ ماتا کے اس نازک پھول کا رنگ پہلے زرد تھا پھر سرخ ہوگیا، اور چمن نبوی کا یہ پھول ایک دم مرجھا کر شاخِ شجر سے گر کر زمین بوس ہوگیا، ارض و سما متزلزل ہوئے، عرشِ الٰہی کانپنے لگا، قیامت کے آثار ظاہر ہوئے، ہر طرف ہائے ہائے کا شور بلند ہوا

تمام مومنین مل کر دعا کریں کہ اب اس معصوم کا انتقام ہو، اس معصوم کو پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کی آغوش پھر نصیب ہو، اس معصوم کو پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کی لوریوں میں سکون کی نیند نصیب ہو، اس معصوم کی پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کو لعل کی خوشیاں نصیب ہوں، اس معصوم کے گھوارے کی رونق بحال ہو، ان مظلومین کا پاک منتقم عجل اللہ فرجہ الشریف اس دنیا میں جلد پہلے تشریف لا کر تمام مظلومین کا حقیقی انتقام لیں

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمّ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 18

علیہ الصلوٰۃ والسلام

کربلا کا میدان ہے، آفتاب رُو بہ زوال ہے، تیز اور شدید لُو چل رہی ہے، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کربلا کے تپتے ہوئے صحرا میں گھوڑے پر سوار ہیں، ان کے ہاتھ پر اللہ کی توحید کا صحیفہءِ کامل ہے، جسے اتمام حجت کیلئے میدان میں لائے ہیں
امت ملعون سے اس کمسن علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے پانی طلب کرنے نہیں آئے بلکہ حجت تمام کرنے آئے ہیں تاکہ کل کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ معصوم بچوں کیلئے ہم سے کسی نے پانی طلب نہیں کیا تھا، دوسری بات یہ ہے کہ آنے والے وقت میں امت ملعون اعتراض کرسکتی تھی کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ سے کربلا تشریف لائے تو ان کا پروگرام جنگ کرنے کا تھا اور یزید ملعون کے خلاف جنگی عزائم رکھتے تھے
اس نظریہ کو ختم کرنے کیلئے معصوم شہزادے کو میدان میں لے آئے تاکہ ثابت ہوجائے کہ جو لوگ جنگی عزائم رکھتے ہیں یا جنگ کی تیاری کرکے آتے ہیں تو وہ اپنے چھ ماہ کے کمسن فرزند ساتھ نہیں لے آتے، جو جنگ کرنے کیلئے آتے ہیں وہ اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو ساتھ نہیں لے آتے، جنگ کرنے والے اس طرح بے سروسامانی کے ساتھ نہیں آتے کہ جیسے ہم آئے ہیں، ہمارے عزائم سراسر پرامن

اور اصلاح و صلح پر مبنی ہیں

جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام امت ملعون کے سامنے تشریف لائے اور اپنے معصوم کو امت کے روبرو پیش کر کے پانی طلب کیا تو فرمایا کہ یہ معصوم بہت پیاسا ہے، اور پیاس سے جاں بہ لب ہے، اسے پانی پلا دو...... مگر امت ملعون نے پیاسے معصوم کو پانی پلانے کی بجائے اپنے ظلم کے عزائم بے نقاب کیئے، جب یہ ملاعین آمادۂ ظلم ہوئے تو ان کے ارادوں کو دیکھتے ہوئے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اتمام حجت کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کیا تاریخ کے الفاظ یہ ہیں

☆و یضطرب اضطرار السیمکته فی الماء ویرفع یدیه مراراً لیا خذه ابوه وبانی به الی الطف ویضعه علی یدیه ویرفعه حتی یظهر بیاض ابطیه

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے معصوم ناصر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے ہاتھوں پر بلند کیا اس وقت معصوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کیفیت ایسی تھی کہ جس طرح پانی کے بغیر مچھلی کی حالت ہوتی ہے، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معصوم کو اتنا بلند فرمایا کہ زیر بغل کی سفیدی ظاہر ہوگئی ...... ☆کما رفع رسول الله جده یوم الغدیر ابیه

جس طرح شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزِ غدیر ان کے جد اطہر مولا امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بازو پکڑ کر اتنا بلند فرمایا تھا کہ ان کی زیر بغل سفیدی ظاہر ہوگئی تھی

(زیر بغل سفیدی کا ظاہر ہونا عرب کا محاورہ تھا جو کہ رسائی کی حد تک ہاتھ بلند کرنے کیلئے بولا جاتا تھا)

اگر ہم اس روایت کو بنیاد بنا کر پاک شہزادے کے فضائل بیان کریں تو کئی مجالس درکار ہوں گی کیونکہ روزِ عاشورا اور روزِ غدیر میں کئی طرح کی مناسبت موجود ہے

اتنا سمجھ لیں کہ اس وقت شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دستار کے وارث ہونے کی وجہ سے امیجیٹ (Immediate) رسول اللہ تھے، اوران کے ہاتھوں میں جو معصوم تھے یہ معصوم امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے، یعنی رسولِ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں پر علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام بلند ہوکر روز غدیر کی یاد تازہ کر رہا تھا اور امت کو بتایا جا رہا تھا کہ ''صغیرنا و کبیرنا سوآء ''ہمارے چھوٹے بڑے سب برابر ہیں

اور یہ اعلان بھی ہور ہا تھا کہ تم نے کلمہ میں جس طرح ہماری جد اطہر کو بھلا دیا ہے اور من کنت مولا کے فرمان سے سرکشی کی ہے آج پھر اس کا اعادہ کیا جا رہا ہے یہ بھی بتایا جا رہا تھا کہ خم غدیر پر جو اعلان ہوا تھا وہ صرف ایک علی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نہیں تھا بلکہ قیامت تک جتنے اس پاک گھر کے معصوم افراد ہیں سبھی کے متعلق فرمایا گیا تھا ☆ من کنت مولاہ فعلیؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام مولا ...... میں کس کس حوالے اور مناسبت سے بات کروں یہ مقتل کا موضوع ہے اس لئے زیادہ عرض نہیں کر سکتا

میں عرض کر رہا تھا کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے لخت جگر کو ہاتھوں پر بلند فرمایا اور پانی طلب کیا

صاحبان مقتل نے اس موقعہ کی مناسبت سے ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ جس طرح عرب اور ایران میں یہ رسم رائج ہے کہ روز عاشور کے تمام واقعات کو ڈرامائی انداز میں پیش کیا جاتا ہے، اسی طرح تبریز (جو حضرت شاہ شمس تبریزی کا وطن ہے) میں بھی روز عاشور پورے واقعہ ءِ کربلا کو عملی صورت میں پیش کیا جاتا تھا ایک سال انہوں نے روز عاشور شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت کے واقعہ کو

پیش کرنے کا پروگرام مرتب کیا، انہوں نے کئی مومنین سے حرملہ بن کاہلہ اسدی ملعون کی شبیہ بننے یعنی اس ملعون کا کردار ادا کرنے کیلئے گزارش کی مگر کوئی مومن بھی اس پر آمادہ نہ ہوا، پھر مومنین نے مشورہ کیا کہ ہم کسی ایسے آدمی کو حرملہ کی شبیہ بنائیں جو غیر مذہب ہو کیونکہ ایران میں آج بھی آتش پرست مجوسی موجود ہیں، انہوں نے تبریز کے ایک آتش پرست کو اس بات پر آمادہ کیا کہ حرملہ ملعون کا کردار وہ ادا کرے گا، اور اسے سمجھایا گیا کہ تیرے ساتھ ایک فوج ہوگی، تیرے سامنے ایک بزرگ سید امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شبیہ بن کر آئیں گے، ان کے ہاتھوں پر معصوم شہزادے کی شبیہ ایک سید زادہ بچہ ہوگا، وہ تجھ سے پانی طلب کریں گے، تو عرض کرنا کہ میں پانی نہیں دے سکتا، اس کے بعد تیر فضا میں چھوڑ دینا، یہ سارا پروگرام مرتب کیا گیا اور اسے سب کچھ سمجھا دیا گیا

جس وقت روزِ عاشور بعد از زوالِ آفتاب شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت کا وقت ہوا تو اسی طرح میدان میں فوجوں کی صف آرائی کی گئی، اس آتش پرست کو فوج میں مرکزی مقام دیا گیا، میدان میں خیام لگائے گئے، اس کے بعد سلسلہ شروع ہوا، ایک بزرگ سید خیام میں سے گھوڑے پر برآمد ہوئے، ان کے ہاتھوں پر ایک کمسن معصوم تھا، جس پر انہوں نے ڈھال کا سایہ کیا ہوا تھا اور عبا کا دامن بھی معصوم پر دیا ہوا تھا، انہوں نے پروگرام کے مطابق فوج کے سامنے اس معصوم کیلئے پانی کا سوال کیا اور معصوم کو ہاتھوں پر بلند کر کے فرمایا کہ اے فوج اشقیا! میرے اس معصوم کو ایک گھونٹ پانی تو پلا دو؟ ان بہتے ہوئے دریاؤں میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی، مجھے معصوم کیلئے پانی تو دے دو

جس وقت انہوں نے یہ سوال کیا تو اس آتش پرست کے جسم میں لرزہ طاری ہو گیا اس کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے، آنکھوں میں سے آنسو جاری ہو گئے، اور وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا، جب اس کی طبیعت کچھ سنبھلی تو اس وقت اس نے سید بزرگ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے تو یہ سمجھایا گیا تھا کہ جب وہ پانی طلب کریں تو انکار کر دینا، میرے آقا! واللہ میں اب انکار نہیں کر سکتا، کیا آپ جیسے کریم سے کسی چیز کا انکار کیا جا سکتا ہے؟ خدا جانے وہ ملعون کتنے سنگدل تھے کہ جنہوں نے معصوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی پانی نہیں دیا تھا

میں عرض کر رہا تھا کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام میدان میں تشریف لائے، انہوں نے آ کر امت کے سامنے معصوم کو بلند فرمایا اور شہید اعظم نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر زبانِ حال سے پانی طلب کیا، اس وقت حرملہ ملعون نے زمین پر ایک زانو ٹکایا اور نشانہ لینے کی کوشش کی مگر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلدی سے اپنے معصوم کو سینہ سے لگا لیا، کیفیت یہ تھی کہ سرکارؑ نے معصوم کو دونوں ہاتھوں میں اس طرح اٹھایا ہوا تھا کہ جیسے چلتے ہوئے کوئی ماں اپنے معصوم کو اٹھاتی ہے

اس کا ایک بازو معصوم کے اوپر ہوتا ہے اور دوسرے بازو پر معصوم کو بٹھایا ہوا ہوتا ہے، اسی طرح امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دائیں بازو پر معصوم کو بٹھایا ہوا تھا اور سر جھکا کر معصوم کے ساتھ مصروف کلام تھے اور ایسے کلام فرما رہے تھے جیسے مائیں اپنے بیٹوں کے ساتھ پیار کی باتیں کرتی ہیں، عین اسی وقت خیام سے پاک شہزادے کی ماں صلوٰۃ اللہ علیہا نے نگاہ کی، باپ بیٹے کے درمیان راز و نیاز ہوتے دیکھ کر آہستہ آہستہ رو کر عرض کرتی ہیں کہ آقا جیسا کہ آپ جانتے ہیں میرا تعلق حجاز

کے کنذی خاندان سے ہے، اگر آپ کی اجازت ہوتو میں اپنے خاندان کے لوگ آپ کی مدد کیلیئے بلا لوں، میں تو آپ کی کنیز ہوں لیکن مجھے آپ کی پاک بہنوں کی فکر کھائے جا رہی ہے، اور میں چاہتی ہوں کہ کسی طرح ان کے پاک پردے دست ظلم سے محفوظ رہیں

پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے میدان کی طرف نگاہ فرمائی تو دیکھا کہ ظالم ظلم کرنے پر بالکل تیار نظر آیا، اِدھر کیفیت یہ تھی کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے معصوم پر جھکے ہوئے تھے اور اس وقت شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے مقام اعلیٰ کو دیکھ کر ان تین دنوں میں پہلی بار مسکرائے، اس وقت ظالم حرملہ نے تیر چلانے کا ارادہ کیا تو پاک بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے اس ملعون کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ ظالم میرے کمسن معصوم پر تیر چلا کر تجھے کیا ملے گا، میری آغوش کی رونق کو شہید کر کے تیرے ہاتھ کیا آئے گا میں اس لختِ جگر کے بغیر خالی گہوارہ وطن لے جا کر کیا کروں گی، کچھ خوفِ خدا کر ملعونِ ازل نے آنکھیں بند کر کے تیر پر اپنی گرفت ڈھیلی کی، تیر روانہ ہوا تو معصوم کی پاک والدہ نے اپنے دلبند کو خبردار کیا اور فرمایا کہ میرے لعل تمہارے گلے کے سامنے تمہارے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بازو ہے، اپنا گلا آگے بڑھا کر پاک بابا کا بازو بچانے کی کوشش کرو، ماں کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے جناب علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فوراً آتے ہوئے تیر کے سامنے اپنا گلا پیش کیا، میں صرف اتنا عرض کر سکوں گا کہ تقدیس کے نازک غنچہ کو بادِ سموم نے اس شدت سے جھلسا یا کہ معصوم کے گلوئے اطہر سے شبنم کے موتی زمین بوس ہوئے، دوسری طرف پاک مخدراتِ عصمت صلواۃ اللہ علیہن کی آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش شروع ہوئی

حرملہ ملعون کا ظلم بھرا تیر اس قدر شدید تھا کہ تاریخ کے الفاظ ہیں

☆ذبح من اذن الی اذن میں اس کا ترجمہ تو نہیں کر سکتا صرف اتنا عرض کروں گا کہ جس وقت ظلم بھرے پھول نے آ کر گلے کا بوسہ لیا تو معصوم نے ایک بار بابا کے چہرے پر نگاہ فرمائی، ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ آئی، دونوں بانہیں کھول کر بابا کے گلے میں ڈال دیں

ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس وقت معصوم پاک باباعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرے پر نگاہ کر کے مسکرائے، اس کے بعد پاک باباعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں میں سر سجدے میں جھکا دیا، جس وقت معصوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑھ کر اس ملعون کا تحفہ وصول کیا تو حرملہ ملعون نے داد طلب نگاہوں سے ابن سعد ملعون کی طرف دیکھا، عین اسی وقت مادرِ اصغر صلوٰۃ اللہ علیہا نے رو کر فرمایا کہ اے ظالم! تجھے شرم نہیں آتی ایک کمسن معصوم پر تیر چلا کر ناز کر رہا ہے اور خوش ہو رہا ہے، اس عمر کے بچے چاہے کسی کے بھی ہوں وہ تو قابل رحم ہوتے ہیں

تاریخ گواہ ہے کہ حرملہ ملعون کے تیر نے بیک وقت دو زخم لگائے، پہلے اس نے معصوم ازل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پاک گلا زخمی کیا، پھر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بازو میں پیوست ہوگیا، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بازو سے اسے باہر نہیں کھینچا بلکہ فوراً معصوم کو سینے سے لگا کر اپنا ایک ہاتھ معصوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گلے کے زخم کے نیچے رکھ دیا تا کہ خون کا کوئی قطرہ زمین پر نہ گرنے پائے، جس وقت ہاتھ خون سے لبریز ہوگئے تو امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس خون سے اپنی ریش اطہر خضاب فرمائی، اس کے بعد دوبارہ ہاتھ زخم کے نیچے رکھ دیا، جس وقت خون جمع ہوگیا تو اسے

آسمان کی طرف روانہ فرمایا، امام محمدؐ باقر علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

☆فلم تسقط من ذالك الدم قطرة الى الارض

معصوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خون کو جسدم آسمان کی طرف اچھالا گیا تو اس میں سے ایک قطرہ بھی واپس زمین پر نہیں آیا

جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام معصوم کے گلے کے نیچے ہاتھ رکھ کر خون جمع کرنے میں مصروف تھے تو اس وقت معصوم کا سر بابا پاک کے شانہ پر تھا، گلے میں سے خون جاری تھا، اس وقت خیام سے معصوم کی پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کا بے ساختہ بین بلند ہوا کہ اے ظالم! اگر تو ذرا غور سے میرے معصوم کے چہرے کی زردی کو دیکھ لیتا تو تجھے میری مجبوریاں ضرور نظر آ جاتیں، کسی صاحب اولاد کو اس قدر سنگدلی زیبا نہیں ہوتی، میرے لعل کے گلے سے شیر آلودہ خون بہتا ہوا تو دیکھ

معصوم کی حالت اور کیفیت دیکھ کر لشکر شام کی چیخیں نکل گئیں، ابن سعد ملعون نے حرملہ بن کاہلہ ملعون کو نشانے کی داد دی، ظالم کے چہرے پر مسکراہٹ آئی

بہتے ہوئے آنسوؤں کی اس بارش میں سارے مومنین مخدومہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کی پاک بہو صلوٰۃ اللہ علیہا کیلئے دعا کریں کہ خدا کرے اب تو ان کے دکھوں کا مداوا ہو، ان کی خوشیوں کا موسم آئے، ان کا لخت دل دوبارہ پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کی جھولی کو زینت بخشے، پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کی جھولی میں جوان ہو، ان کی خوشیاں پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کو دیکھنا نصیب ہوں

﴿ آمین یا رب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمٌ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَصَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 19

مظلوم اکبر......علیؑ اصغر

علیہ الصلوٰۃ والسلام

کربلا کی سرزمین ہے، قیامت کا روز ہے، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں پر معصوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاش ہے، یہ اپنے معصوم کو پانی پلانے کیلئے میدان میں لائے تھے، معصوم علیہ الصلوٰۃ والسلام پانی سے تو سیراب نہیں ہوسکا مگر جام شہادت سے سیراب ہو گیا، جس کے بعد کسی پیاس کا امکان ہی باقی نہیں رہا، اس وقت امت ملعون اگر اس معصوم کو پانی دے دیتی تو یہ معصوم کتنا پانی پی لیتا؟، ایک یا دو گھونٹ، اور یہ حقیقت ہے کہ چھ ماہ کے معصوم کے گھونٹ پانی کے قطرے ہوتے ہیں

امت ملعون کے سامنے دو دریا بہہ رہے تھے، ایک دریائے فرات تھا کہ جو کربلا سے تھوڑی دور مشرقی طرف بہہ رہا تھا اور اس کی ایک نہر علقمہ خیام سے تھوڑی دور اس مقام پر تھی کہ جہاں آج جناب غازی پاک صلوٰۃ اللہ علیہا کا روضہ اطہر ہے

نہر ہندی جو آج ہمارے سامنے موجود ہے یہ عباسی دور میں کھودی گئی تھی، جسے پہلے نہر طویرج کہا جاتا تھا، نہر علقمہ زمین میں غائب ہوگئی تھی کیونکہ جس وقت جناب سجادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام شام سے واپس تشریف لائے تھے تو اس وقت انہوں نے نہر علقمہ کو دیکھ کر فرمایا تھا تو ابھی تک سطح زمین پر جاری ہے، تو شرم سے زمین میں دفن

نہیں ہوگئی ؟ اس فرمان کو سنتے ہی نہر کے دونوں کنارے آپس میں مل گئے تھے اور وہ آج بھی زیرزمین جاری ہے، حال ہی میں اس کی ویڈیو کیسٹ بھی آچکی ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ یہ نہر شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اصل مزار کے نیچے جاری ہے...... یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ دریائے فرات ترکی کے مقام واطوداغ سے نکلتا ہے اور شام اور عراق کو عبور کرتا ہوا 700 میل کا سفر طے کر کے بصرہ سے تھوڑی دور خلیج فارس میں گرتا ہے

یہاں یہ وضاحت کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ صاحبانِ مقاتل وتاریخ کا اس معاملہ میں اختلاف ہے کہ شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہید کرنے والا ملعون کون تھا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ شہید کرنے والا ملعون عقبہ بن بشر غنوی تھا، اس ملعون کا ایک بیٹا عبداللہ بن عقبہ غنوی ملعون بھی کربلا میں موجود تھا اور اس ملعون نے جناب عبیداللہ (ابوبکر) بن حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہید کیا تھا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ معصوم شہزادے علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہید کرنے والا حرملہ بن کاہلہ اسدی ملعون تھا جوفن تیر اندازی میں بڑا ہی ماہر سمجھا جاتا تھا

اس کا ثبوت یہ ہے کہ عقبہ بن بشر اسدی جو کہ عقبہ بن بشر غنوی ملعون سے ایک علیحدہ شخصیت ہے، وہ ایک دن مطلع ولایت کے پانچویں شمس درخشاں امام ابوجعفر محمدؐ الباقر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو اسے دیکھ کر امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، اس نے پوچھا کہ آقا آپ گریہ کیوں فرما رہے ہیں؟...... امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تو اسدی قبیلہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور ہمارا ایک خون اسدی قبیلہ کی گردن میں بھی ہے، اس نے عرض کیا کہ آقا اس میں

میرا تو کوئی قصور نہیں ہے، امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہاں تیرا تو کوئی قصور نہیں ہے مگر جب ہم کسی اسدی جوان کو دیکھتے ہیں تو ہمیں امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آغوش میں شہید ہونے والا معصوم یاد آجاتا ہے، جسے تمہارے قبیلہ کے ایک ملعون نے بابا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آغوش میں شہید کیا تھا

منہال ابن عمرو جسے صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کہا جاتا تھا یہ وہ منہال ہے کہ جو شام میں جناب سید الساجدین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ملا تھا، یہ روایت کرتا ہے کہ میں 68 یا 69 ہجری میں حج بیت اللہ کیلئے مکہ گیا اس وقت جناب مختار ثقفی سلام اللہ علیہ کی کوفہ میں حکومت قائم ہو چکی تھی اور انہوں نے ظالمین سے انتقام کا سلسلہ شروع کیا ہوا تھا یعنی واقعہ کربلا سے تقریباً 8/7 سال بعد کی بات ہے کہ میں حج کر کے مکہ سے مدینۃ الرسولؐ میں شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کو آیا تاکہ تکمیل حج ہو جائے جس وقت میں مسجد النبی میں داخل ہوا تو اس وقت اپنے گھر اطہر کے دروازہ کے سامنے جناب سید الساجدین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مسند لگی ہوئی تھی، ان کے سامنے کافی لوگ جمع تھے اور امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دستار کے پاک وارث علیہ الصلوٰۃ والسلام تکیہ کے سہارے تشریف فرما تھے، میں نے ان کے قریب جا کر سلام عرض کیا اور دست بوسی کے بعد بیٹھ گیا، کچھ دیر خاموشی کے بعد انہوں نے فرمایا اے منہال تم کوفہ سے کب آئے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ حج کیلئے وہاں سے چند ہفتے پہلے چلا تھا اس وقت شہنشاہ معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مختار ثقفی سلام اللہ علیہ کی خیریت دریافت فرمائی میں نے عرض کیا ان کی آتش انتقام دشمن کیلئے عذاب جہنم کی طرح عروج پر ہے اس وقت امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور رو کر فرمایا

کہ کوفہ میں تیرا ایک محلے دار تھا جس ملعون کا نام حرملہ بن کاہلہ اسدی تھا اس کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جب میں وہاں سے چلا تھا تو وہ ملعون زندہ چل پھر رہا تھا، جناب سجاد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک سرد آہ بھر کر آسمان کی طرف نگاہ کر کے دو مرتبہ فرمایا☆اللھم اذقه الحر الحدید اللھم اذقه الحر الحدید خالق اب تو اس ملعون کو تلوار کا مزہ چکھا دے،اس کے بعد پھر دو مرتبہ فرمایا ☆اللھم اذقه الحر النار...... خالق اس ملعون کو اب تو آتش جہنم کا مزہ چکھا دے میں نے عرض کیا کہ آقا اب تک تو آپ کی ذات نے کسی کو بد دعا نہیں فرمائی کیا یہ اتنا بد بخت اور شقی ہے کہ آپ یہ کلمات فرما رہے ہیں؟

آپ نے رو کر فرمایا کہ اس ملعون نے ہماری پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کو وہ دکھ دیا ہے کہ پورا ایک سال وہ دھوپ میں بیٹھ کر اپنے معصوم کو رو رو کر دنیا سے رخصت ہوئی ہیں، مظلوم تو روتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے مگر ظالم ابھی تک زندہ ہیں، اور دندناتے پھر رہے ہیں، عدل میں اتنی دیر بھی تو عدل کے منافی ہے

منہال سے روایت ہے کہ جس وقت میں واپس کوفہ آیا تو حرملہ ملعون گرفتار ہو کر مختار ثقفی سلام اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا جا چکا تھا، میرے سامنے اسے اذیت ناک طریقے سے فی النار کر کے جس وقت نذر آتش کیا گیا تو میں نے سجدۂ شکر ادا کیا مجھے دیکھ کر جناب مختار ثقفی سلام اللہ علیہ نے پوچھا کہ آپ نے سجدۂ شکر کیوں ادا کیا ہے؟ میں نے انہیں جناب امام سجاد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان سنایا تو اس وقت جناب مختار ثقفی سلام اللہ علیہ نے بھی تخت سے اتر کر زمین پر سجدۂ شکر ادا کیا کہ آقا کی بد دعا کی تکمیل کا شرف خلاقِ عوالم نے مجھے عطا فرمایا ہے

منہال کہتا ہے کہ میں نے جناب مختار رسلام اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آج دوپہر کا کھانا آپ میرے ساتھ کھائیں، جناب مختار رسلام اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس دن میں کسی ملعون کو فی النار کرتا ہوں تو اس دن شکرانہ کا روزہ رکھتا ہوں اور آج بھی میں روزہ سے ہوں ...... میں عرض کر رہا تھا کہ حرملہ بن کاہلہ اسدی ملعون اتنا بدبخت تھا کہ اسے سید الصابرین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک نے بھی بددعا فرمائی ہے، اس کا ظلم کوئی کم تو نہیں تھا

جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے لخت جگر کو لے کر میدان میں تشریف لائے تو انہوں نے پہلے امت ملعون پر اتمام حجت کیا، اس وقت دو ملاعین نے جواب دینے کا پروگرام بنایا، ایک عقبہ بن بشر غنوی ملعون تھا کہ جو عین موقعہ پر حوصلہ ہار گیا تھا، دوسرا یہ حرملہ ملعون تھا کہ جس نے اپنے ظلم کی تکمیل کی تھی

عرفاء عظام کا ایک قول یہ بھی ہے کہ پہلے شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معصوم لعل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خون زمین کے سپرد کرنے کا ارادہ فرمایا مگر زمین لرز گئی اور اس نے عرض کی کہ آقا اگر ایک قطرہ بھی زمین پر آیا تو میں برباد ہو جاؤں گی، میں اس معصوم کے خون کے وزن کی متحمل نہیں ہوسکتی، اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آسمان کی طرف نگاہ فرمائی تو آسمان متزلزل ہوگیا اور عرض کی کہ آقا! قیامت تک آسمانوں سے نازل ہونے والی کوئی بھی چیز نازل نہیں ہو سکے گی، اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

انکار آسماں کو ہے راضی زمیں نہیں
اصغرؑ ترے لہو کا ٹھکانہ کہیں نہیں

اس کے بعد اپنے رخ انور پر اس خون اطہر سے خضاب فرمایا، جس وقت دوسری بار لہو ہاتھ میں جمع ہوا تو پھر انہوں نے ارادہ فرمایا کہ جبین مبین پر خضاب کریں عین اس وقت خالق کی ندا آئی کہ اگر یہ خون آپ کی جبین کی زینت بن گیا تو میری توحید کو سرخرو کون کرے گا؟ اب اسے آسمان کی طرف روانہ فرمائیں، یعنی امامت ونبوت اور وحدت کو اس معصوم کے خون کے چند قطرات نے سرخرو فرمایا اس لئے کوئی قطرہ واپس زمین پر نہیں آیا، بلکہ توحید سے لے کر سارے ملکوت ان چند قطرات سے سرخرو ہو گئے

یہاں ایک سوال کے بارے عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں جسے اکثر صاحبان مقاتل نے اٹھایا کہ جس وقت تیر فضا میں ہو تو دور سے آتا ہوا دکھائی دیتا ہے اس وقت اگر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام معصوم کو بچانا چاہتے تو بچایا جا سکتا تھا مگر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے لعل کو کیوں نہیں بچایا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ اپنی قوت اِلٰہیہ اور منصب ربوبیت کو استعمال فرماتے تو کوئی کچھ بھی نہیں کرسکتا تھا مگر وہ اپنے اختیارات کو استعمال میں لائے ہی نہیں دوسری ظاہری وجہ یہ تھی کہ اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے معصوم پر جھک کر پیار سے راز ونیاز فرمانے میں مصروف تھے، بہ الفاظِ مقاتل لوری دے کر بہلانے میں مصروف تھے کہ اچانک ملعون نے ظلم کیا، جونہی ملعون کا تحفہ معصوم ازل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وصول کیا تو

☆ضمه الیٰ صدره وقبل وجه وعينه وجبينه وقال يا بُنى ويل لهو لاء القوم اذا كان خصمهم محمد صلى الله عليه و آلهٖ وسلم

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے معصوم کو سینہ سے لگایا، رخسار اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دے کر فرمایا کہ ویل ہے ان ملاعین کیلئے جنہوں نے شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی مول لی ہے، اس کے بعد آسمان کی طرف نگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ

☆ویقول اللھم انت الشاھد علیھم فانھم قد قتلوا اشبہ الناس خلقا برسولك

اے اللہ! تیری ذات ان ملاعین پر گواہ رہے کہ انہوں نے میرا وہ معصوم شہید کیا جو عالم تخلیق میں تیرے حبیب ازل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے بڑی شبیہ ہے، سب سے زیادہ ان کے ساتھ تخلیقی لحاظ سے مشابہہ ہے

اس مفہوم کے فقرے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو مرتبہ ادا فرمائے ہیں، ایک بار شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رخصت کرتے وقت اور دوسری بار شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت کے بعد اور اس پر میں مکمل بحث شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعات کے ضمن میں کر چکا ہوں یہاں اعادہ کرنا مناسب نہیں ہے

بہر حال اتنا سمجھنا چاہیے کہ یہ سارے پاک اپنی تخلیق اوّلیہ میں نورِ واحد تھے کہ جس کا گواہ خود خالق ازل تھا اور اس تخلیق میں جتنے بھی شامل ہیں وہ سبھی نورِ واحد کے مصداق ہیں اور سارے کے سارے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، کیونکہ وہ حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ ہیں اور ان کی تعداد بارہ یا چودہ نہیں ہے بلکہ یہ سارا پاک گھر اس فرمان میں شامل ہے

☆اولنا واوسطنا وآخرنا کے بعد کلنا محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

فرمانے کی یہی مصلحت تھی کہ ان کا کوئی فرد بھی اپنی اولین حقیقت نورانیہ سے

خارج نہیں ہوسکتا، اس کے بارے میں میں کئی مرتبہ عرض کر چکا ہوں کہ اس گھر کے جتنے معصوم افراد ہیں وہ سارے امامت کے میرٹ(Merit) پر پورے اترتے ہیں مگر امامت کیلئے آئمہ کی تعداد ازل سے مقرر تھی اس لئے ان کو امامت کا منصب نہیں ملا، جس طرح کوئی حکومت کسی اعلیٰ عہدے کی بارہ سیٹیں مقرر کر دیتی ہے اور انٹرویو کیلئے اگر 100 امیدوار آجائیں اور سارے امیدوار میرٹ (Merit) پر پورے اتر رہے ہوں تو حکومت ان سے معذرت کرتے ہوئے کہتی کہ تمہاری صلاحیتوں سے کوئی انکار نہیں ہے مگر ہمارے پاس سیٹیں صرف 12 ہیں، اس لئے ہم صرف بارہ آدمی رکھ سکتے ہیں

بلاتشبیہ میرٹ(Merit) پر سارے پاک پورے اترتے تھے مگر امامت کی بارہ سیٹیں تھیں، اس لئے امام بارہ مقرر ہوئے، درحقیقت یہ صلاحیت سارے شہزادگان میں موجود تھی

وجہِ تبسم
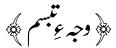
یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ عرفاء کا یہ کلیہ ہے کہ وہ مصائب کے اندر بھی فضائل کے کسی پہلو سے صرفِ نظر نہیں کرتے، بلکہ فضائل میں مصائب اور مصائب میں فضائل پر مسلسل نگاہ رکھتے ہیں، اس لئے عرفاء نے شہزادہ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں جب یہ فقرہ دیکھا کہ

☆ینظر الی وجهه ویضحك او یتبسم ویصیر الی روح الله وریحانه

آخری وقت شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بابا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرے پر نگاہ

فرمائی اور چہرے پر مسکان نمودار ہوئی، بابا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف دیکھ کر ایک مرتبہ مسکرا دیئے، اس کے بعد اپنے جد اطہر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آغوش عاطفت میں تشریف لے گئے

یہاں عرفاء نے کئی طرح کے خیالات کا اظہار کیا ہے یعنی کچھ لوگوں نے یہ لکھا کہ شہزادہ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مسکرانے کی وجہ یہ تھی کہ انسان ہر مقام تعجب پر ہنس پڑتا ہے اور شہزادہ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شاید اس بات پر تعجب ہوا ہو کہ یہ ظالمین بھی کیسے سنگدل ہیں کہ مجھ جیسے معصوم کو بھی ظلم کا نشانہ بنا رہے ہیں

کچھ لوگ یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت شہزادہ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا سے تیاری کی ہوگی تو حورانِ جنت ان کیلئے کوثر کے جام لے کر آئی ہوں گی جنہیں دیکھ کر شہزادہ مسکرا دیئے ہوں گے، عام طور پر اس موقعہ پر مسکرانے پر تعجب کیا جاتا ہے، مگر صاحبانِ عرفان کی تو دنیا ہی علیحدہ ہوتی ہے، کیونکہ یہ بات صرف شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تو صادر نہیں ہوئی بلکہ کربلا میں اکثر شہزادگان علیہم الصلوٰۃ والسلام بوقت وصال مسکرائے اور خود شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اپنے آخری لمحہ میں مسکرائے، یعنی امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو فقط تبسم ہی نہیں فرمایا بلکہ ہلکی سی آواز سے ہنسے یعنی ان کے ہنسنے کی آواز ظالم نے بھی سنی تھی اور آخری لمحہ میں شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی مسکرائے تھے

اس پر اکثر صاحبانِ عرفان نے اپنی اپنی رائے پیش کی ہے

() ایک رائے یہ ہے کہ جس وقت معصوم شہزادے علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فوزِ عظیم کو حاصل کر لیا تو اس کامیابی پر خوشی سے مسکرائے

( ) دوسری رائے یہ ہے کہ امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ

☆ یا حارث حمدانی من یموت یرنی

جو بھی اس دنیا سے رحلت کرتا ہے وہ ہماری زیارت کرتا ہے، شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جس وقت وصال کا لمحہ قریب آیا تو جدا طہرا امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام انہیں لینے آئے اور انہیں دیکھ کر شہزادہ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام مسکرائے تھے

( ) کچھ صاحبانِ عرفان کا خیال ہے کہ یہ شہزادہ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام اتمام حجت اور پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نصرت کیلئے آئے تھے اور چونکہ سب سے کامل نصرت انہی کی تھی، اس لئے باقی شہزادگان کی ارواح جس وقت ان کے سامنے آئیں تو یہ اپنے پاک بھائی علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھ کر اس لئے مسکرائے کہ دیکھیں میری کمسنی کی نصرت آپ کی جوانی کی نصرت سے بڑھ گئی ہے

( )مفضل بن عمرو نے امام جعفر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں عرض کیا تھا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اوقات معصوم بچہ بظاہر کسی وجہ کے بغیر مسکرا دیتا ہے اور بعض اوقات بغیر کسی وجہ کے رو پڑتا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ سرکارؑ نے فرمایا کہ

☆یا مفضل ما من طفل الا و هویری الامام...... اے مفضل کوئی بچہ ایسا نہیں ہوتا جو اپنے زمانہ کے امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ دیکھتا ہو، اور یہ دیدار مسلسل ہوتا رہتا ہے

ہاں جس وقت امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بچہ سے اپنی ذات کو غائب کرتے ہیں تو وہ رونا شروع کر دیتا ہے، اور جس وقت پھر اسے زیارت کرواتے ہیں تو وہ بغیر کسی ظاہری وجہ کے ہنس پڑتا ہے، اس فرمان کے پیشِ نظر کچھ لوگوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ انہیں اپنے جدا طہر سرکار امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام لینے آئے ہوں گے تو جد

اطہر کو دیکھ کر مسکرائے ہوں گے

میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہر انسان کی ظاہری زندگی کا جب آخری وقت ہوتا ہے تو ہر زمانہ کے امام علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی ہیبت وحقیقت نورانیہ کے ساتھ سامنے تشریف لاتے ہیں، اور اس زمانہ کے امام تو خود شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی تھے اور دنیا سے جانے والے ہر انسان کے سرہانے ان کا موجود ہونا لازم تھا، اور شہزادے پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے تو وہ بہ نفس نفیس موجود تھے، مگر ان کی ہیبت وحقیقت نورانیہ غائب تھی، جس وقت شہزادہ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دنیا کو چھوڑنے کا ارادہ فرمایا تو اس وقت پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت ازلیہ وابدیہ ونورانیہ ان کے سامنے آئی، اسی وجہ سے ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی

( ) سارے عرفاء امکانات اور آراء کی عمارت کھڑی کرتے ہیں، اس لئے میں بھی اپنی امکانی آراء کے حوالے سے بات کر رہا تھا، کیونکہ حتمی بات تو وہ ذات کر سکتی ہے کہ جو ذات ان رازہائے نہاں سے واقف ہے، اس لئے میں نے یہ عرض کیا ہے کہ اس مسکراہٹ کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ انہیں پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازلی حقیقت نورانیہ نظر آئی ہو

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پاک خاندان علیہم الصلوٰۃ والسلام کے انتقال ذات کیلئے خالق اور ان کے درمیان کوئی اور وسیلہ نہیں ہوتا، یعنی ملک الموت وغیرہ تو خادم اور مفضول ہے اور ☆ تفضیل المفضول علی الفاضل خلافِ عدل وعقل ہے

اس لئے عرفاء کا یہ فرمان ہے کہ یہ انوار الٰہیہ اپنے قابض خود ہوتے ہیں یا پھر خلاق ازل جل جلالہٗ (جو قابض حقیقی ہے) خود اپنی قدرت قابضہ کے ساتھ انہیں

وصول فرماتا ہے

یہ عمل باقی مقامات پر تو غیر مرئی ہوتا ہے مگر کربلا میں اپنے سارے محسنین کی پذیرائی اور استقبال کیلئے ذاتِ وحدت خود تشریف لائی تھی، اور اس کی جمالیت ذات کا مشاہدہ کر کے پاک شہزادہ مسکرایا ہو کیونکہ جمالیت میں ''جذب احساس'' کی کلی صلاحیت ہوتی ہے

جس طرح جناب یوسف علیہ السلام کو دیکھنے والی عورتوں کی حساسیت کو حسن یوسف علیہ السلام نے جذب کر لیا تھا جس کی وجہ سے ان عورتوں کو اپنی انگلیوں کے زخمی ہونے کا احساس تک نہیں رہا تھا، درد یا اذیت وغیرہ کچھ بھی محسوس نہیں ہوئی تھی، کیونکہ ''قوتِ حاسہ'' جمال میں جذب ہو چکی تھی

بلاتشبیہ جس وقت شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تحفہ ملا تو ظلم کے تیر نے پیاس اور گرمی جیسی دیگر اذیتوں کو بڑھا دینا تھا مگر عین اس وقت جمالیت اِلٰہیہ نقاب کشا ہوئی، جونہی معصوم ازل نے جمال اِلٰہی کا مشاہدہ فرمایا تو سارے احساساتِ درد والم ایک دم ختم ہو گئے، حسن توحید کی آغوش میں پاک شہزادہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑی، فوراً پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گلے لگایا اور الوداع کہہ کر آغوش توحید کے گھوارے کی زینت بن گئے

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معصوم بیٹے کے چہرے پر نگاہ فرمائی، ہونٹوں پر مسکراہٹ اسی طرح رکی ہوئی تھی مگر روح اقدس انوار سرمدی کے ساتھ ہم آغوش ہو چکی تھی، مجھے نہیں معلوم کہ میری رائے درست ہے یا نادرست ہے مگر مجھے یہی محسوس ہوا جو میں نے بیان کر دیا

یہ ایک حقیقت ہے کہ زمانے کا امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کائنات کی روح ہوتا ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کسی اذیت سے روح متاثر ہوتو پورا جسم متاثر ہوتا ہے

یہ وہ صدمہ تھا کہ جس کی وجہ سے جسم کائنات کی روح یعنی نورامام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام متاثر ہوا تھا، اوراس کا لازمہ تھا کہ پوری کائنات وموجودات نے متاثر ہونا تھا، یہ صدمہ عرش سے لے کر قلوب شیاطین تک سب کو ہلا دینے والا تھا، چونکہ دشمن و کفار بھی موجودات میں ہی شامل تھے اور نورامام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی ان کیلئے موجب بقا تھا، ورنہ موجب بقا کے بغیر کون باقی رہ سکتا ہے؟ اس لئے ظالمین کے رونے کی اصل وجہ وہ درد تھا کہ جوروحِ عالمین یعنی نورامام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو متاثر کررہا تھااوراس درد کی ہلکی سی ٹیس جو قلب امام علیہ الصلوٰۃ والسلام میں اٹھی، اس کے ساتھ پوری کائنات وموجودات کے دلوں کی گہرائیوں میں درد کے طوفان اٹھے، اسی وجہ سے ہر شے درد میں ڈوب گئی

واقعات

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک بارلشکر شام پر نگاہ فرمائی، اس کے بعد معصوم کو دوبارہ چادر میں چھپا دیا، پھر معصوم پر ڈھال کا سایہ کیا، اس کے بعد کسی گہری سوچ میں مستغرق ہو گئے، کچھ دیر توقف کے بعد آہستہ آہستہ مرتجز کی باگ خیام کی طرف موڑی، مگر اس وقت سارے لشکر شام وکوفہ پر سکتہ طاری تھا بلکہ پوری کائنات پر ایک سکتہ کی کیفیت تھی حتیٰ کہ چلتی ہوئی گرم ہوا کی سانس بھی رک گئی

یہ خیام کی جانب آنے کا منظر بھی بڑا عجیب تھا، معصوم چادر میں لپٹا ہوا تھا، اوپر

ڈھال کا سایہ تھا، ڈھال پر عبا کا سایہ تھا، چند قدم خیام کی جانب چلتے، پھر رک جاتے، پھر چلتے، پھر رک جاتے، مگر کسی سوچ میں مستغرق تھے، کسی کسی وقت بیٹے کے چہرے سے کپڑا ہٹا کر دیکھتے، منہ چوم کر دو آنسو لعل کے رخسار کی نذر کرتے، پھر رخ پر چادر ڈال کر گھوڑا آگے بڑھا دیتے تھے، مظلوم کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں پر اپنے معصوم کی لاش تھی مگر زبانِ اطہر پر الحمد جاری تھا

جس وقت دائی پاک نے خیام کی آخری قنات سے سرکاؑر کی یہ کیفیت دیکھی تو روتی ہوئی واپس خیام میں آئیں، شہزادے علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کو اطلاع دی کہ معظّمہ! آپ کے پاک سرتاج واپس تشریف لا رہے ہیں مگر ان کی عجیب کیفیت ہے کہ ہر دو قدم پر رک جاتے ہیں، بہت گھبرائے ہوئے محسوس ہوتے ہیں کیونکہ ان کے چہرہ اقدس کا رنگ زرد نظر آتا ہے، اب تک انہوں نے جتنی لاشیں اٹھائیں کسی لاش کو اٹھاتے وقت ان کی یہ کیفیت نہیں تھی، ان کی ریش اطہر خون آلود ہے، کسی کسی وقت معصوم کے چہرے سے کپڑا ہٹا کر دیکھتے ہیں، پھر ان کے نازک سے ہاتھ اٹھا کر چومتے ہیں، پھر گریہ فرماتے ہیں

تاریخ بتاتی ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام جس وقت اپنے خیام فلک احتشام کی آخری قنات کے قریب پہنچے تو سات مرتبہ قنات کے دروازہ پر جا کر واپس پلٹ آئے، اور زبانِ اقدس پر یہی فقرہ بار بار آ رہا تھا کہ

☆انا للہ و انا الیہ راجعون رِضاً بقضائہ وتسلیماً لامرہ

شاید بار بار یہی خیال آتا ہوگا کہ اگر ہم نے معصوم کو اسی حالت میں ان کی پاک والدہ صلوٰۃ اللہ علیہا کو دکھایا تو وہ یہ صدمہ برداشت نہیں کرسکیں گی اور ان کی روح پرواز

کر جائے گی، مگر پھر سوچا کہ اگر ان کو صغیر بیٹے کا آخری منہ نہ دکھایا تو بھی ان کی روح پرواز کر جائے گی، اسی اضطرابی حالت میں امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری قنات کے دروازے پر آ کر رک گئے

اس وقت جناب فضہ پاک سلام اللہ علیہا نے جا کر عرض کیا کہ آقا! آپ یہاں کیوں رک گئے ہیں؟ خیام میں کیوں نہیں آتے؟ تمام پردہ دار صلوٰۃ اللہ علیھن آپ کی انتظار میں ہیں، اس معصوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا لعل کے انتظار میں ہیں، آپ خیام کے اندر تشریف لے آئیں، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہم یہی سوچ رہے ہیں کہ کس طرح اس معصوم کی والدہ کو ان کا لخت جگر دکھائیں؟ جس طرح امت ملعون نے اس کی پیاس بجھائی ہے بیٹے کی یہ کیفیت وہ کس طرح برداشت کریں گی؟ ہم ان کو کس طرح دلاسہ دیں گے؟ ہم تو اسے پانی پلانے کیلئے میدان میں لے گئے تھے، مگر سامنے فدک کے غاصب تھے، انہوں نے نہ صرف اس معصوم کا حق غصب کیا بلکہ ان کو شہید کر دیا ہے، اب ہم مخدراتِ عصمت صلواۃ اللہ علیھن کے سامنے کیا عذر پیش کریں؟

جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا تو خیمہ سے معصوم کی پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا نے رو کر فرمایا کہ سرتاج! آپ جلدی سے اندر تشریف لے آئیں، مجھے اپنے بیٹے کا کوئی افسوس نہیں ہے کیونکہ اولاد تو ہوتی ہی اس لئے ہے کہ مشکل وقت میں اپنے والدین کے کام آئے، آپ باہر کھڑے ہو کر نہ روئیں، کیونکہ میرا اصغیر تو آپ کا صدقہ تھا، آپ اس کے غم میں آنسو نہ بہائیں کیونکہ آپ کے آنسو میرے معصوم سے زیادہ قیمتی ہیں، آپ ہمیشہ سلامت رہیں، آپ کی پاک ذات ہر دکھ سے

ہمیشہ محفوظ رہے، ہمیں آپ کی سلامتی دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے
تمام مومنین مل کر دعا کریں کہ خدا کرے یہ مصائب ختم ہوں، سبھی پاک مخدراتِ عصمت وطہارت صلوٰۃ اللہ علیھن کے فرزندان اپنی جوانی کی ابدی بہار دیکھیں، ہر پاک لختِ جگر کو ان کی پاک والدہ خوشیوں کے سہرے پہنا کر دولہا بنائیں تاکہ ان کے دل کی ہر حسرت پوری ہو، معصوم بچوں کی کلکاریوں سے ان کا پاک آنگن مہکتا رہے، ان کے پاک منتقم ہمارے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اس دنیا میں تشریف لا کر ہر قلبِ مضطر سے دکھوں کے سبھی داغ دھو ڈالیں، اور پھر کبھی ان پاک ذوات علیہم الصلوٰۃ والسلام پر آلام ومصائب کا سایہ بھی نہ پڑے

آمین یارب العالمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمّ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 20

غریب اکبر......علیؑ اصغر

علیہ الصلوٰۃ والسلام

کربلا کا میدان ہے، لشکر شام کی نگاہیں اس ضعیف والد پر مرکوز ہیں کہ جس کے ہاتھوں پر ایک معصوم بیٹے کی لاش ہے، وہ معصوم کی لاش لے کر خیام کی جانب تشریف لے جا رہے ہیں، جس وقت خیام کے قریب جاتے ہیں تو پھر واپس چل پڑتے ہیں، اسی طرح چند قدم واپس آ کر دوبارہ خیام کی طرف چل پڑتے ہیں سات مرتبہ خیام کے در پر تشریف لے گئے، پھر واپس آئے، بار بار فرماتے ہیں ☆انا للہ و انا الیہ راجعون کسی کسی وقت آسمان کی طرف دیکھ کر فرماتے ہیں کہ اے بے نیازِ ازل وابد! کیا میرا یہ معصوم جناب صالح علیہ السلام کی ناقہ کے بچے سے کم رتبہ رکھتا ہے؟ اگر تیری ذات کو یہی منظور ہے تو پھر ہمیں بھی یہی منظور ہے لیکن ☆جعل ذالك لما هو خير لنا...... خالق اب تو وہ کر جو ہمارے لئے خیر ہی خیر ہو صاحبانِ مقاتل لکھتے ہیں کہ جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام آٹھویں مرتبہ خیام کے دروازہ پر تشریف لائے تو دائی پاک نے آ کر عرض کیا کہ آقا اب خیام میں تشریف لائیں، معصوم شہزادے علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ماں اپنے بیٹے کی انتظار میں ہیں اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خیام کے اندر قدم رکھا، اور میں یہ سمجھتا ہوں

کہ اس وقت جو واقعہ رونما ہوا وہ تمام مصائب وآلام سے زیادہ شدید اور درد انگیز تھا، کہ جس وقت شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام معصوم لعل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاش کو چادر میں چھپا کر خیام کے اندر داخل ہوئے تو اس وقت ایک معصوم شہزادی صلوٰۃ اللہ علیہا نے آ کر پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبا کے دامن کو پکڑ کر سوال کیا

☆یا ابتاہ سقیت اخی ماء...... کیا آپ میرے بھائی کو پانی پلا لائے ہیں؟

☆یا ابتاہ لعلك سقیت من الماء...... بابا جان آپ شاید میرے بھائی کو پانی پلا لائے ہیں، اب میرا بھائی مجھے دیں، میں معصوم کو گھوارے میں سلا کر لوری دوں گی، معصوؑمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے پاک بابا سے اپنے بھائی کو لینے کیلئے ہاتھ بڑھائے اور فرمایا کہ میرے بھائی آؤ بہن تمہیں گھوارے میں سلا کر لوری سنائے

مگر شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معصوؑمہ بیٹی کو بھائی نہیں دیا بلکہ جناب شریکۃ الحسینؑ بی بی عالیہ صلوٰۃ اللہ علیہا سے فرمایا کہ ☆خذیه یا اختاہ میری بہن! آگے تشریف لائیں اور معصوم کو سنبھال کر اس کے ماں کے سپرد کریں

جناب عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے معصوم لعل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بسم اللہ پڑھ کر پاک بھائی کے ہاتھوں سے اٹھا لیا، چادر کے اوپر بوسہ دے کر اپنی چھوٹی بہن صلوٰۃ اللہ علیہا کے سپرد کیا، انہوں نے شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لے لیا، لیکن کیفیت یہ تھی کہ دل میں غم کا طوفان تھا، آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب تھا، انہوں نے معصوم کو سینہ سے لگا کر ایک مرثیہ پڑھا ﴿☆﴾

لهف قلبی علیٰ الصغیرالظامی　　فطمته السهام قبل الفطام
یا عزوه بدمه وهو طفل　　لهف قلبی علیه فی کل مام

احرقوا قلب والديه علیه و رموه بنبلة الانتقام
احکم بیننا الا له جمیعا ولدی الحشر عند فصل الخطام

﴿ مفہوم ﴾

فرماتی ہیں کہ میرا دل اس پیاسے معصوم کیلئے خون کے آنسو رو رہا ہے کہ جس کو ظلم بھرے تیر جفا کے ساتھ شہید کیا گیا ہے، جس کو امت ملعون نے پانی سے سیراب کرنے کی بجائے خون میں غلطان کر دیا ہے، اب میں تمام زندگی اس معصوم کی مظلومیت پر روتی رہوں گی کہ جس کے گلے پر چلنے والا تیر ہمارے لئے قیامت بن گیا ہے کیونکہ وہ تیر فقط اس معصوم کے گلے پر تو نہیں چلا آلِ محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دل پر چلا ہے ...... لیکن ایک دن آئے گا کہ جب ہمارے پاک منتقم عجل اللہ فرجہٗ الشریف منبر عدل کو زینت بخشیں گے اور ہم سب پر کیئے گئے تمام مظالم کا انتقام لیں گے، ہمارے آلام و مصائب کا فیصلہ انہیں پر موقوف ہے

پاک معظّمہ عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے معصوم کو ان کی پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کے سپرد کیا جس وقت ان کی پاک والدہ نے شہید بیٹے کی کیفیت دیکھی تو ان سے برداشت نہ ہو سکا اور وہ روتی ہوئی زمین پر بیٹھ گئیں، اور امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف رخ کر کے عرض کیا آقا! آپ کے گھر اطہر سے میرا جو محکم ترین رشتہ تھا وہ یہی لعل تھا جسے امت ملعون نے شہید کر دیا ہے، اب دعا فرمائیں کہ میری معصومؑہ بیٹی مجھے ہمیشہ نصیب رہے، کہ آئندہ زندگی میں اس کے سہارے گزار سکوں

اس وقت معصومؑہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کی جھولی سے کمسن بھائی کو اٹھایا اور جھولے میں سلا دیا، ادھر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام پاک صغیر کی ماں صلوٰۃ اللہ علیہا

کے ساتھ زمین پر بیٹھ گئے اور انہیں دلاسہ اور تسلی دینے لگے، انہوں نے جب یہ محسوس کیا کہ میرے رونے سے میرے پاک سرتاج کو دکھ پہنچا ہے تو اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے عرض کیا کہ آقا! مجھے اپنے بیٹے کا دکھ نہیں ہے، آپ ہمیشہ سلامت رہیں اور دعا کریں کہ اللہ کرے مجھے یہ معصوم بیٹی نصیب رہے

جس وقت سرکارؑ معصوم کی ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کو دلاسہ دے چکے تو فرمایا کہ اب معصوم کو گہوارے سے اٹھا کر ہمارے سپرد کریں، معصومہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے کمسن بھائی اپنے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے کیا، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معصوم کو سینہ سے لگایا اور فرمایا کہ ہم چاہتے ہیں اس معصوم کی تجہیز و تکفین کر کے لاش اطہر دفن کر دیں تاکہ ہماری شہادت کے بعد یہ معصوم ظلم سے محفوظ رہے، آپ دعا کریں کہ خدا کرے اسے قبر نصیب رہے اور قبر میں اسے چین نصیب ہو

تاریخ بتاتی ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے فرزند کو لے کر خیام سے باہر تشریف لائے، پھر خیام کے دروازہ سے ایک طرف روانہ ہوئے، تمام شامی ملاعین کی نگاہیں امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تھیں کہ یہ اب معصوم کو اٹھا کر کہاں جا رہے ہیں؟

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام خیام کی پشت والی سائیڈ پر تشریف لے آئے، یہاں آ کر انہوں نے اپنے کمسن لعل کو زمین پر سلایا اور معصوم لخت جگر کی نماز جنازہ ادا فرمائی

﴿سِرّ الصَّلوٰاۃ عَلَی الصَّغِیر﴾

تاریخ و مقاتل کی تحقیق کے دوران میں نے بہت کوشش کی ہے کہ شاید مجھے ثبوت مل جائے کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی دوسرے شہید کی لاش پر نماز جنازہ ادا

فرمائی ہو، مگر کسی کتاب میں مجھے یہ بات نہیں ملی، یعنی کسی بھی شہید کی لاش پر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز جنازہ ادانہیں فرمائی، صرف اس معصوم کی لاش اطہر پر نماز جنازہ ادا فرمائی ہے اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ اس نماز کے اسرار وغوامض پر کئی علماء نے خصوصی رسالے لکھے ہیں، ''سرّ الصلواۃ علٰی الرضیع'' جن میں سے ایک ہے، جس میں اس امر پر بحث کی گئی ہے کہ شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی میت پر جو نماز جنازہ ادا ہوئی ہے اس کے اَسرار ورموز کیا ہیں؟

اس بات پر سبھی متفق ہیں کہ اس شہزادے پر نماز جنازہ ادا فرمانے کی ایک وجہ ان کا جملہ شہداء سے بلند ترین مقام ہونے کی نشاندہی فرمانا تھا، یعنی امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ نماز ادا فرما کر یہ راز منکشف فرمایا کہ اولین وآخرین کے جملہ شہداء میں سے پاک بابا کے بعد سب سے بلند مقام ان کا ہے، بعض لکھتے ہیں

☆سر لطيف دقيق و عميق وهوان الصلواة فى الحقيقة ولو كانت صلوٰة الميت اعظم انواع الشكر واجمع اصناف الثناء والحمد رب العزة جل جلاله — عبدالعلی بحرینی

یعنی اسرار صلوٰۃ میں یہ دقیق وعمیق ولطیف راز بھی تھا کہ یہ نماز مغفرت نہ تھی بلکہ نمازِ جنازہ ایک شکر اِلٰہی بھی ہوتا ہے اور اس کی بلند ترین ثنا بھی ہوتی ہے کیونکہ انسان اپنے جملہ صدمات یا متوفی کے درد کو بھول کر ایک مرتبہ اپنے خالق حقیقی کے سامنے پہنچ جاتا ہے جہاں اَسرار فنا وبقا کا ادراک کرتا ہے، نظام اِلٰہی اور مشیت کے سامنے سر بہ خم ہو کر متوفی اور اپنے ماضی کو بھول کر بارگاہ اِلٰہی کی پیشی کو دریافت کرتا ہے، اور ان کی ضروریات عفو ودرگزر کی اپیل کے ساتھ اپنے اور سارے پس ماندگان کی خاطر بادشاہ حقیقی کے سامنے بھکاری بن کر رہ جاتا ہے

اوراس کی بارگاہ ایزدی میں محتاجی و عجز کا ادراک کر کے کھڑا ہو جانا بھی ایسا مقام ہے کہ جس میں حمد وثنا کے سارے اوصاف جمع ہو جاتے ہیں اور انسان کا اپنی حقیقی بے بسی اور عاجزی کو معلوم کر لینا بھی شکر وحمد وثنا کے برابر ہے

پاک شہزادہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نمازِ جنازہ ادا فرماتے وقت گویا سارے دکھوں دردوں اور مصائب وآلام سے بے نیاز ہو کر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ ثابت فرمانا چاہتے تھے کہ ہم اعلیٰ ترین حمد وثنا کے مقام پر جس طرح اس فرزند کی لاش پر پہنچے ہیں کسی شہید نے اس مقام پر ہمیں فائز نہیں کیا، اس میں ایک یہ راز بھی تھا کہ نمازِ جنازہ میں انسان کو قرب کا مقام حاصل ہوتا ہے اور اس مقام پر انسان اس پوزیشن میں آ جاتا ہے کہ پس ماندگان کے حق میں دعا کرے اور قبول ہو جائے

☆وخلف علی اهله فی الغابرین وارحم ایانا برحمتك یا ارحم الراحمین

کہہ کر بڑی کمزور سی سفارش پس ماندگان کی بھی کر لیتا ہے، اس مقام پر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنے والے عزاداروں اور شیعوں کو پاک شہزادے کے پس ماندگان کی حیثیت میں پیش کر کے ان کو اپنے خالق حقیقی کی امان میں دیا، اور ان کے حق میں دعا فرمائی کہ جس کے رد ہونے کا کوئی امکان نہیں

ہمارے مسلمات عقائد میں ہے کہ معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے سات ذوات ایسی ہیں کہ جنہیں باب الحوائج کا اعزاز خصوصی طور پر حاصل ہے، ان میں سے دو اس سرزمین کربلا کے شہید ہیں، یعنی ایک تو سرکار ابو الفضل العباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دوسرے سب سے بڑے باب الحوائج جناب شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں

شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے مقصد کی تکمیل کا اگرچہ یقین کامل تھا مگر امت کو یہ

دروازہ دکھانے کیلئے اس معصوم باب الحوائج کے سامنے کھڑے ہوکر اپنے مقصد کی تکمیل کی دعا فرمائی تو گویا انہیں باب الحوائج کی حیثیت سے متعارف کرایا

عرفاء لکھتے ہیں کہ جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معصوم لعل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ پڑھنے کی تیاری فرمائی تو اس وقت عالم ملک وملکوت میں اضطراب پیدا ہوا، عالم الارواح میں درد کی لہر دوڑ گئی، جملہ انبیاء و رسل علیہم السلام میں بے قراری پیدا ہوئی، اس وقت رب ذوالجلال والاکرام کی آواز آئی ہمارا یہ حکم ہے کہ جب کسی بے وطن مومن کی عالم غربت میں نماز جنازہ ادا کی جائے تو قرب و جوار کے ملکوت پر واجب ہے کہ نماز میں شرکت کریں، یہ عام معصوم نہیں بلکہ میری توحید کو سرخرو کرنے والا محسن ہے، اور نماز ادا فرمانے والا میرا ولیءِ مطلق ہے کہ جس پر میری ذات کے سوا کوئی حاکم واعلیٰ عہدے دار موجود ہی نہیں ہے، پوری کائنات عرش وکرسی کے حاملین سارے ملکوت فوراً جا کر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے صفیں استوار کرو، ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل اور سارے معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام آپ جا کر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء کرو، یہ محسن توحید کا جنازہ ہے اور محسن توحید ادا فرما رہے ہیں

حکم ملنے کی دیر تھی کہ سب سے پہلے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے، ان کے ساتھ بابا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا کاندھا آ کر ملایا، دوسری طرف امام مسموم علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہوئے، اسی طرح شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے لے کر تمام معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نمازِ جنازہ میں شرکت کیلئے تشریف لائے، ان کے ساتھ بقیہ انبیاء واوصیا علیہم السلام اقتدا کیلئے

آئے، ان کے پیچھے ملکوت وکروبیان وقدسیان کی صفیں لگیں

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلی تکبیر کہی ''اللہ اکبر'' اس وقت پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا نے قریب سے فرمایا کہ دکھوں کی اس انتہا میں آپ کی نماز پر ماں قربان جائے

ممکن ہے یہاں کوئی یہ سوچ کہ شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لخت جگر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے نماز کس طرح پڑھی ہوگی، تو میں یہ عرض کروں گا کہ نمائندے کی حیثیت ذاتی وشخصی نہیں ہوتی بلکہ اصالتاً ہوتی ہے اور جو ولیءِ مطلق جس زمانہ میں ذاتِ وحدت کی نمائندگی کے عہدہ پر فائز ہوتا ہے اس کی حیثیت بھی وہی ہوتی ہے جس طرح عین اللہ کی ذات کی حیثیت ہوتی ہے، کیونکہ نمائندہ اگرچہ غیر از اصل ہوتا ہے مگر ہوتا اصل کے مقام کا حامل ہے

جس طرح کعبہ مقام مسجودیت پر نمائندۂ ذاتِ الٰہی ہے، اس لئے اس کے اجزاء یعنی پتھر یا مٹی کی حیثیت اس کی نمائندگی میں فنا ہوجاتی ہے، اس لئے اللہ کے حبیب ازل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اس کا سجدہ کرنا پڑتا تھا کیونکہ نمائندگی مقام اصالیت کی ہوتی ہے، اگرچہ مٹی اور پتھر سے بنے مکان (کعبہ) کے سامنے شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجودِ اطہر زندہ وحقیقی قبلہ تھا، مگر اللہ تعالیٰ کے نمائندہ ہونے کی حیثیت کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ خود کعبہ کو سجدہ کررہے ہوتے تھے، جبکہ حقیقی صورت حال یہ ہوتی تھی کہ شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کا سجدہ فرمارہے ہوتے تھے اور کعبہ کے اجزائے مادی سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورِ اقدس کے سامنے سربہ سجود ہوکر صلوٰۃ پڑھنے میں مصروف ہوتے تھے

حقیقت یہ ہے کہ افضل ہونا ایک علیحدہ بات ہے، اقتدائے حیثیت ایک علیحدہ

بات ہے، جس طرح احادیث کثیر میں آیا ہے کہ ’’کعبہ سے تو ایک مومن بھی افضل ہے‘‘ مگر فاضل ومفضول کا تصور تعمیمی ہے...... تخصیص نمائندگی کے بعد تعمیم باقی نہیں رہتی ہے، اب اس بات کو سمجھنے کے بعد ذرا کربلا معلیٰ کی طرف نگاہ کریں کہ بعینہٖ ولیِ مطلق کے نمائندۂ ذات کی حیثیت میں مولا کریم کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھ رہے تھے، ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء مع سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کی اقتداء فرما رہے تھے، اور ان کا یہ اقتداء کرنا عین اللہ کی اقتداء کرنے کے مترادف تھا، جس طرح کعبہ کا سجدہ عین اللہ کے سجدہ کے برابر ہوتا ہے

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے معصوم گواہ وناصر کی لاش اطہر کو زمین پر رکھ کر نماز ادا فرمائی، یہ معلوم نہیں ہے کہ انہوں نے کتنی تکبیرات ادا فرمائیں، ممکن ہے کہ برادران اہل سنت کو یہ بات بعید از عقل نظر آئے تو ان کیلئے عرض کروں گا کہ علمائے اہل سنت والجماعت میں سے کئی علما نے بھی یہ بات لکھی ہے مثلاً شرع شافیہ، مطالب السئوّل اور ابو الفتوع رازی کی تحریروں سے بھی یہ نماز پڑھنا ثابت ہے، جب ہم کتب فقہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ چھ 6 سال سے کم عمر بچے کی نمازِ جنازہ پڑھنا فرض ہی نہیں اور احتیاطِ فرض کے حوالے سے فقہ میں معصوم بچے کا جنازہ لکھا گیا ہے جو بہت ہی مختصر ہے

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کسی شہید کی نمازِ جنازہ کو عام لوگوں کی نماز جنازہ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اس کا جنازہ مغفرت کی نیت سے ہوتا ہی نہیں ہے، بلکہ اس کی عظمت کے اظہار کیلئے ادا کیا جاتا ہے، ورنہ شہید کے خون کا جب پہلا قطرہ نکلتا ہے تو اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں

اس کے باوجود شہدائے احد پر شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ستر ستر تکبیرات پر مبنی جنازے بھی ادا فرمائے تھے، یعنی سات تکبیر سے لے کر ستر تکبیروں تک کی روایات موجود ہیں اور خصوصاً اسد الرسول جناب حمزہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جنازہ پر ستر تکبیرات ادا کرنا تو ہر کسی نے تسلیم کیا ہے اور یہ تکبیرات ان کی عظمت کو ظاہر فرمانے کیلئے ادا کی گئی تھیں، نہ کہ نعوذ باللہ مغفرت کیلئے، مگر اس معصوم شہزادے کے بارے معلوم نہیں کہ ان کی عظمت کے اظہار کیلئے کتنی تکبیرات ادا فرمائی گئیں

اس کے بعد امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے معصوم کو اٹھایا اور جھولی میں ڈال کر زمین پر بیٹھ گئے، پھر اپنی ذوالفقار کو نیام سے برآمد کر کے فرمایا کہ اب میں تھک گیا ہوں، آج میری مدد کر، مجھے معصوم کی قبر بنا دے، اس وقت تلوار نے زبان حال سے عرض کیا کہ آقا! ایک جنگ میں آپ کے بابا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے استعمال فرمایا تھا اور اسی خون آلودہ حالت میں مجھے نیام میں ڈال دیا تھا، جس وقت گھر اطہر میں تشریف لائے تو انہوں نے مجھے معظمہ کونین جناب سیدہ صلوٰۃ اللہ علیہا کے سپرد فرمایا تھا، پاک بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے مجھے غسل دیا تھا اور میرا خون صاف کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ایک دن ہوگا، کربلا کا میدان ہوگا، روز عاشور میرا مظلوم بیٹا تنہا ہوگا، اس دن میرے فرزند کی نصرت میں کوئی کمی نہ چھوڑنا

مگر یہ معلوم نہیں تھا کہ مجھے آپ کے بیٹوں کی قبریں بھی کھودنا پڑیں گی

اس وقت سرکارؑ نے فرمایا کہ تو اتنی اداس نہ ہو، ایک دن آئے گا کہ جب تیری ہر حسرت پوری ہوگی، جب وہ دن آئے تو ہمارے منتقم عجل اللہ فرجہ الشریف کو ہماری طرف سے کہنا ☆ قم یا ولی اللہ اے مظلومین کے منتقم! اب اٹھو اور اپنی جد اطہر علیہ الصلوٰۃ

والسلام کا انتقام لو، میری صدیوں کی پیاس بجھاؤ، وہ تیری تمام حسرتوں کو پورا فرمائیں گے، ہماری ذات پر روا کئے گئے ایک ایک ظلم کا انتقام لیں گے

میں عرض کر رہا تھا کہ امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام خیام کی پچھلی جانب تشریف لے آئے اور معصوم فرزند کو آغوش میں سلا کر تلوار سے قبر تیار کرنے لگے

وہ بڑا دردناک منظر تھا کہ جب امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کے سامنے اپنے صغیر کی قبر آئی، درد بھری مجبوریاں سامنے آئیں، اس وقت سرکارؑ پر ایک اضطرابی کیفیت طاری تھی کہ کسی وقت معصوم کو زمین پر سلا دیتے، پھر زمین سے اٹھا لیتے، پھر زمین پر سلاتے، مگر جب تپش کا احساس ہوتا تو فوراً اٹھا لیتے، آخر کار نورِ نظر کو قبر میں سلایا، اب مشکل ترین مرحلہ سامنے تھا کہ بیٹے کو اپنے ہاتھوں دفن کرنا تھا

یہ انشاء اللہ میں کل کی مجلس میں بیان کروں گا

تمام مومنین مل کر دعا کریں کہ اب اس معصوم کے دکھوں کا انتقام جلدی سے بھی پہلے ہو، صدیوں سے ان کی پاک ماں صلوۃ اللہ علیہا یہ درد بھرے مناظر یاد کر کے دھوپ میں بیٹھ کر روتی ہیں، اب تو یہ معصوم اپنی پاک والدہ صلوۃ اللہ علیہا کی آغوش کو زینت بخشے، ان کی آغوش عاطفت میں پروان چڑھ کر جوان ہوں، اب تو اس معصوم علیہ الصلوۃ والسلام کو ابدی اور دائمی خوشیاں نصیب ہوں

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمْ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یا ھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 21

علیہ الصلوٰۃ والسلام

آج میں امام مظلوم مولا امام حسینؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ناصرِ اعظم، مظلوم اکبر یعنی شہزادہ علیؑ الاصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات و واقعات پر آخری مجلس پڑھ رہا ہوں
اگر میں اس واقعہ کی تفصیلات و جزئیات بیان کروں تو یہ سلسلہ کئی اور مجالس پر محیط ہو جائے گا، مگر میری مجبوری یہ ہے کہ اس موضوع پر میرے پاس مجالس کی تعداد صرف سات تھی، اس لئے اختصار کے پیش نظر آج کی مجلس پر ہی اکتفا کرتا ہوں
اور میری خواہش یہ تھی کہ میں ان کے واقعاتِ مصائب کی ایک مکمل اور جامع تصویر آپ کے سامنے پیش کرسکوں تاکہ آپ کو مزید کسی کتاب کی ضرورت محسوس نہ ہو، مگر مجھے یہ معلوم نہیں کہ میں اپنی کوشش میں کس حد تک کامیاب رہا ہوں
ہم جب زیارت کیلئے کربلا معلیٰ جاتے ہیں تو ہمیں خیام کے نزدیک کہیں بھی اس پاک شہزادے کی مزار کا نشان نہیں ملتا ہے، بلکہ کہا یہ جاتا ہے کہ شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مزارِ اقدس کے قدموں والی جانب ان کے تینوں شہزادوں کی ایک اجتماعی مزار ہے جہاں آپ ان کی زیارت کرسکتے ہیں
یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ شہنشاہ معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو اپنے معصوم فرزند کو

خیام کی پچھلی جانب سپرد جنت فرمایا تھا، ان کی مزار یہاں کیوں بنائی گئی ہے؟
اس کا جواب بڑا دردناک ہے جو میں آگے پیش کروں گا، مگران واقعات کو بیان کرنے سے پہلے میں ایک اور حقیقت کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں
فرامین واحادیث آئمہ طاہرین علیہم الصلوۃ والسلام سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مومنین کی جو بچیاں کمسنی کے عالم میں رحلت کرتی ہیں وہ ملکہء عالمین جناب سیدۃ النساء العالمین بی بی صلوۃ اللہ علیہا کی خدمت میں رہتی ہیں، اور جو معصوم بچے فوت ہوتے ہیں تو وہ جناب ابراہیم علیہ السلام کی زیر تربیت دیئے جاتے ہیں اور وہ انہیں سایہء طوبیٰ بروایت دیگر سدرۃ المنتہیٰ کے سائے میں تعلیم عرفان الٰہی دیتے ہیں
مگر شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوۃ والسلام کے بارے میں معلوم نہیں کہ وہ پاک دادی صلوۃ اللہ علیہا کی بارگاہِ قدس میں رہتے ہیں یا پاک ماں صلوۃ اللہ علیہا کی آغوش میں رہتے ہیں
میرا خیال یہ ہے کہ وہ جنت اعلیٰ میں پاک ماں صلوۃ اللہ علیہا کا دل بہلا رہے ہوں گے
ایک عالم آقا سید حسن کشمیری گزرے ہیں کہ جو بڑے محقق قسم کے عالم تھے، ان پر دورانِ مجلس یہ سوال ہوا کہ شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوۃ والسلام کی مزار کس مقام پر ہے؟
وہ کافی دیر تک روتے رہے اور کوئی جواب نہ دیا، پھر انہوں نے رات کو امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام سے توسل فرمایا اور انہی کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ آقا آج مجلس کے دوران لوگوں نے مجھ سے ایک ایسا سوال کیا ہے کہ جس کا میں کوئی جواب نہیں دے سکا، آپ مجھے آگاہ فرمائیں کہ شہزادہ پاک علیہ الصلوۃ والسلام کی مزار کون سے مقام پر ہے؟
رات کو انہیں عالم خواب میں امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت نصیب ہوئی اور

سرکارؑ نے فرمایا کہ اے سید حسن ! میرا معصوم بیٹا ہمیشہ سے میرے سینہ پر آرام فرما ہے اور میں اپنے معصوم کو لمحہ بھر کیلئے بھی اپنے سینہ سے جدا نہیں کرتا ہوں

یہ ایک حقیقت ہے کہ کافی لوگوں نے واقعات کربلا کو مکاشفاتی انداز سے حاصل یا معلوم کیا ہے اور معصومین علیہم الصلوۃ والسلام نے بھی ان واقعات کے معاملہ میں ہدایت و رہنمائی کا دروازہ کھلا رکھا ہے کیونکہ یہ بھی دین کا ایک اہم حصہ ہے اور اس میں بھی رہنمائی کی اشد ضرورت ہے

ایک بزرگ سید فرماتے ہیں کہ ہم نے عالم خواب میں دیکھا کہ ہم شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت کیلئے کربلا معلیٰ گئے ، وہاں جا کر جس وقت ہم نے امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کی مزار مقدس کی زیارت کی تو ہم نے دیکھا کہ مزار اطہر شگافتہ ہوگئی اور سامنے مزار اقدس کے مقام پر زیر زمین ایک کمرہ نظر آیا ، جس میں ہمیں امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام ایک مسند پر آرام فرما نظر آئے ، انہوں نے سفید رنگ کی چادر اوڑھی ہوئی تھی اور مسند پر سوئے ہوئے تھے ، ہمارے شہنشاہِ معظم امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ان کے قدموں میں تشریف فرما تھے اور جد اطہر کے قدم دبانے میں مصروف تھے ، جس وقت زیارت کرنے کیلئے میں حاضر بارگاہ ہوا تو شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف نے مجھے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہمارے جد اطہر علیہ الصلوۃ والسلام کربلا میں اتنے تھکائے گئے تھے کہ ان کی تھکان ابھی تک نہیں اتری ، اس لئے ہم ان کی خدمت کیلئے روزانہ یہاں تشریف لاتے ہیں

میرے عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ واقعاتِ کربلا کا ماخذ صرف کتابیں ہی نہیں ہیں بلکہ بزرگوں کے مکاشفات بھی ہیں اور جہاں تک میرا خیال ہے وہ یہ ہے کہ

مکاشفات پر کتابوں کی نسبت زیادہ بھروسہ کیا جانا چاہیے کہ مالک حقیقی کے کرم سے یہ براہِ راست آگاہی کا معتبر ترین ذریعہ ہوتے ہیں......اب واقعات سنیں

کل میں نے ان الفاظ پر اپنی مجلس کا اختتام کیا تھا کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے معصوم فرزند کی مزار تیار کی اور معصوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تدفین کا ارادہ فرمایا

یہاں میں شریعت کا ایک مسئلہ بھی عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں، فقیہانِ دین جانتے ہیں کہ شرع شریف کا یہ واضح حکم ہے کہ کوئی والد اپنے بیٹے کی نہ تو قبر کھود سکتا ہے، نہ ہی بیٹے کو قبر میں اتار سکتا ہے، اور نہ ہی تلقین پڑھ سکتا ہے، شریعت کا قانون یہی ہے، مگر یہ بھی ایک شرعی مسلمہ ہے کہ اضطرار کے عالم میں قوانین شریعت ساقط ہو جاتے ہیں

کربلا کا میدان ہے، ایک ضعیف والد ہے، خود شریعت گر ہے، محافظ شریعت ہے جن کی آغوش میں معصوم بیٹے کی زخمی اور گلو بریدہ لاش ہے، سامنے ایک چھوٹی سی قبر بنائے بیٹھے ہیں کہ جس میں اس صغیر کو دفن کرنا چاہتے ہیں، کسی وقت خیام کی طرف دیکھتے ہیں، کسی وقت گنج شہداء کی جانب نظر دوڑاتے ہیں، کسی وقت علقمہ کے کنارے سوئے ہوئے بھائی جناب سرکارِ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاش اطہر کی طرف نگاہ فرماتے ہیں کہ شاید کوئی آجائے اور یہ قبر تیار کر کے معصوم کو مزار میں دفنانے میں مدد کرے، مگر کوئی بھی ایسا نظر نہیں آرہا ہے کہ جو آکر معاونت کرے

رو کر فرماتے ہیں کہ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام شریعت روکتی ہے، مگر تمہاری لاش کو دفن کرنا بھی ضروری ہے، کیونکہ ہم یہ نہیں چاہتے کہ آپ کی والدہ صلوٰۃ اللہ علیہا آپ کو گرم زمین پر سویا ہوا دیکھیں، اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ مشیت الٰہی کیا ہے؟

اس کے بعد تلوار سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ مجھے لعل کی قبر بنا دے

☆فحفرله بسیفه ودفنه مگر یہ منظر بہت ہی درد انگیز تھا کہ جس وقت آپ مزار بنانے میں مصروف تھے، اس وقت خیالات درد وغم میں اضافہ کر رہے تھے، پہلے معصوم کو زمین پر سلایا اور خود تلوار سے مزار تیار کرنا شروع فرمائی، فوراً خیال آیا کہ زمین تو بہت گرم ہے، میرا نورِ نظر تو پھولوں سے بھی زیادہ نازک ہے، یہ سوچ کر فوراً معصوم کو جھولی میں ڈالا، بیٹے کو آغوش میں سلا کر مزار تیار کرنے کا کام شروع کیا، چونکہ معصوم بیٹا جھولی میں تھا اس وجہ سے مزار تیار کرنے میں مشکل پیش آرہی تھی، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فوراً اپنی پاک عبا اتار کر زمین پر بچھائی، اور اپنے معصوم کو اس پر سلا دیا، پھر دوبارہ مزار تیار کرنا شروع فرمائی

تھوڑی سی خاک ہٹائی تو اندر ایک تیار مزار نظر آئی، لخت جگر کو زمین سے اٹھایا اور رو کر فرمایا کہ اصغرؑ میں خود شریعت کا مالک ہوں اور اچھی طرح جانتا ہوں کہ کسی بھی باپ کو یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ اپنے فرزند کو قبر میں اتارے مگر میری مجبوری یہ ہے کہ میرا کوئی مددگار موجود نہیں ہے، سبھی مجھ غریب کو اکیلا چھوڑ کر چلے گئے ہیں، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فوراً معصوم کو زمین سے اٹھایا، مزار کے قریب تشریف لائے، دو زانو بیٹھ کر آہستہ آہستہ لعل کو مزار میں رکھا

تدفین کے بارے میں حکم ہے کہ لاش کو مزار میں ایسے سلایا جائے کہ اس کا ایک رخسارہ خاک سے مس ہو رہا ہو اور اس کا رخ قبلہ کی جانب ہو

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معصوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مزار میں سلا کر چادر ہٹائی، جھک کر پیشانی پر بوسہ دیا، اور معصوم بیٹے کو لحد میں اتارا، اس کے بعد معصوم کا رخ جس

وقت قبلہ کی طرف کیا تو دیکھا کہ☆ رایت دماً مع لبنا معصوم کے دہن مبارک سے خون کے ساتھ دودھ بہتا ہوا خاک کربلا میں جذب ہو رہا ہے، اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنکھیں بند کرلیں، چہرہ اسی طرح کھلا چھوڑ کر مزار سے باہر تشریف لائے، اور لخت جگر کی میت پر خاک ڈالنے کا ارادہ کیا

شریعت کا حکم ہے کہ مزار میں خاک الٹے ہاتھوں سے ڈالی جائے، اس لئے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مزار کے قدموں کی جانب بیٹھ کر الٹے ہاتھوں سے خاک مزار میں ڈالنا شروع کی، قدموں والی طرف سے معصوم کا جسم آہستہ آہستہ خاک میں چھپتا گیا، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام خاک ڈالتے رہے، تا اینکہ تمام جسم اطہر خاک میں چھپ گیا مگر معصوم کا چہرہ باہر رہ گیا

اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریائے فرات کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ عباسؑ بھائی علیک الصلوٰۃ والسلام! آپ سب مجھے تنہا کر گئے ہیں، اب بتائیں کہ میں کس دل سے اپنے لخت جگر کے چہرے پر خاک ڈالوں، میں یہ برداشت کیسے کروں؟

اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا پاک رُخِ انور دوسری جانب پھیر کر مزار میں خاک ڈالنا شروع کی اور بڑی مشکل سے یہ تدفین کا عمل مکمل ہوا

پھر معصوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ بیٹا دل تو نہیں چاہتا کہ آپ کا یہ چہرہ نگاہوں سے اوجھل ہو مگر اپنے بابا کی مجبوریوں پر ناراض نہ ہونا، پھر فرمایا کہ میں آپ کو آخری تلقین یہی کرتا ہوں کہ پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرض کرنا کہ میرے بابا کیلئے دعا کرو، خدا کرے کہ مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقصد عظیم پورا ہو جائے

آخر کار جس طرح بھی ممکن ہوا سرکارؑ نے تدفین مکمل کی، اب اس وقت کی کیفیات

کو بیان کرنا تو ممکن ہی نہیں ہے، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہاتھ جھاڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ بیٹا! شریعت کا حکم تو یہ بھی ہے کہ تدفین کے بعد مزار پر پانی ڈالا جائے ،مگر میں تو تمہیں پینے کا پانی بھی نہیں دے سکا، مزار پر ڈالنے کیلئے پانی کہاں سے لاؤں ،اب تو میں صرف یہی دعا ہی کرسکتا ہوں کہ خدا کرے آپ کو یہ قبر نصیب ہو کہ اس سے زیادہ مظالم تمہیں نہ دیکھنا پڑیں

مزار تیار کرنے کے بعد امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام مزار کے ساتھ بیٹھ گئے ، اور پھر چاروں طرف حسرت بھری نظروں سے دیکھنا شروع کیا، یہ منظر بڑا دردناک تھا امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی وقت خیام کی طرف دیکھتے ،کسی وقت لشکر شام کی طرف دیکھتے ،کسی وقت تازہ بنی ہوئی مزار پر نگاہ کرتے ،کسی وقت آسمان کی طرف دیکھتے ،اس کے بعد خدا جانے کیوں امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مزار کے نقش مٹا دیئے اور زمین ہموار کردی

گزر گیا روزِ عاشور، گیارہ محرم کا دن اپنی جملہ تیرہ بختیوں کے ساتھ طلوع ہوا تو گویا پس ماندگان کیلئے مظالم کے نئے سامان لے کر آیا

عمر ابن سعد ملعون کی طرف سے طلوعِ آفتاب کے وقت اعلان کیا گیا کہ ہم پہلے سبھی ملاعین کی لاشیں دفن کریں گے ،اس کے بعد کربلا سے کوفہ روانہ ہوں گے

تاریخ بتاتی ہے کہ یہ گیارہ محرم کے دن بعد از زوال آفتاب کربلا سے کوفہ روانہ ہوئے تھے اور رات انہوں نے کوفہ سے باہر گزاری تھی

گیارہ محرم کا سورج ابھی طلوع نہیں ہوا تھا کہ عمر ابن سعد ملعون کے خیمہ کے سامنے اس کی کرسی لگائی گئی ، ابھی وہ ملعون اپنے خیمہ سے باہر نہیں آیا تھا ،مگر شامی

اورکوفی ملاعین اس کی کرسی کے سامنے جمع ہونا شروع ہوگئے، کوفہ اورشام کے رؤساء اس ملعون کی انتظار میں بیٹھ گئے کہ وہ ملعون آئے اور ہمیں آئندہ کا پروگرام بتائے، تمام لوگ اسی انتظار میں تھے کہ وہ ملعون بڑی فرعونیت کے ساتھ اپنے خیمہ سے برآمد ہوا، اسے آتے ہوئے دیکھ کر سارے رؤساء اور امراء اٹھ کھڑے ہوئے، وہ ملعون آکر کرسی پر بیٹھ گیا، اس کے بعد سبھی ملاعین کو سر کے اشارے سے بیٹھ جانے کا حکم دیا، سبھی زمین پر بیٹھ گئے، اس وقت اس ملعون نے حکم دیا کہ سب سے پہلے تم مل کر اپنے ملاعین کی لاشیں دفن کرو، اس کے بعد تمام شہدائے کربلا کے سرہائے اطہر پاک جسموں سے جدا کر کے لے آؤ، میں ان سروں کو قبیلوں میں تقسیم کروں گا، تاکہ کوئی قبیلہ عبید اللہ ابن زیاد ملعون کے انعام سے محروم نہ رہ جائے

یہ حکم ملنے کی دیر تھی کہ ظالمین گنج شہداء کی جانب دوڑے، میں یہ نہیں بتا سکتا کہ سرہائے اطہر کس طرح جدا کئے گئے تھے، ظالمین سرہائے اطہر لے آئے اور انہوں نے سرہائے اطہر قبیلوں کے حساب سے تقسیم کئے، بڑے قبیلوں کو زیادہ تعداد میں سرہائے اطہر دیئے گئے اور جس قبیلہ کے لوگ مختصر تھے انہیں بالکل محروم کیا گیا اور انہیں کسی شہید کا سر اطہر انعام کیلئے نہیں ملا

سروں کی اس تقسیم کے معاملہ میں کئی بار تلواریں باہر بھی آئیں اور پھر نیام میں بھی ڈالی گئیں، یہ ایک علیحدہ واقعہ ہے جو اپنے مقام پر تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے گا، اس موقعہ پر غنوی قبیلہ کو کوئی سر نہیں دیا گیا تھا، یہ بنی اسد کی ایک شاخ تھی اس لئے انہیں اسدی قبیلہ میں شامل کر دیا گیا تھا اور ان کے قبیلہ کو علیحدہ کوئی سر اطہر

نہیں ملا، یہ اس بات پر افسوس کرتے ہوئے واپس آئے، انہی میں سے ایک ملعون عقبہ بن بشر غنوی بھی تھا، اس نے سارے شہداء کے سروں کا بغور جائزہ لیا اور اپنے قبیلہ کے جوانوں کو بتایا کہ ان سروں میں ایک سر موجود نہیں ہے
انہوں نے پوچھا کہ کس شہید کا سر اطہر موجود نہیں ہے؟ اس نے بتایا کہ وہ سر اطہر اس معصوم شہزادے کا ہے کہ جس کی مظلومیت کو دیکھتے ہوئے میرے ہاتھوں سے کمان گر پڑی تھی، اگر ہم وہ سر اطہر تلاش کرلیں تو دربار کوفہ میں ہمیں بھی معقول انعام مل سکتا ہے، انہوں نے پوچھا کہ ہم اس معصوم کو کس طرح تلاش کریں؟
کیا خبر کہ اس معصوم کی لاش اطہر کہاں دفن کی گئی ہے؟ اس ملعون نے کہا کہ ہم اس قبیلہ کے تیس چالیس جوان تو ہیں، اگر ہم کوشش کریں تو اس لاش اطہر کو تلاش کیا جا سکتا ہے، اس وقت اس قبیلہ کے ایک جوان نے انہیں بتایا کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے کمسن معصوم بیٹے کو اٹھا کر خیام کی پشت والی جانب تشریف لے گئے تھے اور جس وقت کافی دیر کے بعد واپس آئے تھے تو ان کے ہاتھوں میں وہ معصوم علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود نہیں تھا، ممکن ہے کہ انہوں نے خیام کی پچھلی جانب کسی مخفی مقام پر انہیں دفن کیا ہو، اگر ہم کوشش کریں تو اس معصوم کی لاش اطہر کو تلاش کرلیں گے، اس وقت ان میں سے دس گھوڑے سوار ملاعین اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور ہاتھوں میں نیزے لے کر خیام کے قریب اسی جگہ آئے کہ جہاں امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے معصوم کو دفن کیا تھا
اس وقت دائی پاک کی نگاہ پڑی تو وہ روتی ہوئی خیام کے اندر آئیں اور یہ خبر پہنچائی کہ کچھ ظالمین گھوڑوں پر سوار ہو کر اور ہاتھوں میں نیزے لئے آرہے ہیں

انہوں نے پاک شہزادے علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاش اطہر تلاش کرنا شروع کی، سبھی مل کر مزارِ اطہر تلاش کرنے میں مصروف تھے کہ اچانک انہیں ایک جگہ پر زمین قدرے نرم نظر آئی، انہوں نے اس مقام کو کھودنا شروع کیا، میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں یہ بیان کرسکوں کہ ان ملاعین نے لاش اطہر کس طرح برآمد کی

میں صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ جس وقت شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاش اطہر کو معراج نصیب ہوا تو ماں کے گلشن حسرت کا یہ پھول طوبیٰ کی شاخ پر نظر آنے لگا، اس وقت پاک مخدراتِ عصمت صلواۃ اللہ علیہن میں گریہ اور ماتم کا طوفان اٹھا

چشم کائنات نے یہ منظر دیکھا کہ ایک ملعون ہے کہ جس کے ہاتھوں میں معصوم کی چھوٹی سی لاشِ اطہر منزلِ معراجِ حقیقی پر بلند ہے، یہ خیام کی پشت سے چلتے ہوئے جب سامنے سے آکر گزرے تو مجھے یہ معلوم نہیں کہ پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا نے یہ منظر دیکھا بھی ہوگا یا نہیں؟ اور اگر انہوں نے یہ منظر دیکھا تو ان کی کیفیت کیا تھی؟

ملعونِ ازل خیام کے سامنے آکر بیٹھ گیا اور اس نے معصوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاش اطہر کو زمین پر رکھا اور ظلم کی رسم ادا کرنے کا ارادہ کیا، میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس وقت معصوم کی پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کی روح نے تڑپ کر یہ ضرور کہا ہوگا کہ اے ملعونِ ازل! اگر تو ظلم کرنا ہی چاہتا ہے تو خیال کرنا کہ میرے معصوم کو زیادہ تکلیف نہ ہو، میں نے تو ہمیشہ اسے نازونعم سے رکھا تھا

یہاں پر ایک وضاحت کرنا ضروری ہے کہ پردہ داران توحید و رسالت صلوٰۃ اللہ علیہن کے خیام شام غریباں کے وقت جس مقام پر تھے گیارہ محرم کو خیام وہاں سے کافی دور لگائے گئے تھے، اس لئے اس ظلم کے منظر کو شاید پاک پردہ پرداران توحید

ورسالت صلوٰۃ اللہ علیھن نے نہ دیکھا ہو مگر دنیا کے کسی گوشے میں اگر کسی ماں کے بیٹے پر مصیبت آجائے تو ماں کا دل فوراً اس دکھ کو محسوس کر لیتا ہے، اس لئے میں نے اس پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے احساسات بیان کیئے ہیں

یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ملعون کسی ایسے مقام پر آ بیٹھا ہو کہ جہاں پاک پردہ داران توحید صلوٰۃ اللہ علیھن نے یہ منظر دیکھا ہو

میں عرض کر رہا تھا کہ جس وقت ملعون ازل نے معصوم کو خاک پر سلایا ہوگا تو اس وقت پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کی روح نے آ کر لختِ جگر کا طواف کیا ہوگا اور ظالم کو مخاطب کر کے فرمایا ہوگا کہ ظالم میرے لعل کو دوسری بار تو شہید نہ کر، بے شک اس کے ہاتھوں میں جو زیور ہیں وہ اتار لے مگر میرے نورِ نظر کو گرم زمین سے تو اٹھا لے، کمسن بچوں پر ترس کھانا تو انسانی فطرت ہے

سب مل کر دعا کریں کہ اب اس معصوم کے دکھوں کا مداوا ہو، اب اس معصوم کو ابدی خوشیاں نصیب ہوں، ان کا پاک منتقم حقیقی جلد تشریف لائیں، تا کہ ہر اظلم سے ظلم کا انتقام لیں، اور خاندان پاک علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ہر فرد کو اتنی زیادہ خوشیاں نصیب ہوں کہ وہ تمام آلام ومصائب بھلا سکیں

﴿ آمین یا رب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمْ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَصَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یا ھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 22

61 ہجری، دس محرم، تقریباً دو پہر کے 12 بجے کا وقت ہے یعنی زوالِ آفتاب سے کچھ پہلے کا وقت ہے، امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نے تھوڑی دیر پہلے اپنے بھائی کردگارِ وفا علیہ الصلوۃ والسلام کے تبرکات خیام میں پہنچائے ہیں، پھٹی ہوئی مشک جو خون آلودہ تھی، شکستہ علم پاک جو حنائی رنگ میں رنگین تھا اور باقی کچھ چیزیں ایسی تھیں کہ جن کی تفصیل بیان نہیں کرسکتا صرف اشارہ کروں گا، پاک بھائی کے وہ ہاتھ کہ جن پر بہنوں کو ناز تھا مگر ظلم کی زد میں آکر جسم اطہر سے جدا ہو گئے تھے

یہ تبرکات خیام میں لائے تو امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کافی دیر تک مستورات کے ساتھ بیٹھ کر اسی طرح روتے رہے کہ جیسے پاک بہنیں رو رہی تھیں

یوم عاشور دو مواقع ایسے تھے جہاں امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نے پاک بہنوں کے ساتھ بیٹھ کر اسی طرح گریہ فرمایا کہ جیسے پاک مستورات صلوۃ اللہ علیھن گریہ کر رہی تھیں

ایک بار جب شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوۃ والسلام کی لاش خیام میں لے آئے

دوسری بار جب جناب غازی علیہ الصلوۃ والسلام کے تبرکات لے کر خیام میں تشریف لائے، گریہ فرمانے کے بعد باہر تشریف لے گئے، تھوڑی دیر بعد دوبارہ خیام میں تشریف لائے تو دیکھا کہ مستوراتِ تطہیر صلوۃ اللہ علیھن جناب غازی پاک علیہ الصلوۃ والسلام کی

زوجہِ اطہر صلوٰۃ اللہ علیہا سے تعزیت کرنے میں مصروف تھیں، سبھی مستورات انہیں پرسہ دے رہی تھیں، اور دستور کے مطابق باری باری انہیں گلے لگا کر رو رہی تھیں مستورات کو تعزیت اور گریہ میں مصروف دیکھ کر شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں صف ماتم سے اٹھانا مناسب نہیں سمجھا، بلکہ قنات کے دروازے پر ہی کھڑے ہو کر ایک ایک پاک ہمشیر صلوٰۃ اللہ علیہا کا نام پاک لے کر سلام کیا

یہ وہ موقع ہے کہ جب امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلی مرتبہ مستورات توحید و رسالت صلوٰۃ اللہ علیھن سے وداع ہونے کیلئے تشریف لائے

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خیام میں سے کتنی مرتبہ وداع فرمایا؟ کیونکہ کچھ صاحبانِ مقتل نے دو وداع لکھے ہیں اور کچھ روایات میں بارہ مرتبہ وداع ہونا لکھا ہے، اس کی اصل حقیقت کیا ہے؟

جس وقت ہم کتب مقاتل و تاریخ و روضہ کا بغور جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام جس وقت تنہا رہ گئے تو انہوں نے بہ نفس نفیس جنگ کرنے کا ارادہ فرمایا، اور اہل حرم صلوٰۃ اللہ علیھن سے وداع فرمایا، مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دورانِ جنگ اہل حرم توحید سے سات مرتبہ وداع فرمایا، یعنی افواجِ کوفہ و شام پر حملہ کرتے، پھر کچھ وقت کیلئے خیام میں تشریف لے آتے، پھر میدان میں آکر ملاعین ازل پر حملہ آور ہوتے، یعنی سات مرتبہ خیام سے واپس میدان میں آکر جنگ کا مظاہرہ فرمایا ہے لیکن حقیقی وداع دو ہیں

عام نظر میں یہ ایک عجیب بات محسوس ہوتی ہے کہ بار بار اہل حرم توحید صلوٰۃ اللہ علیھن

سے ملنا، وداع کر کے جانا اور تھوڑی دیر بعد پھر وداع کرنے کیلئے آ جانا یہ بات خاندانِ توحید کے دستور اور اصول شجاعت و مردانگی کے خلاف نظر آتی ہے مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوۃ والسلام نے اہل حرم توحید و رسالت صلوۃ اللہ علیھن کے ساتھ بظاہر سات وداع فرمائے ہیں، اب بیان کرنے والے یہ تو بیان کرتے ہیں کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوۃ والسلام نے سات مرتبہ اہل حرم توحید و رسالت صلوۃ اللہ علیھن سے وداع فرمایا، مگر اس کی وجوہات بیان نہیں کی جاتی ہیں

اس لئے سات مرتبہ وداع کرنا خلافِ شان و خلافِ شجاعت نظر آتا ہے

میں سب سے پہلے سات مرتبہ وداع ہونے کی وجوہات عرض کرنا چاہتا ہوں

پہلے ذرا اس وقت اور اس صورت حال کو دیکھیں کہ جس میں امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام جنگ کر رہے تھے کیونکہ اسی کے پس منظر میں ہم بار بار واپس آنے کی وجہ سمجھ سکتے ہیں

کربلا میں جتنے بھی جوان جنگ کرنے گئے وہ بار بار وداع کیلئے نہیں آئے، اس کی وجہ یہ تھی کہ ہر شہید کو معلوم تھا ہم جا رہے ہیں مگر خیام توحید و رسالت کی حفاظت کرنے والے موجود ہیں، مگر جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام میدانِ جنگ میں تشریف لے گئے تو اس وقت خیام توحید کی حفاظت کرنے والا بظاہر کوئی موجود نہیں تھا، پاک پردہ دارانِ توحید و رسالت کو صلوۃ اللہ علیھن تسلی دینے والا کوئی موجود نہیں تھا، اس لئے امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام ہر حملہ کے بعد خیام میں آکر اہل حرم کی خبر گیری فرماتے تھے، انہیں تسلی دیتے تھے اور ان بے سہارا مستورات کو فرماتے تھے کہ ہم خیام کے محافظ ہیں، فکر نہ کریں کیونکہ ہمارے ہوتے ہوئے کوئی خیام

کے قریب نہیں آ سکتا، اس کے بعد اہل حرم سے رخصت ہو کر میدان میں شجاعت اِلٰہیہ کا مظاہرہ فرماتے ہوئے خیام سے کافی دور چلے جاتے تو اہل حرم میں گریہ و بکا کی آواز بلند ہوتی، اس وقت شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام واپس خیام کی جانب گھوڑا دوڑا کر تشریف لے آتے، پردہ دارانِ توحید و رسالت صلوٰۃ اللہ علیھن کو دلاسہ دے کر ان کی خبر گیری کے بعد واپس میدان میں تشریف لے جاتے تھے

یہی وجہ تھی کہ شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شجاعت اِلٰہیہ کا دس مرتبہ مظاہرہ فرمایا اور اہل حرم سے سات مرتبہ وداع فرمایا

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف مستورات کو دلاسہ دینے کیلئے ہی تشریف نہیں لاتے تھے بلکہ کچھ دوسری وجوہات بھی شامل تھیں مثلاً شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اٹھانے کیلئے تشریف لے آئے، یا پاک مستورات توحید و رسالت صلوٰۃ اللہ علیھن نے انہیں خود خیام میں بلایا، یعنی صرف وداع ہی مقصود نہیں تھا کچھ دوسری وجوہات بھی تھیں کہ جن کا ذکر موقع و محل کی مناسبت سے ہوگا

میں نے یہ سلسلہ شروع کیا ہے تو اپنے منعم ازل عجل اللہ فرجہ الشریف کے عطا کردہ شعور و توفیق کے مطابق رفتہ رفتہ بیان کرتا رہوں گا

دوستو یہ تو میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ جب بھی امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام خیام میں سے میدانِ جنگ میں تشریف لاتے تو ہر مرتبہ امت ملعون پر اتمام حجت فرمانے کیلئے کچھ نہ کچھ ساتھ لاتے تھے، جس کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ بیان کروں گا

اب میں ان سات وداع اور سات حملوں کی تفصیل عرض کرنا چاہتا ہوں

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جوانانِ بنی ہاشم علیہم السلام میں سے سب سے آخری شہید

سرکار عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، کیونکہ ان کے بعد کوئی جوان شہید نہیں ہوا، ان کے بعد یا تو معصوم بچے شہید ہوئے، یا وہ لوگ شہید ہوئے ہیں کہ جو لشکر شام میں سے مستبصر ہو کر نصرت کیلئے حاضر ہوئے تھے، ان کا ذکر میں اپنے مقام پر کروں گا

جس وقت شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقام وصال اِلٰہی کو پسند فرمایا تو باقی خیام کی حفاظت کرنے والا بظاہر کوئی نہیں تھا، اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہل حرم کی طرف حسرت بھری نگاہ فرمائی، اس کے بعد تمام اہل حرم کو مخاطب ہو کر فرمایا

☆علیکن منی سلام آپ سب کو میرا سلام ہو

یہ سلام تو نہیں تھا، قیامت کا اعلان تھا، جلدی سے تمام پردہ دار شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اردگرد جمع ہوگئے، رو رو کر عرض کیا کہ کیا آپ بھی میدان کی طرف جارہے ہیں؟ کیا آپ کو ان بے سہارا مستورات کا کوئی محافظ نظر آتا ہے؟

معظّمہ کائنات عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے پاک بھائی کا دامن پکڑ کر فرمایا کہ بھائی! آپ بھی ہمیں تنہا چھوڑ کر جانا چاہتے ہیں؟ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ باقی کون بچا ہے کہ جو میدان میں جائے گا، ہم جنگ نہیں کریں گے تو کون کرے گا؟ اور آپ تو جانتی ہیں کہ آخر کار روزِ ازل کا عہد بھی تو پورا کرنا لازم ہے

اس وقت جناب شریکۃ الحسینؑ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ

☆فقالت یا اخی ردنا الی حرم جدنا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

بھائی! پہلے آپ تمام پردہ داروں کو پاک نانا کے حرم میں تو پہنچا دیں پھر بے شک چلے جائیں، یہاں شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر ''قطا'' پرندے کو کوئی اس کے گھونسلے میں آنے دیتا تو وہ ضرور اپنے گھونسلہ میں آ کر سوتا

اس کے بعد فرمایا کہ اب ہمیں اضافی سامان حرب دیں تا کہ ہم جہاد کیلئے تشریف لے جائیں ،عرب کا دستور تھا کہ جو نامی گرامی یا خاندانی جوان میدان میں جاتا تھا تو اسے لباس اور سلاحِ جنگ پہنانے کیلئے معتبرین میں سے بزرگ یا عزیز آ جاتے تھے،کوئی زرہ پہناتا ،کوئی خود سر پر موزوں کرتا ،کوئی نعلین کے تسمے باندھتا کوئی کمر بند کو کمر سے بڑی شان کے ساتھ لپیٹتا تھا ،کوئی پیش قبض یعنی کمر بند کے ساتھ لٹکانے والا چھوٹا خنجر جسے سکین بھی کہتے تھے وہ آویزاں کرتا تھا

اور اس دستور کو امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی بحال رکھا اور اپنے ہر جوان کو خود دستار پہنائی ، اور خود تیار کر کے روانہ فرمایا تھا ،مگر جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روانگی کا وقت آیا تو کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو ان کو تیار ہونے میں مدد دیتا ،اس لئے پاک پردہ داران توحید صلوٰۃ اللہ علیھن نے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تیاری کرائی ، کسی پاک بی بی صلوٰۃ اللہ علیھا نے کمر بند لپیٹا ، کسی پاک بی بی صلوٰۃ اللہ علیھا نے پیش قبض آویزاں کیا ،کسی بی بی صلوٰۃ اللہ علیھا نے زرہ بکتر پہنائی ،کسی نے دستار پیش کی

یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ عام طور پر معمول کے مطابق جیسے دستار باندھی جاتی ہے جنگ میں ایسے دستار نہیں باندھی جاتی ، کیونکہ جنگ میں دستار کو مضبوطی سے باندھ کر اس کے اوپر لوہے کا خود پہنا جاتا تھا اور دستار کے ایک پلو سے چہرے پر نقاب بنایا جاتا تھا ، جس کے ساتھ چہرے کا کچھ حصہ چھپ جاتا یعنی پیشانی تک خود آ جاتا اور آنکھوں کے نیچے تک دستار کے نقاب کا دامن آ جاتا تھا ،جس کی وجہ سے میدان جنگ کی گرد و غبار سانسوں کے ساتھ اندر داخل نہیں ہوسکتی تھی اور گرمی یا دوسرے کافی سارے عوامل سے آدمی محفوظ ہو جاتا تھا

میں عرض کر رہا تھا کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پاک مستورات صلوٰۃ اللہ علیہا نے میدان جنگ کیلئے تیار کرایا اور پاک پردہ داران توحید ورسالت صلوٰۃ اللہ علیھن سے وداع ہوکر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام خیام سے باہر تشریف لے آئے

یہاں یہ وضاحت بھی کرتا چلوں کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دورانِ سفر یہ معمول تھا کہ جس وقت خیام سے تیار ہوکر باہر تشریف لاتے تو دروازہ عبور فرماتے وقت آواز دیتے کہ☆هَل مَن يَقْدِمُ اِلَیَّ جَوَادِی ہے کوئی جو ہمارے ذوالجناح کو لے آئے ،اسی طرح روزِ عاشور بھی جس وقت میدان سے واپس تشریف لاتے تو اپنے پاک مرتجز کو کسی غلام یا کسی پاک شہزادے کے حوالے کرتے اور پھر باہر جاتے وقت یہی فرماتے کہ☆هَل مَن يَقْدِمُ اِلَیَّ جَوَادِی

کوئی ہے جو ہمارا پاک رہوار آ کر پیش کرے؟

آج امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام جس وقت اپنے خیام سے باہر تشریف لے آئے تو انہوں نے اپنے معمول مطابق آواز دی کہ☆هَل مَن يَقْدِمُ اِلَیَّ جَوَادِی اس وقت ہر طرف نگاہ فرمائی مگر کوئی بھی نظر نہیں آیا بلکہ خیام کے سامنے موجود ذوالجناح نے اپنی زبان میں لبیک کہا ،امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سرد آہ بھر کر فرمایا کہ

''سب کو جانے کی کتنی جلدی تھی ،اب تو مظلوم کو سوار کرنے والا بھی کوئی نہیں ہے اچھا خیر اب ہم بھی تمہاری طرف آ رہے ہیں'' اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رخ انور پر ایک عجیب سا درد اور اداسی کا امتزاج تھا

جس وقت اہل حرم توحید کے ساتھ وداع فرما چکے تو پاک مستورات صلوٰۃ اللہ علیھن ان کے ساتھ ساتھ آخری قنات تک انہیں رخصت کرنے آئے

شہنشاہ مظلومیت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آکر اپنے زخمی ذوالجناح کی باگ پکڑی

یہاں میں نے لفظ زخمی اس لئے استعمال کیا ہے کہ شہنشاہ مظلومیت علیہ الصلوٰۃ والسلام جس شہید کی لاش اٹھانے کیلئے جاتے تو آگے ظالمین مزاحمت کرتے اور جنگ کر کے ظالمین کو ہر لاش سے ہٹانا پڑتا تھا، اس لئے ذوالجناح کو بھی زخم آتے رہے تھے اور یہ کافی زخمی ہو چکا تھا

شہنشاہِ مظلومیت علیہ الصلوٰۃ والسلام جس وقت خیام فلک احتشام سے باہر تشریف لائے تو ذوالجناح پر سوار ہونے کا ارادہ فرمایا، پہلے یہ معمول ہوتا تھا کہ جب بھی امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے رہوار کی زین کو زینت دینا چاہتے تو کسی طرف سے جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام آجاتے، کسی طرف سے جناب علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام آجاتے، کوئی باگ پکڑتا، کوئی کوچ میں ہاتھ رکھتا، کوئی رکاب پکڑتا، کوئی بغل میں ہاتھ دے کر صلوٰۃ پڑھ کر سوار کرتا تھا، آج شہنشاہ مظلومیت علیہ الصلوٰۃ والسلام جب خیام سے باہر تشریف لائے تو استقبال کیلئے کوئی بھی موجود نہیں تھا، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سابقہ دستور کے مطابق اپنے اردگرد نگاہ فرمائی، کوئی سوار کرنے والا نظر نہیں آیا، سرد آہ بھر کر فرمایا کہ عباؑس علیک الصلوٰۃ والسلام، اکبر علیک الصلوٰۃ والسلام قاؑسم علیک الصلوٰۃ والسلام یہ مناسب تو نہیں تھا کہ مجھے اکیلا چھوڑ دیتے، جب میں ضعیف ہو گیا تو تم بھی چھوڑ کر چلے گئے ہو

اس کے بعد امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذوالجناح سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میری تنہائی کے ساتھی! اب تم اور میں باقی رہ گئے ہیں

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام رہوار کے بائیں طرف تشریف لائے، انہوں نے بائیاں

ہاتھ کوچ میں ڈالا، بائیاں پاؤں رکاب میں ڈال کر سوار ہونا چاہا مگر سوار نہ ہو سکے، اس وقت بے ساختہ زبان اقدس پر شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام آیا اور فرمایا کہ بیٹا ضعیف والد کو ایسے تو تنہا نہیں چھوڑتے

دوسری مرتبہ کوشش کے بعد زین ذوالجناح پر سوار ہوئے، بہنیں خیام سے یہ منظر دیکھنے میں مصروف تھیں خدا بہتر جانتا ہے کہ ان کے دل پر کیا گزری ہوگی

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام جس وقت زین ذوالجناح پر سوار ہو چکے تو آہستہ آہستہ مرتجز کو ایڑی لگائی، قنات سے باہر والی خندق کا دروازہ عبور کیا، مڑ کر دیکھا تو سامنے جوان بیٹوں کی لاشیں گنج شہداء میں نظر آئیں، جب نوخیز جوان بیٹے کی لاش نظر آئی تو پھر آنکھوں پر ضبط نہ رہا، آنسو جاری ہوئے، مگر عین اس وقت دیکھا کہ پاک بہنیں صلوٰۃ اللہ علیہن خیام سے دیکھ رہی تھیں، فوراً امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوسری جانب رخ کر کے آنسو صاف کئے اور میدان کی طرف روانہ ہوئے

مرتجز آہستہ آہستہ چلتا ہوا میدان میں پہنچا، تاریخ نے یہاں ایک عجیب منظر بیان کیا ہے کہ جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام میدان میں تشریف لائے تو رہوار کو روکا اور اپنے دائیں ہاتھ سے زمین میں نیزہ نصب فرمایا

☆وبقی واقف متحیرۃ متکاء علیٰ ارمحه

بہت اداس اور متحیر تھے اور اپنے نصب کردہ نیزے کا سہارا لئے کھڑے تھے

☆مرۃ ینظر الی اخوته وبنیه واخیه وابن عمه صرع مقتولین

کسی وقت خیام کی طرف نظر کرتے، کسی وقت اپنے بیٹوں اور بھائیوں کی لاشوں پر نگاہ فرماتے، جو شہادت کی حنائی پوشاک پہن کر کربلا کی سرخ پوش زمین پر

سوئے ہوئے تھے، کافی دیر ایسے ہی گزر گئی

اس کے بعد امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نے سر اٹھایا، سامنے لشکر پر نگاہ فرمائی، اس وقت سینکڑوں کی تعداد میں ملاعین جنگ کے طبل، بوقات اور نفیریاں بجانے میں مصروف تھے، یہ ایک جنگی روایت بھی تھی کہ جس سے جوانوں میں جوش پیدا کیا جاتا تھا، اور یہ روایت اسلام نے بھی باقی رکھی تھی، جمل اور صفین کی جنگوں میں بھی طبل اور دیگر جنگی ساز بجا کر جوانوں میں جوش پیدا کیا جاتا رہا تھا

جس طرح آج کشتی یا اکھاڑے کے موقعوں پر پہلوانوں کے سامنے ڈھول وغیرہ بجائے جاتے ہیں، اس زمانہ میں جنگی جوانوں کیلئے یہ اہتمام کیا جاتا تھا

جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام میدان میں تشریف لائے تو اس وقت طبل بجانے والوں میں بہت جوش تھا، کیونکہ وہ اپنی فتح کو قریب سمجھ رہے تھے، اس لئے اتنے زور شور کے ساتھ وہ طبل بجا رہے تھے کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی

اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نے آخری بار اتمام حجت کیلئے خطبہ انشاء فرمایا مگر ان کی آواز ظالمین تک نہیں پہنچ رہی تھی، اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے منصب امامت کے اختیاراتِ اِلٰہیہ کو استعمال فرما کر صرف ہاتھ کا اشارہ فرمایا جس سے پوری کائنات پر ایک سکوت طاری ہوگیا، طبلوں کی آواز جامد ہوئی، سانسوں کی مد و جزر ساکن ہوئی، گھوڑوں کے سم زمین میں میخوں کی طرح گڑ گئے، پوری کائنات نے سانس روک کر امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کا خطبہ سنا

کیفیت یہ تھی کہ اس خطبہ کو سن کر ظالمین اپنی جملہ سنگدلی کے باوجود رونے لگے

سرکارؑ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اے ظالمین! تمہارے لشکر میں براء ابن عاذب اور زید

بن ثابت موجود ہیں، اگر یقین نہ ہوتو ان سے پوچھ لو کہ کیا انہوں نے یہ فرمان نہیں سنا تھا کہ ہم دونوں بھائی جوانانِ جنت کے سردار ہیں، کیا انہوں نے شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ اقدس سے یہ فرمان نہیں سنا تھا کہ ☆

اَلحُسَینُ علیه الصلوٰة والسلام مِنّیِ وَاَنَا مِنَ الحُسَین علیه الصلوٰة والسلام

تم پوری کائنات میں نگاہ دوڑا کر دیکھ لو، کیا میرے علاوہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی اور نواسہ موجود ہے؟ اگر کوئی یہ دعویٰ کرے تو واللہ وہ کاذب ہے

اے آلِ ابوسفیان کے گماشتو! آج بھی تمہاری فوج میں 23 کی تعداد میں وہ لوگ موجود ہیں جو صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہلواتے ہیں، ان کے سر پر قرآن رکھ کر ہمارے فضائل کی احادیث کی گواہی لے لو، تو کوئی بھی انکار نہیں کر سکے گا

ہمارے سامنے انہیں لے آؤ، ہم ان کے سامنے ایک ایک حدیث بیان کرتے ہیں، وہ کسی ایک کو بھی غلط نہ کہہ سکیں گے

اس وقت لشکر شام کی ترتیب یہ تھی کہ میدان میں فوجوں کی قطاریں آگے پیچھے لگی ہوئی تھیں اور تیسری قطار میں گھوڑے سواروں کے درمیان ابن سعد ملعون گھوڑے پر سوار کھڑا تھا، اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس ملعون کو مخاطب ہو کر فرمایا

☆الدنیا حلوها ومرها والانتباه فی الآخره

او ملعون یہ دنیا میٹھی ہے یا کڑوی آخرت والے دن علم ہوگا، آخر ایک دن ہوگا کہ تمہیں پتا چل جائے گا کہ کیا تلخ ہے اور کیا شیریں ہے؟

یہ خطبہ مخالفین کے دلوں پر اس طرح اثر انداز ہوا کہ لشکر کوفہ و شام میں ہلچل مچ گئی

جس وقت لشکر کے تیور بدلتے ہوئے دیکھے تو اس وقت شمر ذی الجوشن الضابی العامری ملعون نے بکواس کی کہ اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم تمہاری کوئی بات نہیں سن رہے ہیں، معلوم نہیں کہ آپ کیا فرما رہے ہیں، ہمیں سمجھ نہیں آ رہی ہے
جس وقت اس ملعون نے یہ بکواس کی تو امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رخ انور پر جلال کی سرخی آئی اور فرمایا کہ اب ہم وہ بات کرتے ہیں جو تمہیں سمجھ آئے گی
تمہاری جنگوں کا یہ دستور رہے کہ آنے والے میدان میں آ کر جنگ کی کچھ شرائط رکھتے ہیں اور ان شرائط میں سے انتخاب کا اختیار مخالف کو ہوتا ہے، پہلے تم بتاؤ کہ کیا تمہاری کوئی شرائط ہیں؟
اس وقت یہ اصول تھا کہ جب دو جوان یا کوئی دو فریق جنگ کیلئے ایک دوسرے کے سامنے آتے تھے تو ایک فریق بعض اوقات دوسرے فریق پر تین سوال کرتا تھا جن میں سے ایک سوال کو ماننا لازم ہوتا تھا، بلکہ اسے شانِ مردانگی سمجھا جاتا تھا اور تین میں سے دو صلح کی یعنی جنگ سے بچنے کی باتیں ہوتی تھیں اور صرف ایک جنگ سے وابستہ شرط ہوتی تھی، جس طرح عمرو بن عبدود ملعون کے سامنے شہنشاہ معظم امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شرائط رکھی تھیں کہ
(1) پہلی بات یہ ہے کہ کلمہ پڑھ لے
(2) دوسری بات یہ ہے کہ تو واپس چلا جا
(3) تیسری بات یہ ہے کہ تو سوار ہے اور ہم پیدل ہیں تو گھوڑے سے اتر کر ہمارے ساتھ جنگ کر
اس ملعون نے گھوڑے سے اتر کر اپنے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دیں تھیں اور کہا تھا

مجھے یہ آخری بات منظور ہے، اگر میں فی النار ہوگیا تو میرا گھوڑا کوئی دوسرا استعمال نہ کرسکے گا، اگر زندہ رہا تو جوانوں کیلئے گھوڑوں کی کمی نہیں یعنی تیسری شرط ہمیشہ جنگ کی ہوتی تھی اور یہ ہر جوان میدانِ جنگ میں بیان کرتا تھا

مرحب کے سامنے بھی سرکار امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شرائط رکھی تھیں، اور اس ملعون نے بھی ایسا ہی کیا تھا، اسی طرح یہ عرب کا دستور یا ایک جنگی روایت تھی

اسی طرح امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ملاعین کو فرمایا اب اپنی شرائط بیان کرو

اس وقت ابن سعد ملعون نے کہا کہ

(1) پہلی بات یہ ہے کہ بیعت کرلو...... فرمایا نامنظور

(2) دوسری بات یہ ہے کہ گرفتاری دے دو تا کہ ہم آپ کو ابن زیاد ملعون کے سامنے پیش کریں گے، پھر وہ جو بھی فیصلہ کرے...... فرمایا یہ بھی نامنظور ہے

(3) تیسری شرط یہ ہے کہ جنگ منظور کرلو...... فرمایا یہ منظور ہے

اس ملعون نے عرض کیا کہ آپ کی کیا شرائط ہیں؟

(1) فرمایا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمیں آزاد چھوڑ دو، ہم واپس مدینہ یا کسی ایسے ملک چلے جائیں گے کہ جہاں مسلمان ہی نہیں ہوں گے

اس ملعون نے جواب دیا کہ یہ شرط نامنظور ہے

(2) دوسری بات یہ ہے کہ شام جانے دو، ہم خود شام جاکر فرعونِ شام یزید ملعون کے ساتھ فیصلہ کریں گے (یہ شرط پاک پردہ داران توحید و رسالت صلوٰۃ اللہ علیہن کی خاطر رکھی گئی تھی)......ملعون نے کہا کہ یہ بھی نامنظور ہے

(3) امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہماری تیسری اور آخری شرط ہے کہ تم

لاکھوں کی تعداد میں ہو اور ہم اس وقت نہ صرف تنہا ہیں بلکہ عزیز و اقارب کی شہادت سے دکھی بھی ہیں، تم ہمارے ساتھ جنگ کرنے کیلیئے ایک ایک ہوکر آؤ یعنی ہمارے ساتھ جنگ فردا فردا کرو تاکہ تمہاری مردانگی کے جوہر ہم بھی تو دیکھیں

عمر ابن سعد ملعون نے جلدی سے کہا کہ ہمیں یہ شرط منظور ہے

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ وہ جنگ ہے کہ جس کی نظیر پوری تاریخ میں نہیں ملتی ہے اس میں آپ نے شجاعت حسینیہ کے وہ جوہر دکھائے کہ جو بے مثل و بے مثال تھے عرب کی جملہ جنگوں کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ایک وقت میں عرب کے کسی جوان نے 200 سے زیادہ جوان قتل نہیں کیئے، اس ریکارڈ کو جناب امیر حمزہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توڑا تھا یعنی انہوں نے 347 ملاعین کو ایک ہی جنگ میں واصل جہنم کیا تھا، پھر ان کا ریکارڈ جنگ صفین میں سرکار امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توڑا کہ انہوں نے 36 ہجری 13 صفر کی رات جنگ میں 523 ملاعین شام کی گردن اڑائی تھی

پھر اپنے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ریکارڈ کردگار وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روز عاشور توڑا کہ انہوں نے 1200 سے زیادہ ملاعین فی النار کیئے، بعض روضہ نگاروں نے یہ تعداد ہزاروں میں لکھی ہے، بعض نے 5 لاکھ بھی لکھی ہے، مگر جو تعداد دشمن نے خود تسلیم کی ہے وہ 1500 سے کم ہے

مگر شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے حملہ میں ایک ہی مقام پر کھڑے ہوکر جو جنگ کی اس میں پہلے کوفی اور شامی ایک ایک ہوکر آتے رہے، پھر دو دو ہوکر آتے رہے، پھر تین تین اور پھر چار چار اور آخر میں دس دس ہوکر جنگ کرنے آتے

رہےاورفی النار ہوتے رہے

☆ولم یزل یقاتل حتی قتل الف وتسع مائۃ وخمسین رجلا رجلا سوی المجروحین

اس جنگ میں 1950 ملاعین کوشہنشاہ کربلا علیہ الصلوۃ والسلام نے فی النار کیا اور زخمیوں کی تعداد علاوہ تھی ،مگراس جنگ کی انفرادیت یہ تھی کہ امام علیہ الصلوۃ والسلام کے پاک رہوار نے اپنے مقام سے ایک قدم بھی نہیں اٹھایا،اور 1950 ملاعین کی گردنیں اڑ گئیں،گویا امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام لاشوں کے ایک حصار کے اندر کھڑے ہوکر جنگ فرماتے رہے

اس دبدبہ سے قتل کیا فوج شام کو
حکم جہاد پھر نہ ملا نو امام کو

[@]

یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ فقط پہلے حملہ کا ریکارڈ ہے، نہ کہ سارے دن کا یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ جس وقت خداوند شجاعت علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی تلوار کے جوہر دکھائے تو اس وقت فوج کا ایک دستہ ابن سعد ملعون کے پاس گیا اور اسے کہا کہ اے ملعون تم کیا دیکھ رہے ہو؟ کیا ان کے ساتھ جنگ فردا میں ایک ایک آدمی لڑا کر تو کوفہ کے سارے بچے یتیم اور ساری عورتیں بیوہ کرنا چاہتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں کیا کروں؟ میں نے تو خود عہد و پیمان کیا ہے کہ تمہارے ساتھ جنگ کرنے کیلئے ایک ایک جوان بھیجوں گا،اب میں عہد شکنی نہیں کرسکتا،اس وقت وہ فوج کا دستہ شمر ملعون کے پاس گیا اور اسے کہا کہ اگر عمر ابن سعد ملعون نے اپنے عہد کو نہ توڑا تو ہم تمہارے خلاف بغاوت کردیں گے، یہ بات سن کر شمر ملعون عمر

ابن سعد ملعون کے پاس گیا، اس وقت وہ ملعون خفت سے اپنی ڈاڑھی نوچ رہا تھا شمر ملعون نے اسے کہا کہ اے ملعون ازل ایک ایک کر کے ساری فوج کو نہ مرا اور تو اجتماعی حملے کا حکم دے یا دو دو چار چار بھیج، اس نے کہا کہ میں نے قسم کھا کر عہد کیا ہے، اب یہ بدنامی والی بات ہے کہ میں ان کے ساتھ وعدہ کر کے دھوکہ کروں، شمر ملعون نے کہا کہ جنگ ہوتی ہی دھوکے کا نام ہے، تو پہلے ایک ایک کی بجائے دو دو کر کے بھیج پھر چار چار پھر ساری فوج کو جھونک دے، ورنہ ہم سب سے پہلے تیری گردن اڑائیں گے، پھر آگے جائیں گے

یہ سن کر اس ملعون نے اپنے عہد سے دست بردار ہوتے ہوئے اجتماعی جنگ کا آغاز کیا مگر امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کی شمشیر برق پرور نے اتنے ملاعین جہنم رسید کیئے کہ خازن جہنم سے سنبھالے نہیں جاتے تھے، ان کے سر ہوا میں اڑتے ہوئے نظر آتے تھے اور خوف سے کوئی ملعون نزدیک آنے کی جرأت نہیں کرتا تھا، جب تمام فوج آپ سے دور بھاگ گئی تو آپ اکیلے میدان میں کھڑے تھے کہ عین اسی وقت پاک خیام سے جناب شریکتہ الحسینؑ پاک معظّمہ بی بی صلوۃ اللہ علیہا نے آواز دی کہ بھائی! آپ کی کوئی کیفیت مجھ سے تو پوشیدہ نہیں ہے، آپ بہت زیادہ تھک چکے ہیں، ایک مرتبہ واپس خیام میں آ کر تھوڑی دیر آرام کر لیں، سبھی پردہ دار صلوۃ اللہ علیھن رو رہے ہیں، آپ نے میدان میں زیادہ دیر لگا دی ہے، ایک بار خیام میں واپس آ جائیں، میں آپ کے مقصد کی بھائیوال ہوں، کربلا میں آپ کی شہادت تک میں آپ کی شریک کار رہوں اور ہر دکھ میں آپ سب کے ساتھ برابر شریک رہی ہوں، مگر شام غریباں کے بعد میرے دکھوں میں تو آپ میں سے کوئی بھی

شریک نہیں ہو سکے گا، آپ سے التجا کرتی ہوں کہ چند لمحوں کیلئے ہی سہی آپ میرے پاس تشریف لے آئیں، میں جانتی ہوں کہ آپ چند گھڑیوں کے مہمان ہیں، اس لئے ہم سب کی یہی خواہش ہے کہ کچھ وقت آپ ہمارے ساتھ گزار لیں تاکہ دل میں یہ حسرت بھی باقی نہ رہ جائے

سارے مومنین مل کر دل سے دعا کریں کہ یوم عاشور کے تھکے ہوئے پاک مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تھکان اترے، ان کی خوشیوں کا موسم جلدی آئے، ان کے پاک گلشن میں ابدی بہار آئے تاکہ چمن نبوت کے سبھی پھول پھر سے مہک اٹھیں، ان کے اجڑے ہوئے گھر دوبارہ آباد ہوں، پاک گھر کے سبھی افراد علیہم الصلوٰۃ والسلام اس طرح آباد ہوں کہ جیسے آباد ہونے کا حق ہے، اور انہیں سارے دکھ درد بھول جائیں، اور یہ سب کچھ اس وقت ممکن ہوگا کہ جب ہمارے امام وقت عجل اللہ فرجہٗ الشریف اس دنیا میں ظہور پذیر ہوں گے، اس لئے ہر موالی اور مومن کا یہ فرض ہے کہ وہ ہر وقت یہی دعا کرتا رہے کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کا ظہور و خروج جلد از جلد ہو

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمْ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہٗ الشریف وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 23

خداوندِ شجاعت
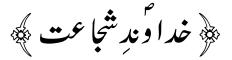
61 ہجری جمعہ کا دن، روزِ عاشور، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی پہلی جنگ سے فارغ ہوکر واپس خیام میں تشریف لے آئے، افواجِ شام میدان سے اپنے مجروحین اور مقتولین کی لاشیں اٹھا کر اپنے خیام کے سامنے رکھنے میں مصروف تھیں تا کہ آئندہ جنگ کیلئے میدان صاف ہو جائے

یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام عاشور کے دن جتنی مرتبہ اتمام حجت کیلئے خطبات انشاء فرمانے کیلئے میدان میں تشریف لائے، ہر بار وہ ناقہ پر سوار ہوکر تشریف لائے، ان کی ناقہ کی مہار کسی نہ کسی غلام نے پکڑی ہوئی ہوتی، اور ناقہ کے چاروں طرف جوانانِ بنی ہاشم علیہم الصلوٰۃ والسلام بے نیام تلواریں لے کر ساتھ ہوتے تھے...... مگر جس وقت کسی شہید کی لاش اٹھانے کیلئے تشریف لے جاتے تو پھر ناقہ کی بجائے اپنے پاک مرتجز پر سوار ہوکر جاتے تھے

اسی وجہ سے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پاک رہوار پیاسا بھی تھا، زخمی بھی تھا اور سارے دن کا تھکا ہوا بھی تھا، اس لئے اسے آرام دینا بہت ضروری تھا

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی پہلی جنگ کا مظاہرہ فرمانے کے بعد جب واپس خیام میں آئے تو زین ذوالجناح سے نہیں اترے، بلکہ باہر والی قنات کو عبور فرما کر اندر

داخل ہوئے تو اس وقت پاک دائی نے اہل حرم توحید و رسالت صلوٰۃ اللہ علیھن کو آپ کی تشریف آوری کی اطلاع دی، اہل حرم توحید و رسالت صلوٰۃ اللہ علیھن ان کے گرد جمع ہو گئے، کوئی پاک بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا ان کے پاک رہوار کی باگ پکڑ کر آنکھوں سے لگاتی، کوئی ان کی رکابوں پر بوسے دیتی تھی، معصومہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے آکر پاک رہوار کی باگ پکڑ لی، شہنشاہ مظلومیت علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت تھوڑے وقت کیلئے تشریف لائے تھے کیونکہ میدان میں جنگ کے طبل مسلسل بج رہے تھے

امام شجاعت علیہ الصلوٰۃ والسلام فوراً پاک پردہ داروں کو تسلی دے کر واپس روانہ ہوئے یہاں ایک وضاحت کرتا چلوں کہ قدیم جنگوں کا یہ دستور تھا کہ اس میں اگر دو جوان مقابل ہوتے تو جنگ کے طبل کی ایک مخصوص ردھم بجائی جاتی تھی، اگر کوئی جوان میدان میں آکر مخالف فوج کو للکارنا چاہتا تھا تو للکارنے کی ایک مخصوص ردھم ہوتی تھی جس سے یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ میدان میں کوئی نامور جوان آ گیا ہے یا کسی نامور جوان کو للکارا جا رہا ہے

جس وقت خداوند شجاعت علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے عصمت سرا میں پاک مستورات صلوٰۃ اللہ علیھن کو صبر کی تلقین کرنے اور انہیں دلاسے دینے میں مصروف تھے تو عین اس وقت ایک ملعون میدان میں آیا، یہ روسائے شام میں سے ایک تھا، اس ملعون کا نام تمیم بن قحطبہ طائی شامی تھا، یہ ملعون پورے ملک شام کے پہلوانوں میں ناقابل شکست مانا جاتا تھا اور یہ فرعون شام کا تنخواہ دار پہلوان تھا، شام کے لوگ اس کا نام سن کر کانپ جاتے تھے، اس ملعون کو اپنے فن اور طاقت پر بہت ناز تھا، اس نے ایک آہنی خود سر پر پہنا ہوا تھا جو خالص فولادی تھا، اور اس کے اوپر ایک پتھر

جڑا ہوا تھا یعنی اس کے سر کے دفاع کیلئے خود کے اوپر والے حصے پر ایک بڑے سائز کا پتھر فٹ تھا تا کہ کوئی ضرب ''ام الراس'' لگائے تو تلوار کو پتھر روک لے

یہاں یہ وضاحت بھی کرتا چلوں کہ دنیا کے جتنے بھی جنگجو پہلوان ہوتے ہیں ان کا ایک قبضے کا ''داؤ'' ایسا ہوتا ہے کہ جس میں وہ ماہر ہوتے ہیں اور جملہ بنی ہاشم علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قبضے کا ایک ہی داؤ تھا جسے ''ام الراس'' کہتے تھے، یہ ضرب سب سے مشکل مگر سب سے خطرناک مانی جاتی تھی اور اس ضرب کا ماہر لاکھوں میں ایک جوان ہوتا تھا، یہ ضرب ایسی تھی کہ تلوار سیدھی مخالف کے سر میں داخل ہوتی تھی اور آگے تلوار چلانے والے کی طاقت پر منحصر تھا کہ تلوار کتنی نیچے تک جاتی ہے

اس ضرب ام الراس کے ماہرین میں سے ایک عمرو بن عبدود ملعون بھی تھا جس کے بارے میں جنگ خندق کے ضمن میں پہلے بیان کر چکا ہوں، جس دور میں جنگ کربلا ہوئی اس دور میں پورے عرب میں ام الراس کے جو چند ماہر موجود تھے ان میں سے ایک یہ ملعون تمیم بن قحطبہ طائی بھی تھا، اور اس ملعون کو معلوم تھا کہ پاک خاندان کا کوئی نوخیز شیر ہی کیوں نہ ہو وہ سب سے پہلے ضرب ام الراس کا ماہر ہوگا، اس لئے اس ملعون نے اپنے فولادی خود کے اوپر ایک فٹ بال کے برابر پتھر جڑوایا ہوا تھا تا کہ ضرب ام الراس نہ لگ سکے اور خود سے گردن تک زنجیر لگے ہوئے تھے، یہ زنجیر اس لئے لگائے جاتے تھے کہ اگر تلوار کا وار گردن پر ہو تو یہ زنجیر اسے روک لیں

جس وقت یہ ملعون فوج سے باہر نکلا تو تاریخ کے الفاظ ہیں کہ اس ملعون کو میدان میں جاتا دیکھ کر لشکر شام کے چہرے پر رونق آ گئی کہ یہ تازہ دم جوان ہے اور

مشہور جنگجو بھی ہے یہ ملعون شاید [خدا نہ کرے] کامیاب ہو جائے گا، وہ سبھی اسی خوش فہمی میں مبتلا تھے

عین اس وقت شہنشاہ شجاعت الٰہیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری قنات سے برآمد ہوئے جنگ کے طبل بج رہے تھے اور تمیم بن قحطبہ طائی شامی ملعون لشکر شام وکوفہ سے آگے نکل کر میدان میں للکار رہا تھا اور اس کی پشت پر پانچ سو جنگجو جوانوں کا گھوڑے سوار دستہ لے کر یزید بن سعد ابطحی ملعون کھڑا تھا

یہ ملعون کفار مدینہ کا بہت بڑا جوان شمار ہوتا تھا جس کے بارے میں مؤرخین کہتے ہیں کہ ☆کان مشھوراً بالشجاعۃ یعنی مدینہ کے نام نہاد مسلمانوں میں اس کی شجاعت کا ڈنکا بجتا تھا، یہ ملعون خصوصی طور پر خداوند شجاعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انداز جنگ کو دیکھنا چاہتا تھا کیونکہ یہ خود بھی ان کے ساتھ لڑنے کا ارادہ رکھتا تھا

جس وقت خداوند شجاعت علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے خیام سے باہر آئے تو انہوں نے اپنے رہوار کو مہمیز کیا یعنی ایڑ لگائی، مرتجز پرواز کر کے ملعون کے سامنے آکر رکا

تمیم بن قحطبہ ملعون نے طبل بجانے والوں کی طرف رخ کر کے ہاتھ سے اشارہ کیا جس کا مطلب تھا کہ ایک منٹ تم خاموش ہو جاؤ

یہاں یہ بھی بتا تا چلوں کہ جنگ کے دساتیر میں سے ایک دستور یہ بھی تھا کہ جس وقت دو جوان آمنے سامنے ہوتے تھے تو وہ رجز پڑھتے تھے اور آپس میں مکالمات کا تبادلہ کرتے تھے لیکن طبل کے شور میں تو کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی اس لئے یہ قانون یا دستور تھا کہ ایک پہلوان ہاتھ کے اشارے سے جنگ کے طبل خاموش کرا دیتا تھا تا کہ اس کی بات مقابل بھی سن سکے اور اس کی فوج

بھی سن سکے، تمیم بن قحطبہ ملعون نے ہاتھ کا اشارہ کیا تو بجتے ہوئے طبل ایک دم رک گیئے، اس کے بعد اس ملعون نے جگر خراش آواز کے ساتھ بکواس کرنا شروع کی اور کہا کہ اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے اب خصومت اور دلیری کیا دکھانا ہے کہ اب تو تمہارا کوئی بھی باقی نہیں رہا، اے شہنشاہ کربلا علیک الصلوٰۃ والسلام ہماری تمہاری دشمنی ایسی ہے جو کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے، دیکھو ہم آپ کے عزیز واقارب شہید کر چکے ہیں، آپ کے پاک بھائیوں کا خون بہایا ہے مگر ہماری عداوت اور دشمنی کی آتش ابھی ٹھنڈی نہیں ہوئی، آپ کے بھائی، بیٹے، بھتیجے اور انصار شہید کرنے کے بعد بھی دشمنی کی تشنگی اور پیاس ابھی باقی ہے، میں نے آپ کو جنگ کرتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں داد دیتا ہوں کہ تم نے ہزاروں جوانوں کے دستے کا منہ موڑ دیا ہے، بہ حیثیت جوان میں اس شجاعت کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا، میں کافی مدت سے آپ کے ساتھ جنگ کرنے کا خواہش مند تھا، سارا دن اسی انتظار میں رہا کہ میں آپ کے روبرو ہوں مگر اب تک آپ کے اور میرے درمیان آپ کے اصحاب وانصار اور آپ کے بھائیوں اور بیٹوں کی تلواریں حائل رہیں اور تقدیر نے اب مجھے موقعہ دیا ہے

☆ولیس بینی و بینکم الاالسیف اب آپ کے اور میرے درمیان سوائے تلوار کے کوئی چیز حائل نہیں رہی، اس لئے میں تن تنہا آپ سے جنگ کرنے آیا ہوں مگر افسوس اس بات کا ہے کہ آپ پیاس اور کمر شکستگی کے عالم میں کیسے جنگ کر سکیں گے؟ اور تمہارے سامنے لشکر شام کا جو 30 ہزار جوانوں کا دستہ کھڑا ہے یہ وہ جوان ہیں کہ جن کی جرأت وشجاعت وطاقت کا پورے عرب میں ڈنکا بجتا ہے

اوران میں سے پانچ سوسوار منتخب روزگار جوان ہیں ...... میں چاہتا تو یہ تھا کہ آپ سے جنگ کرتا، مگر آپ پیاسے ہیں، پھر بھی میں یہ چاہتا ہوں کہ اب آپ ہمیں بھی اپنی تلوار کے جوہر دکھائیں

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے لفظ خصومت کو سامنے رکھ کر فرمایا کہ اے ملعون تو نے یہ کہا ہے کہ ہم نے خصومت کی ہے، حقیقت یہ ہے کہ خصومت تمہاری ہے، تم ہمیں یہ بتاؤ کہ راہ چلتے مسافر کا راستہ تم نے روکا ہے یا ہم نے؟

کیا ہم تمہارے ساتھ جنگ کرنے آئے تھے...... یا تم آئے ہو؟

اس ملعون نے عرض کیا کہ اب یہ بزم نہیں کہ زبانی باتوں سے فیصلہ ہو جائے یہ میدان ہے جس میں تلوار کی زبان سمجھی بھی جاتی ہے اور سمجھائی بھی جاتی ہے

اس ملعون کی یہ بکواس سن کر لشکر شام نے ایک طنزیہ قہقہہ لگایا مگر اس وقت اس ملعون نے تلوار بلند کر کے اپنے گھوڑے کو ایڑی لگائی، ادھر خداوند شجاعت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تلوار بے نیام کی، ابھی شامی ملاعین کے قہقہوں کی آواز نہیں رکی تھی کہ آتے ہوئے ملعون پر خداوند شجاعت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تلوار کا وار کیا، جس وقت تلوار خود کی زنجیروں سے ٹکرائی تو قیامت خیز گونج اٹھی جس سے میدان میں ایک دل دہلا دینے والی کڑک پیدا ہوئی

☆وضرب عنقه الرأس فتبعد راس خمسين خطوطة او ذراعاً

ذوالفقار قدیر نے قوتِ بازوئے قدیر میں چل کر ایسا مظاہر کیا کہ اس ملعون کا سر خود سمیت 50 ہاتھ تقریباً 100 فٹ کے فاصلے پر جا گرا، یا 50 قدم یعنی 125 فٹ دور جا کر گرا☆ فتحاف عسكر من ضربة یہ ایسی ضرب تھی کہ سارا لشکر بدحواس

ہوکر دوڑا، جس وقت 500 گھوڑے بدحواس ہوکر دوڑے تو اس وقت یزید ابن سعد ابطحی ملعون جو مدینہ کے جنگجو جوانوں کا سردار کہلاتا تھا، یہ گھوڑا دوڑا کر ان دوڑتے ہوئے گھوڑوں کے سامنے آیا اور پکار کر کہا کہ تمہیں شرم نہیں آتی، تم فارسانِ میدان ہو، سامنے ایک زخمی مظلومؑ ہے، دوڑتے کیوں ہو؟ اس ملعون کی آواز کسی نے نہیں سنی بلکہ گھوڑے دوڑا کر اپنی فوج میں آ کھڑے ہوئے، یہ ملعون اپنا گھوڑا لے کر شہنشاہ کربلا علیہ الصلوۃ والسلام کے سامنے آیا اور آتے ہی اپنی بہادری کے گھمنڈ میں تلوار کا وار کیا

☆وسل السيف وضرب على وسطه بالسيف فقطعه نصفين

شہنشاہ شجاعت اِلٰہیہ علیہ الصلوۃ والسلام نے آتی ہوئی تلوار پر ذوالفقار کا وار کیا، اس ملعون کی تلوار دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوکر نیچے گری، ابھی یہ سوچ رہا تھا کہ کیا ہوگیا ہے کہ عین اسی وقت امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نے نعرۂ تکبیر کی آواز کی گونج میں ضرب ام الراس لگائی، اس ملعون کا جسم دوڑتے ہوئے گھوڑے سے آدھا دائیں گرا اور آدھا بائیں جانب گرا

اس وقت شمر ذی الجوشن ملعون نے پکار کر کہا کہ او بد بخت قوم! تمہیں معلوم نہیں کہ تم انزع البطین کے لخت جگر کے ساتھ جنگ کر رہے ہو، تمہارا شجاعت اِلٰہیہ کے ساتھ مقابلہ ہے، ایک ایک کر کے جاؤ گے تو پوری کائنات کے انسان ختم ہو جائیں گے مگر ان کی ذوالفقار کی رفتار میں بالکل کمی نہیں آئے گی، مل کر حملہ کرو اس وقت شامی فوج کا ایک دستہ ابن سعد ملعون کے قریب آیا اور کہا کہ تو نے یہ کیسی شرط تسلیم کی ہے کہ ایک سے ایک جنگ کرے گا، اب یا تو بدعہدی کر یا پھر

خود تنہا جا کر لڑ، اس وقت ملعون ابن سعد خفت اور شرمندگی سے اپنی ڈاڑھی نوچنے لگا، یہ ملعون اپنی فوج کو روکتا رہا مگر سارے لشکر نے مل کر حملہ کر دیا
اس وقت شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا مشہور ترین شعر پڑھا کہ☆

القتل اولیٰ من رکوب العار.......... والعار اولیٰ من دخول النار

فرماتے ہیں ذلت کی زندگی سے عزت کی شہادت بہتر ہے اور ذلت کی زندگی جہنم کی بدترین ہلاکت سے ہزار درجے بہتر ہے
دوستو یہاں ایک وضاحت کرتا چلوں کہ کوئی عربی دان عربی عبارتوں کے ترجمہ کو دیکھ کر شاید اعتراض کرے، اسے میں یہ عرض کروں گا کہ ترجمہ تین قسم کا ہوتا ہے

(1) لفظی ترجمہ

ایک زبان سے دوسری زبان میں جب لفظ بہ لفظ ترجمہ کیا جائے تو عبارت بے ربط ہو جاتی ہے، جس طرح قدیم تراجم قرآن ہیں کہ جن میں مفہوم نہیں ملتا

(2) با محاورہ ترجمہ

اس ترجمہ میں عبارت مربوط ہو جاتی ہے، مگر مفہوم کہیں کہیں شدت جذبات اور عوامض بیان سے محروم رہ جاتا ہے
(3) تیسرا ترجمہ وہ ہوتا ہے جسے ترجمانی کہتے ہیں، یعنی الفاظ بعینہٖ وہ نہیں ہوتے مگر مفہوم کی بھرپور ترجمانی ہوتی ہے، اور روضہ نگاری میں نہ لفظی ترجمہ کارآمد ہوتا ہے اور نہ با محاورہ، بلکہ روضہ خوانی میں ترجمانی والا ترجمہ کرنا چاہیے، اس لئے میں روضہ نگاری میں مفہوم کی ترجمانی کو اہم سمجھتا ہوں نہ کہ لفظی پابندیوں کو

اس لئے میں عرض کرر ہا تھا کہ شہید ہونا ذلت کی زندگی سے ہزار درجے بہتر ہے اور جہنم میں ذلت کے ساتھ داخل ہونے سے ذلت کی زندگی ہزار درجے بہتر ہے اس وقت شمر ملعون نے اپنے لشکر کا ایک بہت بڑا حصہ جنگ میں جھونک دیا

☆وكانت الرجال لتشد عليه فيشد عليها بسيفه

اس وقت تیس ہزار کے لشکر نے مل کر حملہ کیا، مظہر شجاعت الٰہیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان ملاعین کی آتی ہوئی فوج کے سمندر میں اپنے مرتجز کو داخل فرمایا

تاریخ بتاتی ہے کہ جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام مصروف جنگ تھے عین اس وقت جناب سجّاد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھ کھلی، ان کا خیمہ اطہر میدان کے بالکل سامنے تھا، انہوں نے فوراً اپنے لخت جگر امام محمد باقر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قریب بلایا اور فرمایا کہ بیٹا! ذرا ہمارے خیمے کا ایک کنارہ تو ہٹاؤ اور سامنے والی قنات کا پردہ بھی ہٹا دو کیونکہ ہم پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جنگ دیکھنا چاہتے ہیں

جس وقت پردہ ہٹایا گیا تو انہوں نے پاک بابا کو تیس ہزار ملاعین کے درمیان جنگ کرتا ہوا دیکھا، اس جنگ کے چند مناظر جناب سجّاد علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اصحاب کو سنایا کرتے تھے کہ جس وقت عاشور کی رات ہوئی تو ہمارے پاک بابا نے خاندان پاک کے سبھی افراد کو اپنے خیمہ میں طلب کیا اور فرمایا کہ

☆انی غداً اقتل وتقتلون کلکم معی ولا یبقیٰ منکم واحد فقالو الحمد لله الذی اکرمنا بنصرك

کل ہم بھی شہید ہو جائیں گے، اور تم سبھی ہمارے ساتھ شہید ہو جاؤ گے اور کوئی ایک بھی باقی نہیں رہے گا جو فوز عظیم کو نہ پا سکے گا، سبھی جاں نثاروں کی زبان سے

نکلا تھا کہ حمد ہے اس محبوب ازل کا کہ جس نے ہمیں آپ کی نصرت کا اعزاز بخشا
☆فقلت الحمد لله اس وقت ہم نے بھی الحمد پڑھا تھا اور شکر کیا تھا کہ ہم بھی بابا
پاک کے ساتھ درجہءِ شہادت پر فائز ہوں گے، اس کے بعد ہمارے بابا پاک
نے ایک ایک فرد کی شہادت کی خبر دی
☆واخبر بقتل القاؔسم علیه الصلوٰة والسلام و ولده عبدالله الرضیع علیه الصلوٰة والسلام
حتیٰ کہ انہوں نے جناب قاؔسم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر شہزادہ علیؔ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام تک
تمام کی خبر شہادت دی تھی، ہم بھی اس امید میں تھے کہ ہمیں بھی درجہ شہادت
نصیب ہوگا، جس وقت روزِ عاشور ہمارے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوسری مرتبہ
جنگ کی اور تیس ہزار کے لشکر پر حملہ کیا تو ہم نے ایک عجیب بات دیکھی، ہم نے
بہت سے ایسے ملاعین کو دیکھا کہ جو ہمارے بابا پاک کی تلوار کی زد میں آئے، مگر
انہوں نے تلوار روک لی اور تھپڑ مار کر انہیں ایک طرف کیا اور دوسرے ملعون کو
قتل کیا...... ☆ورایت کافراً ضرب فی حاصرة ابی برمحہٖ فلم یقتله
ہم نے دیکھا کہ ایک کافر ملعون نے ہمارے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نیزے کا تحفہ پیش
کیا اور وہ ملعون ہمارے بابا پاک کی تلوار کی زد میں تھا مگر انہوں نے اس ملعون کو
فی النار نہیں کیا، پہلے تو اس کی وجہ ہماری سمجھ نہیں آئی، جس وقت ہم نے علم امامت
کے ساتھ دیکھا...... ☆عرفت ان ذالك الكافر كان فی صلبهٖ من یحبنا اهل البیت
ہمیں اس ملعون کی پشت میں اپنا ایک محبّ نظر آیا
پھر ایک اور ملعون کو دیکھا کہ جو تلوار کی زد میں آیا مگر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
اسے چھوڑ دیا، ہم نے پھر علم امامت کے ساتھ نگاہ فرمائی تو

☆فعرفت من نطفتهٖ من هو من اهل الایمان فترکته عن القتل لا ستخلاص تلك الذریة وزریات من لم یخرج منه نطفته الصالحة فقتلته

ہمیں علم ہوگیا کہ اس ملعون کی نسل میں ایک مومن موجود تھا جس کی وجہ سے اس ملعون کو قتل سے بچایا گیا اور اسے ہمارے اس محبّ کی وجہ سے خلاصی مل گئی

ہم نے اس جنگ میں یہ دیکھا کہ جن ملاعین کی نسل میں ہمارا کوئی محبّ نہیں تھا ان کی گردنیں اڑاتے گئے، صاحبانِ مقتل کا یہ بیان ہے کہ سرکارؐ نے اس جنگ میں اتنے افراد قتل نہیں فرمائے کہ جتنے اس وجہ سے چھوڑ دیئے کہ ان کی نسل میں کوئی نہ کوئی مومن موجود تھا

یہاں ایک بات عرض کرتا چلوں کہ آج کئی لوگ ہیں جو آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کے فضائل سے انکار کیلئے کلام اِلٰہی کو بطور ہتھیار پیش کرتے ہیں اور اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ خاندان پاک کو ارحام و اصلاب کا علم نہیں یعنی شکم مادر میں بیٹی یا بیٹے کا علم نہیں رکھتے اور آیت یہ پڑھتے ہیں

☆ولا یعلم مافی الارحام یعنی اللہ کے سوا کسی کو شکم مادر کا علم نہیں ہے

وہ آیت کے مفہوم کو غلط طریقے سے پیش کرتے ہیں، کیونکہ اس کا مفہوم بیٹی یا بیٹے والا نہیں ہوسکتا کیونکہ اس دور میں (Screening) کے ساتھ اور سائنسی آلات سے قیام نطفہ سے بارہ گھنٹے بعد معلوم کیا جا سکتا ہے کہ شکم میں بیٹی ہے یا بیٹا

کئی لوگ اس کا مقصد یہ بیان کرتے ہیں کہ شکم مادر میں شقی ہے یا سعید، مومن ہے یا کافر، شکم مادر میں جنتی ہے یا جہنمی اس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں، اور وہ کہتے ہیں کہ اس کا علم نعوذ باللہ پاک خاندان علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کسی فرد کو بھی نہیں ہے

یہاں میں ان دونوں فریقوں سے گزارش کروں گا کہ پاک خاندان علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دشمنی مول نہ لیں اور اپنے نظریات پر نظر ثانی کریں اور ان روایات سے سمجھ جائیں کہ یہ دعویٰ عمومی ہے، اور پاک خاندان علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سبھی افراد ان سب چیزوں سے ازل سے واقف ہوتے ہیں، اس لئے اس موضوع پر زیادہ بحث نہیں کرنا چاہتا، میرے فضائلیہ خطابات میں ان پر مکمل بحث موجود ہے، اہل علم و عقل یہاں سے استفادہ کر سکتے ہیں، بشرطیکہ نیت درست ہو، یہاں صرف اشارہ کرنا مقصود تھا اور اب میں واپس اپنے مقصد پر آتا ہوں

میں عرض کر رہا تھا کہ جس وقت ملعون ازل نے اپنے لشکر کا ایک بہت بڑا حصہ اس جنگ میں جھونک دیا تو ☆

والتَفت الحُسینُ عَن یَمینَہٖ فَلَم یَرَ اَحداً مِنَ الرِّجال وَالتَفَتَ عَن یَسارِہ فَلَم یَرَاَحداً

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دائیں طرف نگاہ فرمائی، اپنا کوئی ناصر نظر نہیں آیا، پھر بائیں جانب مڑ کر دیکھا مگر کسی طرف سے کوئی ناصر دکھائی نہیں دیا تو امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک سرد آہ بھری، عین اس وقت جناب سجاّد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا کہ پاک بابا شامی اور کوفی ظالمین کی تلواروں اور نیزوں کے درمیان گھرے ہوئے ہیں، یہ دیکھ کر غیرت اِلٰہیہ کو جوش آیا، اگرچہ کمزور اور نحیف تھے مگر پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حالت دیکھ کر برداشت نہیں کر سکے، فوراً بستر علالت سے اٹھے

جوش کے ساتھ خیمہ کے پردے کو ہاتھ ڈالا، پردہ پھٹ کر زمین پر گرا، انہوں نے جلدی سے خیمہ میں آویزاں اپنی تلوار اٹھا کر فوراً تلوار بے نیام فرمائی اور غیرت کے جوش میں لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے خیمے سے باہر آئے، مگر کیفیت یہ تھی کہ

اپنی تلوار کے سہارے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے چل رہے تھے، اگرچہ چل نہیں سکتے تھے مگر پھر بھی آخری قنات کی طرف روانہ تھے

☆فَخَرَجَ عَلِیُّ بنُ الحُسَینِؑ زَینُ العَابِدینَ علیہ الصلوٰۃ والسلام وَکانَ مَریضاً لاَ یَقدِرُ اَن یَنقُلَ سَیفَه وعمته صلوٰۃ اللہ علیہا ینادی من خلفه یا بنی ارجع یا بنی ارجع

اس وقت امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام شدید علیل تھے اور مظاہرہ جنگ کرنے کے بظاہر قابل بھی نہیں تھے مگر وہ خیام سے باہر تشریف لے آئے اور آخری قنات کی طرف روانہ ہوئے، ان کے پیچھے جناب شریکتہ الحسینؑ معظّمہ عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا دونوں ہاتھ بڑھا کر آواز دیتی آرہی تھیں کہ میرا لعل واپس آجاؤ، دکھی پھوپھیوں کا سہارا واپس آجاؤ

☆فَقَالَ یا عَمَّتاه ذَرینی اُقاتِلُ بَینَ یَدیَ اِبنِؑ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

اس وقت جناب سجّادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب دیا کہ پھوپھی اماں ہمیں جانے دو ہم بابا پاک کی حفاظت کیلئے جنگ کرنا چاہتے ہیں، آپ ذرا دیکھیں تو سہی کہ میرا مظلوم بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام کس طرح نیزوں میں گھرے ہوئے ہیں؟

جس وقت جناب سجّادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قدم خیمہ سے باہر آیا تو عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے ارادہ کیا کہ تطہیر کا پردہ پہن کر لعل کو روک لوں، جونہی انہوں نے ارادہ فرمایا تو زمین کو زلزلہ آیا، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوران جنگ خیام کی طرف نگاہ کی دیکھا تو غیرت اِلٰہیہ عالم جلال میں میدان کی طرف چلتے آرہے ہیں، مگر بیماری کی وجہ سے قدم لڑکھڑا رہے ہیں امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میدان سے آواز دی

☆فَقَالَ اَلحُسَینُؑ یا اختیِ خُذِیه لِئَلاَّ تَبقیَ الاَرضُ خَالِیَةً مِن نَسلِ آلِ مُحَمَّد صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم

اے میری پاک بہن میرے لعل کو روک لو، یہ نہ ہو کہ میری اولاد سے یہ دنیا خالی ہو جائے اور یہ دنیا برباد ہو جائے، یہ فرما کر فوراً اس تیس ہزار کے لشکر پر ایسا حملہ کیا کہ ☆ فتنكشف عنه الكشاف المعرىٰ فتكاملوا ثلاثين الفاً فيهزمون

اس حملہ سے تیس ہزار کا لشکر ایسے بدحواس ہو کر دوڑا کہ میدان میں خود تنہا کھڑے تھے کشاف المعرىٰ کا مطلب یہ ہے کہ پورا میدان خالی ہو گیا

اس وقت شجاعت الٰہیہ نے خیام کی طرف نگاہ فرمائی، جناب سجادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام خیام سے باہر آ چکے تھے، فانقض كالصقر امام علیہ الصلوٰۃ والسلام بیمار بیٹے کے سر پر اس طرح آئے جیسے شہباز اپنے بچوں کی حفاظت کیلئے جھپٹتا ہے، فوراً آ کر دستار کے پاک وارث کو سینہ سے لگایا، رو کر فرمایا کہ بیٹا! آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ آپ تو صبر الٰہی کے مظہر اور مالک ہیں، آپ نے تو صبر کرنا تھا

جناب سجادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رو کر عرض کیا کہ ☆ يا ابته ان فداك قد قطع نياط قلبى بابا جان آپ پر میری لاکھ جان قربان، آپ کی یہ حالت دیکھ کر میرا دل پھٹا جا رہا تھا، میں بھی چاہتا ہوں کہ آپ کی نعلین پر اپنی جان قربان کروں، بابا میں آپ کی یہ حالت دیکھ نہیں سکتا، اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

☆ انت الحجة الله و الامام علىٰ شيعتى و انت ابوا لآئمه وكافل الايتام و المتكفل لله وامل وانت الراد لحريم الى المدينه وحاشا لله ان تبقى الارض بلا حجة من نسلى يا علیؑ انت الخليفة الله من بعدى والوالى على شيعتى

میرا لعل آپ تو اللہ کی دلیل کامل اور امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، ہمارے بعد آنے

والے سارے آئمہ ہدیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بابا ہیں، آپ تو کل یتیموں کی کفالت کرنے والے ہیں، اور بیوگان کا واحد سہارا ہیں، ان لٹی ہوئی پردہ داروں کو آپ ہی نے واپس وطن لے جانا ہے، میرا لعل حجت خدا کے بعد زمین کس طرح باقی رہ سکتی ہے؟ اور حجت اللہ ہماری اولاد میں سے ہی کوئی ہوگا، آپ خلیفۃ اللہ فی العالمین ہیں، آپ تو ہمارے بعد شیعوں کے مالک و وارث ہیں، آپ نے اپنے قربان ہونے کے بارے میں کیوں سوچ لیا ہے؟

اس وقت جناب سجادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جھولی میں سر رکھ کر دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دیا، سرکارؑ نے انہیں تسلی دی، تلقین صبر فرمائی اور امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وارثِ آل عبا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وصیتیں فرمائیں، اور کوفہ و شام کے سفر کا دستور العمل عطا کیا اور فرمایا کہ بیٹا میں آپ کو تاکید کرتا ہوں کہ راستہ میں، بازاروں میں، درباروں میں، کوفہ و شام کے زندانوں میں ہر مستور کا خیال رکھنا، ہر معصوم کا خیال رکھنا، اور کبھی بھی صبر و استقلال خداوندی سے دست کش نہ ہونا، میں یہ سمجھتا ہوں کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں اپنی بیوہ بیٹی صلوٰۃ اللہ علیہا شہزادہ امیر قاسم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک دلہن کے متعلق ضرور تاکید فرمائی ہوگی کہ آپ کی یہ بہن زیادہ دکھی ہے، اس کا خاص خیال رکھنا اور اگر ہو سکے تو اس کے پاک جہیز کو ظالمین کے دست ظلم سے بچا لینا

شرفاء کا یہ دستور ہوتا ہے کہ اگر چہ انہیں اپنی اولاد سے اپنے گھر کی روایات اور آداب کو توڑنے کی کوئی توقع نہیں ہوتی، مگر اس کے باوجود انہیں اپنی روایات اور اصولوں کو قائم رکھنے کی تاکید ضرور کرتے ہیں

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی دستار کے پاک وارث جناب سجادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا کہ بیٹا! آپ بھی جانتے ہیں کہ ہماری شہادت کے بعد آپ سب نے کوفہ اور شام تک کا سفر کرنا ہے اور اپنے مقصد اعلیٰ کی تکمیل کی خاطر تمام آلام ومصائب کو صبر و تحمل سے برداشت کرنا ہے، اس وقت ہم آپ کو یہ تاکید کرنا چاہتے ہیں کہ اس سفر میں اپنی ماؤں اور پھوپھیوں کے قدموں پر نگاہ رکھنا یعنی ان کی اطاعت کرنا، کوشش کرنا کہ آپ کی دردرسیدہ پھوپھیوں کو بھائیوں کی کمی محسوس نہ ہونے پائے، اپنے پاک چچا عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح پردہ داروں کے محملوں کو آرام سے لے جانا تاکہ انہیں کوئی تکلیف نہ ہو، ظلم کے ماحول میں ان کے پردہ کا خیال رکھنا

سارے مومنین مل کر دعا کریں کہ جناب سجادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خون رونا بند ہو، اپنے پاک گھر کو آباد دیکھ کر ان کے دل سے شام کے صدمات کا دکھ محو ہو جائے، یہ تو ہر عزادار کا فرض ہے کہ وہ لمحہ لمحہ یہی دعا کرتا ہی رہے کہ تمام آلِ محمدؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام از سرِ نو آباد ہو، ان کا پاک منتقم عجل اللہ فرجہٗ الشریف بہت جلد تشریف لائیں، ہر مظلوم کا انتقام ہو اور شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سہرہ بندی ہو، اور ان کی خوشیوں میں جناب سجادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قلب ٹھنڈا ہو
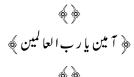
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمْ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَصَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلٰی آلِہِ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 24

روزِ عاشور ہے، جناب سید الساجدین والصابرین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خیمہ اطہر ہے سارے پاک پردہ داران توحید ورسالت صلوٰۃ اللہ علیہن ان کے خیمے کے باہر جمع ہیں اور خیمہ اطہر کے اندر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی دستار کے پاک وارث سے آخری وداع کرنے اور انہیں دلاسہ دینے میں مصروف ہیں

اس کے بعد خداوند مظلومیت وشجاعت علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے بیمار بیٹے کو خیمہ میں سلا کر باہر تشریف لائے، اس وقت شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شہزادہ امیر قاسم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک دلہن یعنی اپنی بڑی بیٹی صلوٰۃ اللہ علیہا کو اپنے پاس بلایا، وہ معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا سر جھکا کر پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب آئیں

☆فدفع الیها کتاباً ملفوفاً وامرها یستمه الی اخیها

اس وقت شہنشاہ معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی جیب سے ایک صحیفہ برآمد فرمایا اور اپنی پاک دختر کے سپرد کیا، اور وصیت فرمائی کہ ہمارے بعد یہ صحیفہ اپنے پاک بھائی کے سپرد کرنا، اس میں وہ دستور العمل تھا کہ جو ہر امام کے بعد والے امام تک منتقل ہوتا تھا اس صحیفہ میں ہر امام کو ایک دستور العمل ملتا تھا، جس میں یہ لکھا ہوتا تھا کہ تمہارا محبوب حقیقی تم سے کیا چاہتا ہے؟ اور آپ نے اپنی پوری حیات طیبہ میں کیا کیا اور

کیسے کرنا ہے، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت کے بعد جناب سجّاد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس وقت اس صحیفہ کو کھولا تھا تو سب سے پہلے یہ تحریر تھی کہ میرا لعل آپ نے رضائے اِلٰہی کو ملحوظ رکھتے ہوئے خاموشی سے شام جانا ہے، تمہارا محبوبِ حقیقی غیرت اللہ کے صبر کی انتہا دیکھنا چاہتا ہے، یہ عبارت پڑھ کر جناب سجّاد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سرد آہ بھر کر فرمایا تھا کہ☆ رضآء بقضائك وتسليماً لامرك

اس لئے صاحبانِ مقتل یہی لکھتے ہیں کہ کربلا سے لے کر شام تک چند اہم مقامات کے علاوہ جنابِ سجّاد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بالکل کسی سے کلام نہیں فرمایا بلکہ ان کے دست مبارک میں ایک تسبیح تھی جو ہمیشہ گردش میں رہتی تھی

اب میں اپنے مدعا کی طرف آتا ہوں کہ جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ صحیفہ اپنی پاک دختر صلوٰۃ اللہ علیہا کے سپرد کر کے روانہ ہونے لگے تو اس وقت دوبارہ پاک مستورات توحید و رسالت صلوٰۃ اللہ علیھن کو صبر کی تلقین فرمائی اور فرمایا کہ جناب سجّاد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاص خیال رکھنا، اس کے بعد ذوالجناح پر سوار ہو کر میدانِ وِغا میں تریف لائے، اس وقت شمر ملعون نے ابن سعد ملعون کو مشورہ دیا کہ اب کسی کو بھی اکیلا جنگ کیلئے نہ بھیجنا، اور فوج کو اس انداز میں ترتیب دے کہ سرکار نہر علقمہ کی طرف نہ جاسکیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ان کے رخ انور پر پیاس کے آثار دیکھ رہا ہوں، اگر انہیں پانی میسر آ گیا اور انہوں نے پانی نوش فرما لیا تو پھر پورا عرب تو کیا پوری کائنات ان کی تلوار سے ریزہ ریزہ ہو جائے گی

اس وقت ابن سعد ملعون نے اپنے منادی کو حکم دیا کہ فوج کو اطلاع دے کہ نہر علقمہ والی سائیڈ کو پوری طرح سے مضبوط کرلیں تاکہ شہنشاہ مظلومیت علیہ الصلوٰۃ والسلام

پانی سے سیراب نہ ہو سکیں، اس منادی کی ندا شہنشاہ پاک صلوٰۃ اللہ علیہا نے بھی سنی اور فرمایا کہ یہ تمہاری بھول ہے، ہم جس طرف جانا چاہیں ہمیں کائنات کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی، اس وقت شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تلوار کو بلند فرمایا
☆وهم يبزون له فارساً بعد فارس فلم يزل يقتل كل من دنى منه حتى قتل منهم مقتلة عظيمة
امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب گھوڑے جوق در جوق دوڑنے لگے، لیکن ان میں سے جو گھوڑا سوار بھی مرتجز کے قریب آیا، وہ زندہ واپس نہیں گیا، اس انداز سے شجاعت الٰہی کے مظہر نے نہر علقمہ کا رخ کیا اور علقمہ کے کنارے پر آ کھڑے ہوئے، جب نہر علقمہ کے قریب پہنچے تو اس موقعہ پر کئی واقعات پیش آئے
اس وقت اعور اسلمی ملعون اور عمر ابن حجاج زبیدی ملعون جو جناب ہانی کا سر تھا یہ چار چار ہزار کے گھوڑے سوار دستے کے ساتھ نہر علقمہ کے کنارے پر پہرہ دے رہے تھے اور ہر ملعون کے ماتحت گیارہ گیارہ ہزار پیدل فوج تھی، یعنی کل 8 ہزار گھوڑے سوار اور 22 ہزار پیدل فوج تھی، تیس ہزار موٴکلانِ شریعہ یعنی نہر کے محافظ تھے

فوجِ شام کی تعداد

یہاں ایک وضاحت کرنا بڑا ضروری سمجھتا ہوں کہ کتب مقاتل و تاریخ میں یہ بڑا اختلافی مسئلہ ہے کہ کربلا میں ظالمین کی فوج کی کل تعداد کیا تھی
سب سے کم تعداد لکھنے والوں نے فوج کی کل تعداد 12000 بارہ ہزار لکھی ہے اور سب سے زیادہ تعداد لکھنے والوں نے فوج کی تعداد کروڑوں میں لکھی ہے

میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ سترہ 17 ہجری میں جب کوفہ کو فوجی چھاؤنی بنایا گیا تھا تو اس وقت اس میں باضابطہ طور پر تربیت یافتہ فوج کی تعداد ایک لاکھ تھی جنہیں مکانات دیئے گئے تھے، اگر ہم اس زمانے میں ایک لاکھ فوجی بھی سمجھ لیں تو 61 ہجری یعنی 54 سال کے بعد کوفہ کی آبادی میں دونسلوں کا اضافہ لازم ہے اور دونسلوں کا اضافہ اگرچہ غیر مربوط ہوتا ہے مگر پھر بھی 10 دس گنا سے کم نہیں ہوتا جس طرح آج سے 50 سال پہلے پاکستان کی آبادی ڈیڑھ کروڑ تھی اور اب تقریباً پندرہ کروڑ ہے، یعنی اضافہ کا تناسب ہر دونسلوں کے بعد تقریباً دس گنا ہوتا ہے اس لئے کوفہ میں تربیت یافتہ فوج کی تعداد کم از کم دس لاکھ سمجھنا ضروری ہے اور یہ بھی ہے کہ اس وقت شام کے کئی صوبوں سے بھی فوجیں آئی تھیں جیسے خالد بن نشیط اور دیگر کئی ملاعین مختلف صوبوں سے فوجیں لے کر آئے تھے، اس لئے فوج کی حتمی تعداد تو بتانا مشکل ہے لیکن یقیناً لاکھوں میں تھی، ہزاروں میں نہیں اس کی ایک وجہ عرض کرتا چلوں کہ سات محرم کے دن ابن زیاد ملعون نے کوفہ میں منادی کروائی تھی کہ جو صاحب عمامہ (جو بالغ شہری کی علامت تھا) ہمیں کوفہ کی گلیوں میں چلتا ہوا نظر آیا تو اس کا گھر اور اس کی عزت و ناموس ہم پر مباح ہوگی اور ہمارا حکم یہ ہے کہ سارے اہل کوفہ کربلا جائیں

9 محرم کے دن ایک آدمی کوفہ میں نظر آیا، اسے ابن زیاد ملعون کے سپاہی پکڑ کر دربار میں لے آئے کہ یہ بالغ صاحب عمامہ ابھی تک کوفہ میں موجود ہے، ملعونِ کوفہ نے اس سے پوچھا کہ کیا تو نے میرا اعلان نہیں سنا تھا؟ اس نے کہا کہ میں آج شام سے یہاں کوفہ میں اپنے ایک رشتہ دار سے ملنے آیا ہوں، مگر وہ گھر موجود

نہیں ہے، کیونکہ میں ایک مسافر ہوں اس لئے مجھے تمہارے حکم کا علم ہی نہیں ہے
اس وقت ملعونِ کوفہ نے یہ حکم دیا کہ واقعی یہ ہے تو مسافر، لیکن پھر بھی اس کو قتل کر
دو تا کہ کوئی اور شخص مسافر ہونے کا عذر پیش کر کے جان نہ بچا سکے اور اس مسافر کو
قتل کر دیا گیا تھا

اس وقت کوفہ شہر 12×36 میل میں پھیلا ہوا تھا اور اس کا کوئی فرد بھی ایسا نہیں تھا
کہ جو کربلا نہ پہنچا ہو، اس واسطے اس اعلان کے بعد کربلا میں جمع ہونے والوں کی
حتمی تعداد کا تعین کرنا ناممکن ہے، اتنے بڑے شہر کی آبادی کے افراد اور اس
مرکز کے ماتحت صوبوں کی فوج کے کربلا میں پہنچنے کے بعد جو تعداد ہوسکتی ہے وہ
لاکھوں میں ہی ہوسکتی ہے ہزاروں میں نہیں، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یزید
ملعون نے شام سے بھی بھاری تعداد میں فوج کربلا بھیجی تھی، عام طور پر جو نو 9
لاکھ فوج کی موجودگی بیان کی جاتی ہے تو یہ بعید از عقل نہیں ہے، مگر پھر بھی یہ عرض
کروں گا کہ حقیقی تعداد کا علم تو فقط مالک ذات ہی کو ہے، ہمارے تو صرف
اندازے ہیں اور اندازہ کتنا ہی درست کیوں نہ ہو سو فی صد درست نہیں ہوسکتا

میں عرض کر رہا تھا کہ جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نے نہر علقمہ کی جانب رخ کیا
تو اس وقت تیس ہزار فوج نہر کے کنارے پر متعین تھی، ان میں کافی ملاعین کردگار
وفا علیہ الصلوۃ والسلام نے فی النار کئے تھے مگر ان کی جگہ اور فوجی متعین کر کے اس تعداد کو
پورا کر لیا گیا تھا اور یہ تعداد سات محرم سے مقرر تھی

امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نے جس وقت ظالمین کی منادی سنی کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوۃ والسلام کو
دریا پر نہ جانے دیا جائے تو اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کو جلال آیا اور انہوں

نے اپنے رہوار کی باگ دریا کی جانب موڑی دی، اس موقعہ پر ایک شخص جارودی موجود تھا وہ روایت کرتا ہے کہ☆

عَن جَارُودِیّ اَنَّ الحُسَینِ حَمَلَ عَلَیٰ الاَعوَرِ السَّلمِیّ وَعَمرِ وبنِ الحَجَّاجِ الذُّبَیدِیّ

خداوند شجاعت علیہ الصلوٰۃ والسلام اعور اسلمی ملعون اور عمر ابن حجاج زبیدی ملعون کے تیس ہزار کے لشکر پر حملہ آور ہوئے اور اس شان سے حملہ کیا کہ ظالمین کا لشکر بدحواس ہو کر دوڑ گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے دریا کا کنارہ خالی ہو گیا

یہاں ایک اور واقعہ ہوا کہ جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام علقمہ کے کنارے پہنچے اور یہاں گھوڑے کی باگ روکی تو سامنے ایک کلبی جوان کھڑا تھا، اس نے اپنی کمان کاندھے سے اتاری، پیٹھ پیچھے جو ترکش تھا اس میں سے تیر کھینچا

اس زمانہ میں ترکش عموماً چمڑے کا ڈول ہوتا تھا جس میں تیروں کا سٹاک رکھا جاتا تھا اور اس کے ساتھ چمڑے کی ایک پیٹی لگی ہوئی ہوتی تھی کہ جو گردن کی دائیں جانب گزر کر کمر کی بائیں طرف ڈول سے جڑی ہوئی ہوتی تھی، اس ڈول کا منہ گردن کی دائیں جانب شانہ سے اوپر نکلا ہوا ہوتا تھا، اور اس میں تیر بھرے ہوتے تھے، تیر انداز اپنے دائیں ہاتھ سے تیر کھینچ کر کمان کی زہ میں ڈالتے تھے

اس کلبی ملعون نے بہ آواز بلند کہا کہ اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے تجھے پیاسا شہید کرنا ہے، پانی کی طرف آنے کا خیال ہی چھوڑ دو، اس وقت شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اے ملعونِ ازل پیاس سے تو نے فی النار رہونا ہے

اس ملعون نے تیر چھوڑا، عین اس وقت اس پر پیاس کا غلبہ ہوا، اس نے (سقہ) ماشکی سے پانی طلب کیا، ماشکی نے پانی دیا مگر اس کی پیاس نہیں بجھی، یہ ملعون

العطش العطش کرتا ہوا علقمہ میں داخل ہوا، اور یہ پانی پیتا رہا مگر پیاس نہیں بجھی حتیٰ کہ اس ملعون نے اتنا پانی پیا کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا اور یہ العطش العطش کرتا ہوا جہنم پہنچ گیا

میں عرض کر رہا تھا کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہر علقمہ کا کنارہ فوج سے خالی کرا لیا اور ☆وَاقحمَ الفَرَسَ عَلَی العلقمه اس کے بعد رہوار کو نہر علقمہ میں داخل کیا اور فرمایا کہ میرے تین دن کے پیاسے ساتھی تم تو پانی پی لو، مگر کوئی تاریخ نہیں بتاتی کہ آپ کے رہوار نے پانی پیا ہو، پانی سے رُخ پھیر کر عرض کیا کہ

☆اَنتَ عَطشَانُ وَاَنَا عَطشَانُ وَاللّٰهِ لا ذُقتُ المَاءَ حَتّٰی تَشرَبَ

آقا اگرچہ میں پیاسا ہوں مگر آپ بھی تو پیاسے ہیں، اس لئے میں اس وقت تک پانی نہیں پیوں گا کہ جب تک آپ خود پانی پینا پسند نہیں فرمائیں گے، شہنشاہ معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہمارے تو پردہ دار پیاسے ہیں، جب تک وہ پیاسے ہیں تو ہم کیسے پانی پی سکتے ہیں، لیکن تو تو پانی پی لے

☆فَلَمَّا سِمَعَ الفَرَسُ کَلَامُ الحُسَینِ شَالَ رَاسَهُ وَلَم یَشربَ کَاَنَّه فَهَّم الکَلَام

جس وقت ذوالجناح پاک نے یہ کلام سنا تو فوراً پانی سے منہ پھیر لیا

اس کے بعد امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ظالمین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا تم نے ہمیں مجبور سمجھا ہے؟ اگر ہم پانی پینا چاہیں تو اب ہمیں کون روک سکتا ہے؟

☆فَمَدَّ الحُسَینِ عَلَیهِ السَّلَامُ یَدَهُ فَغَرَفَ مِنَ المَاءِ

اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امت ملعون کو دکھانے کیلئے پانی کا ایک چلّو بھرا اور اسے چہرے کے برابر لائے مگر پھر واپس نہر میں ڈال دیا

اس وقت ایک گھوڑے سوار نے امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کے قریب آ کر کہا کہ

☆فَقَالَ فارِسُ یَا اَبَا عَبدِاللّٰه تَتَلَذَّذُ بِشُربِ الْمَاءِ وَقَدْ هُتِكَت حَرَمُكَ

آ قا! آپ پانی پینے میں مصروف ہیں، اور ظالمین آپ کے خیام کے قریب پہنچ چکے ہیں، یہاں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نے خیام کی فکر میں پانی نہیں پیا اور فوراً نہر سے باہر تشریف لے آئے، یہ تو ایک حقیقت ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام فوراً نہر سے باہر آئے مگر یہ نہیں کہ ظالمین کے دھوکے میں آ گئے

حقیقت یہ ہے کہ امام وقت سے کوئی چیز مخفی نہیں ہوتی ہے

اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نہر سے باہر آئے تو اس کی کئی وجوہات تھیں، پہلی وجہ تو یہ تھی کہ ان کی غیرتِ اِلٰہیہ کو یہ بات گوارہ نہیں تھی کہ کوئی ظالم ان کے سامنے خیام کا نام لے، دوسری وجہ یہ تھی کہ امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کی نگاہ جناب عباؑس علیہ الصلوۃ والسلام کی لاش اطہر پر پڑی تو نہر کو چھوڑ دیا، ایک وجہ یہ تھی کہ جد اطہر شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آج آپ روزہ ہمارے پاس افطار فرمائیں گے، امت ملعونہ کو ان کی اوقات بتانا مقصود تھا اس لئے ذوالجناح کو نہر علقمہ میں داخل کیا، اور پانی اس لئے نوش نہیں فرمایا کہ روزہ دار تھے، اور افطاری پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ طے تھی

جو لوگ کربلا کی جنگ میں شریک تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ خداوند شجاعت علیہ الصلوۃ والسلام کی ویسے تو ہر جنگ اپنی مثال آپ تھی، مگر شہنشاہ معظم علیہ الصلوۃ والسلام کی تیسری جنگ تو قیامت خیز جنگ تھی اور کربلا میں شہنشاہ کربلا علیہ الصلوۃ والسلام کے رخ انور پر اتنا جلال کسی جنگ میں بھی نظر نہیں آیا، نہ پہلی جنگوں میں اور نہ ہی بعد والے حملوں میں،

جو جبروتیت اور جلال ان کے رخ انور پر تیسری جنگ کے وقت تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا رہوار دریا میں اتارا، اور یہ وہی مقام تھا کہ جہاں سے جناب عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رہوار کو دریا میں داخل فرمایا تھا، اور اس جگہ سے کچھ فاصلہ پر نہر علقمہ کے کنارے جناب عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاش اطہر آرام پذیر تھی، جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ اپنے بھائی پر پڑی تو گویا ان کی شہادت کا صدمہ تازہ ہو گیا، پھر آپ نے دریا میں رہوار کو روکا نہیں بلکہ باہر آکر عین عالم جلال میں فوج شام وکوفہ پر حملہ کر دیا، سب سے پہلے فوج کا جو دستہ سامنے آیا وہ پندرہ سو گھوڑے سواروں کا تھا، خداوند جبروتیت نے جب ان پر حملہ کیا تو یہ اتنا شدید حملہ تھا کہ آپ کے دست مبارک میں تلوار نہیں، قضا کی برقِ جہندہ محسوس ہوتی تھی کہ جو دشمنوں کے سروں پر لپک رہی تھی، آنِ واحد میں پانچ سو ملاعین کی لاشیں زمین پر تڑپتی نظر آئیں

یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ اس سے پہلے جتنے ظالمین کو آپ نے قتل کیا تھا ان کے گھوڑوں کو زخمی نہیں کیا گیا، مگر اس موقعہ پر

☆فقتل منهم فی حملته خمس ماته فرس ورجلاً

یعنی 500 گھوڑوں سمیت ان کے سواروں کو فی النار کیا، اس کے بعد اپنے مرتجز کو جولان دیا اور پورے لشکر پر حملہ کر دیا، اس جنگ کے بارے میں یہ مشہور رہے کہ کوفہ اور شام کے بڑے بڑے جنگجو جب تذکرۂ شجاعت کرتے تھے تو قسم کھا کر بتاتے تھے کہ ☆فوالله مارایت مکثوراً قط قتل ولدہٖ و اهل بیتہٖ واصحابہٖ

ہمیں پروردگار عالم کی قسم ہے کہ اتنی جرأت وشجاعت کا مظاہرہ کسی آنکھ نے نہیں

دیکھا، جس کے جوان بیٹے شہید ہو چکے ہوں، جس کے بھائی اور بھتیجے شہید ہو چکے ہوں، جس کے اصحاب کی لاشیں اس کے سامنے پڑی ہوں، اس کا اس بے جگری سے جنگ کرنا کوئی عقل تصور ہی نہیں کرسکتی، لاکھوں کے ہجوم میں تن تنہا ایسی جنگ کا مظاہرہ فرمایا کہ قوت بشریہ کے واسطے امر محال تھا، یہ شجاعت الٰہی کا مظاہرہ تھا جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سامنے والے لشکر پر حملہ کیا تو کیفیت کیا تھی؟

☆وَلَقد کانَ یَحمِلُ فِسئَتَهُم وَقَد تَکلَوُا ثَلاثینَ اَلفاً فَینهزِمُونَ بینَ یَدیهِ کاَنَهُمُ الجَرادُ المُنتَشِر() ثُمَّ یَرجِعُ اِلیٰ مَرکَزِه وَهُوَ یَقُولُ لا حَولَ وَلا قُوّةَ اِلّا بِاللّٰهِ العَلِیّ العَظِیم

تیس ہزار کا لشکر اس طرح پسپا ہوکر دوڑا کہ جیسے مکڑی (ٹڈی دل) کا جھنڈ کسی خوف سے گھبرا کر اڑتا ہے، جس وقت شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے مرکزی مقام پر واپس تشریف لائے تو فرمایا کہ یہ ساری طاقت وقوت وقدرت سوائے قوت الٰہیہ کے دوسری تھی ہی نہیں، پھر فرمایا کہ

☆این العباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام واین علیؑ اکبرؑ واین القاسمؑ این الاسود الضاریات ولیوث الغابات من فتیان بنی ھاشم علیھم الصلوٰۃ والسلام

میرے عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کدھر گئے ہو؟ میرا نوخیز جوان بیٹا علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام، میرے قاسمؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کہاں ہو؟ میرے جنگجو ببر شیرو! آؤ دیکھو کہ مظلوم ضعیفی میں کس طرح لڑ رہا ہے؟ اس حملہ میں قتل اور داخل جہنم ہونے والے ملاعین کی تعداد 10 ہزار تک بیان کی گئی ہے، اس مقام پر علامہ دربندی کا تبصرہ قابل ذکر ہے، وہ اس جنگ کی کیفیت لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

☆ان هذا ليس فى وسع القوة البشريه والشجاعة الا نسانية الا با لقوة الِالٰهية لا هوتية
بے شک ایسا مظاہرہ قوت وشجاعت انسانی کیلئے ناممکنات میں سے ہے اور یہ مظاہرہءِ شجاعت وقوت دراصل قوت اِلٰہیہ کا مظاہرہ تھا

☆وھی فی شان من شئون صاحب الولاية المطلقه
دراصل یہ وہ تصرف اور قدرت کا مظاہرہ تھا جو ولایت مطلقہ اِلٰہیہ کا ایک شعبہ ہے حقیقت یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کے جامع شجاعت تھے اور شہنشاہ امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام شجاعت و ولایت مطلقہ کے جامع تھے اور یہ دونوں شجاعتیں سرکار امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام میں جمع ہوگئیں اس لئے اللہ کی جملہ شجاعت وقوت کا خزانہ کلی کا نام ہے...... خداوند شجاعت علیہ الصلوٰۃ والسلام

﴿تعداد مقتولین﴾

یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ اس امر میں بھی کافی اختلاف ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ظالمین شام وکوفہ میں سے کتنے ملاعین کو واصل جہنم کیا ؟

جو تعداد عمومی لکھی گئی ہے وہ تقریباً دو ہزار سے شروع ہوتی ہے، کچھ لوگوں نے پندرہ ہزار، کچھ نے بیس ہزار اور کچھ لوگوں نے 50 ہزار بھی لکھی ہے، اور سب سے زیادہ خازن ابن عصفور نے یہ تعداد 15 لاکھ لکھی ہے، اور خاص بات یہ ہے کہ اس مظاہرۂ جنگ میں شہنشاہ معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم اطہر پر کوئی زخم بھی نہیں آیا اس مظاہرۂ جنگ کے بعد میدان خالی ہوگیا، اس کے بعد فوجیں دوبارہ جمع ہوئیں اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امت ملعون کو چیلنج کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم

مقام نخیلہ پر ایک علم گاڑ رہے ہیں اور دوسرا علم ہمارے خیام کے سامنے ہوگا لشکر شام میں سے جوان دو علموں کے درمیان سے گزر جائے گا خداوند شجاعت اسے مرد کہے گا، یعنی پورے 16 سولہ مربع میل میں اپنے تصرف اِلٰہیہ کا مظاہرہ فرمایا اور اس چیلنج کے بعد وہ منظر نظر آیا کہ جو امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقام صفین پر دکھایا تھا، یعنی لشکر شام کا ہزار ہزار کا دستہ جب دوڑتا تھا تو ہر دستہ کے عقب میں خداوند شجاعت اِلٰہیہ کا مرتجز محو پرواز نظر آتا تھا اور ہر ملعون کو اپنی پشت پر ذوالفقار کی نوک کی چبھن محسوس ہوتی تھی، اسی دوران شجاعت اِلٰہیہ کا مظاہرہ اس رنگ میں فرمایا کہ کسی وقت مرتجز آسمان سے اترتا نظر آتا تھا اور کسی وقت زمین میں سے برآمد ہوتا ہوا دکھائی دیتا تھا، شش جہات سے مرتجز کی پرواز نظر آتی اور ذوالفقار کی جھنکار سے دشت کربلا عرصہ عِمحشر بنا ہوا تھا

اس جنگ میں شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی شجاعت جبروتیہ کا مظاہرہ فرمایا اور کفار کو یقین دلایا کہ یہ زخم، یہ تیر، یہ تلواریں تمہارے اختیار میں نہیں ہیں بلکہ یہ ہمارے اختیار و تصرف میں ہیں، بعض صاحبانِ مقتل نے اس حد تک لکھا ہے کہ جس وقت لشکر شام کے سامنے شجاعت جبروتیہ کا مظاہرہ فرمایا اور فوجیں خوف زدہ ہوکر دوڑیں تو کوفہ کی فصیل کی دیواروں سے جاٹکرائی تھیں

اس وقت شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے مرکزی مقام پر آگئے اور لشکر کفار کو مخاطب ہوکر فرمایا کہ اب واپس آجاؤ، تمام لشکر میں سے 80 ہزار جوان واپس مڑے آپ نے فرمایا کہ تم نے ہمیں بے اختیار تصور کرلیا ہے، اب تو تمہیں یقین ہوگیا ہے کہ ہم بے بس و بے اختیار نہیں ہیں، خلافت و نیابت اِلٰہیہ کا اتنا با اختیار منصب

ہے کہ اگر ہم چاہیں تو کائنات کے محور بدل دیں، اس وقت شمر ذوالجوشن ملعون نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ تیروں کی بارش کر دو، 80 ہزار کمان کڑکی، اور 80 ہزار تیر بیک وقت میدان سے گزرے تو سارے میدان پر سایہ چھا گیا مگر سارے تیر آ کر مرتجز کے چاروں طرف فضا میں ایک دائرہ بنا کر کھڑے ہو گئے، جس طرح چاند کے گرد ہالہ ہوتا ہے ان تیروں نے آ کر دائرہ بنا لیا اور ہر تیر کی نوک میں سے آواز آئی کہ آقا! اگر اجازت ہو تو واپس ہم اپنے چلانے والوں کو جا کر فی النار کریں، امام صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث ہے کہ☆

اذ قامت الحروب انزل الله النصر حتی ترفرف علیٰ راس الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام

جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام میدان میں تشریف لے آئے تو ''نصراللہ'' یعنی اللہ کی نصرت نے ان کے سر اطہر پر سایہ کیا ہوا تھا، یہاں یہ وضاحت کرنا بھی ضروری ہے کہ ''نصراللہ'' کیا ہے؟

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے اجابت دعا کے دروازے کھلے ہوئے تھے، اگر وہ صرف ایک بددعا کرتے تو ساری کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام برباد ہو سکتی تھی، یہ رائے اپنے مقام پر درست ہے مگر حقیقت یہ بھی ہے کہ امام وقت کیلئے دعا کے دروازے کسی وقت بھی بند نہیں ہوتے

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مقام دعا وہاں سے شروع ہوتا ہے جہاں اپنے اختیار کی حد ختم ہو جاتی ہے مثلاً کسی کے سامنے اگر روٹی موجود ہو اور وہ دعا کرنے بیٹھ جائے کہ میرا اللہ مجھے روٹی کھلا، کیونکہ یہ بات اس کے اپنے دائرۂ اختیار میں ہے اور مضحکہ خیز لگتی ہے، بعینہٖ آئمہ ہدیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کیلئے بھی دعا کا یہی کلیہ اپلائی

(Apply) ہوتا ہے یعنی جب تک ان کے اپنے اختیار وقدرت کا دائرہ ہے یہاں تک ان کیلئے دعا کرنا خلافِ عقل ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس کائنات پر تصرف کرنا خود امام وقت کے دائرۂ اختیار میں ہوتا ہے، اس لئے اس موقعہ پر دعا کرنے والی رائے خلاف عقل وحقیقت ہے

میں نے اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے اسمائے مبارکہ پر جو خطبات دیئے ہیں ان میں سے ایک اسم مبارک ''نصراللہ'' پر بھی مالک کے عطا کردہ شعور کے مطابق روشنی ڈال چکا ہوں اور میں نے یہ ثابت کیا ہے کہ نصراللہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا ایک قرآنی اسم مبارک ہے، اور میں نے یہ عرض کیا تھا کہ اس وقت پاک خاندان علیہم الصلوٰۃ والسلام کے منتقم حقیقی عجل اللہ فرجہ الشریف کے نور اقدس کو امر ہوا تھا کہ جاکر اپنے جد اطہر کی نصرت کرو اور وہ دشمن کی بربادی کا مکمل پروگرام بنا کر اپنی جد اطہر علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ساتھ مصروفِ جنگ تھے، یہاں میں تفصیل عرض نہیں کرسکوں گا کیونکہ مقتل کا موضوع اس کا متحمل نہیں ہوسکتا

امام صادق آلِ محمدؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام مصروف جنگ تھے تو انہیں اللہ جل جلالہ کی طرف سے دو چیزوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنے کا اختیار دیا گیا تھا کہ

() اگر آپ سبھی ملاعین کو فی النار و برباد کرنا چاہیں تو مالک ہیں

() اگر ہمارے ساتھ ملاقات کرنا چاہیں تو اللہ کی ملاقات کیلئے تشریف لے آئیں

امام صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ☆فاختار لقاء الله کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ جل جلالہ کی ملاقات کو منتخب کرلیا

آمدم برسر بیان

اس جنگ کے بعد امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مرتبہ پھر خیام میں تشریف لے گئے یہاں مستورات توحید ورسالت صلوٰۃ اللہ علیھن کو تسلی دے کر واپس میدان کی طرف روانہ ہوئے یعنی چوتھی مرتبہ خیام سے باہر تشریف لے آئے، مستورات توحید ورسالت صلوٰۃ اللہ علیھن آخری قنات تک ساتھ آئیں اور یہاں آ کر رک گئیں

شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام مستوراتِ توحید کے ساتھ وداع فرمایا، انہیں تسلیاں دیں، اس کے بعد خیام سے روانہ ہوئے اور میدان میں پہنچ کر لشکر شام کے سامنے ایک خطبہ انشاء فرمایا

فرمایا اے قوم اشقیا! اب تمہیں کبھی بھی کوئی خیر نصیب نہیں ہوگی، جس مقصد کی خاطر تم یہ سب کچھ کر رہے ہو وہ مقصد تمہیں کبھی حاصل نہیں ہوگا، تمہاری امیدیں کبھی بارآور نہ ہوں گی اور یاد رکھو☆ ثم ینتقم لی منکم من حیث لا تشعرون

کہ تم سے ہمارا انتقام لیا جائے گا، ہمارا منتقم عجل اللہ فرجہ الشریف آئے گا اور تم سے ایسا انتقام لے گا کہ تمہارے شعور میں بھی نہیں آئے گا، وہ دن دور نہیں

☆فصاح به الحصین بن مالك السکونی فقال یا بن امیر المومنین علیه الصلوٰة والسلام بما ذا ینتقم لك منا فقال تلقی باسکم بینکم ویسفك دماؤکم ثم یصب علیکم العذاب الیم

حصین بن مالک سکونی ملعون نے بلند آواز سے پوچھا ہم سے کون تمہارا انتقام

لے گا؟ کس طرح انتقام لیا جائے گا؟ کیسے انتقام ہو گا؟

فرمایا ہمارا منتقم عجل اللہ فرجہ الشریف تمہیں دردناک اذیتوں میں مبتلا کرے گا اور بڑی فراخدلی سے تمہارے ساتھ خون کی ہولی کھیلے گا، پھر اس کے بعد تمہیں دردناک اور اذیت ناک عذاب کا مزا چکھائے گا کہ جو کبھی بھی ختم نہیں ہو گا

﴿یزید بن رکاب شامی ملعون﴾

یہ بات سن کر ایک ملعون میدان میں سے نکلا، یہ ملعون عرب میں کمند باز مشہور تھا اس کا نام یزید بن رکاب شامی ملعون تھا، قدیم زمانہ میں عمومی طور پر کمند بازی کا فن سکھایا جاتا تھا اور آج کمند بازی کے مقابلے پوری دنیا میں منعقد ہوتے ہیں کمند بازی کا فن کیا ہے؟ اس کے بارے میں تھوڑی سی وضاحت کرتا چلوں

ماضی میں کمند بازی ایک فن و ہنر تھا کہ جس کے ساتھ کوئی آدمی دوڑتے ہوئے گھوڑے پر ایک مضبوط رسی کا پھندا بنا کر پھینکتا تھا اور سامنے دوڑتے ہوئے جانور یا انسان کو اس پھندے میں پھنسا کر رسی کھینچتا تھا تو وہ آدمی یا جانور رسی میں پھنس کر اور بے بس ہو کر کھنچا چلا آتا تھا، اور آج بھی کئی ماہرین ایسے ہیں کہ جن کے فن کا مظاہرہ میں نے خود دیکھا ہے کہ گھوڑے کے سامنے بچھڑا یا کوئی بھی جانور دوڑا کر اس انداز سے کمند ڈالتے ہیں کہ جس پاؤں میں چاہیں کمند ڈال کر جانور کو گرا دیتے ہیں، یعنی سینگ میں یا اگلے یا پچھلے پاؤں میں کمند کا پھندا ڈال کر تیز دوڑنے کے باوجود اس جانور کو گرا کر جلدی سے گھوڑے سے اتر کر اس کے چاروں پاؤں رسی کے ساتھ باندھ لیتے ہیں اور مقابلے کا فیصلہ وقت پر ہوتا ہے

یعنی جو سب سے کم وقت میں حسب فرمائش پاؤں میں پھندا ڈالے، پھر جانور کو گرا کر اس کی چاروں ٹانگیں باندھ کر فارغ ہو جائے، اسے اول انعام ملتا ہے اور یہ مقابلہ سٹاپ واچ(Stop Watch) پر چیک کرتے ہیں کیونکہ وقت کا فرق منٹوں میں نہیں سیکنڈوں میں ہوتا ہے

اسی طرح پرانے زمانہ میں فنونِ حرب وضرب میں سے ایک فن یہ کمند بازی بھی تھا کہ مشہور کمند باز جنگوں میں اپنے اس فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوڑتے ہوئے سوار کو کمند کا اسیر کر کے گرا دیتے تھے اور اس کے اٹھنے سے پہلے جا کر اسے زندہ گرفتار کر لیتے تھے، اس فن کمند بازی کا ایک ماہر پہلے تو جنگ دیکھتا رہا، اس کے بعد ابن سعد ملعون سے کہا کہ اگر تو مجھے اجازت دے تو میں کمند بازی کا مظاہرہ کرنا چاہتا ہوں اور تو مجھے داد دے گا، اس ملعون نے بڑی بک بک کی، عمر ابن سعد ملعون نے کہا کہ اگر تجھے اپنے فن پر اتنا ہی ناز ہے تو تو بھی اپنا فن آزما لے، مگر یاد رکھ کہ یہ عام جوان نہیں خداوند شجاعت ہے، کردگار جرأت ہے، پروردگار قوت ہے، ربِ فن حرب ہے، خلاقِ طرز ضرب ہے، قادرِ بحر و بر شرق وغرب ہے وہ ملعون اپنے کمند کو سر کے اوپر سے گردش دیتا ہوا گھوڑے کو دوڑا کر اسد ذوالجلال کی جرأت کے کمال کے قریب آیا، ابھی یہ ملعون کچھ دور تھا کہ اس نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور ماہرانہ انداز میں کمند پھینکا، خداوند عرصہ ءِ شجاعت نے آتے ہوئے کمند کے پھندے میں اپنا نیزہ ڈال کر ایسا جھٹکا دیا کہ اس ملعون سے گھوڑا سنبھل نہیں سکا، اس نے فوراً رسی چھوڑ دی، کردگار شجاعت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی کمند کو درست فرمایا، جلدی سے مرتجز کو اس کے قریب لے آئے، ابھی تک وہ

ملعون اپنا توازن بحال نہیں کرسکا تھا کہ خداوند شجاعت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے نیزے کا وار اس کے گھوڑے کے اگلے سم پر کیا، نیزہ کی ضرب کھا کر اس ملعون کے گھوڑے نے فلک شیری کی یعنی اگلے دونوں سم آسمان کی طرف اٹھائے، اس وقت ملعون نے ہاتھ گھوڑے کی جعدوں (گردن کے بالوں) میں ڈالا اور گھوڑے کی گردن کے ساتھ چمٹ گیا، عین اس وقت خداوند شجاعت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہی کمند اس ملعون پر پھینکا جو گھوڑے کے اگلے سموں سے گزر کر اس ملعون کے سینے تک آیا اور پھر جب یہ کمند اس ملعون کی کمر تک پہنچا تو شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کمند کو ایک جھٹکے سے کھینچا، یہ ملعونِ ازل گھوڑے سمیت کمند کے پھندے میں بے قرار ہو کر تڑپا تو خداوند شجاعت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نعرۂ تکبیر بلند فرمایا

شجاعانِ عرب کے حیرت سے منہ کھل گئے، ماہرین فن حرب کی آنکھیں کھل گئیں قوتِ پروردگار نے کمند کو سر کے اوپر سے گردش دی، وہ ملعون گھوڑے سمیت فضا میں بلند ہوا، تین مرتبہ گھوڑے سمیت اسے سر کے اوپر سے گردش دے کر شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب زمین پر پھینکا تو اس ملعون کی اور گھوڑے کی ہڈیوں کے ٹوٹنے کی آواز سے پوری فوج کے گھوڑے بدحواس ہو کر پیچھے دوڑے، اس وقت شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے للکار کر فرمایا کہ او ملعون! تو نے اکبرؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بابا کو کیا سمجھا تھا؟ اس وقت عمر ابن سعد ملعون نے لشکر شام سے کہا کہ میں نے تو تمہیں پہلے بتایا تھا کہ یہ انزع البطین ذات ہے

اس وقت ایک شامی نے بکواس کی کہ خیام پر حملہ کرو، یہ دفاع کیلئے آئیں گے تو پردہ کے درد کی وجہ سے جنگ نہیں کرسکیں گے، فوج کا ایک دستہ خیام کی جانب

روانہ ہوا، جونہی انہوں نے خیام کا رُخ کیا تو شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سامنے آ کرآواز دی کہ

☆ویحکم یا شیعة آل ابی سفیان ان لم یکن لکم دین وکنتم لا تخافون المعاد لکن تخافون العار فکونوا احرار فی دنیاکم ھذہٖ و ارجعوا الی احسابکم ان کنتم عربا کما تزعمون

اے آل ابوسفیان کے پیروکارو! کیا تمہارا کوئی دین نہیں ہے؟ اور کیا تم قیامت سے بھی نہیں ڈرتے؟، عار، بدنامی اور شرمندگی سے تو ڈرتے ہو، اب وہ کام کرو جو آزاد مرد کرتے ہیں، تم اپنے حسب ونسب کے حوالے سے چند روایات رکھتے ہو، ان روایات اور اصولوں کا خیال تو کرو، جو تمہارا عزم باطل ہے کہ تم اپنے عرب ہونے پر گھمنڈ کرتے ہو، کم ازکم تم عربوں کی روایات کا لحاظ تو کرو

مستورات پر حملہ کرنا مردوں کیلئے ڈوب مرنے کا مقام ہے، اور عربوں کی روایت اور حمیت کے خلاف ہے، اگر آج تم نے مستورات پر حملہ کیا یا ان کے ساتھ تعرض کیا تو تمہاری اس کم ظرفی پر سارا عرب تم پر لعنت کرے گا، شمر ملعون نے کہا کہ مجھے سمجھ نہیں آئی کہ آپ نے کیا فرمایا ہے؟

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

☆اقول انا الذی اقاتلکم وتقاتلونی والنسا لیس علیھن جناح فامنعوا عتاتکم و طغاتکم وجھالکم عن التعرض الحرمی

اے ملعون ازل! ہم تمہارے ساتھ لڑیں گے اور تم ہمارے ساتھ، یہ تمہاری اور ہماری جنگ ہے، اس میں مستورات صلوٰۃ اللہ علیھن کا تو کوئی عمل دخل نہیں ہے، تو اپنے

ان بدکردار، جاہل اور گستاخ ساتھیوں کو روک تا کہ وہ ہمارے پردہ داروں کی طرف نہ جائیں، کیونکہ یہ روایت عرب اور عرب کے قانون جنگ کے خلاف ہے اس وقت شمر ملعون گھوڑا دوڑا کر خیمہ کی جانب جاتے ہوئے لشکر کے سامنے آ گیا

☆فصاح علیکم عن حرم الرجل فاقصدوہ بنفسہ فلعمری لھو کفو کریم

اور انہیں ڈانٹ کر کہا کہ ملعونو! مجھے اپنی زندگی کی قسم کہ یہ پاکیزہ خاندان ہے، کفو کریم ہیں، کوئی بھی حرم کی طرف جسارت نہ کرے، ہاں امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام تک اپنی جنگ کو محدود رکھو

اس کے منع کرنے پر کوفی اور شامی واپس مڑ تو آئے مگر اس وقت خیام میں عجب بے قراری تھی، ایک کہرام بپا تھا، معصوم بچے اپنی ماؤں سے لپٹے ہوئے تھے، کچھ پاک شہزادیاں عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا سے لپٹی ہوئی تھیں، اس وقت شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مستورات توحید صلوٰۃ اللہ علیھن کے گریہ و بکا کی آواز سنی تو فوراً خیام میں تشریف لے آئے، سبھی کو تسلیاں دیں اور اس کے بعد باہر تشریف لائے

اب دعا کا وقت ہے اس لئے دعا کریں کہ ان کے پاک منتقم عجل اللہ فرجہ الشریف جلد سے جلد تشریف لائیں تا کہ ان کے پاک گھر میں خوشیوں کا موسم جلد آئے، معظّمہء کونین جناب سیدۃ النساء العالمین صلوٰۃ اللہ علیہا اپنے تمام فرزندان کے گھر آباد دیکھیں

﴿ آمین یا رب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمّ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 25

خط بیمار مدینہ بی بی

صلوٰۃ اللہ علیہا

شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مصائب کی کوئی انتہا نظر نہیں آتی ہے، روز عاشور کے واقعات میں سے قاصد کا آنا سب سے دردناک واقعہ ہے

میں ملکہءِ فراق بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے واقعات میں ان کا تفصیلاً ذکر کر چکا ہوں اور یہ بھی بتا چکا ہوں کہ بعض علمائے علم الانساب کو یہ اشتباہ ہوا ہے کہ شہنشاہ معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک دختران کی تعداد 3 ہے، بعض علمائے کرام نے تو صرف دو دختران اطہر تسلیم کی ہیں اور بعض نے 7 سے بھی زیادہ دخترانِ اطہر کا ذکر کیا ہے

مگر میں واقعات کے تناظر میں کتابوں کی حتی المقدور تحقیق کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پانچ دختران عفت اختران صلوٰۃ اللہ علیھن تھیں

واقعات کی درست تقسیم بھی اسی وقت ہوسکتی ہے کہ جب پاک دختران صلوٰۃ اللہ علیھن کی تعداد پانچ تسلیم کی جائے، صاحبانِ مقتل شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق لکھتے ہیں کہ......☆کان لہ بنت تسمی بسیدۃ صلوٰۃ اللہ علیہا وکانت حین خروجہ من المدینۃ مریضۃ جعلھا عند ام المومنین سلام اللہ علیہا

شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک پاک دختر تھیں جو اپنی پاک دادیؑ ملکہءِ عالمین صلوٰۃ اللہ

علیہا کی ہم نام تھیں، جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ طیبہ کو خیر باد کہا تو اس وقت وہ (نصیب دشمناں) بیمار تھیں ...... جب سے شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ چھوڑا تھا تو ملکہ فراق بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کا یہ معمول ہوتا تھا

☆کانت کل یوم یجی خلف الباب لعلها تجد من کان له اطلاع بحال والدهاؐ و اخیها علی الاکبر علیه الصلوٰۃ والسلام

صبح ہوتے ہی گھر کے دروازہ کے پیچھے آ بیٹھتی تھیں کہ شاید کوئی آ کر مجھے اپنے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور میرے بھائی ہمشکل پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حال سنائے، کہیں سے خیر کی کوئی خبر شاید آ جائے، صبح سے لے کر غروبِ آفتاب تک دروازہ پر تشریف فرما رہتیں، جس وقت سورج غروب ہو جاتا تو پاک نانی کو روتے ہوئے آ کر بتاتیں کہ نانی آج بھی کوئی اطلاع نہیں آئی، آج بھی کوئی خیر کی خبر نہیں آئی پھر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس مقام پر تشریف لے آتیں کہ جہاں آخری وداع کے وقت انہوں نے پاک بھائی سے قدموں کے نشان لگوائے تھے، اس مقام پر آ کر کافی دیر تک پاک بھائی کے قدموں کے نشانات کو بڑی حسرت سے دیکھتی رہتی تھیں، جس وقت دکھ شدت اختیار کرتا تو بے بس ہو کر بین کرتی تھیں، کسی وقت اپنے پیارے بھائی یوسفِ آلِ محمد شہزادہ علیؐ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مخاطب ہو کر فرماتیں کہ بھیا! محبت جتنی زیادہ ہو ہجر بھی تو اتنا ہی شدید ہوتا ہے، آپ کے ہجر نے میری زندگی ختم کر دی ہے، خوشی کے ایام یاد آتے ہیں تو اب فقط اسی آس پر سارا دن دروازہ پر بیٹھی رہتی ہوں کہ کبھی تو میرا بھائی مجھے ملنے آئے گا، اب تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کسی وقت قضا آ جائے گی، میری آخری خواہش یہی ہے

کہ موت سے پہلے میں کم از کم ایک مرتبہ آپ کو دیکھ لوں

میں جس وقت آپ کے نقش قدم دیکھتی ہوں تو میری قوتِ صبر ختم ہو جاتی ہے، میری آنکھوں کے بادل بے ساختہ برسنا شروع کر دیتے ہیں، ہر گزرتے ہوئے دن کے ساتھ میرے تفکرات بڑھتے جا رہے ہیں، خدا کرے کہ آپ سب خیریت سے ہوں، کوئی بہن آپ جیسے بھائی کی جدائی کا دکھ برداشت نہیں کر سکتی، خدارا اب تو جلد آئیں کیونکہ اب مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا

☆لما طال زمان الفراق الم یصل الخبر من والدھا واخیھا اشتغلت بالبکاء و تراکمت علیھا الاحزان

جس وقت ملکہ ءِ ہجر و فراق صلوٰۃ اللہ علیہا کے ہجر کے ایام زیادہ طویل ہونے لگے تو پھر وہ ہمیشہ دروازہ کے قریب بیٹھ کر گریہ فرماتی رہتی تھیں اور رو کر فرماتیں کہ بابا! اب تو محرم کا چاند بھی نظر آ گیا ہے، اب کوئی تو واپس آئے

کبھی کربلا کی سرزمین کو مخاطب ہو کر فرماتیں کہ اے زمین کربلا تم کتنی خوش قسمت ہو کہ ہمشکل پیمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تجھے شرف بخشا ہے، جس سے تجھے معراجِ سعادت حاصل ہوئی ہے، میری دعا ہے کہ تمہاری یہ رونق ہمیشہ بحال رہے، تمہاری خاک کے ایک ایک ذرے کو میری محبت و عقیدت کے لاکھوں سلام ہیں

پھر بے بسی سے اپنے پاک بھائی کو مخاطب ہو کر کہتی تھیں کہ بھیا! آپ کے وعدے پر تو مجھے مکمل اعتماد ہے مگر معلوم نہیں کہ آپ نے اتنی زیادہ دیر کیوں کر دی ہے، اسی بات سے فکر مند ہوں کہ آپ جیسا صادق الوعد ابھی تک کیوں نہیں آیا ہے

آتے جاتے لوگوں سے میں آپ کی خیریت دریافت کرتی ہوں مگر کوئی مجھے خیر کی

خبر دینے ولا بھی موجود نہیں ہے، ایک احساس یہ بھی ہے کہ جس طرح میں آپ کے بغیر اداس ہوں اسی طرح آپ بھی تو میرے بغیر بہت اداس ہوں گے

میں تو ہر وقت آپ کو یہی دعا دیتی ہوں کہ خدا آپ کی جوانی کو قائم و دائم رکھے، نگاہِ بد سے ہمیشہ محفوظ رہیں، اور ہمیشہ اپنے پاک بابا کے ساتھ آباد رہیں، میرا نحیف وجود آپ سے ملنے کی حسرت میں پگھل رہا ہے، اور دل میں یہ حسرت ہے کہ کاش میں آپ کی شادی کی رسمیں ادا کرتی، سہروں سے آراستہ پیشانی چومتی

جس وقت محرم کا چاند نظر آیا تو پاک بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کا گریہ بڑھ گیا، دن رات روتے ہوئے بین کرتی رہتی تھیں کہ جب سے محرم کا چاند نظر آیا ہے میری روح زیادہ اداس ہوگئی ہے، بہت کوشش کے باوجود میرے آنسو ہیں کہ رکنے کا نام ہی نہیں لیتے، کوئی چیز کھانے پینے کو جی نہیں چاہتا ہے، مجھے اپنے احباب کی فکر کھائے جارہی ہے، اور اب تو اکثر قبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رونے کی آواز سنائی دیتی ہے

آخر کار جب روز عاشور کا سورج طلوع ہوا تو ملکہءِ ہجر بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا صبح ہی سے پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مزارِ اقدس پر تشریف لے گئیں، رو رو کر عرض کی کہ پاک ناناؐ آج ہمارا دل بہت اداس ہے، مگر یہ معلوم نہیں کہ اس اداسی کی وجہ کیا ہے؟

جس وقت دن کا پہلا پہر ختم ہوا تو ملکہءِ ہجر و فراق بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا روتی ہوئی پاک نانی یعنی حرم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لے آئیں اور ان کی جھولی میں سر رکھ کر رونا شروع کر دیا، انھوں نے لاکھ تسلیاں دیں مگر ان کے رونے میں اضافہ ہوتا گیا، پاک نانی صلوٰۃ اللہ علیہا نے ان سے رونے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ نانی اماں ابھی کچھ دیر پہلے میں اپنے پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ پر دعا مانگنے کیلئے گئی

تو چند لمحوں کیلئے میری آنکھ لگ گئی ، اسی دوران میں نے ایک ڈراؤنا اور دردانگیز خواب دیکھا ہے کہ جس سے میری روح تک لرز اٹھی ہے، میں بیان نہیں کرسکتی کہ میں نے اپنے پاک بھائی شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زین فرس سے اس حالت میں اترتے دیکھا کہ ان کی ریش اطہر حنائی ہو چکی تھی ، ان کا سینہ سرخ تھا ، ان کی اس کیفیت نے میرے جگر کو زخمی کر دیا ہے، نانی اماں ! پھر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی کی لاش خیام میں لائی گئی ، ان کے سینے میں ایک گہرا زخم تھا جس سے خون نکل رہا تھا ، آپ دعا کریں کہ خدا کرے میرا یہ خواب غلط ہو اور مجھے میرا بھائی زندہ و سلامت مل جائے ، حرم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیار کیا اور تسلی دی مگر دل کی بے چینی بڑھتی گئی

کچھ دیر کے بعد معظّمہ بی بی نے فرمایا کہ نانی اماں ! مجھے کاغذ اور قلم و دوات دیں میں اپنے بابا پاک کو خط لکھنا چاہتی ہوں ، نانی ام المومنین سلام اللہ علیہا اور دادی پاک ام العباؑس صلوٰۃ اللہ علیہا نے پاک دختر کو تسلی دینے کیلئے قلم دوات اور کاغذ پیش کیا

☆وكتبت كتاباً بوالدها واخيها وبين فيها حالها

انہوں نے بابا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بھائی کے نام ایک خط تحریر فرمایا جس میں انہوں نے اپنے دکھوں اور ہجر و فراق کی دردانگیز کیفیت لکھی

☆فلما فرغت من كتابتها و اشتغلت بالنوح والبكاء الفرقة

جس وقت انہوں نے اپنا خط مکمل کر لیا تو اس کے بعد خط لے کر گھر اطہر کے دروازہ پر بیٹھ کر رونا شروع کیا ، آہستہ آہستہ بین کر رہی تھیں

واضح رہے کہ گھر اطہر کا دروازہ مسجد نبوی میں کھلتا تھا ، اور اس مسجد میں شہنشاہ

انبیاءصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مزار اقدس تھی ، ملکہ ءِ ہجر وفراق بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا وہ خط اٹھا کر دروازہ پر آئیں اور جد اطہرصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہو کر عرض کرنے لگیں کہ نانا آج میرا دل اپنے بھائی کیلئے بہت اداس ہے، میں اپنے ہجر وفراق کی داستان اس خط میں لکھ کر انتظار کر رہی ہوں کہ کوئی قاصد ایسا ہو کہ جو میرا یہ خط میرے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچائے ، اب آپ ہی کوئی انتظام کریں ، صاحبان مقتل لکھتے ہیں کہ......☆فاذاً اعرابی سمع بکاؤھا فتاثر من بکاء ھا فبکی ساعة ثم علم ان الباکیة بنت الامام صلوٰة الله علیها وبکاؤ ھا لفراقه

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مزار اقدس کی زیارت کو ایک عربی جوان آیا ، اس نے جب گریہ اور بین کرنے کی دردناک آواز سنی تو وہ اتنا متاثر ہوا کہ اسے مزار اطہر کی زیارت بھول گئی اور اس نے بھی رونا شروع کر دیا پھر جب اسے یہ علم ہوا کہ یہ گریہ کرنے والی پاک مستور شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک بہن صلوٰۃ اللہ علیہا ہیں تو وہ روتا ہوا در اطہر پر حاضر ہوا

☆فنادیٰ بصوت عالٍ وحزینٍ السلام علیکم یا اھل بیت النبوة ومعدن الرسالة

اس نے روتے ہوئے مغموم آواز کے ساتھ صدا دی کہ اے اہل البیت نبوت اے رسالت کا مرکز ومعدن خاندان آپ پر سلام ہو

☆انا رجل من البادیة ارید الرواح الی کربلا فھل لکم حاجة

میں صحرا کا باسی ہوں اور کربلا جانے کا ارادہ رکھتا ہوں ، اگر میرے لائق کوئی خدمت ہو تو غلام حاضر ہے

یہاں یہ وضاحت کرتا چلوں کہ اس قاصد کے بارے میں عرفاء کا متفقہ فیصلہ ہے

کہ یہ کوئی عرب کے رہنے والا عام آدمی نہیں تھا بلکہ بادیہ عرب کے مؤکلین میں سے ایک فرشتہ تھا کہ جسے شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا تھا کہ تو نے یہ خط فوراً کربلا معلیٰ پہنچانا ہے...... اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ مدینہ سے کربلا معلیٰ تک کا فاصلہ کم وبیش 1238 کلومیٹر ہے اور نقل وحمل کے ذرائع بھی اس قدر تیز نہیں تھے کہ جیسے آج ہیں، نا موافق حالات میں صحرائی سفر ویسے بھی مشکل ہوتا ہے، ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ ایک پہر یا چند گھنٹوں میں مدینہ سے کربلا معلیٰ خط پہنچانا ایک بشر کیلئے محال بلکہ ناممکن ہے

پاک خاندان علیہم الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ ☆الملائکۃ خدامنا وخدام محبینا ملائکہ ہمارے بھی خادم ہیں اور ہمارے محبوں کے بھی خادم ہیں...... اس لئے یہ فرشتہ خدمت کیلئے ایک اعرابی کی شکل میں در اطہر پر حاضر ہوا تھا

دوسرا ثبوت یہ ہے کہ اس نے جس انداز میں سلام عرض کیا کہ

☆السلام علیکم یا اھل بیت النبوۃ ومعدن رسالۃ

ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کی رسالت کی کان یعنی معدنِ رسالت اس گھر اطہر کو ماننے والا عقیدہ اس دور میں کسی عام عرب کا نہیں تھا بلکہ بعد میں یہ راز شیعوں کو آئمہ اطہار علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے زیارات میں تعلیم فرمایا گیا تھا

تیسرا ثبوت یہ ہے کہ اگر ملکہءِ ہجر وفراق صلوٰۃ اللہ علیہا اسے نہ پہچان سکتیں اور وہ کوئی عام انسان ہوتا تو اسے جواب دینے کیلئے خود تشریف نہ لے جاتیں، چونکہ پاک گھر کے سبھی افراد اپنے غلام ملکوت کے لب ولہجہ سے آشنا تھے چنانچہ جب اس نے یہ عرض کیا کہ میں کربلا جا رہا ہوں میرے لائق کوئی خدمت ہو تو غلام حاضر ہے،

اس بارے میں کتب کی عبارت کے الفاظ یہ ہیں کہ

☆فلما سمعته صلوٰة الله عليها جائت خلف البابِ وردت جواب سلامه

اس کی آواز سن کر ملکہءِ ہجر وفراق بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا فوراً دروازہ کے پیچھے آ کھڑی ہوئیں اور اسے سلام کا جواب عطا کیا اور فرمایا کہ ہمارے حرم سرا کے حالات سے کوئی ملک مقرب بھی آشنا نہیں ہوسکتا، اس لئے ہم تجھے آگاہ کرنا چاہتی ہیں

☆انا بنت الحسین صلوٰة الله عليها فانه لما عزم الی كربلا كنت مريضة فلمنی الی جدتی ام المومنين سلام الله عليها

کہ جس وقت ہمارے بابا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وطن کو خیر باد کہا تھا تو ہم بیمار تھے اور انہوں نے ہمیں اپنی پاک نانی اماں کے سپرد فرمایا تھا، اب ہم میں مزید ہجر وفراق برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں رہا، آج ہم نے ایک خط تحریر فرمایا ہے تو مہربانی کر کے ہمارا یہ خط ہمارے بابا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچا دے، اس خط کے ساتھ کچھ تحائف اور تبرکات بھی عطا فرمائے

☆فاخذها الاعرابی منها ففی یوم العاشور وقت المحاربة بلغ الیٰ كربلا

عاشور کے دن جب امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام افواجِ شام سے برسرپیکار تھے کہ وہ اعرابی خط اور تحائف لے کر کربلا کی سرزمین پر وارد ہوا، یہ اعرابی اس وقت خیام اقدس کے قریب پہنچا کہ جب امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مزار خیام سے تھوڑی دور بنا کر اور معصوم بیٹے کو دفنا کر اٹھے تو اس وقت پس پشت آواز آئی کہ ☆السلام عليك يا بن رسول الله صلى الله عليه و آلهٖ وسلم

اے فرزند رسولؐ میرا اسلام ہو، شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نگاہ فرمائی تو دیکھا کہ

ایک اعرابی جوان ہے، جس کے ہاتھ میں ناقہ کی مہار ہے اور وہ سامنے سر جھکا کر رو رہا ہے، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رو کر فرمایا کہ مجھے اپنی بیمار بیٹی صلوٰۃ اللہ علیہا کی خوشبو آ رہی ہے، کیا تو مدینہ سے آ رہا ہے؟ اس نے جواب نہیں دیا بلکہ خط اور تحائف دونوں ہاتھوں پر رکھ کر آگے بڑھائے، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلدی سے وہ اشیاء وصول فرمائیں اور☆ وفتحها واطلع علیٰ مضمونها
فوراً خط کو کھولا اور جونہی خط کی عبارت دیکھی تو☆ بکیٰ بکاءً شدیداً
تاریخ بتاتی ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کربلا میں روزِ عاشور چار مرتبہ ایسے گریہ فرمایا کہ جیسے ماں اپنے جوان بیٹے کی لاش پر روتی ہے
یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گریہ فرمانے کی اصل وجہ جو میری سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہوسکتی ہے کہ انہیں معلوم تھا کہ آنے والے زمانہ میں یہ اعتراض ہوگا کہ شہید تو زندہ ہوتے ہیں اس لئے انہیں رونا نہیں چاہیے، اور اس امت کے لوگ رونے کیلئے فعل معصوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سند مانگیں گے کہ ثابت کرو کہ کوئی امام کسی شہید پر رویا تھا؟
ایسے لاتعداد اعتراضات کو ختم کرنے کیلئے اور گریہ کو سنت حسنہ بنانے کیلئے انہوں نے گریہ فرمایا ہے، ورنہ کسی دکھ پر رونا شانِ مردانگی کے خلاف ہوتا ہے، یہ ایک درس بکا وعزا تھا، جناب ابوالفضل العباؑس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی جوان کی لاش پر گریہ نہیں فرمایا مگر اپنی مجبوریوں اور پابندیوں پر گریہ کرتے رہے یہ ان کی شان مردانگی تھی اور شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام جو شجاعت میں ان سے بھی ہزار درجہ زیادہ شجاع تھے وہ دکھوں پر کیسے رو سکتے تھے، اصل بات صرف سنت کا اجرا تھا

یعنی انہوں نے خود رو کر مظلوم کے دکھ پر رونے کو سنت حسنہ قرار دیا ہے

میں عرض کر رہا تھا کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چار مرتبہ ایسے گریہ فرمایا جیسے ضعیف ماں اپنے جوان بیٹے کی لاش پر گریہ کرتی ہے وہ کون سے چار مواقع ہیں؟

پہلی مرتبہ جب شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاش پر پہنچے ہیں تو نوخیز جوان کی ریش اطہر خون آلودہ نظر آئی ہے...... دوسری مرتبہ اس وقت بے تحاشہ گریہ فرمایا جب پاک شہزادہ امیر قاسمؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاش پر بیوہ بیٹی صلوٰۃ اللہ علیہا کو گلے لگایا

تیسری مرتبہ اس وقت گریہ فرمایا جب جناب عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پھٹی ہوئی مشک، شکستہ علم اور بھائی کے قلم شدہ ہاتھ اٹھا کر بہنوں کے سامنے تشریف لائے، اس وقت جس طرح بہنیں گریہ کر رہی تھیں آپ بھی اسی طرح دھاڑیں مار کر روئے

چوتھی مرتبہ اس وقت بے تحاشہ گریہ فرمایا کہ جس وقت بیمار بیٹی صلوٰۃ اللہ علیہا کا خط کھولا کیونکہ اوپر لکھا ہوا تھا ☆من الامة الضعيفة ......تمہاری ضعیف بیٹی لکھ رہی ہوں (لفظ بیٹی کی جگہ کنیز استعمال فرمایا) جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دیکھا کہ سات سال کی شہزادی نے اپنے آپ کو ضعیف (کمزور) لکھا ہے، اس لفظ نے ان کے ہجر وفراق کے دکھ کی ایسی ترجمانی کی کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے آپ پر ضبط نہیں رکھ سکے اور ایسے گریہ فرمایا کہ جیسے ضعیف ماں اپنے جوان بیٹے کی لاش پر گریہ کرتی ہے...... یہ خط لے کر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام خیامؑ میں تشریف لے آئے انہوں نے آکر پردہ داروں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ

☆اَبشَرنَّ بِاَنَّ سَیِّدَۃُ ارسلت الیکن کتاباً

دیکھو تمہاری بیمار بیٹی نے مدینہ سے خط بھیجا ہے، شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک

ماں نے روکر کہا کہ (خدانہ کرے) میری بیمار بیٹی صلوٰۃ اللہ علیہا دنیا سے رحلت تو نہیں کر گئی ہیں؟ ......جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیمار مدینہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کا خط آنے کی اطلاع دی تو تمام مستورات جمع ہو گئیں، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خط کھول کر مستورات کو سنانا شروع کیا، لکھا تھا کہ میں نے خواب میں کربلا کے مناظر دیکھے ہیں، اس صحرا کی خاک مجھے خون آلودہ نظر آئی ہے، میں نے اپنے پاک بھائی شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خاک پر مسند نشین دیکھا ہے جس سے میری روح تک لرز اٹھی ہے، دعا کرتی ہوں کہ آپ سب ہمیشہ سلامت رہیں

بھیا! مجھے کچھ ایسے ڈراؤنے خواب دکھائی دیتے ہیں کہ جن کی تعبیر سمجھ میں نہیں آ رہی ہے، کبھی میں دیکھتی ہوں کہ آپ نیزوں اور تلواروں میں گھرے ہوئے ہیں کبھی خواب میں مجھے ایک نورانی باغ دکھائی دیتا ہے کہ جس کا ہر پھول خون آلودہ ہے، کلیاں مرجھائی ہوئی اور پابند سلاسل نظر آتی ہیں، پھر میں دیکھتی ہوں کہ میری پاک جدہ طاہرہ ملکہ عالمین صلوٰۃ اللہ علیہا اسی باغ میں برگ و برگ ہو جانے والے پھولوں کو چن چن کر رو رہی ہیں، للہ مجھے ان خوابوں کی تعبیر بتائیں، اور اگر ہو سکے تو جلد لوٹ آئیں تا کہ میرے قلب مضطر کو قرار نصیب ہو

اس کے بعد امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ تحائف کھولے کہ جو بیمار مدینہ صلوٰۃ اللہ علیہا نے بھیجے تھے، ان میں سب سے پہلے شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کئی قمیصیں تھیں جن کے بارے میں لکھا تھا کہ یہ قمیصیں میں نے اپنے ہاتھوں سے تیار کی ہیں، میرے معصوم بھائی کو ضرور پہنانا، اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مزار کی جانب دیکھ کر روتے ہوئے فرمایا کہ میرے معصوم لعل آؤ دیکھو کہ آپ

کی بہن نے آپ کیلئے کیسے خوبصورت تحفے بھیجے ہیں

خط پڑھ کر سنایا گیا، اس وقت مستورات میں اس قدر گریہ ہوا کہ کسی شہید کی لاش پرنہیں ہوا تھا، اس کے بعد امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب تحریر کرنے کا ارادہ فرمایا اور اسی خط کی پشت پر شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب لکھا کہ بیٹی ! میری مجبوری ہے کہ میں تفصیلات بیان نہیں کرسکتا کیونکہ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے صرف اتنا لکھ سکتا ہوں کہ ہم نے اپنی زندگی پر موت کو ترجیح دی ہے، اور کل آپ کے بڑے بھائی تمام مخدراتِ عصمت کے ساتھ کوفہ اور پھر شام چلے جائیں گے

خط میں سب سے پہلے شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں لکھا ہوا تھا، اس لئے انہوں نے جواب لکھا کہ آپ کے معصوم بھائی شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام دین خدا کی سرخروئی کیلئے شہید ہو چکے ہیں، آپ کے بھیجے ہوئے کرتے اگر تھوڑی دیر پہلے مل جاتے تو میں اسے کفن کی جگہ ضرور پہنا دیتا مگر افسوس کہ اب تو میں نے اسے دفن کردیا ہے

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوسرا فقرہ پڑھا جس میں لکھا تھا کہ میرے بھائی شہزادہ امیر قاسمؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کیا حال ہے؟ میری طرف سے انہیں سلام عرض کرنا، اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گنج شہداء کی طرف نگاہ کی اور نوشاہ سے پوچھا کہ بیٹا ! اب تم خود ہی بتاؤ کہ میں آپ کی بہن کو کیا بتاؤں اور کیسے بتاؤں؟ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا کہ میری نورِ چشم حیا پرور بیٹی ! آپ کا بھائی قاسم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت شہادت کی سیج کو چار چاند لگا کر بڑے سکون سے سویا ہوا ہے، اور ان کی بیوہ دلہن یعنی آپ کی بڑی بہن نے دستورِ زمانہ کے خلاف سہاگ کی ایک عجیب رسم

ادا کی ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ اپنے سرتاج کے خون سے رنگین کیئے ہیں، اس لئے تمام باراتیوں کے سروں میں خاک کربلا ہے

آپ کا پیارا بھائی شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی دکھوں کی سیج پر شہادت کی دلہن کے ساتھ آرام سے سویا ہوا ہے، اس کے شگن ہم نے کچھ اس انداز میں ادا کئے ہیں کہ اب وہ دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو چکا ہے، کل آپ کے سب سے پیارے بھائی کی بارات کربلا سے کوفہ جائے گی اور پھر شام کی طرف روانہ ہو گی

بیٹی دعا کرتی رہنا کہ آپ کے بھائی کی بارات کے ساتھ جانے والے تمام باراتی خیر و عافیت کے ساتھ واپس آئیں، کیونکہ کوفہ و شام کا ماحول بارات کے مزاج سے بہت مختلف ہے بلکہ مخالف ہے

مومنین مل کر دعا کریں کہ اب اس پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کا ہجر ختم ہو، ان کے پاک بھائی کی شادی ہو، انہیں بھائی کی خوشیاں نصیب ہوں، یہ اپنے ہاتھوں سے اپنے بھائی کو سہرے پہنائیں، اور اپنے ہاتھوں سے خوشیوں کی ساری رسمیں ادا فرمائیں، مولا امام حسن عسکری علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لخت جگر جلد تشریف لائیں اور ان مظلومین کے تمام آلام و مصائب ختم فرمائیں کہ جو صدیوں پر محیط ہیں

﴿ آمین یا رب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِم عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یا ھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 26
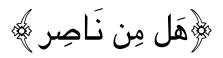
جملہ مومنین شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق اتنا تو جانتے ہیں کہ انہوں نے میدان کربلا میں نصرت طلب فرمائی تھی اور انہوں نے فرمایا تھا کہ

☆ھَلْ مِنْ نَاصِرا یَنْصُرُنَا ...... کوئی ہے جو اس وقت دین خدا کی نصرت میں میرا ساتھ دے ......لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اس کی جو تفصیلات پیش کی جاتی ہیں وہ انتہائی غیر واضح اور مبہم ہیں، اگر ہم کتب مقاتل و روضہ و تاریخ کا بغور جائزہ لیں تو ہمارے سامنے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طلب نصرت کا جو اعلان فرمایا تھا، وہ ایک مرتبہ اور ایک جیسے الفاظ میں نہیں تھا، بلکہ یہ اعلانِ طلب نصرت لفظی طور پر چار مختلف صورتوں میں تھا

(1)ھَلْ مِنْ نَاصِرِ یَنْصُرُنَا

(2)ھَلْ مِن مُعِینٍ یُعِینُنَا

(3)ھَلْ مِن مُغِیثٍ یُغِیثُنَا

(4)ھَلْ مِن ذَابٍّ یَذُبُّ عَن حَرَم رَسُولؐ اللہ

دوسری بات یہ ہے کہ طلب نصرت کا جو اعلان سب سے زیادہ مرتبہ اور مختلف اوقات میں دہرایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ....☆**ھَل مِن نَاصِرًا یَنصُرُنَا**

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس اعلان کو بار بار دہرانے کی وجہ کیا تھی؟
ان وجوہات پر صاحبانِ عرفان نے اپنے اپنے انداز میں روشنی ڈالی ہے اور جملہ صاحبانِ عرفان کا تقریباً اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ فقرہ جتنی مرتبہ دہرایا گیا ہے ہر مرتبہ اس کے مخاطب مختلف تھے، یعنی جنہیں خطاب کر کے یہ اعلان فرمایا گیا ہے وہ افراد ہر مرتبہ مختلف تھے، عام قاری جب کتب میں یہ فقرہ دیکھتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ جس وقت شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام تنہا رہ گئے تو اس وقت ظالمین وکفار کو مخاطب کر کے یہ چاروں اعلان فرمائے، جب کہ یہ حقیقت کے برعکس ہے مقاصد شہادت کے عرفانی پہلوؤں پر میں نے مجالس کا ایک سلسلہ 1978ء پڑھا تھا جس کا میں یہاں اعادہ نہیں کرنا چاہتا، اور میں نے جو سلسلہءِ خطاب اپنے شہنشاہ معظم عجل اللہ فرجہ الشریف کے اسمائے مبارکہ کی تشریحات وتفسیرات واسرار سے متعلق 25 سال سے جاری رکھا ہوا ہے، ان میں بھی میں شہادت کے کسی نہ کسی پہلو پر روشنی ڈالتا رہا ہوں، ان کا بھی یہاں اعادہ نہیں کرنا چاہتا
یہاں صرف ان چار اعلانوں کے اندر جو الفاظ ہیں ان کی تشریح کرنا چاہتا ہوں یہ بھی آپ دیکھ چکے ہیں کہ طلب نصرت کے چار فقرے ہیں اور ان کے اندر صرف تین لفظ ایسے ہیں جن پر غور کرنے کی ضرورت ہے

پہلا لفظ

''معین'' ہے کہ جس کے مادے ''عان'' سے نکلے ہوئے الفاظ ہم عام طور پر استعمال کرتے ہیں یعنی

عون،یعون، عونا، معین، معاون، تعاون، اعانت، استعانت وغیرہ

''معین'' ان الفاظ یا اس مادہ کا اسم فاعل ہے، اس مادہ کے بہت سے الفاظ ہم عام استعمال کرتے ہیں مثلاً تعاون کرنا، اعانت کرنا، معاونت کرنا وغیرہ

میں عربی زبان کی وسعتوں کے حوالے سے اس لفظ پر بحث نہیں کرنا چاہتا بلکہ یہاں صرف اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ اعانت کیا ہوتی ہے؟

دیکھو انسان کوئی کام کرنا چاہتا ہے مثلاً ایک بوری گندم ایک مقام سے اٹھا کر دوسرے مقام پر منتقل کرنا چاہتا ہے، اور وہ کسی دوسرے آدمی کو بوری اٹھانے کیلئے شریک کرتا ہے اور کہتا ہے ''بھائی میرے ساتھ یہ بوری تو اٹھوالے'' اور وہ آدمی آ کر وہ بوری اٹھوالیتا ہے تو یہ تعاون یا اعانت ہوتی ہے یعنی ثابت ہوا کہ کسی آدمی کا کسی کام میں آ کر شریک ہونا تعاون ہوتا ہے

یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ معاونت اور تعاون کی کئی حالتیں ہوتی ہیں مثلاً

(1) اعانت تعجیزی......(2)اعانت ترحمی......(3)اعانت تخیری

اعانت تعجیزی

ایک آدمی دیکھتا ہے کہ کوئی ضعیف آدمی کوئی وزنی چیز اٹھانے کی کوشش کر رہا ہے مگر اس کی کوشش کے باوجود وہ چیز اس سے اٹھائی نہیں جاتی، اس وقت کوئی جوان آدمی آ کر اس کی اعانت کرتا ہے اور وہ چیز اٹھوالیتا ہے، چونکہ وہ ضعیف تنہا اس چیز کو اٹھانے سے عاجز تھا، وہ اس کے عجز کو دیکھ کر اس کی اعانت کرنے آ گیا، اس اعانت کو اعانت تعجیزی کہتے ہیں

اعانتِ ترحمی

اعانت ترحمی یہ ہوتی ہے کہ انسان دیکھتا ہے کہ ایک ضعیف آدمی کوئی وزنی چیز اٹھائے آرہا ہے، گرمی کا موسم ہے، وہ اس چیز کے وزن کو بمشکل اٹھا کر لے آرہا ہے، یعنی وہ اٹھانے سے عاجز تو نہیں مگر اس کی ضعیفی کو قابل رحم سمجھ کر کوئی نوجوان اسے کہتا ہے کہ اب یہ مجھے دے دے میں تیرے ساتھ اٹھوا لیتا ہوں اور وہ چیز اٹھالیتا ہے، یہ ہوتی ہے اعانت ترحمی، کیونکہ اس میں ترحم ورحم وجہِ اعانت ہے

اعانت تخیری

اعانت تخیری یہ ہوتی ہے کہ کسی بھلائی کے کام میں نیکی یا ثواب یا خیر کے حصول کیلئے کوئی کسی کی اعانت کرے یعنی کوئی انسان دیکھتا ہے کہ ایک آدمی قرآن کریم کو اٹھا کر آرہا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ میں اسے ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل کروں یا کوئی آدمی علم پاک اٹھا کر آرہا ہے اور کوئی دوسرا آدمی چاہتا ہے کہ علم پاک اٹھانے کا ثواب میں بھی حاصل کرلوں اور آکر اعانت وتعاون کرتا ہے یا کوئی آدمی آکر کہتا ہے کہ مجھے بھی کچھ فاصلہ تک قرآن کریم اٹھانے دے کہ قرآن کریم کے اٹھانے میں یا اس کارِ خیر میں میرا بھی حصہ ہو جائے اور مجھے بھی کچھ ثواب مل جائے، یہ ہوتی ہے...... اعانت تخیری

کیونکہ پہلا آدمی جو یہ مقدس چیز اٹھا کر آرہا تھا نہ تو وہ خود عاجز تھا اور نہ ہی قابل رحم تھا بلکہ قابل رشک وتحسین تھا، اس لئے اس کی اعانت یا مدد اس لئے کی گئی ہے کہ اس کی طرح کچھ حصہ خیر وکرامت وعزت کا ہمیں بھی مل جائے

اب آپ اعانت کا مفہوم سمجھ گئے ہوں گے، تاہم یہ بات بھی سمجھ لیں کہ شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس وقت یہ فرمایا هل من معين يعيننا تو انہوں نے نہ اعانت ترحمی طلب کی، نہ ہی اعانت تعجیزی طلب کی، بلکہ انہوں نے اعانت تخیری طلب فرمائی تھی

یعنی نہ تو وہ کسی کی مدد طلب کر رہے تھے، نہ ہی اپنے مقصد کی تکمیل میں نعوذ باللہ عاجز تھے، بلکہ وہ اپنے مقصد میں شریک کر کے موجوداتِ عالم کو کچھ عطا فرمانا چاہتے تھے، اس لئے یہ اعلان مخصوص مخاطبین کیلئے تھا، نہ کہ عام مخلوق کیلئے، اور نہ ہی وہ سامنے موجود ظالمین کوفہ وشام سے اعانت کے طلبگار تھے

﴿دوسرا لفظ﴾

اس کے بعد لفظ ہے ''مغیث'' جس کا مادہ ہے ''غاث'' جس کے عمومی معنی فریاد رسی کے ہیں، اس پر میں مکمل بحث اپنے شہنشاہ معظم عجل اللہ فرجہ الشریف کے اسم غوث اور غیث کے ضمن میں کر چکا ہوں، یہاں صرف اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ مغیث کے معانی ہیں کہ جو کسی کی کسی قسم کی تشنگی کو دور کرے وہ غوث ہوتا ہے...... بارش کو غیث اس لئے کہتے ہیں کہ یہ زمین یا جانداروں کی تشنگی دور کر دیتی ہے، رحمت کو غیث بھی اسی صفت کی وجہ سے کہا جاتا ہے، اگر کوئی آدمی اپنے احباب یا مددگاروں کے معاملہ میں اذیت ناک تشنگی محسوس کر رہا ہو، انصار کی تشنگی کی محسوس کر رہا ہو، یا کسی کی مدد کا پیاسا ہو، اور عین اس وقت کوئی اس کی تشنگی کو دور کر دے تو اسے مغیث و غیاث (اسم مبالغہ) کہتے ہیں، اس لئے کل کائنات کی مالک ذات جل جلالہ کو غیاث

المُستَغِيثِين کہا جاتا ہے

سمجھ لیجئے کہ امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نے اس وقت کسی مغیث کو طلب فرمایا کہ جب انہیں اپنے مقصد کی تکمیل کیلئے کسی مغیث کی شدت سے تشنگی محسوس ہوئی، یا انصار کی کمی کا شدید احساس ہوا
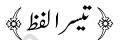
تیسرا لفظ

تیسرا لفظ ہے ''ذَابَّ یَـذُبُّ'' عمومی طور پر اس کے معنی ہیں ''بچانے کے'' یعنی کسی خطرے یا نقصان سے بچانا، مگر اس کے اصطلاحی معنی ہیں کسی کے مقام یا مرتبہ کی حفاظت کرنا، نہ کہ اس کی ذات یا اصل شے کی حفاظت کرنا

جس طرح ہم شہداء کربلا علیہم الصلوۃ والسلام کی زیارت میں یہ فقرہ ادا کرتے ہیں کہ

☆السلام علیکم یا ذآبون عن توحید الله

اے وہ گروہِ شہداء کہ جس نے اللہ کی وحدانیت کے مرتبہ اور مقام کی مکمل حفاظت کی ہے، تم پر سلام ہو، یعنی شہنشاہ کربلا علیہ الصلوۃ والسلام کے اصحاب و انصار علیہم الصلوۃ والسلام نے اللہ کی ذات کی حفاظت تو نہیں کی، مگر اس کی وحدانیت کے مقام و مرتبہ کا تحفظ ضرور کیا ہے، اپنی جانیں قربان کر کے عظمت توحید کو بچا لیا

شہنشاہ کربلا علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے اعلانات میں درحقیقت یہ فرمایا کہ

کیا کوئی ایسا ہے؟ جو ہمارے مقصد عظیم میں تعاون کر کے ہمارا شریک مقصد ہو اور فوزِ عظیم میں حصہ دار ہو جائے

کیا کوئی ایسا بھی ہے؟ جو اس قلت انصار کی تشنگی کو دور کر کے ہمارے مقصد کی

سنہری تحریر اپنے خون کے ساتھ لکھے

کیا کوئی ایسا ہے؟ جو حرم توحید و رسالت کے مقام و مرتبہ و عزت و عظمت کی حفاظت کرے

حقیقت یہ ہے کہ حرم توحید اور اہل حرم توحید و رسالت صلوٰۃ اللہ علیھن تو ہمیشہ سے محفوظ تھے اور ان کی ذات اور پردہ کی حفاظت کیلئے اللہ کا جبروتی و قہری و جبری نظام ہمیشہ سے مستعد رہتا ہے، کوئی بھی مستوراتِ توحید و رسالت صلوٰۃ اللہ علیھن کے پردہ پر نگاہ نہیں کرسکتا، کوئی بھی اتنی جرأت و طاقت نہیں رکھتا کہ ان کے حریم قدس کی طرف نگاہ کرسکے، مس کرنا تو دور کی بات ہے دیکھ بھی نہیں سکتا، کیونکہ ان کا پردہ تو ہمیشہ سے اللہ کے جبروتی و قہری نظام کی حفاظت میں ہے، جس طرح آج خود ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اللہ کی حفاظت کے جبروتی وقہری نظام کے تحفظ میں ہیں، جب تک شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف خود نہ چاہیں کوئی انہیں دیکھ بھی نہیں سکتا، کسی کا ان کو مس کرنا تو امر محال ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ ہمارے شہنشاہِ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف خود چاہتے ہوئے بعض خوش نصیبوں کو اپنی زیارت کا شرف عطا فرماتے ہیں مگر پردۂ توحید و رسالت کی مالک مخدراتِ عصمت صلوٰۃ اللہ علیھن کی تو یہ خواہش بھی نہیں تھی کہ کوئی ان کے پردہ پاک پر نگاہ کرے، چونکہ یہ بات وہ خود پسند نہیں فرماتی تھیں اس لئے ان کا کسی کی نگاہ میں آنا اللہ کے نظام جبروتی وقہری کے ناقص ہونے کے مترادف ہے، اور اسی نظام حفاظت کی طرف شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخری وداع کے وقت اشارہ فرمایا تھا کہ یقین رکھو کہ اللہ آپ سب کا محافظ ہے سب سے پہلے جو کفارِ کربلا سے خطاب فرمایا تھا اس میں شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

انہیں یہ فرمایا تھا کہ☆اما من موحد یخاف الله فینا کیا تم میں سے کوئی ایسا توحید پرست بھی ہے کہ جو ہمارے معاملہ میں اللہ سے ڈرے ...... یعنی یہ فقرہ تھا کہ جو دشمنانِ توحید کے سامنے تبلیغ الٰہی اور تبلیغ نبوتی کی خاطر فرمایا گیا تھا

امید ہے کہ اب شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعلانات کا کچھ نہ کچھ مفہوم آپ سمجھ گئے ہوں گے ...... اب ہم اس سوال پر غور کرتے ہیں کہ یہ جملہ اعلانات جو طلب اعانت ونصرت کیلئے فرمائے گئے تھے، کیا یہ صرف کربلا میں موجود کفار کیلئے تھے؟ حقیقت یہ ہے کہ شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اعلانات کے مخاطبین کے دائرے کو درجہ بدرجہ سمیٹا ہے، یعنی پہلے اس کا دائرہ لامحدود رکھ کر یہ اعلانات فرمائے، پھر آہستہ آہستہ اس کا دائرہ تنگ سے تنگ تر فرمایا، یعنی سب سے پہلے پورے عالم موجود کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ کوئی ہے جو میری نصرت کرے اور میرے مقصد میں حصہ دار بنے؟ کیونکہ عالم موجودات میں سب سے بڑا موجود خود رب ذوالجلال والاکرام جل جلالہ ہے، اس لئے سب سے پہلے اسی نے لبیک کہا کتب میں موجود ہے کہ

☆ان اول من اجاب سيد الشهداء علیه الصلوٰة والسلام فى استغاثته بخطاب هل من ناصر وهل من مغيث هو رب العزة جل جلاله فنادى رب العزة بندآءٍ لبيك لبيك حجتى على جميع خلقى فانا ناصرك ومعينك فهذا

سب سے پہلے خداوند کائنات جل جلالہ نے جواب دیا اور اس نے ایک ندا دی لبیک لبیک اے میری جملہ تخلیق پر میری حجت کاملہ، آپ کے مقصد عظیم میں آپ کا سب سے بڑا ناصر اور معاون خود میں ہوں

عرفاء کا قول ہے کہ اس دعویٰ میں ایک ہزار دلیل موجود ہے اور ایک سو 100 سے زیادہ آیات سے استنباط ہوتا ہے کہ سب سے پہلے لبیک رب ذوالجلال والاکرام نے کہا، اور ان دلائل کو اپنی اپنی کتابوں میں نقل فرمایا ہے، ان عرفاء نے تو علمی مباحث سے یہ بات ثابت کی ہے، مگر میں ایک چھوٹی سی دلیل پیش کر کے اپنا مجمل بیان آگے بڑھاتا ہوں کہ

خلاقِ کائنات نے قرآن کریم میں فرمایا ہے

☆کان حقاً علینا نصر المومنین اور فرمایا ☆واجیب الدعوۃ الداعی ......

یعنی اگر ایک عام مومن بھی نصرت طلب کرے اور کسی مقام پر دس مرتبہ یا اللہ یا اللہ کہہ کر خالق کو بلائے تو وہ خود فرماتا ہے کہ مجھ پر جواب دینا واجب ہوجاتا ہے اس بات سے یہ استنباط کیا جا سکتا ہے کہ جب ایک عام مومن کو جواب دینا بھی ذاتِ واجب پر واجب ہوجاتا ہے تو اپنے نمائندۂ ذات کے بارے میں اس کا کیا رویہ ہوگا ؟ اور اپنی حجت زمانہ کے بلانے پر وہ کس طرح خاموش رہ سکتا ہے؟

ایک عام مومن اور حجت زمانہ کو لبیک کہنے میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ عام مومن بلائے تو جواب اس کی سماعت سے نہیں ٹکراتا مگر جب حجت زمانہ کو وہ لبیک کہتا ہے تو اس کی ندائے لبیک حجت زمانہ خود سنتے ہیں

اس بات پر اگر اغیار میں سے کوئی اعتراض کرے تو پہلے اسے کہہ دو کہ کسی غیر کو اعتراض کا حق نہیں ہے، کیونکہ یا تو وہ اللہ کا اسم متکلم اسماء میں سے خارج کر دے پھر اعتراض کرے، جب وہ اللہ کو (چاہے جس شکل میں بھی) متکلم مانتا ہے تو اعتراض باطل ہے، یہ بھی ہے کہ طور کی گفتگو کو قرآن سے خارج کرے پھر

اعتراض کرے
مجلس کا یہ موضوع ان مناظرانہ دلائل کا متحمل نہیں ہے لہٰذا انہیں ترک کرتے ہوئے سلسلہءِ بیان کو آگے بڑھاتے ہیں
جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے منصب ولایت مطلقہ کو استعمال کرتے ہوئے نصرت طلب کی تو کائنات کی ہر شئے (چاہے دوست تھی یا دشمن) نے لبیک کہا، یہ ہمارے مذہب حقہ کے مسلمات میں سے ہے کہ جب بھی کسی نبی، کسی ولی یا کسی منصب اِلٰہی کے عہدہ دار نے کوئی ندا مطلقاً فرمائی تو اس کے دائرۂ منصب میں جو جو چیز آتی تھی اس تک یہ آواز پہنچی ہے
جس طرح جناب ابراہیم علیہ السلام نے ندائے حج دی تو پورے عالم ارواح میں یہ آواز گونجی، اور جن روحوں نے اس دن لبیک کہا تھا وہی عالم ظہور میں آنے کے بعد حج پر موفق کی جاتی ہیں، یعنی وہی لوگ حج کر سکتے ہیں کہ جنہوں نے اس دن لبیک کہا تھا، چونکہ جناب ابراہیم علیہ السلام کے عہدہ کا دائرہ اہل ایمان میں سے مخصوص لوگوں تک تھا اس لئے لبیک کہنا اختیاری تھا جبری نہیں تھا
مگر شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس وقت اپنی نصرت کیلئے منصب اعلیٰ اختیار فرمایا تو پوری کائنات کی جملہ موجودات کو جبراً و قہراً لبیک کہنا پڑا، یعنی مومنین اور دوستوں کا لبیک کہنا بوجہءِ اطاعت حجت تھا، اور دشمنوں کی روحیں بھی اپنا اختیار سونپ کر اس معنی میں لبیک کہہ رہی تھیں کہ اگر حکم ہو تو آنِ واحد میں ہم ظالمین کے جسموں کو چھوڑ کر جہنم میں غرق ہو جائیں، فرمایا کہ ابھی نہیں، وہ ایک دن مقرر ہے، فی الحال تم بااختیار رہو

رب ذوالجلال والاکرام کے بعد استغاثہ کی آواز پر معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام نے لبیک کہا، سب سے پہلے شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لبیک کہا اورانھوں نے اپنے نور چشم کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کرفرمایا کہ میرالعل نانا تمہاری نصرت کیلئے حاضر ہے، ان کے بعد شہنشاہ امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لبیک کہا، پھر پاک ماں ملکہ ءِ دو جہاں صلوٰۃ اللہ علیہا نصرت کیلئے تشریف لائیں، پھر پاک بھائی امام سبز قبا علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے، اسی طرح آخری شہنشاہ معظم عجل اللہ فرجہ الشریف تک سارے پاک بیٹوں نے لبیک کہا، ان کے بعد ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کی ارواح حاضر ہوئیں

☆ثم المجیبون لدعوته واستغاثته هم ارواح الانبیاء والاوصیاء علیهم السلام والملائکة و ارواح جمیع المومنین من هذه الامة ومن سائر الامم الماضیة من الجن والانس

ان کے بعد جملہ انبیاء اوصیاء نصرت کیلئے حاضر ہوئے، پھر حاملین عرش سے لے کر مدبرات امر تک سارے ملکوت سر بہ سجود ہو کر نصرت کیلئے آئے، عالم ارواح کے مومنین کی مقدس روحوں نے اپنے آپ کو نصرت کیلئے پیش کیا، سابقہ جتنے نبی تھے ہر نبی کی امت کے مومنین نے کربلا میں لبیک کہا، حتیٰ کہ یوم تخلیق سے لے کر قیامِ قیامت تک کے جتنے مومنین جنات کی روحیں تھیں یا وہ خود موجود تھے ان سب نے آکر لبیک کہا، اس پر لاتعداد دلائل اور ثبوت پیش کئے جا سکتے ہیں کہ جو بھی ولایت مطلقہ کے منصب اعلیٰ پر فائز ہوتا ہے اس کے تصرف میں کائنات کی جملہ موجودات بعینہٖ اسی طرح ہوتی ہیں کہ جیسے روح کے تصرف میں جسم ہوتا ہے

ارواح مومنین کے لبیک کہنے کے ضمن میں امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک مشہور فرمان ہے کہ آج صفین میں ہمارے ساتھ وہ بھی شریک جنگ ہیں کہ جن کے آباؤ اجداد ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے، اس کی وجہ یہ تھی کہ امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مقام پر تین مرتبہ ندا دی تھی ☆هل من ناصر ينصرنا اس وقت پوری کائنات پر وہی اثر ہوا کہ جو کربلا میں ہوا، فرق صرف اتنا تھا کہ صفین میں موجود لوگوں میں سے 12 ہزار جوانوں نے بھی لبیک کہا تھا، مگر کربلا میں موجودگان میں سے یا تو کمسن بیٹے نے لبیک کہا، یا شہدائے کربلا علیہم السلام کی لاشیں تڑپ کے اٹھیں

☆بان تحركت وار تعدت و اضحت فى هية القائم والقاعد

جس وقت شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے هل من ناصراً فرمایا سبھی لاشیں کانپ گئیں کچھ تڑپ کر اٹھ کھڑی ہوئیں، کچھ شہید جن کی لاشوں کے اعضا یکجا تھے وہ ایسے اٹھ بیٹھے کہ جیسے نمازی تشہد میں بیٹھتا ہے، جن لاشوں کے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے ان کی لاش کے ہر ٹکڑے میں سے آواز آئی

☆لبيك لبيك يا بن رسولؐ الله امرنا بالقيام حتى نجاهد بين يديه مرة اخرى

اے فرزند رسول! ہم حاضر ہیں، ہمیں اجازت عطا فرمائیں، ہم ایک بار پھر آپ پر جان فدا کرنا چاہتے ہیں، اس وقت عالمین کی کیا کیفیت تھی

☆فلما ندا هذا النداء تزلزلت اركان العرش وقوائمة وبكت السموٰات وضجت الملائكة واضطربت الارض فقالوا با جمعهم ياربنا هذا حبيبك وقرة عين حبيبك فاذن لنا لنصره

جس وقت عالم موجودات میں یہ صدا گونجی تو ارکان عرش میں زلزلہ برپا ہوا،

ستون ہائے عرش کانپنے لگے، ملکوت کی بے ساختہ چیخیں نکل گئیں، زمین تھرا گئی، آسمان میں گریہ وبکا شروع ہوا، ہر چیز بارگاہ رب العزت میں عرض کرنے لگی کہ اے خالق دیکھ تو سہی یہ تیرے محبوب ازل حسین علیہ الصلوۃ والسلام ہیں، اور تیرے حبیب ازل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ہیں، ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں، ذرا ان کی یہ کیفیت تو دیکھ، اے خالق! تو ہمیں ان کی نصرت کی اجازت دے کیونکہ ہم یہ دردناک آواز سن کر برداشت نہیں کر سکتے

جس وقت زمین کو زلزلہ آیا اور آسمانوں پر گریہ وبکا کی آوازیں بلند ہوئیں تو عین اس وقت شہنشاہ کربلا علیہ الصلوۃ والسلام نے آسمانوں کی طرف نگاہ فرمائی

☆قد مقت صحيفة قد انزلت من السماء فی يده الشريفه

دیکھا تو آسمان کی جانب سے ایک صحیفہ نازل ہو رہا ہے، انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ بڑھائے اور صحیفہ مبارک دست اقدس پر آکر ٹھہر گیا، شہنشاہ کربلا علیہ الصلوۃ والسلام نے اس صحیفہ کو کھول کر دیکھا تو اس میں وہ عہد نامہ تھا کہ جس کے تحت آپ نے اپنی شہادت کو قبول فرمایا تھا، ساتھ ہی ایک خط تھا

☆فاذا مكتوب فيه بخط جلی واضحٍ جلی

ایک نقری رنگ کا کاغذ تھا کہ جس پر سنہری حروف کے ساتھ واضح تحریر تھا

''اے میرے عاشق ازل! اب تمہیں اختیار حاصل ہے کہ چاہیں تو تمام ظالمین کو برباد کر دیں، چاہیں تو میری ذات کے ساتھ ملاقات کریں، یہ شہادت ہم نے آپ پر واجب تو قرار نہیں دی ہے''

جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ تحریر تلاوت کی ☆واختار لقاء الله

امام صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ہماری جد اطہر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بلا توقف ملاقات اِلٰہی کو منتخب فرمایا، شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ گرامی نامہ واپس آسمان کی طرف بھیج کر فرمایا کہ تیری ملاقات کیلئے تو ہمیں لاکھ لاکھ شہادتیں منظور ہیں ☆

ترکت الخلق طرا فی ہواک.......... وایتمت العیال لکی اراك

ہم تو ہر چیز کو ترک فرما کر تیری ذات کی طرف محو پرواز ہیں ......اور ہم نے تو اپنی معصوم بیٹیوں کی یتیمی تک کا خیال بھی نہیں کیا، پھر بھی تیری ذات سامنے نہیں آتی خالق کے ساتھ کلام فرمانے کے بعد آسمان کی طرف دوبارہ نگاہ فرمائی تو آسمان سے ملکوت نازل ہورہے تھے، گویا پورا عالم ملکوت ارض کربلا پر امنڈ آیا تھا

☆حتی انزل الملائکۃ تملا الدنیا وسماء الدنیا

تا اینکہ اس قدر ملکوت نازل ہوئے کہ پوری دنیا ملکوت سے پر ہوگئی اور اس زمین سے لے کر آسمان تک ملکوت کے ساتھ ملکوت جڑے ہوئے تھے، ذرہ بھر خالی جگہ بھی نہیں تھی، شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کہ کیوں آئے ہو؟ انہوں نے سر بہ سجود ہو کر عرض کیا کہ آپ کی نصرت کیلئے آئے ہیں، فرمایا کہ آج اس مقام پر کھڑے ہو کر ہمارا آخری سجدہ دیکھو، آج اپنے سامنے عاشق و معشوق کے عشق کی گہرائیوں پر راز و نیاز ہوتے دیکھو، مداخلت کی اجازت تمہیں بالکل نہیں ہے

اس وقت شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دائیں جانب نگاہ فرمائی، یہ ملکوت مسمومین اور ملکوت مردفین کی صفیں تھیں، انہوں نے نصرت کی اجازت طلب کی یہاں یہ وضاحت کرنا ضروری ہے کہ جس طرح باقی ملکوت نصرت سے روک دیئے گئے تھے تو یہ حکم عمومی تھا، لہٰذا اسی حکم کے تحت انہیں بھی رک جانا چاہیے تھا،

مگر ان کی صورت و کیفیت اوروں سے مختلف تھی، کیونکہ جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ سے حج کے احرام توڑ کر عراق روانہ ہوئے اور حرم کعبہ سے باہر آئے

☆فاقبل افواج من الملائكة للمومنين والمرادفه فى ايديهم الحرب على نحب من نحب الجنة فسلموا عليه وقالوا يا حجة الله علىٰ خلقه بعد جده وابيه

یہ ملکوت مسمومین اور مردفین آتش جہنم کے ہتھیاروں سے لیس ہوکر ناقہ ہائے جنت پر سوار ہوکر نازل ہوئے اور آکر دست بستہ سلام عرض کیا تھا اور یہ بھی عرض کیا تھا کہ آپ پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس زمانہ میں حجت الٰہی ہیں، اور ہم پر ہمیشہ یہ کرم رہا ہے کہ بوقت ضرورت ہمیں نصرت کے مواقع ملتے رہے ہیں، جنگ احد، جنگ بدر، جنگ جمل وصفین میں ہمیں نصرت کرنے کا اعزاز حاصل ہے، اب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہیں

آپ مکہ سے مدینہ تشریف لے جائیں اور چین وسکون سے گھر اطہر میں رہیں، اس امت ملعونہ کو ہم خود ہی سنبھال لیں گے

اس وقت شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ تم اس وقت واپس چلے جاؤ، جب ہم کربلا میں ☆هَل مِن نَاصِراً يَنصُرنَا کی آواز دیں پھر آجانا

اگر تمہارے مقدر میں ہوا تو تمہیں نصرت کا موقع عطا کیا جائے گا

یہ ملکوت آج اسی امید پر آئے تھے کہ باقی ملکوت کو تو اجازت نہیں ملی، مگر ہمیں قدیم خدمت گزار سمجھتے ہوئے شاید یہ اعزاز وشرف ضرور عطا کریں گے، انہیں یہ علم نہیں تھا کہ بے نیاز کا بے نیاز عاشق پوری کائنات سے بے نیاز ہوکر بیٹھا ہے

فرمایا کہ تم بھی باقی ملکوت کے ساتھ کھڑے ہوکر ہماری فتح حقیقی کا منظر دیکھو

میں نے اپنے امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کے اسمائے مبارکہ کی تشریح کے ضمن میں اس راز پر روشنی ڈالی تھی کہ اس کی کیا وجہ تھی کہ ایک طرف لاکھوں، اربوں، کھربوں ملکوت نصرت کیلئے آئے اور ان میں سے ایک ایک ایسا تھا کہ جو اس پوری کائنات کو فنا کر سکتا تھا، مگر ان میں سے کسی کو بھی نصرت کی اجازت نہیں ملی

عین اسی وقت گھوارے میں سے ایک کمسن معصوم نے تڑپ کر کہا کہ بابا جان! اگر قبول فرمائیں تو میں نصرت کرنے کیلئے حاضر ہوں، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس معصوم کی نصرت قبول فرما لی، اور کہا کہ آؤ میرے لخت جگر مجھے اس وقت آپ کی بہت زیادہ ضرورت ہے، کیونکہ آپ ہی میرا مقصد عظیم پروان چڑھا سکتے ہیں

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس معصوم کی نصرت قبول کرنے کی کیا ضرورت تھی یا اس کی کیا وجہ تھی؟ ...... یہاں صرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں

وہ وجہ یہ تھی کہ ملکوت ارض وسماء اور جنات فوجیں لے کر آئے تھے اور ان کے سامنے نصرت کا مفہوم دشمن کی بربادی تھا، سامنے موجود چند لاکھ ملاعین کو فی النار کرنا تھا، کیونکہ وہ مفہوم فتح و نصرت کو نہیں سمجھ رہے تھے، اس لئے ان کی نصرت ٹھکرا دی گئی، دوسری طرف ایک معصوم علیہ الصلوٰۃ والسلام جو کسی ملعون کو فی النار کرنے کی بجائے خود شہید ہو کر نصرت کرنا چاہتا تھا، اس کی نصرت اس لئے قبول کی گئی تھی کہ مظلومیت کے مقصد کی تکمیل کی خاطر جو ہنگامۂ درد یہ معصوم برپا کر سکتا تھا وہ کوئی مقرب فرشتہ یا کوئی جن نہیں کر سکتا تھا

یہاں مفہوم نصرت دشمن کا سر لینا نہیں تھا بلکہ اپنا سر قربان کرنا تھا، جو نہ کوئی ملک کر سکتا تھا، نہ کوئی نبی، نہ کوئی روح کر سکتی تھی، حتیٰ کہ یہ ایسی نصرت تھی کہ جو خالق بھی

نہیں کرسکتا تھا، کیونکہ اس کی حیات واجب ہے

بات نصرت اور کامیابی کے مفہوم کوسمجھنے کی تھی ، جسے فرشتے نہ سمجھ سکے، اس گھر کے ایک معصوم نے اس مفہوم کوکماحقہ سمجھا، اس لئے اس کی نصرت قبول فرمائی گئی تھی اور اس پاک معصوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس موقعہ پر جس انداز میں اپنے پاک بابا کی نصرت کی، اور اس کے جونتائج سامنے آئے، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں

اس وقت کے متعلق یہی تشبیہ دی جاسکتی ہے کہ جب امت نابکار سے پھولوں کے حسین سہرے لے کرمولا کریم کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زیب تن فرمائے تو وہ ان کے جسم اطہر پر اس قدر سج گئے کہ آپ کا ہر موئے بدن رنگین نظر آتا تھا، پھر جب پھولوں کی بارش شروع ہوئی تو جسم اطہر سے گلابی عطر کے قطرات ٹپکنا شروع ہوئے، اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کیفیت یہ تھی کہ ہر موئے بدن زخمی تھا اور ہر زخم سے خون جاری تھا، زخمی جگر پر مخدراتِ عصمت صلواۃ اللہ علیہن کے پاک پردہ کے کچھ ایسے گہرے زخم لگے تھے کہ جن کی وجہ سے بے ساختہ آنسو جاری ہو گئے

جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غربت کی صدا دی تو خیام پر سکتہ طاری ہو گیا، اس وقت جناب شریکتہ الحسینؑ ہمشیر صلوٰۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ میرے صابر بھائی! آپ تو چند لمحوں کے مہمان ہیں اور ابھی مقام محمود کو زینت بخشتے ہوئے آرام سے سو جائیں گے مگر ہم مسافروں کا تو کچھ احساس کریں کہ ہم نے تو کوفہ وشام تک کا دشوار گزار سفر کرنا ہے، وہاں کے لوگ رذیل اور کمینے ہیں، کم از کم ان کے سامنے تو غربت کا اظہار نہ کریں، دیکھیں تو سہی کہ آپ کے ھل من ناصر کہنے کی وجہ سے کم ظرف ملاعین ہنس رہے ہیں، اور تمام سفر میں یہی لوگ ہمیں طعنہ زنی

کرتے رہیں گے

دوسری بات یہ ہے کہ آپ کا غریب کہلانا اور بار بار ایک ایک شہید کو پکارنا مجھ سے برداشت نہیں ہوسکتا، میں جملہ غربت اور مظلومی کے باوجود اس وقت بھی کائنات پر اختیارِ کلی کی حامل ہوں، جو کچھ کرنا چاہوں کرسکتی ہوں، مجھے اختیارِ تصرفِ کلی حاصل ہے، چاہوں تو کربلا کو ابھی ابھی مدینہ منورہ میں بدل دوں

یہ بجا ہے کہ آپ کے سبھی انصار و احباب نصرت کا حق ادا کرتے ہوئے شہید ہو چکے ہیں، مگر آپ کی بہن کی فوج تو باقی ہے، اگر آپ کو ناصرین کی ضرورت ہے تو پھر ہمیں اذنِ جہاد عطا کریں اور پھر دیکھیں کہ میری پردہ دار فوج کا ہر سپاہی آپ کے قوتِ بازو سرکار عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ طاقتور ثابت ہوگا

مومنین سے التماس ہے، سبھی مل کر دعا کریں کہ اب ان پاک ذوات علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دکھوں کا مداوا ہو، اب ان مظلومین کو ابدی خوشیاں نصیب ہوں، جس ذات کی آس پر ازل سے لے کر اب تک ہر مظلوم نے ہر دکھ پر صبر اختیار فرمایا ہے، ان کے وہ منتقم حقیقی عجل اللہ فرجہ الشریف جلد تشریف لے آئیں، ہر مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس طرح انتقام لیں کہ ان کے زخمی دلوں سے مصائب کے سبھی داغ مٹ جائیں اور انہیں اتنی خوشیاں نصیب ہوں کہ کوئی دکھ یاد ہی نہ رہے

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَهُم بِقَائِمِهِمْ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشريف وَ صَلَوَاتُ اللّٰهُ عَلَيهِ وَ عَلٰى آلِهِ اَجمَعِين

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 27

﴿انتہائے مظلومیت﴾

یوم عاشور، کربلا کا میدان، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام افواجِ شام کے درمیان انتہائی زخمی حالت میں ذوالجناح کی زین پر موجود ہیں، سر اطہر جھکا ہوا ہے، بالکل تنہا ہیں، کیونکہ سبھی احباب و انصار شہید ہو چکے ہیں، اس وقت ہر طرف ایک حسرت آمیز نگاہ فرمائی، مگر کوئی مددگار نظر نہ آیا، نہ کوئی بھائی، نہ بیٹا، نہ بھانجا، نہ بھتیجا امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام بار بار ایک فقرہ دہرا رہے ہیں کہ
"لا حول ولا قوۃ الا باللہ"......اس وقت عمر ابن سعد ملعون کے پاس چند فوجی گئے اور اسے کہا کہ سردار! جنگ رکی ہوئی ہے، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی غالباً تھک چکے ہیں، صبح سے لے کر اب تک لاشیں اٹھا اٹھا کر پہلے بھی کافی تھکے ہوئے تھے اور اب ایک عظیم جنگ بھی کی ہے، شاید تھکن کی وجہ سے ان کا سر اطہر جھکا ہوا ہے یا پھر آرام فرما رہے ہیں، تو فوج کو حکم دے کہ ان پر حملہ کرے، مالک بن یسیر کندی ملعون نے کہا کہ سب سے پہلے مجھے جانے دو، یہ ملعون بڑی خاموشی سے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب آیا اور اس نے چھپ کر وار کیا
یہ ایک حقیقت ہے کہ امام وقت سے کوئی چیز کسی وقت چھپ نہیں سکتی مگر مصلحت الٰہیہ کے تحت انہوں نے یہ مظاہرہ فرمایا ہے، اس ملعون نے چھپ کر تلوار کا وار کیا

یہ ضرب اس انداز میں کارگر ہوئی کہ جس طرح ابن ملجم ملعون کی ضرب انیس ماہ رمضان کی رات امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سر اطہر پر لگی تھی

☆فضربه بالسيف علىٰ راسه اس ضرب سے عمامہ اطہر دو ٹکڑے ہوا، عمامہ کے نیچے کلاہِ شب تھی (یہ ایک قسم کی ٹوپی ہوتی تھی جسے عربی زبان میں بُرنُس کہا جاتا تھا عرب لوگ سر کی حفاظت کیلیئے اسے عمامہ کے نیچے پہنتے تھے، آج بھی کچھ وضع دار بزرگ ہمارے ہاں اسے استعمال کرتے ہیں، یہ کلاہ دار دستار کہلاتی ہے)

وہ کلاہ شب خون سے لبریز ہوگئی اور سر اطہر کے زخم سے خون جاری ہوا

ایک روایت یہ بھی ہے کہ جس وقت عمامہ دو ٹکڑے ہو کر نیچے گرنے لگا تو مالک بن یسیر کندی ملعون نے گرتے ہوئے عمامہ کو اٹھا کر اپنی کامیابی پر نعرہ لگایا، اور یہ پاک عمامہ یہ ملعون اپنے ساتھ کوفہ لے آیا تھا، وہاں پہنچ کر یہ عمامہ اس نے اپنی بیوی کو دیا کہ اسے دھودے، اس کی بیوی نے جب وہ عمامہ پانی سے بھرے ہوئے طشت میں ڈالا تو وہ طشت خون سے اس قدر لبریز ہوگیا کہ اسے عمامہ نظر نہیں آتا تھا، اس نے فوراً اس خون میں سے عمامہ اٹھانے کی کوشش کی اور پانی میں ہاتھ ڈال کر دیکھا تو عمامہ خون میں تبدیل ہو کر غائب ہو چکا تھا

اس ملعون سے بیوی نے پوچھا کہ یہ عمامہ کس مظلوم کا تھا؟ اس ملعون نے بتایا کہ یہ عمامہ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا، اس مستور نے رو رو کر اس ملعون پر لعنت کرنا شروع کردی، جس کی وجہ سے اس ملعون نے اسے مارا پیٹا، اس کی بیوی نے کہا کہ میں اب تیرے گھر میں نہیں رہ سکتی، میں جا رہی ہوں، اس ملعون نے کہا کہ اگر تو میرے گھر سے باہر نکلے گی تو میں تیری گردن اتار دوں گا مگر وہ مستور نہ رکی

اور گھر سے باہر نکل آئی، اس ملعون نے دوڑ کر پیچھے سے تلوار کا وار کیا، مگر اس کے دروازہ پر لوہے کی ایک چادر لگی تھی جو تھوڑی سی آگے بڑھی ہوئی تھی، جب اس ملعون نے وار کیا تو اس کی کلائی اس چادر سے ٹکرائی جس سے اس کا ہاتھ کٹ کر زمین پر آ گرا تھا

میں عرض کر رہا تھا کہ جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشانی زخمی ہوئی تو انہوں نے ذوالجناح پاک کی باگ خیام کی جانب موڑی، مگر اس مرتبہ خیام کے سامنے تشریف نہیں لے گئے بلکہ خیام کی پچھلی طرف سے جا کر پاک پردہ داران توحید و رسالت صلوٰۃ اللہ علیھن کو سلام کیا؟ جب پاک شریکۃ الحسینؑ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے یہ آواز سنی تو فوراً اسی جانب تشریف لائیں اور دریافت فرمایا کہ بھائی! کیا وجہ ہے کہ آپ خیام میں آنے کی بجائے یہاں کھڑے ہیں؟

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہمیں ایک ظالم نے تحفہ پیش کیا ہے، جس کی وجہ سے ہماری پیشانی شدید زخمی ہے اور ہم یہ زخم پاک مستورات صلوٰۃ اللہ علیھن کو دکھانا نہیں چاہتے، ممکن ہے کہ کوئی مستور ہماری یہ حالت دیکھ کر برداشت نہ کر سکے، مجھے کوئی رومال دیں، میں اپنی پیشانی پر پٹی باندھنا چاہتا ہوں، اس وقت پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے روتے ہوئے عرض کیا کہ آپ کا اس زخمی حالت میں باہر کھڑے رہنا مناسب نہیں ہے، آپ خیام میں تشریف لے آئیں، میں زخم بھی صاف کروں گی، اپنے ہاتھ سے پیشانی پر پٹی بھی باندھوں گی

شہنشاہِ کرب و بلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بہن! مستورات کے دل نازک ہوتے ہیں، میرا یہ زخم بہت گہرا ہے، میں اندر کیسے آؤں؟ پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے

عرض کیا کہ آپ بالکل فکر نہ کریں اور گھبرائیں نہیں کیونکہ یہ پہلا موقعہ تو نہیں ہے یا یہ کوئی پہلی پٹی تو نہیں ہے، یاد کریں کہ جب اماں پاک صلوٰۃ اللہ علیہا کا پہلو زخمی ہوا تھا تو کئی دن تک میں انہیں بھی پٹیاں رکھتی رہی تھی، آپ کا یہ زخم ان کے پاک پہلو کے زخم سے زیادہ گہرا تو نہیں ہوگا، پھر یہ بھی آپ کو یاد ہے کہ انیس ماہ رمضان کو بابا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سر اطہر زخمی ہوا تھا، میں نے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زخم صاف بھی کیا تھا اور اکیس ماہ رمضان تک پٹیاں بھی باندھتی رہی تھی، آپ کا یہ زخم ان کی جبین مبین کے زخم سے زیادہ گہرا تو نہیں ہوگا

ہمارے پاک بھائی مولا حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب زہر دی گئی تھی اور ان کا جگر زخمی ہوا تھا تو طشت میں جگر کے ٹکڑے اٹھا کر میں محفوظ کرتی رہی تھی، آپ کی پیشانی کیا ان کے جگر سے زیادہ زخمی ہے کہ جسے میں سہہ نہ سکوں گی، آپ بہن پر احسان کریں اور اندر تشریف لے آئیں، شاید میری قسمت ہی کچھ ایسی ہے کہ آپ کی زخمی پیشانی پر پٹی باندھنا بھی میرے مقدر میں لکھا ہوگا

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام خیام میں تشریف لائے، پاک پردہ داران توحید و رسالت صلوٰۃ اللہ علیھن کے زمرے میں انہیں دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ

☆کالکواب المتحیرۃ الحافین البدر التمام

جس طرح چودھویں کے چاند کے چاروں طرف پریشان حال ستارے ہوں

کوئی بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خون آلود عبا کو بوسے دے رہی تھی، کوئی بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا زخموں سے خون صاف کر رہی تھی، کوئی بی بی ہاتھ چومتی تھی کوئی قدموں پر سر رکھ کر روتی تھی

اس وقت معصومہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کی یہ کیفیت تھی کہ پاک بابا کی عبا کے دامن میں منہ چھپا کر رونے میں مصروف تھیں

☆والحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام یرمق عن یمین و الشمال ویری برموع کوکب الاقبال

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام گوشہءِ چشم سے کسی وقت دائیں طرف نگاہ فرماتے اور کسی وقت بائیں طرف نگاہ فرماتے مگر انہیں بخت و اقبال کا کوئی ستارہ نظر نہیں آتا تھا

☆ھن یبکین علیہ وھو یبکی علیھن...... کیفیت یہ تھی کہ پاک بیبیاں صلوٰۃ اللہ علیھن امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غربت پر رورہی تھیں اور امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے دکھوں پر گریہ فرما رہے تھے، یہ بھی ایک عجیب مجبوری تھی کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام اگر باہر جانا چاہتے تو پردہ دار باہر نہیں جانے دیتے تھے، اور اگر خیام میں رہنا چاہتے تو ظالمین خیام میں نہیں رہنے دیتے تھے

ابھی مستورات اطہار صلوٰۃ اللہ علیھن کے رونے کی حسرت پوری نہیں ہوئی تھی، ظالمین نے محسوس کیا کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خیام میں گئے ہوئے کافی دیر ہوگئی ہے

انہوں نے ایک گھوڑا سوار کو خیام کی جانب روانہ کیا کہ جس نے خیام کے در پر آکر آواز دی کہ سرکار! کیا آپ نے جنگ کا ارادہ ملتوی کردیا ہے یا جنگ کا حوصلہ باقی نہیں رہا کہ مستورات صلوٰۃ اللہ علیھن کے سہارے تلاش کر رہے ہیں

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زخم بھول گئے اور جلدی سے مرتجز پر سوار ہوئے، روتی ہوئی مستورات پر ایک الوداعی نگاہ کی اور فرمایا کہ میں آپ سب کا انتہائی شکرگزار ہوں کہ آپ نے ہر دکھ میں میرا ساتھ دیا ہے اور میرے عظیم مقصد کی تکمیل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہوئے اپنے تمام عزیز و اقارب راہِ خدا میں قربان کیے

ہیں ،لیکن اب مجھے یہ پریشانی اور دکھ ہے کہ میرے چلے جانے کے بعد آپ کے پردوں کی حفاظت کون کرے گا ؟ ، ظالمین کے ارادے بہت خطرناک ہیں ، ان میں شرم وحیا نہیں ہے ، شقاوتِ قلبی ان کی فطرت میں شامل ہے

تمام مومنین مل کر دعا فرمائیں کہ اب تو ان مظلومین پر کیئے گئے مظالم کا انتقام ہو، ان کے گھر اس انداز میں آباد ہوں کہ جس طرح آباد ہونے کا حق ہے ، یہ غمزدہ پاک بہنیں صلوٰۃ اللہ علیہن پاک بھائی کی خوشیاں دیکھیں ، شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پھر وطن میں پاک فرزندان سمیت آباد دیکھیں ، جناب شریکۃ الحسینؑ پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا اپنے تمام بھائیوں کے نوجوان بیٹوں کو سہرے پہنائیں ، سرکار منتقم آلِ محمد عجل اللہ فرجہٗ الشریف ابدی خوشیوں کا تاج پہنیں ، اور خاندان پاک کے ہر فرد کو ابدی مسرت نصیب ہو اور تمام غم و آلام بھول جائیں

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمّ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہٗ الشریف وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلٰی آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 28

کر بلا کا میدان ہے، نمازِ عصر کا وقت قریب ہے، شہنشاہ کربلا علیہ الصلوۃ والسلام تن تنہا مصروفِ جہاد ہیں، شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوۃ والسلام نے اچانک تلوار روک لی اور آسمان کی طرف نگاہ کی پھر فرمایا کہ ☆رضاء بقضائك و تسليماً لامرك...... ہم تیری ہر رضا پر راضی ہیں، اور تیرے حکم پر سر تسلیم خم ہے، یہ فرما کر انہوں نے اپنے راہوار کا رخ خیام کی جانب موڑا...... عرفاء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اس وقت آپ کے پاس براہِ راست حکم خداوندی پہنچا تھا کہ اب تک آپ نے جلالِ الٰہی اور شجاعت حیدری کا مظاہرہ فرمایا ہے لیکن اب آپ صبر خداوندی کا اظہار کریں

اس جنگ کے بعد شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوۃ والسلام کی حالت یہ تھی کہ آپ کی زِرہ کی کڑیوں میں اتنے تیر پیوست تھے کہ زِرہ نظر ہی نہیں آتی تھی

اس زمانہ میں ایک رواج یہ بھی تھا کہ تیروں کا رخ سیدھا رکھنے کیلئے ان کے لکڑی والے حصہ پر پرندوں کے دو پر لگا دیئے جاتے تھے تا کہ تیر ٹھیک اپنے نشانہ پر جا کر لگے...... ماضی میں لوہے کی زنجیریوں کا ایک کرتا بنایا جاتا تھا، اور ان زنجیریوں کی کڑیاں ایک دوسری کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی تھیں، جسے ''زرہ بکتر'' کہا جاتا تھا، اس کی ساخت موجودہ دور کے چائینز کوٹ کی طرح ہوتی تھی، مگر

اس کے بازو صرف کہنیوں تک ہوتے تھے، ''زرہ بکتر'' کا کام تیروں اور تلواروں سے جسم کی حفاظت کرنا تھا اور کہنیوں کا جو حصہ بظاہر خالی ہوتا تھا اس کے آگے ''سعد بند'' ہوتے تھے جو کہنی سے لے کر کلائی تک کی حفاظت کیلئے لوہے کی زنجیریوں یا لوہے کی چادر کے ہوتے تھے

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جنگ میں جب ملاعین عاجز آ گئے تو پھر انہوں نے بزدلانہ انداز اپنایا اور قریب آ کر جنگ کرنے کی بجائے ہر طرف سے آپ پر تیر برسانا شروع کر دئے، کتب مقاتل میں یہی لکھا ہے کہ آپ پر اتنے زیادہ تیر برسائے گئے کہ میدانِ کربلا میں اس وقت تیروں کے بادل محسوس ہوتے تھے اور جس طرح بادل کا سایہ زمین پر پڑتا ہے اسی طرح تیروں کا سایہ صاف دکھائی دیتا تھا، ان میں سے جو تیر زِرہ کی کڑیوں میں پھنس کر ٹوٹ چکے تھے ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ تیروں کے پروں کو دیکھ کر یہی محسوس ہوتا تھا کہ یہ زِرہ نہیں بلکہ کسی بڑے پرندے کا جسم ہے جس نے پر پھیلائے ہوئے ہیں

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رہوار کی باگ خیام کی جانب موڑی، اور اسی حالت میں ذوالجناح پر سوار خیام میں تشریف لائے، مستورات صلوٰۃ اللہ علیھن فوراً ذوالجناح کے چاروں طرف جمع ہو گئے، کسی پاک مستور نے باگ پکڑی، کسی پاک مستور نے کوچ پکڑی، کسی مستور نے رکاب پکڑی، پاک بہنوں صلوٰۃ اللہ علیھن نے سہارا دے کر بھائی کو اتارا، اس وقت کوئی مستور زرہ میں ٹوٹے ہوئے تیر نکالنے میں مصروف تھی، کوئی خون اطہر اپنی ردا سے صاف کر رہی تھی

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سبھی پردہ داران توحید صلوٰۃ اللہ علیھن کو دلاسے دینا شروع

کئے، اس وقت شہنشاہ معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پاک ہمشیر صلوٰۃ اللہ علیہا کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ
☆یا اختاہ اتینی بثوب عتیق پاک ہمشیر صلوٰۃ اللہ علیکِ! آپ ہمیں ایک پرانی اور بوسیدہ سی پوشاک عنائت کریں ہم زیب تن فرمانا چاہتے ہیں
معظّمہ کائنات بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے حیران ہو کر پوچھا کہ بھائی! ہم یہ چاہتی ہیں کہ آپ ان رذیل دشمنوں کے سامنے یوسف کا فخر، سلیمان کا ناز، پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زینت، شہنشاہِ جناں بن کر جاہ و جلال شاہی کے ساتھ تشریف لے جائیں، اس وقت یہ پرانا لباس پہننے کی کیا مصلحت ہے؟ سرکاؑر نے فرمایا کہ بہن آپ کا فرمان بجا ہے، ہمیں ایسا ہی کرنا چاہیے کہ جیسے آپ فرما رہی ہیں، مگر آپ ان ملاعین شام کی غلیظ ذہنیت سے واقف نہیں ہیں، ہم جانتے ہیں کہ ہماری شہادت کے بعد ان لوگوں نے ہمارے جسم اطہر پر موجود ہر قیمتی چیز اتار لینا ہے، دعا کریں کہ شہادت کے بعد یہی پرانا لباس دست ستم سے بچ جائے اور آپ کے بھائی کو نصیب ہو
اس وقت پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات شروع ہوئی اور بے تحاشہ رونے لگیں تو سرکاؑر نے پوچھا کہ بہن! آپ اتنی زیادہ کیوں رو رہی ہیں؟ عرض کیا کہ بھیا! ہمیں پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا نے باخبر کیا تھا کہ جس وقت تمہارا بھائی تجھ سے پرانا لباس طلب کرے اور بوسیدہ لباس پہن کر میدان میں جانے لگے تو وہ ان کا آخری وداع ہوگا، پھر وہ واپس نہیں آئیں گے
☆استسلمت بالشهادة کیا آپ نے اب شہادت کا مکمل ارادہ کرلیا ہے؟
فرمایا کہ حکم حبیب کی تعمیل واجب ہے، مستورات صلوٰۃ اللہ علیہن میں کہرام گریہ بپا ہوا

معظّمہ کونین بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا خیمہ میں تشریف لے گئیں اور ایک سراویل تحتائی اور کرتا لے آئیں ...... عربوں میں سراویل دو قسموں کی ہوتی ہیں، ایک لباس کے نیچے اندر کی طرف پہنی جاتی ہے جسے سراویل تحتائی کہا جاتا ہے، دوسری لباس کے اوپر پہنی جاتی ہے جسے سراویل فوقانی کہا جاتا ہے، سراویل کی شکل ہمارے دَور کی واسکٹ سے ملتی جلتی ہے، جس طرح تاجر لوگ لباس کے اندر والی طرف سے شلوکا پہنتے ہیں جو واسکٹ سے مشابہ ہوتا ہے اور جس کی بڑی بڑی جیبیں بنی ہوتی ہیں کہ جس میں وہ پیسے رکھتے ہیں، آپ یہی سمجھ لیں کہ شلوکا کو سراویل تحتائی اور واسکٹ کو سراویل فوقانی کہا جاتا ہے، شلوکا، سراویل اور واسکٹ کی بناوٹ اور شکل میں بالکل معمولی سا فرق ہوتا ہے

جس وقت معظّمہ بی بی جناب شریکۃ الحسینؑ صلوٰۃ اللہ علیہا نے پرانا لباس پیش کیا تو روکر عرض کیا کہ آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ہم نے یہ لباس پیش کیا ہے مگر پھر بھی ہم یہی عرض کرنا چاہتی ہیں کہ آپ اسے نہ پہنیں کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ ہم نے شام جانا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہاں کے رذیل اور کمینے لوگ ہمیں اسی لباس کی وجہ سے یہ کہیں کہ آپ کے پاک بھائی تو انتہائی غریب تھے

شہنشاہ معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زرہ بکتر اتار کر مستورات کے سپرد کی تاکہ وہ ٹوٹے ہوئے تیر اس میں سے نکال لیں اور خود اہل حرم سے علیحدہ ہو کر ایک خیمہ میں تشریف لائے، یہاں انہوں نے لباس تبدیل فرمایا، اس پرانے لباس کو پہننے سے قبل مزید بوسیدہ کیا اور کئی جگہ سے اس لباس کو دریدہ کر دیا تاکہ کوئی ملعون اس لباس کا لالچ نہ کرے، اس بات کو ایک تشبیہ سے واضح کرنا چاہتا ہوں کہ جس

وقت قرآنِ ناطق نے بوسیدہ لباس زیب تن فرمایا تو آیاتِ اِلٰہی رو رو کر انا اللہ پڑھتی رہیں، اور جب تفاسیر حقیقی نے غلافِ قرآن کو دریدہ حالت میں دیکھا تو دعا فرمائی کہ خدا کرے شہادت کے بعد آپ کو یہی غلاف نصیب رہیں

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علیحدہ خیمہ میں جا کر بوسیدہ لباس پہنا، جس وقت لباس موزوں فرما چکے تو پاک ہمشیر صلوٰۃ اللہ علیہا کو خیمہ میں یاد فرمایا، اس تنہائی میں انہیں اسرار امامت تعلیم وتفویض فرمائے

امام محمدؐ باقر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ روز عاشور شہادت عظمٰی کے بعد سے واپسی مدینہ تک نظام عالم عالیہ بی بی پاک صلوٰۃ اللہ علیہا نے نیابت امامت میں سنبھالے رکھا (اس موضوع پر معظّمہ کونین صلوٰۃ اللہ علیہا کے فضائل کے خطبات میں پہلے تفصیل سے عرض کر چکا ہوں، یہاں اعادہ مناسب نہیں ہے)

اس کے بعد شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں وصیتیں فرمانا شروع کیں، اس میں مکمل دستور العمل عطا فرمایا اور انہیں آگاہ فرمایا کہ ہمارے بعد کیا کیا ہوگا؟ اور آپ نے کیا کیا کرنا ہے؟ کون سے ظلم پر آپ نے کیا کرنا ہے؟ یعنی مکمل احکام اور ضابطہ ءِ سفر عطا فرمایا، یہ مقام راز واسرار تھا، جس کو ان کے علاوہ کوئی نہیں سمجھ سکتا، یہ خلوتِ توحید کے راز تھے جو ہمیشہ راز ہی رہیں گے

اس امر کی تفصیل کتب مقاتل نے بھی بیان نہیں کی، فقط جناب شریکتہ الحسینؐ معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے حوالہ سے یہ روایت بیان ہوئی ہے کہ جس وقت کریم کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں علیحدہ خیمہ میں لے گئے اور فرمایا کہ ہم آپ کو کچھ وصیتیں کرنا چاہتے ہیں تو لفظ وصیت پر ہم نے گریہ فرمانا شروع کیا، پاک بھائی نے ہمیں پیار کر کے فرمایا

کہ بہن! یہ مقام وصیت ہے مقام گریہ نہیں ہے، اب ہم آپ کو اس قافلہءِ تسلیم و رضا کی ذمہ داریاں سونپ رہے ہیں، اور کسی بھی قافلہ کے ذمہ دار فرد کو بڑی سے بڑی مصیبت میں بھی صبر کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے، بلکہ دکھ، درد یا کسی پریشانی کا اظہار بھی نہیں کرنا چاہیے، اگر قافلہ کا سالار دکھوں پر پریشان ہو جائے تو جو اس کے سہارے پر چل رہے ہوں گے ان کا کیا بنے گا؟ ان کا کون سہارا بنے گا؟...... ملکہءِ عالمین بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے فوراً آنکھیں صاف کیں

شہنشاہ معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر وصیت کے بعد بار بار صبر کی تلقین فرماتے رہے، تا اینکہ فرمایا کہ ہمارے لئے اپنی شہادت سے بھی زیادہ مشکل بات آپ کا گریہ و بکا ہے یا یہ کہ خدا نہ کرے آپ سے کوئی ایسی بات صادر ہو جائے جو آپ کی عظمت اِلٰہیہ کی جبروتیت اور وقار کے خلاف ہو، یعنی دکھوں سے گھبرا جانا یا گریہ و بکا کرنا، یہ آپ کے شایانِ شان نہیں ہے، آپ کی عظمت صبر و تحمل اور بردباری میں ہے، آپ کو روتے دیکھ کر دشمن ہنسیں گے، تمہاری زلفیں پریشان ہوں گی یا سرا طہر میں خاک ہوگی تو دشمن ملاعین کو شماتت کا موقعہ ملے گا، اب آپ نے ایسے صبر عظیم کا مظاہرہ فرمانا ہے کہ جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو

پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ بھائی! تمہارے ہر حکم کی تعمیل ہوگی، ہم اپنے آنسوؤں کو آنکھوں کی سرحد تک نہیں پہنچنے دیں گے، ہم حسرت گریہ کو سینے میں دفن کر دیں گے، ہم درد و غم کے جذبات کو زندہ درگور کر دیں گے، ہم ہر ظلم و ستم کو صبر و وقارِ خداوندی سے برداشت کریں گے

آں قدر صبر کنم کہ صبر از من عاجز آید

پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے عجیب فقرہ فرمایا کہ بھائی! گھبرائیں مت، ہم اس قدر صبر کا مظاہرہ کریں گے کہ خود صبر ہمارے حوصلہ کے سامنے عاجز آ جائے گا

اس کے بعد امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں آنے والے واقعات سے آگاہ فرمایا، کہ جس وقت ہم میدان میں جائیں گے تو جب یہ آواز آئے تو اس وقت یہ کیفیت ہوگی، یہ آواز آئے تو اس وقت یہ ہو رہا ہوگا، آسمان کا رنگ ایسا ہو تو سمجھ لینا کہ اب یہ ہو گیا ہے، اس کے بعد فرمایا کہ

☆و احرسی السجادٍ واحمیه باخعان اسعیون فهو القائم من بعدی بعلم ودین

اپنے بیمار بیٹے کا قدم قدم پر خیال رکھنا، مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دستار کا وارث ہے اور ہمارے بعد علم اور دین کا وارث مطلق ہے، اس کے بعد فرمایا کہ

☆اذا اقمت الی نافلة اللیل وصلیت ذکرینی

ہمیں اپنی نمازِ شب میں کبھی فراموش نہ کرنا

پھر فرمایا کہ یہ دکھ سکھ عارضی ہوتے ہیں، جلد گزر جائیں گے، اور آپ جلد وطن واپس لوٹ جائیں گی، جب آپ مدینہ طیبہ پہنچیں تو جد اطہر پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مزار پر جا کر ہماری طرف سے عرض کرنا کہ آپ کا مظلوم نواسہ سلام عرض کر رہا تھا، پھر جب پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کے پاس جائیں تو ہماری طرف سے کہنا کہ جسے آپ نے نازوں سے پالا تھا، جس پر آپ دھوپ برداشت نہیں کرسکتی تھیں، آپ کا وہ غریب بیٹا کربلا کی تپتی ہوئی ریت کو عرش معلیٰ بنا کر اپنی وفادار جماعت کے ساتھ سو گیا ہے

اس کے بعد تمام پردہ دارانِ توحید و رسالت صلوٰۃ اللہ علیہن کو ایک جامع دستور العمل

عطا کیا اور فرمایا کہ ہر مستور کو میرا یہ فرمان ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ آپ سب نے صبر و تحمل کے ساتھ تمام آلام و مصائب برداشت کرنا ہیں، کہیں بھی صبر سے دست کش نہیں ہونا ہے، آپ سب کی زبان پر ہمیشہ حمد خدا رہے، اگر آپ کے لب کھلیں تو فقط دعا کیلئے، کبھی کسی کو بددعا نہیں دینا ہے، کیونکہ اگر کسی مستور نے ایسا کیا تو یہ دنیا تباہ و برباد ہو جائے گی، جبکہ یہ بات منشائے اِلٰہی کے خلاف ہے، اگر کوئی زیادہ مجبوری درپیش ہو بھی تو پھر ہماری دستار کے پاک وارث جناب سجّاد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رجوع کرنا، جس طرح وہ حکم دیں اس کی تعمیل کرنا

جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی وصیتیں مکمل فرما چکے تو پاک ہمشیر صلوٰۃ اللہ علیہا نے عرض کیا کہ ہم سب یہ جانتی ہیں کہ اب آپ ہم سے جدا ہو کر پھر واپس نہیں آئیں گے، ہماری خواہش ہے کہ آخری مرتبہ ہم آپ کو گلے لگا کر رولیں، کیونکہ پھر تو شاید موقعہ نہیں ملے گا، پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے اپنے پاک بھائی کے گلے میں بانہیں ڈالیں ...... ☆فضمها رحمة وقبلها

شہنشاہ معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پاک ہمشیر کو گلے سے لگایا، سر اطہر پر بوسہ دیا، پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے اپنے بھائی کی ریش مبارک چومی، زخمی پیشانی پر بوسہ ثبت فرمایا، بھائی کے دست مبارک آنکھوں سے لگا کر چومے، حتیٰ کہ جی بھر کے بھائی کو پیار کیا، اس وقت مولا کریم کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرۂ اقدس پر پریشانی کے آثار نمودار ہوئے تو پاک بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے جلدی سے پوچھا بھیا! ابھی تو آپ ہمیں صبر کی تلقین فرما رہے تھے، اب خود کیوں اداس ہو گئے ہیں؟ اس وقت سلطان الصابرین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صبر کی حد ختم ہو گئی، پاک ہمشیر کو سینہ سے چمٹا لیا اور رو کر

فرمایا کہ بہن مجھے آپ کا مستقبل رُلا رہا ہے، گویا آنے والے مناظر میں دیکھ رہا ہوں کہ بازار، دربار، نزوار یعنی بازپرس، مخلوق کا اژدھام، ملاعین کی گستاخیاں، دربدری، صعوباتِ سفر، زندانِ کوفہ و شام اور سب سے بڑھ کر دورانِ سفر مستورات کی رحلت کے مناظر مجھے رُلا رہے ہیں، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ آپ سب میں سے چند مستورات ہی واپس وطن پہنچ سکیں گی

شہنشاہِ معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خیام سے باہر نگاہ فرمائی تو مستورات تطہیر صلوٰۃ اللہ علیھن کی عجب حالت نظر آئی، تمام مستورات صحن کے ایک گوشہ میں دائرہ بنا کر زمین پر تشریف فرما تھیں اور اتنی خاموشی سے رورہی تھیں کہ کوئی آواز تو سنائی نہیں دے رہی تھی مگر آنسوؤں کی بارش زمین کربلا کو سیراب کر رہی تھی

ان کی یہ حالت دیکھ کر شہنشاہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام خیمہ سے باہر تشریف لائے، مستوراتِ توحید و رسالت صلوٰۃ اللہ علیھن کی نگاہ پڑی تو فوراً زمین سے اٹھ کر شہنشاہِ معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا استقبال کیا اور پھر آپ کے اردگرد جمع ہو گئیں، کسی جانب سے آواز آتی تھی ''بابا جان'' کسی طرف سے آواز سنائی دیتی ''ماموں جان''

ہر مستور گریہ کرنے میں مصروف تھی، کوئی عبا کو بوسے دیتی تھی، کوئی ہاتھ چومتی تھی مگر اس وقت دو کمسن شہزادیاں ایسی تھیں کہ جو شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبا کے دامن میں خود کو چھپانے میں مصروف تھیں، ایک معصومہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا تھیں، اور دوسری ان کی کمسن بہن صغیرہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا تھیں، وہ بڑا دردناک منظر تھا

اس وقت شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پردہ دارانِ توحید و رسالت صلوٰۃ اللہ علیھن کو اپنی شہادت کی اطلاع دی، مستورات میں گریہ و ماتم کا کہرام بپا ہوا، شہنشاہ معظم علیہ

الصلوٰۃ والسلام نے ہاتھ کے اشارے سے سب کو خاموش کیا، اس کے بعد شام غریباں کے حالات سے انہیں آگاہ فرمایا اور فرمایا اب گریہ وبکا کی حد ختم ہوگئی ہے، اب آپ کے صبر تحمل اور وقار و بردباری کا امتحان ہے کہ آپ کس حد تک صبر کرسکتی ہیں

☆وامرهن ان يشمن بالمقانع والمر افط ولقين لما يرد عليهن من النو ازل والخطوب

اس کے بعد سبھی مستورات کو حکم فرمایا کہ اب ظلم کا طوفان سر پر پہنچ چکا ہے، تم اپنی پاک ردائیں اور مقنعے اپنے سروں پر مضبوط کرلو اور کمر ہمت صبر کے کمر بند کے ساتھ باندھ لو، اپنے معصوم بچوں کو سنبھالنے کیلئے آپس میں بانٹ لو کہ کوئی بچہ اس ظلم کے طوفان میں گم نہ ہو جائے، اب ہماری روانگی کا وقت ہے

اس مقام پر شہنشاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے نظام جبروتیت قہریہ کا اظہار فرمایا کہ جس کے بعد پردہ کے معاملہ میں کبھی بھی کوئی مستور پریشان نہیں ہوئی، یہ وہ مشہور فرمان ہے کہ جو حدود عصمت وعفت کے حفاظتی نظام الٰہیہ کو واضح کرتا ہے، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس وقت تمام مستورات صلوٰۃ اللہ علیہن سے فرمایا کہ

☆واعلموا ان الله حافظكم وحاميكم سينجيكم من شر الاعداء ويجعل عاقبة امركم الى الخير ويعذب الله اعاديكم بانواع العذاب ويعو ضيكم عن هذه البلية انواع الكرامة ولا تشكوا ولا تقوا بالسنتكم ما ينقص قدركم ( )

اے پردہ دارانِ توحید ورسالت ! صلوٰۃ اللہ علیکن آپ یاد رکھیں کہ یقیناً اللہ جل جلالہ آپ کے قافلہ کا محافظ ہے، آپ کا حامی وناصر ہے، عنقریب ان ملاعین کے شر سے آپ آزاد ہو جائیں گی، آپ کے دکھ کا انجام ایک عظیم خیر ہے، اور آپ کے دشمنوں کیلئے لاتعداد قسم کے عذاب ہیں، آپ کو ان سارے دکھوں کا بدلہ ملے گا

آپ کے آخری لخت جگر عجل اللہ فرجہ الشریف آئیں گے، آپ کے دل ٹھنڈے ہوں گے آپ سب کو عظمت وجلالت کے بھاگ سہاگ نصیب ہوں گے، آپ کو اس وقت کسی دکھ کا شکوہ تک نہیں کرنا چاہیے، اور نہ ہی آپ کی زبان سے کوئی ایسا جملہ یا بدعا نکلے کہ جو آپ کی عظمت کے منافی ہو

یہاں میں یہ عرض کروں گا کہ یہ کسی عام آدمی کا کلام نہیں بلکہ زمانے کے امام کا کلام ہے کہ جو امام کلام ہے، جو ہماری طرح (نعوذ باللہ) جھوٹی تسلیوں پر مبنی نہیں ہے بلکہ ہر فقرہ اپنی جملہ سچائیوں میں اس طرح کامل ہے جس طرح اللہ کا کلام کامل ہے، یعنی آپ خود سوچیں کہ امام وقت فرمائیں کہ اللہ تمہارا ہمہ پہلو محافظ ہے، تمہاری حفاظت کا ضامن ہے، جب اللہ حفاظت کر رہا ہو تو شمر ملعون یا اس جیسے کسی اور ملعون کی کیا جرأت ہے کہ وہ اس دیوارِ حفاظت اِلٰہیہ کو توڑے

فرمایا یقین رکھیں کہ یقیناً اللہ جل جلالہ کا جبروتی نظام حفاظت آپ کی حفاظت کرے گا، آپ کے پردے محفوظ رہیں گے، خلاقِ ازل آپ کی مکمل حمایت فرمائے گا، آپ کے دکھوں کا انجام ایک عظیم خیر کی شکل میں آپ کے سامنے آئے گا اور قہار و جبار اللہ جل جلالہ آپ کے تمام دشمنوں کو عذابِ ذلت کی لاتعداد اقسام سے معذب کرے گا، آپ کو ان دکھوں کے عِوض ابدی مسرتیں ملیں گی، ہمیشہ کی عزتیں آپ کے قدم چومیں گی، آپ نے ان دکھوں کا شکوہ اپنے خالق سے بھی نہیں کرنا اور نہ ہی کسی دوسرے سے شکوہ کرنا ہے کیونکہ یہ آپ کی شان وعظمت کے خلاف ہے

اب آپ ظلم کے طوفانوں سے ٹکرانے کی مکمل تیاری کرلیں، اللہ تعالیٰ آپ کے پردے کا ضامن ومحافظ ہے...... حقیقت یہ ہے کہ جب تک شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے اللہ تعالیٰ سے پاک پردۂ توحید کے تحفظ کی مکمل ضمانت لے نہیں لی خیام سے باہر ہی نہیں تشریف لائے، کیونکہ شرفاء کیلئے جان کی قربانی اس وقت آسان ہوتی ہے کہ جب ناموس کی حفاظت کی ضمانت مل جائے

مستورات نے عرض کیا کہ آقا! کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ خالق آپ کے عِوض ہمیں قبول فرمالے؟ ہم سبھی آپ کی نعلین پر قربان ہونا چاہتی ہیں

جس وقت شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام مستورات صلوٰۃ اللہ علیھن کو آخری مرتبہ دلاسہ دے کر روانہ ہونے لگے تو اس وقت گریہ و بکا کی آواز بلند ہوئی، کچھ فاصلہ پر جناب سجّادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خیمہ تھا، جس میں آپ بستر علالت پر دراز تھے، آنکھیں بند تھیں، اور جناب امام محمدؐ باقر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک والدۂ گرامی ام محمدؐ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا اپنے سرتاج کے ساتھ تشریف فرما تھیں، اس گریہ و بکا کی آواز پر جناب سجّادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنکھیں کھولیں، آہستہ آہستہ دریافت فرمایا کہ مستورات اس قدر گریہ فرما رہی ہیں، کیا وجہ ہے؟ پاک بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے سرتاج کو بتایا کہ آپ کے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری وداع کے بعد میدان کی طرف تشریف لے جانا چاہتے ہیں، اس وقت جناب سجّادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلدی سے اٹھنے کی کوشش کی مگر اٹھ نہیں سکے اور آواز دی کہ ☆یا ابتاہ مھلا توقف حتی اَوُدّعَكَ

بابا جان! اتنی جلدی نہ کریں، بیمار بیٹے کو قدم بوسی کیلئے تو آنے دیں، جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ آواز سنی تو فوراً جنابِ سجّادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خیمہ میں تشریف لے گئے، جناب سجّادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پاک بابا کی تعظیم کیلئے اٹھنا چاہا مگر شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلدی سے بڑھ کر ان کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا

کہ بیٹا! چند گھڑیاں باقی ہیں، آرام کرلیں، آپ نے بہت طویل سفر کرنا ہیں

جناب سجادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پاک پھوپھی صلوٰۃ اللہ علیہا کی طرف نگاہ فرمائی اور عرض کیا کہ

مجھے سہارا دیں، معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے بیمار بیٹے کو سہارا دے کر اٹھایا

☆وجلس امام علیہ الصلوٰۃ والسلام عنده واحتضنه وقبله لطف به واسره

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام جناب سجادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب ہی بیٹھ گئے اور ان کی گردن

میں بانہیں ڈال کر ان کی پیشانی پر بوسہ دیا، بے پناہ شفقت پدری سے انہیں کافی

دیر تک پیار کرتے رہے، ان کے ساتھ راز و نیاز کی گفتگو فرماتے رہے

اس کے بعد خاموشی چھا گئی یہ وہی وقت تھا کہ جس وقت ☆او دعه اسرار الامامه

اَسرارِ امامت انہیں منتقل فرمائے جا رہے تھے☆وهناه برعايته اهل البيت

اس کے بعد انہیں مخدراتِ عصمت کے پاک پردے کی تاکید فرمائی، سبھی اہل حرم

کے ساتھ جس شفقت اور نرمی کو معمول بنانا تھا، اس کے بارے میں آگاہ فرمایا

اس وقت جناب سجادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا کہ

☆ما صنعت اليوم مع هولاء القوم

بابا جان! قوم ملعون سے آج کیا فیصلہ ہوا ہے؟ فرمایا کہ انہوں نے اطاعت اِلٰہی

کے مقابلہ میں اطاعت شیطان کو ترجیح دی ہے

ممکن ہے کسی شخص کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ اسرار امامت کی سپردگی کوئی

مقامات پر بیان کیا گیا ہے، حالانکہ یہ کام تو کسی ایک مقام پر انجام دیا گیا ہوگا

کیا باقی روایات درست نہیں ہیں؟ اس لئے مناسب ہے کہ اس امر کی وضاحت

کرتا چلوں کہ منصب امامت کے ماتحت کئے شعبے ہوتے ہیں یا ایسے سمجھیں کہ

ولیءِ مطلق کے پاس نیابت اِلٰہیہ کے لاتعداد شعبے ہوتے ہیں، ان میں نیابت و رسالت کا عہدہ بھی ہوتا ہے، خود امامت کا عہدہ بھی ہوتا ہے، خلافت کا عہدہ بھی ہوتا ہے، حجت کا عہدہ بھی ہوتا ہے اور سب سے بڑھ کر ولایت مطلقہ کا عہدہ ہوتا ہے کہ جو حقیقتاً نیابت کلیہ اِلٰہیہ کا عہدہ ہے، اس لئے ہر امام سب سے آخر پر یہ عہدہ اپنے بعد والے امام کو ہینڈ اوور (Hand over) کرتا ہے، یعنی ہر امام ہوتا تو ازل سے امام و ولی ہے، مگر پہلے بالتصرف اور ناطق نہیں ہوتا، تمام عہدوں کے اختیارات کو استعمال کرنے کا مجاز اس وقت ہوتا ہے کہ جس وقت امام سابق کا آخری دن ہو، اور سب سے بڑا عہدہ جو نیابت کلیہ اِلٰہیہ کا ہے وہ عین وقت رحلت منتقل ہوتا ہے، یہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جناب سجّادعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو کچھ عہدے تو مدینہ سے روانگی کے وقت ہی تفویض فرما دیئے تھے، کچھ دورانِ سفر تفویض فرمائے، اور کچھ سات محرم کے دن تفویض فرمائے تھے کہ جس کی وجہ سے ان کا سلسلہءِ علالت ظاہری شروع ہوا، گویا یہ ضبط جلال کا عہدہ تھا کہ جو عین عالم جلال میں ان کے سپرد کیا گیا، اور کئی عہدے روز عاشور مختلف اوقات میں تفویض فرمائے، یعنی سلسلہ بہ سلسلہ یہ عہدے ان تک پہنچے اور کچھ عہدے ان کی بجائے فاتح شام معظّمہ عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کو نیابتاً عطا فرمائے اور وہ مدینہ واپسی تک ان عہدوں پر فائز رہی تھیں، جس کی وجہ سے ان کا ایک لقب ہے......امینۃ الامامۃ صلوٰۃ اللہ علیہا، کئی صحف انبیاء اور تبرکات جناب سجّادعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہزادہ امیر قاسم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک دلہن صلوٰۃ اللہ علیہا کے ذریعے عطا ہوئے جن کے متعلق شہنشاہ معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پاک شہزادی صلوٰۃ اللہ علیہا سے فرمایا کہ ہماری

شہادت کے بعد یہ آپ نے اپنے بھائی کے حوالے کرنا ہیں
اس لئے اسرار امامت کی تفویض کا ذکر کئی مقامات پر آیا ہے
جب امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام جناب سجادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خیمہ میں تشریف فرما تھے اس وقت جناب سجادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کہ بابا جان! چچا حبیب، چچا مسلم بن عوسجہ، چچا بریر اور چچا زہیر کہاں ہیں کہ وہ ان ملاعین کو سمجھاتے، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ سبھی شہید ہو چکے ہیں، جناب سجادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سوال کیا
☆واین عمی العباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام......این ابن عمی القاسمؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام
فرمایا کہ بیٹا وہ سبھی شہید ہو چکے ہیں، پھر پوچھا کہ
☆واین اخی علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام
جس وقت انہوں نے یہ سوال کیا کہ میرا بھائی کہاں ہے؟ اس وقت شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بتانا مناسب نہیں سمجھا کہ تمہارا بھائی بھی شہید ہو گیا ہے، بلکہ سینہ سے لگا کر فرمایا کہ میرے لخت جگر ان پردہ داروں میں اب آپ کے اور میرے بغیر کوئی مرد باقی نہیں رہا ہے، سبھی غریب کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں، اب خیام میں یا تو مستورات ہیں یا معصوم بچے باقی ہیں
جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا تو جناب سجادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو روتے ہوئے غش آ گیا، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیمار بیٹے کا سر اپنی آغوش میں لیا اور فرمایا کہ میرے لعل ذرا آنکھیں کھولیں اور مجھے رخصت کریں، میں اب میدان کی جانب جا رہا ہوں اور شاید واپس نہ آ سکوں، پھر اس وقت ملاقات ہو گی کہ جب ہمارے پاک منتقم عجل اللہ فرجہ الشریف کا ظہور ہو گا، اب ہم ہر چیز آپ کو سونپ کر جا رہے ہیں کیونکہ

ہماری مجبوری ہے، ان پاک پردہ داروں کے پردہ کی تاکید ہم آپ کو کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ بازاری ماحول ان کے مزاج کے خلاف ہے

امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نے بیمار بیٹے کی پیشانی پر بوسہ ثبت کیا اور فرمایا آنکھیں کھول کر بابا مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کو آخری بار سینہ سے تو لگا لیں، ابھی آپ کو بھائی کا پرسہ دینے کیلئے لوگ آجائیں گے، یہ خیام اب چند گھڑیوں کے مہمان ہیں، اب اپنے آپ کو آلام ومصائب کیلئے تیار کر لیں، پھر مستورات سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہماری شہادت کے بعد انہیں جگا کر ہمارا یہ پیغام دینا کہ شام غریباں کے دکھوں پر صبر کرنا، خیام اور پردے قربان کرنا پڑیں تو دریغ نہ کرنا، آپ کو اگر زیور پہنائیں تو بلا عذر پہن لینا، اور پھر خاموشی سے جہاں ظالمین لے جانا چاہیں چلے جانا، مگر یاد رہے کہ کہیں کسی موقعہ پر صبر خداوندی کا دامن نہ چھوڑنا

مومنین اب دعا کا وقت ہے، مل کر دعا کریں کہ اللہ کرے اب تو اس بیمار کربلا علیہ الصلوۃ والسلام کو اپنا لوٹا ہوا گھر دوبارہ آباد نظر آئے، جس طرح انہوں نے یہ گھر اجڑتا ہوا دیکھا تھا اسی طرح اس پاک گھر کو پھر آباد دیکھیں، یہ اب اپنے ہاتھوں سے جوان بھائی کو سہرے پہنائیں، پاک ہمشیر کا آباد گھر اپنی آنکھوں سے دیکھیں، اور بابا پاک علیہ الصلوۃ والسلام کی شفقت اور محبت کے سائے میں سدا آباد رہیں

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمؑ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف
وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلٰی آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 29
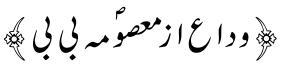
صلوٰۃ اللہ علیہا

کربلا کا میدان ہے، روزِ عاشور ہے، زوالِ آفتاب سے کچھ بعد کا یعنی نمازِ عصر کا اول وقت ہے، ایک طرف مظلوم بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بیمار بیٹے کے مابین راز و نیاز کی باتیں شروع ہیں، منصب امامت کے اہم امور منتقل کئے جا رہے ہیں
دوسری طرف اس خیمہ سے باہر صحن میں پردہ دارانِ توحید ورسالت صلوٰۃ اللہ علیہن امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باہر آنے کا انتظار کر رہی ہیں، اس وقت جناب شریکۃ الحسینؑ معظّمہ کونین عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے مستورات سے فرمایا کہ آپ سب کو تاکید کرتی ہوں کہ خدارا مجھ پر احسان کرتے ہوئے میرے بھائی کے سامنے زیادہ گریہ نہ کرنا، اور نہ ہی اب ان کے سامنے بھائیوں اور بیٹوں کا ذکر کرنا، کیونکہ وہ پہلے بہت دکھی اور غمزدہ ہیں، تنہا ہیں اور چند لمحوں کے مہمان ہیں
ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام جناب سجادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خیمہ سے باہر تشریف لائے، سب مستورات صلوٰۃ اللہ علیہن کو قریب بلایا اور معذرت خواہانہ انداز میں فرمایا کہ میں آپ سب کا بہت احسان مند اور شکر گزار ہوں کہ آپ نے اپنے بستے گھروں کو چھوڑا، ان جنگلوں اور ویرانوں میں بھوک اور پیاس نبھا کر

بھی غریب کا ساتھ نہیں چھوڑا، اپنی ہر چیز میرے عظیم مقصد پر قربان کی، میرے مقصد کی تکمیل میں میرا ساتھ دیا، آئندہ بھی میں آپ سے یہی توقع رکھتا ہوں کہ میرے مقصد اعلیٰ کو آپ سنبھال لیں گی، میں آپ سب کا ایک مرتبہ پھر شکریہ ادا کرتا ہوں

اس وقت شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نگاہ فرمائی تو دیکھا کہ ان کی پشت کی طرف شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک والدہ صلوٰۃ اللہ علیہا گریہ فرما رہی تھیں

ان کی طرف دیکھ کر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہمیں آپ کے دکھوں کا احساس ہے کہ ہماری وجہ سے آپ کو اتنے زیادہ دکھ ملے ہیں کہ جو برداشت سے زیادہ ہیں، ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ جس ضعیف ماں کا جوان بیٹا شہید ہو جائے اس کا جینا محال ہوتا ہے، لیکن رضائے الٰہی کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم آپ کو صبر کی تلقین ہی کر سکتے ہیں

پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے آہستہ آہستہ سر اٹھایا اور رو کر عرض کیا کہ آقا ہمیں اپنے جوان بیٹے کا افسوس نہیں ہے کیونکہ میرا نوخیز بیٹا تو آپ کا صدقہ تھا، واللہ اس جیسے لاکھ بیٹے آپ کی نعلین پر قربان کر کے بھی اگر آپ کو بچا سکتی تو میں دریغ نہ کرتی، مجھے آپ کی مظلومیت اور تنہائی کا دکھ ہے، میں تو اپنے سہاگ کی سلامتی کیلئے فکرمند ہوں، کیونکہ ہماری سب سے قیمتی دولت تو آپ کی پاک ذات ہے

اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سامنے نگاہ فرمائی تو دیکھا کہ ایک بی بی ہیں جن کے چہرے پر حسرت ویاس اور دکھ کی انتہا نظر آئی، جن کے پیچھے چند گھڑیوں کی بیوہ دلہن صلوٰۃ اللہ علیہا رونے میں مصروف تھیں

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پاک بھاوج صلوٰۃ اللہ علیہا کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ ہم جانتے ہیں آپ بہت دکھی ہیں کیونکہ پہلے بھی آپ نے کافی عرصہ بیوگی کے دکھ جھیلے ہیں، پھر آج آپ کی بیوگی کا سہارا بیٹا آپ کو داغِ مفارقت دے چکا ہے، ہمیں یہ بھی احساس ہے کہ بیوہ بہو بیٹیوں کو ساتھ لے کر بازار جانا بہت مشکل ہوتا ہے، مگر ہماری وصیت ہے کہ آپ نے ہر قدم پر خود بھی صبر کرنا ہے اور اپنی اس پاک بہو کو بھی حوصلہ دینا ہے

پھر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پاک بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کی طرف نگاہ فرمائی کہ جن کے بارے میں خود فرمایا کرتے تھے کہ جس گھر میں یہ نہ ہوں ہمیں وہ گھر اطہر بھی اچھا نہیں لگتا، انہیں مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا آپ دکھوں سے گھبرا تو نہیں گئیں؟

درحقیقت اب تک جو کچھ ہوا ہے یہ تو دکھوں کی ابتدا ہے، یہ تو صرف ہمارے دکھ ہیں، آپ کے مصائب کا سلسلہ تو اب شروع ہوگا، آپ کو ہماری پاک بہنوں صلواۃ اللہ علیہن کے ساتھ آئندہ بہت زیادہ دکھ جھیلنا ہیں، کمسن اور معصوم بیٹی کے ساتھ بازاروں میں جانا پڑے گا، ہماری شہادت کے بعد اس بیٹی کا خیال رکھنا پڑے گا، اور اس نے آئندہ بہت رونا ہے، اگر ہو سکے تو اسے دلاسہ دینا

اسی طرح امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک ایک مستور سے وداع ہوئے، سب سے آخر پر دیکھا تو خیام کے دروازہ کے نزدیک ایک ضعیف مستور سر جھکا کر رو رہی تھی، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مستور کی جانب چل دیئے، قریب پہنچ کر ان کے سفید سر پر بوسہ دے کر فرمایا کہ اماں فضہ سلام اللہ علیہا آپ اتنی دور کیوں کھڑی ہیں؟

انہوں نے عرض کیا کہ آقا! آپ بہن بھائیوں کی دردانگیز باتیں مجھ سے

برداشت نہیں ہوتیں

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہمارے بعد اس قافلۂ تسلیم و رضا کی سب سے زیادہ ذمہ دار آپ کی ذات ہے، کیونکہ آئندہ آلام و مصائب کے جو طوفان آئیں گے ان میں آپ کی حیثیت ایک محافظ اور نگران کی ہے، آپ ہی نے شام غریباں سے لے کر کوفہ و شام کے بازاروں اور درباروں اور زندانوں میں ان دردرسیدہ مستورات کو سنبھالنا ہے، آپ ہی نے تو ہر دکھ میں انہیں حوصلہ دینا ہے، آپ ہی نے ان کے پردے بنانا ہیں

مردوں میں سے میرا بیٹا سجاؑد علیہ الصلوٰۃ والسلام بیمار اور علیل ہے، میرا باؑقر علیہ الصلوٰۃ والسلام کمسن ہے، ایک آپ ہی تو ہیں کہ جس پر میں اعتماد اور بھروسہ کر سکتا ہوں، میری بہنیں اور بیٹیاں تو اس ظالم ماحول سے ناواقف ہیں، آپ نے ہی ان سب کا خیال رکھنا ہے

اس وقت جناب فضہ سلام اللہ علیہا نے سرکاؑر کے قدموں پر اپنا سفید سر رکھا اور روتے ہوئے عرض کیا کہ آقا! میں ضعیف اور کمزور اس قابل تو نہ تھی کہ جتنی ذمہ داریاں آپ نے مجھ پر ڈال دی ہیں، پھر بھی میں التجا کرتی ہوں کہ مجھے اتنی توفیق ضرور عطا فرمانویں کہ میں آپ کی توقعات پر پوری اتر سکوں، میرے لعل مجھے دعا کرنا

جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام جناب سجاؑد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خیمے میں تشریف فرما تھے، ایک تین سال کی معصوم شہزادی (معصوؑمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کی چھوٹی ہمشیر) صغیرہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا بابا کے ساتھ جناب سجاؑد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خیمہ میں نہیں آئیں

بلکہ اس دروازہ پر آبیٹھیں کہ جو قناتوں کی چاردیواری کا صدر دروازہ تھا

جناب سجادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خیمہ میں وداع ہوتا رہا، مستورات روتی رہیں مگر یہ شہزادی دروازہ کے سامنے زمین پر بیٹھی رہیں، جب امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے وداع فرما کر دروازہ کی طرف روانہ ہوئے، اس وقت صغیرہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے اپنی بڑی بہن معصومہؑ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کو آواز دی

☆تقول هلمى يا معصومة ترمى علىٰ والدى كيلا يروح الى الموت

آؤ ہم دونوں مل کر اپنے مہربان بابا کو روک لیں، ہم انہیں میدان میں نہ جانے دیں، کیونکہ میں جانتی ہوں کہ اگر وہ چلے گئے تو پھر واپس نہیں آئیں گے

☆فجاء ت معصومة ابنته صلوٰة الله عليها حاسره صائحته حافية

معصومہؑ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کو سر اطہر کی چادر کا خیال بھی نہ رہا، دوڑ کر روتے ہوئے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب آئیں اور ☆فتعلقت بثوبه بابا کی عبا کے دامن کے ساتھ لپٹ کر ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ بابا جان! ہم آپ کو نہیں جانے دیں گی شہنشاہ معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام یہیں زمین پر بیٹھ گئے اور دونوں بیٹیوں کو آغوش میں لے کر پیار کیا، دونوں معصوم شہزادیوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے

☆ومسح دموعها بكمه اور سرکارؑ اپنی آستین سے معصومہؑ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے آنسو صاف کر رہے تھے اور صغیرہ بی بی کو سینے سے لگایا ہوا تھا، اس کے بعد صغیرہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا سے فرمایا کہ بیٹی

☆اجلسى عند الخيمة لعلى اتيتك بالما

میری لائق بیٹی آپ خیمہ میں تشریف لے چلیں، ہم آپ کیلئے پانی لینے جا رہے ہیں کچھ روضہ نگاروں نے یہ بھی لکھا ہے کہ جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام خیام سے

روانہ ہونے لگے تو دونوں شہزادیوں نے انہیں قنات کے اندر روک لیا

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پاک بہن کو یاد کیا اور فرمایا کہ میری ان دونوں بیٹیوں کا خاص خیال رکھنا، پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے دونوں شہزادیوں کو گلے لگایا اور اٹھا کر خیمہ میں لے گئیں، انہیں یہاں بٹھا کر جلدی سے واپس پاک بھائی کو الوداع کہنے تشریف لے گئیں

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام وداع ہوکر زین ذوالجناح پر سوار ہونے لگے تو عجیب تنہائی کا عالم تھا، پہلے جب سوار ہوا کرتے تو جوانانِ بنی ہاشم علیہم الصلوٰۃ والسلام آ کر عزت واحترام سے سوار کرتے، مگر آج کوئی ایک بھی تو موجود نہ تھا، ایک مرتبہ ہر طرف ایک حسرت آمیز نگاہ فرمائی پھر رکاب میں قدم رکھا، کوچ میں ہاتھ رکھتے ہوئے سوار ہونے کی کوشش کی مگر زین تک پہنچ نہ سکے

نہر علقمہ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ بھائی اب تو میں اس قدر ضعیف ہو گیا ہوں کہ زین ذوالجناح پر سوار بھی نہیں ہو سکتا

آپ سب کو جانے کی کس قدر جلدی تھی، کچھ دیر اور رک جاتے تو مظلوم کی تنہائی دیکھتے، ایک بیٹا موجود تو ہے مگر وہ بھی اتنا بیمار اور نحیف ہے کہ میری مدد نہیں کر سکتا بھائی تو زورِ کمر ہوتے ہیں، آپ کی شہادت نے میری کمر خم کر دی ہے، جوان بیٹوں کی اندوہ ناک موت نے مجھے ضعیف اور کمزور کر دیا ہے

عین اس وقت دوسری طرف سے جناب غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک حرم ام الفضل بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے کوچ میں ہاتھ ڈالا اور عرض کیا کہ آقا! گھبرائیں نہیں، کیا ہوا کہ آپ کا غلام آپ کی نعلین کے صدقے شہید ہوا ہے، کنیز حاضر ہے، آئیں

بسم اللہ...... آپ رکاب میں قدم مبارک رکھیں، آپ کے غلام کی نیابت میں میں آپ کو ذوالجناح پر سوار کرتی ہوں

آقا! غلام تو ہوتے ہی اسی لئے ہیں کہ مشکل وقت میں اپنے مالک پر قربان ہوں، آپ غلام کیلئے دکھی نہ ہوں، اگر اس کنیز کو اذنِ جہاد عطا فرمائیں تو واللہ میں اب بھی علم اٹھا کر آپ کی نصرت کیلئے تیار ہوں

سبھی پردہ دار صلوٰۃ اللہ علیھن امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سوار کرنے کیلئے جمع ہوئے، جناب فضلؑ کی ماں صلوٰۃ اللہ علیہا نے رکاب پکڑی، پاک ہمشیر صلوٰۃ اللہ علیہا نے سہارا دیا اور فرمایا کہ☆حسبك الله ونعم الوكيل امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام زین پر سوار ہوئے

متقدمین بزرگ بیان فرماتے تھے کہ اس وقت مظلوم کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذوالجناح کی زین سے جھک کر آخری بار پاک ہمشیر صلوٰۃ اللہ علیہا کے سر اطہر پر بوسہ دیا اور رو کر فرمایا کہ بہن آج آپ نے ہمیں ذوالجناح پر سوار کیا ہے مگر دکھ کی بات یہ ہے کہ کل آپ کو محمل پر کون سوار کرے گا؟

اس وقت معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے پاک بھائی کے ہاتھ چوم کر فرمایا کہ آپ پریشان نہ ہوں جس طرح یہ مشکل وقت کٹ گیا ہے اسی طرح وہ وقت بھی کٹ جائے گا، اور آپ کا سجاد علیہ الصلوٰۃ والسلام بیٹا ہمیشہ سلامت رہے، اگر اس کے ہاتھ آزاد ہوئے تو پھر انشاء اللہ کوئی مشکل نہیں ہوگی

سرکارؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخری قنات کے قریب جا کر مرتجز کو روکا، پردہ داران توحید و رسالت صلوٰۃ اللہ علیھن کو آخری سلام کر کے مرتجز کو ایڑی لگائی مگر مرتجز نے قدم آگے نہ بڑھایا، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی گردن پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ میرے

وفادار ساتھی! کیا تھک گئے ہو؟ ہم اپنے حبیب ازل کی جانب پیدل بھی جا سکتے ہیں، اس وقت مرتجز نے اپنا سر زمین کی طرف جھکایا اور زبان حال سے عرض کیا کہ آقا! ذرا اِدھر توجہ کریں

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نگاہ فرمائی اور دیکھا تو معصوؑمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا مرتجز کے قدم پکڑ کر رو رہی تھیں، اور ذوالجناح سے فرما رہی تھیں کہ خدا کے نام پر صرف ایک مرتبہ مجھے اپنے پاک بابا سے ملنے دو

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام رہوار سے اترے، معصوؑمہ صلوٰۃ اللہ علیہا بیٹی کو آغوش میں لیا

یہ حقیقت ہے کہ شرفاء کو بیٹوں سے زیادہ بیٹیاں پیاری ہوتی ہیں، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے سینہ کی زینت بیٹی کو گلے لگایا، زلفوں پر بوسہ دے کر فرمایا کہ بیٹا! ہم نے ابھی آپ سے وداع تو کیا ہے، آپ اب یہاں کیوں آئی ہیں؟

معصوؑمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے عرض کیا کہ بابا میں یہاں یہ پوچھنے کیلئے آئی ہوں کہ آپ کب واپس تشریف لائیں گے، کیونکہ جب تک آپ واپس نہیں آئیں گے میں اسی جگہ بیٹھی رہوں گی، اور اگر آپ نے زیادہ دیر لگائی تو پھر میں خود میدان میں چلی آؤں گی تاکہ آپ کو واپس لے آؤں

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معصوؑمہ بیٹی صلوٰۃ اللہ علیہا کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ آپ تو سلطان الصابرین باپ کی بیٹی ہیں، اور خود بھی صابرہ ہیں، ابھی تو آپ نے بہت دکھ دیکھنا ہیں، اتنی بے صبری مناسب نہیں ہے، آپ سب کو معلوم ہے کہ اب ہم کبھی واپس نہ آنے کیلئے جا رہے ہیں، اس لئے ہمارے واپس آنے کا خیال دل سے نکال دیں کیونکہ اب ہم نے واپس نہیں آنا ہے، اب ہمارے سینہ کی بجائے

آپ نے خاک پر سونا ہے، اپنے آپ کو دکھوں سے مانوس ہونا سکھائیں
بیٹا! اب مجھے آخری بار گلے لگالیں، ہم سے آخری بار پیار کرالیں، اور ہماری
واپسی کی آس دل میں نہ رکھیں، کیونکہ ہم شہید ہونے کیلئے جارہے ہیں
ہاں ایک ایسا وقت ضرور آئے گا کہ جب ہم سب مظلومین کے پاک **منتقم** عجل اللہ فرجہٗ
الشریف اس دنیا میں ظہور فرمائیں گے تو پھر ہم سب واپس آئیں گے، پھر آپ کو پیار
بھی کریں گے، آپ کے سبھی بھائیوں کو سہرے پہنائیں گے اور ان نیک ساعات
میں انشاءاللہ آپ کو اتنی خوشیاں ملیں گی کہ یہ عارضی درد وغم یاد بھی نہیں رہیں گے
تمام مومنین مل کر دعا کریں کہ اب تو اس پاک **معصومہ** صلوٰۃ اللہ علیہا کو پاک بابا کے سینہ
پر سونا دوبارہ نصیب ہو، ان کے یتیمی کے درد ختم ہوں، ان کے دکھوں کا مداوا ہو،
ان کے پاک **منتقم** عجل اللہ فرجہٗ الشریف کی بارگاہ میں عرض کریں کہ آقا! آپ کو اس **معصوم**
بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے پیار کا واسطہ، **مولا مظلوم کربلا** علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر اطہر کو جلد آباد
فرمائیں، اور ہمارے پاک وارثؑ کے مقصد عظیم کی تکمیل فرمائیں، تاکہ آلِ **محمد** علیہم
الصلوٰۃ والسلام کی ابدی اور دائمی حکومت اِلٰہیہ کا قیام اب بلا تاخیر ہو

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجھُم بِقَائِمِھِمّ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف
وَصَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 30

مراحل جہادِ آخر
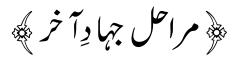
زوال آفتاب کے بعد نمازِ عصر سے کچھ پہلے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام پاک پردہ داران توحید ورسالت صلوٰۃ اللہ علیہن سے آخری مرتبہ وداع کرنے کے بعد اپنے خیام سے ظاہر ہوئے، صاحبانِ مقاتل وروضہ لکھتے ہیں کہ

☆انّہ لما صممُ العزم علی الجھاد و الشھادۃ جاء الی الفساط لیودّعَ اھلہ یوصیھم بما اوصیٰ الیھم بہ

جس وقت شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاد اور شہادت کا مکمل ارادہ فرمالیا تو وداعِ آخر کیلئے ایک مرتبہ خیام میں تشریف لے گئے، اور اپنے پاک خاندان علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جو وصیتیں کرنا مناسب تھیں، وہ فرمائیں

یہاں پر ایک وضاحت کرنا ضروری ہے کہ صاحبانِ مقاتل نے بہ اختلافِ روایات امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دو سے بارہ مرتبہ خیام میں تشریف لاکر وداع ہونا لکھا ہے، مگر محققین کا خیال یہ ہے کہ دورانِ جنگ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام بار بار خیام میں تشریف لاتے رہے، کسی وقت پاک مستورات صلوٰۃ اللہ علیہن کی خبر گیری کیلئے، کسی وقت خود پاک مستورات کسی بات کیلئے بلوا لیتے تھے، کسی وقت شہنشاہ معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی کسی ضرورت کیلئے تشریف لے آتے تھے، اور ہر مرتبہ گویا ایک نیا وداع

ہوتا تھا کیونکہ ہر مرتبہ مستورات اطہار صلوٰۃ اللہ علیھن کو تسلی دے کر رخصت ہوتے تھے، اس لئے ان کے خیام میں تشریف لانے کی حقیقی تعداد کا علم انہی کی ذات کے علاوہ کسی کو بھی نہیں ہے، مگر کتب تاریخ و مقتل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پاک پردہ داران توحید رسالت صلوٰۃ اللہ علیھن سے صرف دو مرتبہ وداع فرمایا، پہلی مرتبہ جب تمام اصحاب و انصار قربان ہو چکے اور سرکارؑ بہ نفس نفیس خود جہاد کیلئے تشریف لے جانے لگے، اور پھر دوسری مرتبہ اس وقت وداع فرمایا کہ جس کے بعد خیام میں پھر واپس نہیں جا سکے

اس آخری وداع کے بارے میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بوسیدہ لباس طلب فرمایا، علیحدہ خیمہ میں جا کر لباس تبدیل فرمایا اور اس بوسیدہ لباس کے اوپر سابقہ لباس بھی زیب تن فرمایا، پھر اسی خیمہ میں پاک ہمشیر صلوٰۃ اللہ علیہا کو بلا کر دستور العمل عطا فرمایا، پھر صحن میں تشریف لائے

☆فدعی بردة رسولؐ الله والنحف بها وافرع عليه درعة الفاضل وتعلا سيفه

اس کے بعد انہوں نے جد اطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تبرکات طلب فرمائے اور ان کی پاک چادر اور ان کی زرہ ذوالفصول کو زیب بدن فرمایا، ذوالفقار کو پہلو کے ساتھ آویزاں فرمایا، اس بارے میں صاحبانِ مقتل نے ایک عجیب بات کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ جس وقت لباسِ عتیق کے اوپر نیا لباس پہنا اور میدان جانے کی تیاری کی تو اس زمانہ میں عرب کا دستور تھا کہ جب کوئی نامور جوان میدان میں جاتا تو اسے معززین یا بزرگ خود سامانِ جنگ سے آراستہ کرتے تھے یعنی اپنے ہاتھوں سے تیار کرتے تھے، جس طرح صفین و جمل میں پاک بیٹوں کو امیر کائنات

علیہ الصلوٰۃ والسلام خود لباس اور سلاحِ جنگ پہناتے تھے یا جناب مالک اشتر سلام اللہ علیہ پہناتے تھے، مگر یہاں وہ صورت حال نہیں تھی کیونکہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ظاہراً تیار کرانے والا کوئی بھی موجود نہیں تھا، اس لئے پاک مخدرات عصمت وطہارت صلوٰۃ اللہ علیھن نے یہ کام سرانجام دیا، کسی بی بی نے کمر بند آراستہ کیا، کسی پاک بی بی نے زرہ میں سے تیر جدا کر کے دوبارہ درست کر کے اپنے ہاتھوں سے پہنائی ہے، کسی پاک بی بی نے نیام کی پیٹی درست کی، جس وقت مکمل تیار ہو گئے اس وقت سارے پاک پردہ داروں صلوٰۃ اللہ علیھن پر حسرت آمیز الوداعی نگاہ فرمائی

شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس سارے سفر میں یہ معمول تھا کہ جب قافلہ کہیں سے روانہ ہونے لگتا تو اپنے خیمہ میں جا کر تیار ہوتے، لباس درست فرماتے، کمر سے تلوار لگاتے، آئینے کے روبرو عمامہ موزوں فرماتے اور جس وقت تیار ہو کر خیام سے باہر تشریف لاتے تو بلند آواز سے فرماتے ☆هَل مَن يَقْدِمُ اِلَيَّ جوَادِی

کوئی ہے جو ہمارا مرتجز ہمارے پاس لے آئے؟ اس وقت چار جوان مرتجز لے کر حاضر ہوتے، جناب غازیؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام جناب اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام جناب سجادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام جناب قاسمؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کو عزت واحترام سے ذوالجناح پر سوار کرتے

آج جس وقت شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام تیار ہو کر خیمہ اطہر سے باہر تشریف لے آئے تو حسب معمول آواز دی ☆هَل مَن يَقْدِمُ اِلَيَّ جوَادِی

پھر چاروں طرف نگاہ فرمائی اور جب کوئی نظر نہ آیا تو اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ایک لخت جگر کو یاد فرمایا

☆مالی انادیکم فلا تجیبونی واسعوکم فلا تنصرونی

کیا بات ہے کہ آج ہم بلاتے ہیں مگر کوئی جواب ہی نہیں دیتا، ہم مدد کیلئے پکارتے ہیں مگر تم آتے ہی نہیں ...... پاک مستورات نے جب یہ پرملال گفتگو سنی تو بلند آواز سے رونے لگیں، پھر شہنشاہِ معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

☆هذه بنات رسول الله صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم لفقد کم قد علیهن النحول

آؤ دیکھو کہ نبی زادیاں صلواۃ اللہ علیہن آپ کی کمی محسوس کر کے کس طرح رو رہی ہیں؟

آپ سب ہمیں چھوڑ کر چلے گئے ہیں، اب تو ہم بالکل تنہا رہ گئے ہیں

عین اس وقت قنات سے باہر مرتجز کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی، سبھی کی نگاہیں ایک دم اٹھیں کہ شاید جناب عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام آ گئے ہیں یا کوئی اور غلام آ گیا ہے

مگر انہوں نے دیکھا کہ پاک دائی جناب فضہ سلام اللہ علیہا ہیں، سر کی ردا سے کمر باندھی ہوئی ہے، مرتجز کی باگ ہاتھ میں ہے، شہنشاہِ معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اماں فضہ سلام اللہ علیہا آپ نے یہ تکلیف کیوں کی ہے؟

رو کر کہا میرے نورِ عین! میں نے آپ کے نانا سے اسی دن کیلئے تو زندگی مانگی تھی جب تک زندہ ہوں آپ کو کسی غلام کی کمی محسوس نہیں ہونے دوں گی

المختصر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام خیام سے باہر تشریف لائے، باہر آ کر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مرتجز کو ایڑی لگائی، مرتجز نے پرواز کیا، اس موقعہ پر کسی فارسی شاعر کا خیال قابل تحسین ہے کہ

چوں عنانِ او سبک در راہ شد
خاکِ صحرا ہم صفات اللہ شد

مرتجز کے قدموں سے مس ہونے والی خاک کے ذرات میں صفات اِلٰہیہ سرایت

پذیر ہوگئے، کیونکہ اللہ شافی ہے، شفا دینا اس کی صفت ہے، مگر یہ خاک بھی شافی ہوگئی، جس وقت خیام سے روانہ ہوئے تو امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چند شعر انشاء فرمائے، جن میں سے ایک شعر یہ تھا کہ

ترکت الخلق طراً فی هواك..........وایتمت العیال لکی اراك

اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی

() انی توجهت و توکلت علی الله فهو() وجهی للذی فطر السموات وحسبی ()

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ذوالجناح کی باگ اٹھائی، پاک مرتجز نے پرواز کی، وہ طے الارض کر کے میدان میں آیا، جب میدان میں پہنچے تو امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مرتجز کو ایک بلند مقام پر آ کر روکا کہ جہاں سے دونوں طرف نگاہ کی جا سکتی تھی، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر ایک مرتبہ خیام کی جانب نگاہ فرمائی کہ جہاں سے معصوم بچوں کی رونے کی آواز آ رہی تھی، دوسری طرف نگاہ فرمائی تو سامنے لشکر شام موجود تھا، جس میں سے ایک قطار کوفیوں کی تھی، جس کے ہر جوان کے ہاتھ میں طبل تھے اور وہ پوری طاقت کے ساتھ بجا رہے تھے

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام سنان بن انس ملعون کے قریب تشریف لائے اور اس ملعون کو مخاطب ہوکر اتمام حجت کیلئے فرمایا کہ اے سنان بن انس! تیرا باپ ابھی تک زندہ ہے، ہمارے مقابل آنے سے پہلے اس سے پوچھ تو لیتا کہ ہمارے فضائل شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس طرح بیان فرمایا کرتے تھے، تجھے انس بن مالک خود بتاتا کہ ہم جوانانِ جنت کے سردار ہیں، کوفیوں کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا

ایک کوفی روایت کرتا ہے کہ مجھے آج تک وہ منظر یاد ہے کہ جب شہنشاہ معظم کریم

کر بلا علیہ الصلوٰۃ والسلام میدان میں تشریف لائے تو انہوں نے خز (ریشم اور اون سے بنے ہوئے کپڑے) کا سیاہ عمامہ پہنا ہوا تھا، مگران کے دونوں دست مبارک عبا میں چھپے ہوئے تھے، انہوں نے کوفیوں سے مخاطب ہوکر مختصر سی گفتگو کی مگر کسی نے کوئی جواب نہ دیا، اسی دوران تیراندازوں نے عمر ابن سعد ملعون کا اشارہ پا کر اپنی کمانوں میں تیر چڑھائے تو اس وقت اپنی گفتگو ختم فرما کر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پاک عبا سے دونوں ہاتھ ظاہر فرمائے، ایک ہاتھ میں ذوالفقار اور دوسرے ہاتھ میں ڈھال تھی، جب تیس ہزار کمان کڑکی تو فوج کا اِرادہ سمجھتے ہوئے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور فرمایا......ع

لاشجاح للفتی قبل الحروب

''کوئی مرد مردانگی کا دعویٰ جنگ سے پہلے کر ہی نہیں سکتا'' یہ کہہ کر انہوں نے مرتجز کی باگ اٹھائی اور فوج کے سمندر میں گھوڑے کو دھکیل دیا، ایک برق جہندہ تھی جو لشکر میں چمک رہی تھی، واللہ نہ مرتجز پر نگاہ ٹھہرتی تھی اور نہ ذوالفقار پر

☆فتارة یحمل علی المیمنة واخریٰ علی المیسرة فی قتل ما یزید علی عشرة الاف فارس

ایک لمحے میں لشکر کے میمنہ پر حملہ آور ہوتے تو عین اسی لمحے میسرہ کے گھوڑے سواروں کے سر گرتے نظر آتے، تا اینکہ 10 ہزار گھوڑے بے سوار ہوکر میدان میں دوڑ رہے تھے...... اس آخری جنگ کو اندازِ حرب کے لحاظ سے ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں، پہلا حصہ وہ تھا کہ جب خداوند شجاعت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی شجاعت اِلٰہیہ کا مظاہرہ فرمایا، اس دوران نہ کوئی زخم آیا اور نہ ہی کوئی چیز جسم اطہر

سے مس ہوئی

یہاں ایک بات عرض کرتا چلوں کہ جب کسی ملک کے شہنشاہ اجتماعی جنگ میں خود شریک ہونے کیلیئے میدان میں آتے تو ان کی حفاظت اور پروٹوکول(Protocol) کیلیئے ان کے اِردگرد اس زمانہ کے بہادرترین جوان موجود ہوتے تھے اور علم حربیات میں ان کیلیئے یہ اصطلاحات استعمال ہوتی تھیں

جوانوں کا جو دستہ دائیں جانب ہوتا تھا انہیں ''شاکریہ'' کہا جاتا تھا

جو حفاظتی دستہ گھوڑے کے آگے چلتا تھا انہیں'' شاطریہ'' کہا جاتا تھا

جو بائیں جانب چل رہے ہوتے تھے انہیں'' نصیریہ'' کہا جاتا تھا

اور پیچھے والے حفاظتی دستے کو'' ظہیریہ'' کہا جاتا تھا

جوانوں کے چار حفاظتی دستے ہوا کرتے تھے،شاکریہ،شاطریہ،نصیریہ،ظہیریہ

اس جنگ میں ایک عجیب بات یہ سامنے آئی کہ ملاعین کوفہ وشام نے دیکھا کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ چار جوان ہیں، پاک مرتجز جس طرف پرواز کرتا ہے وہ چار جوان شاکریہ،شاطریہ،نصیریہ اور ظہیریہ کے فرائض انجام دے رہے ہیں یہ دیکھ کر سبھی متعجب ہوئے کہ آخر یہ جوان کون ہیں؟ کہ جو کلی طور پر حفاظت میں مصروف ہیں، ظالمین نے انہیں زخمی کرنے کی لاکھ کوشش کی مگر ان کی ہر کوشش بے سود گئی کہ نہ تو وہ زخمی ہوئے اور نہ ہی جدا ہوئے

جس وقت یہ بات آئمہ ہدیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سامنے بیان ہوئی تو انہوں نے اس راز سے پردہ اٹھایا اور فرمایا کہ☆کان فی رکابہ جبریل من الشاکریۃ

جو دائیں رکاب والی جانب مصروف حفاظت تھے وہ جناب جبرئیل تھے کہ جنہوں

نے گھوارے میں انہیں لوریاں سنائیں تھیں ☆ وعنانه عزرائيل كالشاطرية

مرتجز کی اگلی جانب خود جناب عزرائیل حفاظت اور قبض ارواح پر مقرر تھے

☆ واسرافيل عن يمينه نصير اور دائیں جانب نصیر بن کر جناب اسرافیل

مصروف حفاظت تھے ☆ وميكائل عن فقائه ظهير اور پشت پناہی کی خاطر جناب

میکائیل تھے، یعنی ایک حفاظتی دیوار موجود تھی جسے نہ کسی ظالم کی تلوار عبور کرسکتی تھی

اور نہ کوئی تیر اس جبروتی نظام حفاظت کو توڑ سکتا تھا

شہنشاہ معظم امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام جب صفین وجمل ونہروان میں اجتماعی جنگ

میں شریک ہوئے تو ان کے چاروں طرف جناب مالک اشتر، سعد بن قیس، بریدہ

بن حصین، احنف بن قیس اور جناب ہاشم مرقال یہ فرائض انجام دیتے تھے جو کربلا

میں ملکوت اربعہ نے ادا کیے، شہنشاہ کربلا علیہ الصلوۃ والسلام کی اس جنگ کی کیفیت یہ تھی

☆وهو يبدو بالنور من الظلمة الحاج كشجرة الطور فى الليل الداج

اس آخری جنگ میں شجاعت کا جو مظاہرہ دیکھنے میں آیا اس کی مثال پوری کائنات

میں نہیں ملتی، اس وقت لشکر شام کی یہ حالت تھی کہ لاکھوں کی تعداد میں ہونے کے

باوجود سارے بدحواس ہوکر دوڑ رہے تھے، اور ابن سعد ملعون کے بارے میں یہ

مشہور ہے کہ وہ غصے کی وجہ سے اپنی داڑھی نوچ رہا تھا، اور بار بار لشکر کو چیخ چیخ کر

کہہ رہا تھا ☆اتدرون بمن تقاتلون...... هذه ابن انزع البطين

اوملعونو! تمہیں معلوم ہے کہ کس سے جنگ کررہے ہو؟ خیبر شکن کے خیبر شکن بیٹے

سے جنگ کررہے ہو، سارے مل کر حملہ کرو ورنہ ایک ایک ہوکر جہنم پہنچ جاؤ گے

اس جنگ میں امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نے مقام نخیلہ سے لے کر مقام ذوالکفل تک

جنگ کی ، جو خیام سے بارہ میل کے فاصلہ پر تھا اور یہاں پر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک علم نصب کیا ہوا تھا

شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی پیاسی ذوالفقار کو اس انداز میں سیراب کیا کہ اہل کوفہ حیران تھے کہ یہ ظالمین کیسی فتح حاصل کر کے آئے ہیں ، فتح کے باوجود چھ دن تک کوفہ کا کوئی گھر ایسا نہ تھا کہ جہاں سے رونے کی آواز نہ آرہی ہو، کوفہ کے ہر گھر کو ایک ملعون کی لاش ملی ، فتح کے جشن کی بجائے ظالمین کے گھروں میں چھ دن تک ان مقتولوں کا ماتم ہوتا رہا کہ جنہیں امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی شجاعت الٰہیہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے فی النار والسقر کیا تھا

دوسرا مرحلہ ءِ جہاد

جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تلوار برق شکار جوہر دکھانے میں مصروف تھی اس وقت غیب سے ایک آواز آئی ، اس آواز کو سنتے ہی شہنشاہ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ملکوت اربعہ کو حکم دیا کہ اب تم واپس چلے جاؤ

گویا یہ سفر عشق کی وہ منزل تھی کہ جہاں ملکوت اربعہ کے پر تو کجا خود ان کے جل جانے کا خطرہ تھا ، یعنی یہ معراجِ مظلومیت تھی کہ جس میں ملائکہ بھی بے بس تھے

اس منزل پر جد اطہر کی طرح تنہا عرش مظلومیت پر فائز ہوئے ، فرشتوں سے فرمایا کہ ہماری راہِ عشق اب دشوار ہو رہی ہے ، تم واپس چلے جاؤ ، ورنہ جل جاؤ گے

اس وقت خداوند شجاعت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جامہ ءِ مظلومیت زیب بدن فرمایا ، اجرائے مشیت الٰہی میں حائل جملہ حفاظتی دیواروں کو ہٹا دیا ، اس وقت گویا

ظالمین کو یہ فرما رہے تھے کہ اب تک ہم نے اپنی ذوالفقار کے جوہر دکھائے ہیں مگر اب ہم آپ سب کے سامنے صبر خداوندی کا مظاہرہ کرتے ہیں، لہٰذا جس طرح جی چاہے اب ہم پر ظلم کرو، ہم نے تلوار نیام میں ڈال لی ہے، چونکہ نماز کا اول وقت ہے اس لئے ہم اب تمہارے تیروں کی چھاؤں میں سجدہ دیں گے، اور جس انداز میں ہمیں زین سے اتارنا چاہو...... آؤ ہم حاضر ہیں

ادھر ابن سعد ملعون نے فوج کو للکار کر کہا ☆احملو علیه حملة واحد بکل جانب ایک مظلوم پر سبھی مل کر حملہ کرو، بھاگتی ہوئی فوجیں کچھ فاصلے سے واپس مڑیں مگر انہوں نے حملہ کرنے کی جرأت نہیں کی، بلکہ بزدلانہ جنگ کا آغاز کیا کہ تیر اندازوں نے ہر طرف سے تیر برسانا شروع کئے، یہ منظر بھی عجیب تھا

حمید بن مسلم روایت کرتا ہے کہ ایک دم ہزاروں کمانوں میں سے تیر نکلے، میں نے آنکھیں بند کر لیں، جس وقت میں نے آنکھیں کھولیں تو اس طرح معلوم ہوتا تھا کہ جیسے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام خون کے دریا میں ابھی غوطہ لگا کر باہر آئے ہوں اور ان کی زرہ کی کڑیوں میں لاتعداد تیر پھنس چکے تھے، زرہ کی کڑیوں میں سے خون اچھل کر بہہ رہا تھا، مگر اس عالم میں میں نے دیکھا کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فوج پر ایک مرتبہ پھر حملہ کیا ☆فوالله لقد رایت شیبة مخضوبة بالدم

خدا کی قسم اس وقت جسم اطہر سے خون کے قطرے گر رہے تھے، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام عین عالم جلال و جبروت میں ملاعین کو بے دریغ فی النار کرنے میں مصروف تھے، تلوار بجلی کی طرح برقِ قضا بن کر دشمنانِ توحید کو برباد کرنے میں مصروف تھی کہ اچانک عالم غیب سے ایک آواز آئی کہ

☆یا حسینؑ ما هذا الثبات والمبالغة فی الجلاد و الجهاد مالك الوصال

اے میرے عاشق ! اے میری جان حسینؑ ! علیک الصلوٰۃ والسلام آپ اس بے جگری سے دشمن کو تباہ و برباد کرنے میں مصروف ہیں، کیا آپ نے اپنے محبوبِ ازل سے ملاقات کا ارادہ ملتوی کر دیا ہے؟ میں اللہ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہوں، اگر سبھی دشمن قتل کر دیئے تو ملاقات میں تاخیر ہو جائے گی

☆فلما سمع الامام کف عن القتال وجعل السیف فی الغلاف والنیام

جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ آواز سنی تو فوراً تلوار روک دی اور اپنی ذوالفقارِ قہر بار کو نیام میں ڈال کر فرمایا کہ اب تمہیں ہمارے آخری لعل یعنی ہمارے پاک منتقم عجل اللہ فرجہ الشریف آ کر نکالیں گے کہ جس وقت ہمارا انتقام لیں گے پھر اپنے محبوب حقیقی کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ تیرے وصال پر لاکھ جانیں قربان

☆و ایتمت العیال لکی اراك ہمیں تو اپنے معصوم بچوں کی یتیمی بھی یاد نہیں رہی ہے ابھی تک تو میرے سامنے نہیں آتا، اس وقت ظالمین سے فرمایا کہ آؤ اب مظلوم اپنے محبوب کی ملاقات کیلئے تیار ہے، اب جو سلوک ہمارے ساتھ کرنا چاہو تمہارا ہاتھ روکنے والا کوئی نہیں رہا، عین اس وقت ظالمین نے مل کر حملہ کیا اور اس پہلے حملہ میں 80 زخم صرف نیزوں کے لگے

زخموں کی تعداد

یہاں یہ بھی عرض کرنا ضروری ہے کہ شہنشاہ مظلومیت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے جسم اطہر پر کتنے زخم پسند فرمائے تھے؟ امام محمدؐ باقر علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے تھے کہ ہمارے جد اطہر

کو جتنے بھی زخم لگے ☆اَنَّھَا کَانَت کُلُّھَا فی مَقدَّمِہ سبھی سینہ پر لگے، پشت پر کوئی زخم بھی نہیں تھا، کیونکہ انہوں نے کسی بھی حملہ میں فوجِ شام کی جانب پشت نہیں کی تھی، بلکہ سینہ سپر رہے، انہی سے یہ بھی روایت ہے کہ

☆ اصیب الحسینؑ علیہ الصلوٰۃ وآلہ وجد بہ ثلث مائۃ وبضعۃ وعشرون طعنہ برمح وضربۃ بسیف ورضیۃ بسھم

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم مبارک پر تین سو سے بھی زیادہ زخم نیزوں تلواروں اور تیروں کے لگے ہوئے تھے، کچھ مؤرخین وصاحبانِ مقاتل نے 360 زخم لکھے ہیں، بعض مؤرخین نے 1950 زخم لکھے ہیں

☆ وَ کَانَتِ السِّھَامِ فِی دِرعِہ کَالشَّوکِ فِی جِلدِ القُنفُذِ

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زرہ میں تیروں کی تعداد کے بارے میں حمید بن مسلم ازدی کا قول ہے کہ اتنے تیر زرہ میں پھنسے ہوئے تھے جتنے ساہی یا خار پشت کے جسم پر کانٹے ہوتے ہیں، یعنی کوئی جگہ تیروں سے خالی نہ تھی

ہمارے مسلماتِ مذہب میں سے ہے کہ جو ذات بھی منصب امامت پر فائز ہو اس پر جمعہ کی نماز واجب ہوتی ہے، اور یہ سبھی جانتے ہیں کہ روزِ عاشور جمعہ کا دن تھا، اس لئے آپ نے نمازِ ظہر کی بجائے نماز جمعہ ادا فرمائی تھی، اور اس وقت جناب ابوثمامہ صیداوی علیہ السلام اور جناب سعید بن عبداللہ علیہ السلام آپ کے سامنے سینہ سپر ہو کر آپ کی حفاظت کیلئے موجود رہے تھے، جیسا کہ میں نے ان کے ذکر میں بیان کیا تھا اور شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ نماز بھی نمازِ خوف کی شکل میں ادا فرمائی نمازِ جمعہ کے بعد نمازِ عصر تک باقی ماندہ اصحاب وانصار بھی واصل باللہ ہوگئے

جس وقت نمازِ عصر کا وقت ہوا تو اس وقت شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام مصروف جہاد تھے اور یہ آخری مرحلہءِ جہاد تھا کہ جب ان کے محبوبِ حقیقی نے آواز دی تھی

☆یا حسینؑ یا حسینؑ ما هذا الثبات والمبالغة فی الجلاد و الجهاد مالك الوصال

اے میرے عاشق حسینؑ علیک الصلوٰۃ والسلام! اے میری جان حسین علیک الصلوٰۃ والسلام! اس قدر دشمن کو برباد کرنے میں مصروف ہیں، کیا اپنے محبوب سے ملاقات کا ارادہ ترک کر دیا ہے؟ میں اللہ آپ کی ملاقات کا کتنا مشتاق ہوں

جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خلاقِ ازل کی آواز سنی تو فوراً لبیک کہہ کر نماز عصر بطور نماز خوف ادا کرنا شروع فرمائی

فقہ کا یہ بھی مسئلہ ہے کہ نمازِ خوف کیلئے صرف تکبیرۃ الاحرام کے وقت قبلہ رخ ہونا ضروری ہے، بعد میں قبلہ رُو ہونا ضروری نہیں رہتا

☆وَرَفَع رَاسَهُ اِلَی السَّماءِ فَقَالَ اِلٰهی اِنَّكَ تَعلَمُ اَنهُمَّ یَقتُلُونَ رَجلاًلَیسَ عَلَی وَجه الارَضِ اِبنِ نَبِّی غَیرَهٗ

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس وقت آسمان کی جانب نگاہ فرمائی یعنی قبلہ مادی وجسمانی کی بجائے ذاتِ الٰہی کو قبلہ بنا کر فرمایا کہ اے میرے محبوب! تیری ذات جانتی ہے کہ یہ ملاعین اس مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہید کرنے میں کوشاں ہیں جس کے سوا اس دنیا میں تیرے محبوب ازل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی نواسہ ہے ہی نہیں

یہ فرما کر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نمازِ عصر کو نمازِ عشق کے انداز میں ادا فرمانے کی تیاری کی اور شہنشاہ مظلومیت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی نماز عصر کی تکبیر ادا فرمائی

☆فَقَالَ الحُسَینُ بِسمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلیٰ مِلَةِ رَسُولِ اللّٰهِ

عین اس وقت سنان بن انس ملعون نے ایک ایسا تحفہ پیش کیا کہ جو آپ نے سینۂ اطہر پر وصول فرمایا، اس وقت شہنشاہ معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام سینہ پر ہاتھ رکھ کر جھکے، اور رکوع ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ سبحان ربی العظیم وبحمدہ،، رکوع سے سر اطہر بلند فرمایا، عین اس وقت ابوایوب غنوی ملعون نے حلق مبارک پر ایک تحفہ پیش کیا

☆ثُمَّ اَخَذَ السَّهمَ فَاخرَجَهٗ مِن قَفَاهُ فَانبَعَثَ الدَّمُ كَالمِيزَابِ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى الجَرحِ فَلَمّا اِمتَلَاتَ رَمىٰ بِهِ اِلَى السَّماءِ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ ثَا نِيًا فَلَمّا اِمتَلَات لَطَخَ بِهَا رَاسَهُ وَ لِحِيتَهُ وَقَالَ هٰكَذَااَكُونُ حَتّٰى اَلقِىَ جَدِّى رَسُولِ اللّٰهِ وَاَنَا مَخضُوبٍ بِدمِى

اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دونوں ہاتھ حلق پر رکھے، یعنی دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے، گویا یہ نمازِ عشق کا قنوت تھا، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا میں مصروف تھے، حلق مبارک سے خون جاری تھا، دست مبارک خون سے لبریز ہونے لگے، اس وقت شہنشاہِ مظلومیت علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ دعا تلاوت فرمارہے تھے

☆اللهم اطلب بدم ابن بنت نبيك صلوٰة الله عليها

میرا خالق اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک دختر صلوٰۃ اللہ علیہا کے لخت جگر کے پاک منتقم عجل اللہ فرجہ الشریف کے ذریعے خود انتقام لے...... دعا کیلئے اٹھے ہوئے ہاتھ خون سے لبریز ہوچکے تو شہنشاہِ معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کے بعد رخ انور پر دونوں ہاتھ پھیرے، چہرہ اور ریش اطہر خون سے رنگین ہوگئی

فرمایا کہ ہم اسی رنگ میں اپنے جدِ اطہر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے حاضر ہوں گے

مسلم بن رباح کہتا ہے کہ

☆فما وقع منه الى الارض قطرة اس خون اطہر کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہیں آیا تھا

آمد الہامش کہ اے جانانِ ما　　　خوں بہائے تست جان جانِ ما

عین اس وقت ابوالحنوق جعفی ملعون نے ایک پھول آپ کی پیشانی کے ساتھ مس کیا، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام زین ذوالجناح پر سجدہ کیلئے جھکے، گویا یہ نمازِ عشق کا سجدہ تھا، کیونکہ نمازِ خوف کا ایک ہی سجدہ ہوتا ہے، یہ بھی ایک سجدہ تھا

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سجدہ میں کیا پڑھا؟

☆بسم الله وبالله وفی سبیل لله و علی ملة رسول الله...... فرفع راسه الی السماء

اس کے بعد فوراً سجدہ سے سر اٹھایا اور آسمان کی جانب نگاہ فرمائی

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شہنشاہ معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سجدہ میں یہ دعا کیوں پڑھی ہے؟ کیونکہ یہ دعا تو دورانِ حج قربانی کرنے کیلئے پڑھی جاتی ہے، اس کا جواب صدیوں پہلے جناب یرمیاہ علیہ السلام نبی نے اپنے صحیفہ میں دیا تھا کہ

خداوند رب الافواج کی نہر فرات کے کنارے ایک قربانی ہوگی، پھر اس کے انتقام کیلئے خداوند رب الافواج خود آئے گا، اس کا انتقام لے گا، اس کی تلوار دشمنوں کے خون پی کر مست ہو جائے گی ...... (عہد نامہ قدیم)

اس کی تفصیل فضائل کے خطبات میں بیان کر چکا ہوں، یہاں اعادہ نہیں کرنا چاہتا میں عرض کر رہا تھا کہ جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دعا تلاوت فرمائی تو پاک خیام کے اندر ملکہ ءِ عالمین صلوٰۃ اللہ علیہا تڑپ کر زمین سے اٹھیں، کیونکہ روانہ ہوتے وقت سرکار نے انہیں آگاہ فرمایا تھا کہ جس وقت ہم زین چھوڑ کر قربان ہونا پسند فرمائیں گے تو دعائے قربانی پڑھیں گے، پاک بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا سمجھ گئیں کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام اب زین چھوڑنے والے ہیں، گویا شہادت کا وقت قریب

ہے، تمام مستورات کو بلا کر فرمایا کہ سبھی مل کر میرے بھائی کیلئے دعا کریں، ان کے مقصد عظیم کی تکمیل جلد ہو کیونکہ اب مشکل گھڑی آن پہنچی ہے

اس مقام کے راز ہائے خفی میں کل کی مجلس میں بیان کروں گا

جس وقت جناب شریکتہ الحسینؑ صلوٰۃ اللہ علیہا بھائی کے مقصد کی تکمیل کیلئے مستورات کے ساتھ دعا فرما رہی تھیں اس وقت میدان میں یہ کیفیت تھی کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا سے بے نیاز ہو چکے تھے اور مرتجز امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فوجوں سے باہر لانے کی کوشش میں تھا، مگر چاروں طرف سے ظالمین کے گھوڑوں کی ایک دیوار تھی، پاک مرتجز جدھر جاتا ملاعین راستہ روک کر ظلم کرتے تھے، اس دوران پاک مرتجز صالح بن وہب مری ملعون کے قریب سے گزرا، اس ملعون ازل نے گھوڑا دوڑا کر سرکارؑ کو ظلم کا ایک تحفہ پیش کیا، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام زین پر جھک گئے

قریب ہی سے ملکہءِ دو جہاں یعنی آپ کی دکھی ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کی آواز آئی کہ بیٹا! ماں کی آغوش حاضر ہے، اب زین ذوالجناح سے اتر آؤ، اس کے بعد بین کر کے فرمایا کہ میں نے تو نازوں سے پالا تھا، کرتے کا تنگ گلا اور بارش کی بوندیں بھی مجھ سے برداشت نہیں ہوتی تھیں، لیکن یہاں تو تیروں کی برسات ہے اور میرے لخت جگر پہ غش طاری ہے، کاش کوئی دوڑتے ہوئے راہوار کو روکتا اور انہیں آرام سے اترنے میں مدد دیتا، زخمی کو پیاس زیادہ ہوتی ہے، کاش کوئی انہیں پانی پلاتا، اس وقت کیفیت یہ تھی کہ ہر طرف سے تیروں کی برسات ہو رہی تھی، اور کریم کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جسم اطہر زخموں سے چور ہو چکا تھا، راہوار کی باگ آپ کے ہاتھ سے چھوٹ چکی تھی

جناب شریکۃ الحسینؑ معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے دائی پاک کو حکم دیا کہ ذرا دروازہ پر جا کر دیکھو کہ اس وقت میرے پاک بھائی کس حالت میں ہیں، پاک دائی نے نگاہ کی تو عجیب منظر نظر آیا، روتی ہوئی واپس آئیں اور عرض کیا کہ مرشد زادی آپ کے پاک بھائی زین ذوالجناح پر جھکے ہوئے ہیں، شاید غش کی حالت میں ہیں، اور کوئی ایسا نہیں ہے کہ جو راہوار کو روک کر انہیں اتار لے، جناب عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے رو کر فرمایا کہ اماں دائی اگر پردہ داری حائل نہ ہوتی تو میں خود اپنے پاک بھائی کی میدان میں جا کر مدد کرتی، مگر میں کیا کروں کہ مجبوراً ایسا نہیں کر سکتی، اگر کوئی میدان میں پردہ کرا سکے تو دل یہی چاہتا ہے کہ میں خود جا کر اپنے پاک بھائی کو زین سے اتار لوں
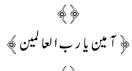
تمام مومنین مظلوم کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غم میں بہتے ہوئے آنسوؤں کو وسیلہ بنا کر اپنے امام زمانہ منتقم آل محمد عجل اللہ فرجہ الشریف کی بارگاہ میں عرض کریں کہ آقا! اب تو اپنی جد اطہر مظلوم کرب و بلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انتقام لیں، ان کا پاک گھر آباد کریں، وہ پاک بہنیں کہ جنہوں نے دوڑتے ہوئے راہوار سے پاک بھائی کو اترتے دیکھا تھا، اب انہیں فرزندان سمیت ہمیشہ کیلئے آباد و شاد دیکھیں تاکہ ان کے قلب مضطر کو تسکین نصیب ہو

﴿ آمین یا رب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمْ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف
وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 31
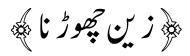
میں نے کل کی مجلس میں بیان کیا تھا کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نمازِ عصر ذوالجناح کی زین پر ادا فرمائی، وہیں آخری سجدہ ادا فرمایا، اس وقت ہر طرف سے ظالمین اپنے اپنے انداز میں ظلم کرنے میں مصروف تھے، آپ نے اچانک سجدہ سے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا اور شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلوۂ ذاتِ اِلٰہی کا مشاہدہ فرمایا، وصال اِلٰہی کی تڑپ اتنی شدید تھی کہ بے ساختہ فرمایا

☆ترکت الخلق طرا فی ھواك

کہ ہم ہر چیز کو چھوڑ کر تیری ذات حق سبحانہ کی جانب محو پرواز ہیں مگر اتنی دیر ہو گئی ہے محبوب اپنے محبّ کو ملنے کیوں نہیں آیا، دیدارِ حق کے سامنے پردۂ وجود کیوں باقی ہے، تجلیءِ مجردہ کا ابھی تک زمین کربلا پر نزول کیوں نہیں ہو رہا ہے؟

جس وقت انہوں نے نماز مکمل فرمائی تو رب العرش عظیم نے اپنی ذاتِ خفی الاخفی کو اس وقت اِذنِ شہود بخشا، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نگاہِ قلب فرمائی تو فوراً سجدۂ شکر کیلئے زین پر جھکے، مگر اس مقام معراج کا تقاضا یہ تھا کہ سجدۂ شکر زمین پر رخسار رکھ کر ادا کیا جاتا، عین اسی وقت

☆وَ ضَرَبهُ ذِرعَه بنِ شُرَیكٍ وَكانِ قَد طَعَنَه سِنانُ ابنِ اَنَسٍ فِی صَدِره وَ طَعَنَهُ صَالحِ

بنِ وَ ھبٍ عَلیٰ خٰا صِرَتِہ فَوَقَعَ اِلیٰ الَارِض عَلیٰ خَدِّہِ الَایمَنِ ثُمَّ اِستَوی جٰا لِسًا

ذ رعہ بن شریک ملعون ، سنان بن انس ملعون اور صالح بن وہب ملعون نے مل کر ظلم کرنا شروع کیا اور کوشش کی کہ آپ کو زین ذوالجناح سے اتار لیں، اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زین چھوڑنے کا ارادہ فرمایا

﴿چھ حالتیں﴾

یہاں پر میں ایک وضاحت کرتا چلوں کہ جملہ صاحبانِ مقاتل نے آخری جنگ میں امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چھ حالتیں بیان کی ہیں

(1) پہلی حالت وہ تھی کہ جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جبروتی انداز میں جنگ کی

(2) دوسری حالت وہ تھی کہ جس وقت مظلومیت اختیار فرما کر زین ذوالجناح پر جنگ فرمائی

(3) تیسری حالت وہ تھی کہ جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زین سے اتر کر زمین کربلا پر ایک موزوں مقام پر سجدہ ادا فرمایا

(4) چوتھی حالت وہ تھی کہ جس وقت زین ذوالجناح چھوڑ کر سجدہ دینے کے بعد امام کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیدل جنگ فرمائی

(5) پانچویں حالت وہ تھی کہ جس وقت پیدل جنگ کے بعد انوارِ توحید میں مستغرق ہو کر زمین پر تشریف فرما ہوئے ، یہ حالت بھی عالم جبروت وتصرف کی حالت تھی ، اور کم وبیش تین ساعات تک اسی حالت میں رہے

(6) چھٹی حالت وہ تھی کہ جب سرکارؐ نے آخری سجدہ ادا فرمایا، اور اسی حالت میں شمر ذوالجوشن ملعون نے تیرہ ضربوں کے بعد سر اطہر جدا کیا

پہلی دو حالتوں کے بارے میں آپ سن چکے ہیں، اب تیسری حالت کی کیفیت عرض کرتا ہوں کہ امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نے زین ذوالجناح کس طرح چھوڑی

جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام زین ذوالجناح پر اپنی نمازِ عشق کے قیام وقعود و رکوع وسجود میں مستغرق ہوئے تو ظالمین نے حملے کرنا شروع کر دیئے

ذوالجناح پاک نے یہ سمجھا کہ میرے سوار کو شاید غش آ گیا ہے، اس وقت راہوار نے امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کو افواج سے باہر لے جانے کی کوشش کی مگر چاروں طرف سے ظالمین نے گھیرا ہوا تھا اور رہوار کو راستہ نہیں مل رہا تھا، پریشانی کے عالم میں وہ فوجوں میں دوڑ رہا تھا، امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کوچ پر جھکے ہوئے تھے ظلم کرنے میں دشمنوں کے سامنے ظاہراً کوئی امر مانع نہیں تھا، جس کا جس طرح جی چاہتا تھا ظلم کر رہا تھا، جس ظالم ازلی کے قریب سے ذوالجناح گزرتا وہ حتیٰ الوسع کوئی نہ کوئی تحفہ امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں ضرور پیش کرتا

اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نے دریا کی جانب دیکھا اور فرمایا کہ میرے وفادار بھائی عباؑس علیہ الصلوۃ والسلام میں بہت زخمی ہوں اور اب نہ تو زین ذوالجناح پر بیٹھ سکتا ہوں اور نہ ہی از خود اتر سکتا ہوں، ذرا میرے راہوار کو روکو اور رکاب پکڑ کر اترنے میں میری مدد کرو

میں اتنا عرض کروں گا کہ گھوڑا فوجوں کے درمیان دوڑ رہا تھا، ظالمین ظلم کرنے میں مصروف تھے، امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کسی موزوں مقام کی تلاش میں تھے کہ کوئی

ایسی جگہ ملے کہ جہاں میں خالق کی بارگاہ میں سجدۂ شکر ادا کرسکوں، اسی دوران امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک مناسب مقام نظر آیا، آپ نے زین ذوالجناح سے اترنا چاہا تو تیروں نے استقبال کیلئے ہاتھ بڑھائے، نیزوں نے قدموں کو رکابوں سے نکالنے کیلئے بوسے دینا شروع کئے، تلواروں نے مسند آراستہ کی، کربلا کی گرم زمین نے دامن دراز کیا، اور انتہائی مشکل حالت میں آپ اس انداز میں زمین پر جلوہ فرما ہوئے کہ میرے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف فرماتے ہیں

☆هويك الى الارض جريحاً هوى

اس کا مطلب ہے پیشانی کے رخ زمین پر آنا

اس لئے کچھ صاحبانِ مقاتل لکھتے ہیں کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زمین پر سب سے پہلے اپنا دایاں رخسار رکھا تھا

میں یہ عرض کروں گا کہ جب بھی کوئی عابد آخری سجدۂ شکر ادا کرتا ہے تو دستور ہے کہ قیام خشوع وخضوع کیلئے پہلے دایاں رخسار سجدہ گاہ پر رکھتا ہے، اس کے بعد بایاں رخسار رکھتا ہے، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی سجدۂ شکر ادا فرمایا تو پہلے دایاں رخسار اور پھر بایاں رخسار زمین پر رکھا، پھر تین مرتبہ فرمایا

☆شكراً لله و الحمد لله

اس کے بعد یہ دعا تلاوت فرمائی ☆

الهم انى قد وفيت بعهدى وانت قد عهدت لى ذالك فانت اولى بالوفاء بما عهدت لى

اے میرے محبوب ازل! تو نے دیکھا کہ میں نے اپنا وعدہ وفا کر دیا ہے، اور تیری ذات کا بھی ہمارے ساتھ ایک عہد و پیمان ہے، اب اسے پورا کرنا تیرے

لئے زیادہ شایان شان ہے،تو بھی تو اپنا وعدہ پورا فرما

☆هنف نفساً فانا ايضاً قدو فينا بما عهدنا

اس وقت رب ذوالجلال والاکرام کی آواز آئی کہ اے میرے عاشق صمد! یقین کریں کہ ہم نے بھی اپنا وعدہ اس طرح پورا کیا ہے جیسا کہ پورا کرنے کا حق تھا حتیٰ کہ میں نے آپ کے شیعوں کے گناہوں سے بھی درگزر فرمایا ہے، کیونکہ تمہیں تو ہرصورت راضی کرنا ہے

☆فلما سمع الامام ذالك فستوی جالساً

جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ آواز سنی تو فوراً سجدہ سے سر اٹھا کر اس طرح بیٹھ گئے کہ جس طرح نمازی تشہد کی حالت میں بیٹھتا ہے

زین اور زمین کے درمیان ظالمین جتنا ظلم کرسکتے تھے انہوں نے کیا اور کوئی کسر نہ چھوڑی، بنی ابان بن دارم کے ایک ملعون ذرعہ بن شریک نے دست مبارک زخمی کیا، بروایت دیگر دست مبارک قطع کیا، خولیٰ ملعون نے گلوئے اطہر زخمی کیا، عمر ابن خلیفہ ملعون نے پہلو زخمی کیا، زین سے زمین تک پہنچتے پہنچتے شاخ ارغوان کی طرح سارا جسم خون میں غسل کر چکا تھا

جس وقت سجدۂ شکر ادا کر چکے تو اس وقت شمر ملعون گھوڑے پر سوار ہو کر قریب آیا اور گھوڑے سے جھک کر عرض کیا کہ اب بھی وقت ہے آپ فرعونِ شام کی (نعوذ باللہ) بیعت کر لیں

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلال آمیز لہجہ میں فرمایا کہ بد بخت کیا ابھی تک تمہیں یہ سمجھ نہیں آئی کہ ہمارا مقصد کیا ہے اور کتنا عظیم ہے، جب اس ملعون نے یہ سمجھ لیا

کہ بیعت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اس وقت اس نے حکم دیا کہ

☆صالح الشمر اصحابه ما تنظرون بالرجل احملو عليه من كل جانب

کیا دیکھ رہے ہو سبھی مل کر حملہ کرو کیونکہ اب بظاہر ان میں طاقت وشجاعت باقی نہیں رہی ......

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس ملعون کا فقرہ سن کر فرمایا او ملعون ازل! تم ہمیں کسی مقام پر عاجز نہ سمجھو، ہم ہر حال میں قادر ہیں

اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جلال آیا اور انہوں نے نیام میں ڈالی ہوئی تلوار دوبارہ بے نیام فرمائی، یہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ آخری جنگ میں امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نیزہ ٹوٹ گیا تھا، تلوار کی جانب دیکھ کر فرمایا کہ کیا مشکل میں تو مظلومؑ کا ساتھ دے گی؟ تلوار نے عرض کیا

یہ ٹھیک ہے کہ اکبرؑ و عباسؑ نہیں ہے
کیا تیغ یداللہ بھی تیرے پاس نہیں ہے

۞۞

سرکارؑ نے تلوار برآمد فرمائی، یہاں سے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چوتھی حالت شروع ہوئی یعنی آپ نے پیدل جنگ فرمانا شروع کی، امام صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدل جنگ میں مصروف تھے اس وقت تیس ہزار ملاعین نے آپ کو گھیرا ہوا تھا، اس جنگ میں 33 زخم تلواروں کے لگے، اور نیزوں کے زخم لاتعداد تھے

﴾ زین چھوڑنے کا مقام ﴿

یہاں اس سوال کا جواب دینا بھی ضروری ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کس مقام پر زین چھوڑی؟

وہ زائرین جو کربلا معلّٰی کی زیارت سے مشرف ہیں وہ یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ نہر حسینیہؑ کے قریب ایک مقام ہے جسے مقام صاحب الزمانؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کہا جاتا ہے، زائرین اس مقام کی زیارت بھی کرتے ہیں، یہ مقام روضہ اطہر سے کافی دور ہے، یہ وہی مقام ہے کہ جہاں امام صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام آ کر شدید گریہ کرتے اور فرماتے تھے کہ ہمارے پاک دادا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زین ذوالجناح سے اترتے وقت اسی جگہ کو شرف بخشا تھا، ہمارے شہنشاہِ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اس مقام پر آ کر خصوصی زیارت پڑھتے ہیں اور گریہ فرمانے کی وجہ بھی یہی ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی مقام پر زین چھوڑی تھی

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام زین ذوالجناح سے اترے، سجدۂ شکر ادا کیا اور پھر انہوں نے تلوار بے نیام کرتے ہوئے پیدل جنگ کرنا شروع کی

یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ اس جنگ میں شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زخمی ذوالجناح نے بھی ان کی معاونت اور نصرت کی، اور چالیس ملاعین کو فی النار کیا صاحب ریاض القدس لکھتے ہیں کہ اس وقت وہ جوش میں ہنہنا کر حملہ کرتا تھا، گویا وہ رجز بھی پڑھ رہا تھا اور اپنے آقا کی نصرت بھی کر رہا تھا

اسی جنگ کے دوران آپ نے آہستہ آہستہ خیام کی جانب سفر شروع فرمایا، راستہ

میں کئی مقامات پر سجدہ ادا کیا، مگر یہ معلوم نہیں کہ راستے میں کتنے مقامات پر قیام فرمایا، مؤرخین اس سفر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ پہلے تو امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نے باضابطہ جنگ فرمائی، اس کے بعد آہستہ آہستہ خیام کی جانب سفر شروع کیا، چونکہ انہیں معلوم تھا کہ پاک ہمشیر صلوۃ اللہ علیہا نے ہمارا آخری سجدہ ضرور دیکھنا ہے، انہیں زیادہ سفر نہ کرنا پڑے، اس لئے وہ خیام کے زیادہ سے زیادہ قریب پہنچنا چاہتے تھے، مگر اس وقت کیفیت یہ تھی کہ

☆تارہ ینوء وتارۃ یکبوء او یقوم مرہ ویکب

کسی وقت چل پڑتے تھے، پھر کوئی مناسب مقام دیکھ کر وہاں زمین پر سجدہ ادا فرماتے تھے، پھر اٹھ کر چل پڑتے تھے، مگر چند قدموں کے بعد پھر سجدہ ادا کرتے مؤرخین نے ان کی پیدل جنگ کا ایک منظر پیش کیا ہے

ملکہءِ عالمین جناب شریکتہ الحسینؑ بی بی صلوۃ اللہ علیہا سے روایت ہے کہ جس وقت ہم نے دعائے قربانی سنی تو ہم دعا کرتے ہوئے آخری قنات کے قریب آئے کہ پاک بھائی کی کیفیت ملاحظہ کریں، جب ہم نے نگاہ فرمائی تو سامنے میدان میں پیدل فوج اور گھوڑے سواروں کا ہجوم تھا، ہمیں بھائی نظر نہیں آئے، مگر اس مجمع کی کیفیت یہ تھی کہ کسی وقت وہ ہجوم دائیں جانب دوڑتا، کسی وقت بائیں جانب

اس کی وجہ تھی کہ اس ہجوم میں ہمارے مظلوم بھائی علیہ الصلوۃ والسلام مصروف جہاد تھے، جس جانب وہ حملہ کرتے اس جانب سے فوج دوڑ جاتی، مگر پس پشت فوج حملہ آور ہوتی، پھر ہمارے پاک بھائی علیہ الصلوۃ والسلام ان پر حملہ کرتے تو وہ بھاگ جاتی، مگر پھر دوسری جانب سے مڑ کر حملہ آور ہو جاتی، کافی دیر تک ہم یہ کیفیت دیکھتے

رہے، ہجوم آہستہ آہستہ خیام کی جانب بڑھ رہا تھا، یعنی امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام جہاد بھی فرمارہے تھے اور خیام کی جانب بھی بڑھ رہے تھے

اسی دوران ابو قدامہ عامری (جو شمر ملعون کے قبیلہ کا آدمی تھا کیونکہ ضابی قبیلہ بنی عامر کی ایک شاخ تھی) نے حملہ آور ہو کر ایک ایسا وار کیا کہ جس سے دست مبارک زخمی ہوا، نہ ہی میری زبان کو طاقت ہے اور نہ ہی میرے پاس وہ الفاظ ہیں کہ میں اس وقت کی کیفیات بیان کروں کہ کس کس ظالم نے کس کس رنگ میں آپ سے اظہارِ تعزیت کیا

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام جس وقت عین عالم جلال میں مصروف جہاد تھے تو اس وقت قریب ہی سے ملکہءِ کون ومکاں یعنی پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کی آواز آئی کہ

☆یا ایھا الذین امنوا اوفوا بالعقود

میرے لختِ جگر! اب وعدہ پورا کرنے کا وقت ہے، اب جنگ کا نہیں بلکہ صبر کا مظاہرہ کرنے کا وقت ہے، نمازِ عصر کا اول وقت ہے، یہ وصالِ الٰہیہ کا وقت ہے تلوار روک لیں کہ کہیں دیر نہ ہو جائے، اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آسمان کی جانب نگاہ فرمائی تو نمازِ عصر کا اول وقت تھا

☆فکف عن القتال وضع علیٰ یدہ وقال انا للہ و انا الیہ راجعون() صبراً علی قضائك لا الہ سواك یا غیاث المستغیثین

آپ نے فوراً جہاد سے ہاتھ روک لیا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر تلوار کو نیام میں رکھا...... اس کے بعد تلوار استعمال نہیں فرمائی، پھر آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے میرا محبوب! جس طرح تو راضی ہے اسی طرح تیرا عاشق راضی ہے

تیرے بغیر تو کوئی محبوب ہے ہی نہیں، اے تشنہ ءِ دیدار کو سیراب کرنے والی غیث رحمت ! اب اس مظلوم پر جلدی برس

اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غربت اور مظلومیت کی ایک دردناک تصویر سامنے تھی کہ ہر طرف سے ظالمین نے گھیرا ہوا تھا اور امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام عہد الٰہیہ کے پیش نظر صبر فرما رہے تھے

میر انیس مرحوم فرماتے ہیں کہ جب ملکہ ءِ عالمین بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے پاک بیٹے کی تنہائی اور مظلومیت دیکھی تو آخر ماں کا دل تھا، نازوں میں پلے بیٹے کے دکھ کیسے برداشت کرسکتی تھیں، اس وقت آپ نے امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تلوار آبدار یعنی ذوالفقار کو مخاطب ہوکر فرمایا کہ

گھیرا ہے ظالموں نے میرے نورِ عین کو

اے ذوالفقار تجھ سے میں لوں گی حسینؑ کو

ذوالفقار! میرا لخت جگر اکیلا ہے، میرے بیٹے کو بچالے، اب میں اپنا بیٹا تجھ سے ہی لوں گی، پھر جناب شریکۃ الحسینؑ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا سے فرمایا کہ بیٹی کیا دیکھ رہی ہو، فوراً بھائی کو بچانے کی کوئی تدبیر کرو، میں نے بھی میدان مباہلہ میں جا کر اپنے پاک بابا کی عزت وعظمت بچائی تھی، امام زمانہ کی سلامتی کی خاطر آپ بھی ہر ممکن کوشش کریں اور انہیں بچالیں

اس وقت ملکہ ءِ شام بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے دائی پاک سے فرمایا کہ ذرا باہر جا کر دیکھیں کہ میرے بھائی کس حال میں ہیں، جناب فضہ پاک سلام اللہ علیہا نے آخری قنات کے قریب جا دیکھا تو روتی ہوئی فوراً واپس آئیں اور عرض کیا کہ معظّمہ اب دعا کا

وقت ہے، پاک بھائی کے حق میں دعا فرمائیں، ہرطرف فوجوں کا اژدھام ہے، تلواریں چمک رہی ہیں، ایک تن واحد پر ہزاروں لوگ ظلم کرنے میں مصروف ہیں، ہرطرف مارو...... مارو کی آوازیں آرہی ہیں

تمام مومنین مل کر دعا کریں کہ اب اس پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے بھائی وطن میں دوبارہ آباد ہوں، یہ اپنے پاک بھائی کو تمام اولادِ طاہرہ کے ساتھ گھر اطہر میں آباد دیکھیں، ان کے منتقم حقیقی عجل اللہ فرجہ الشریف اب جلدی تشریف لائیں، ان کے سبھی دکھ درد ختم ہوں، ان کی ابدی خوشیوں کا زمانہ جلد آئے، تاکہ آلام و مصائب کا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہواور ان مظلومین کو حقیقی اور دائمی خوشیاں نصیب ہوں

آمین یارب العالمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمْ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 32

ملک یمن کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ یمن اور اس سے ملحقہ مما لک میں 12 ہزار انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے گئے اور یہی وہ ملک ہے کہ جس میں ملکہءِ بلقیس بنت شراحیل بن جدن بن سرخ بن حارث بن قیس بن صیفی بن سبا کی حکومت تھی اسی سبا بن یشخب بن یعرب بن قحطان کی وجہ سے اس ملک کا ایک قدیمی نام ملک سبا بھی تھا کہ جسے انگلش میں شیبا کہتے ہیں (قحطان اس خاندان کا پہلا حاکم تھا)
جناب بلقیس یہاں کی ملکہ تھیں اور جناب سلیمان علیہ السلام کو ہدہد نے اطلاع دی تھی
آج بھی یمن میں عرشِ بلقیس کے نام سے اس جگہ کے کھنڈرات موجود ہیں جہاں ان کا قیام تھا...... آرکیالوجی (Archaeology) کی کیسٹس میں وہ کھنڈرات دکھائے گئے ہیں، اب وہ پتھروں کے بڑے بڑے پلرز (Pillars) کی شکل میں موجود ہیں، یہ واقعہ سب کا سنا ہوا ہے، اس لئے اسے ترک کرتا ہوں، ان کے بعد اس ملک پر کئی تبعان نے حکومت کی
واضح رہے کہ ماضی میں روم کے ہر حاکم کو قیصر، ہر ایرانی بادشاہ کو کسریٰ، ہر ہندی بادشاہ کو بطلیموس، ہر چینی بادشاہ کو خاقان، ہر مصری حاکم کو فرعون، حبشہ کے ہر بادشاہ کو نجاشی اور ہر یمنی بادشاہ کو تبع کہا جاتا تھا

یمن پر جن تبعان نے حکومت کی ان میں سے کچھ سباحین خاندان سے تھے، کچھ ابا سین خاندان سے اور کچھ کا تعلق حمیری خاندان سے تھا

کلی کرب بن زین سب سے پہلا تبع یمن تھا، جس کا شجرۂ نسب یہ ہے

☆كلي كرب بن زيد بن عمرو الاذعاد بن ابرهة بن منار بن رائش بن عدى بن صيفي بن سبا [الاصغر] بن كعب [كهف الظلم] بن زيد بن سهل بن عمرو بن قيس بن معاوية بن جثم بن عبدشمس بن وائل بن الغوث بن قطن بن عريب بن زبير بن افس بن الهميسع بن العرنجج حمير بن سبا الاكبر بن يعرب بن يشحب بن قحطان

اس سبا الاکبر کے نام سے سباحین خاندان مشہور ہوا تھا، دراصل حمیر بن سبا کی وجہ سے یہ خاندان حمیری بھی کہلاتا تھا، انہیں حمیری کے نام سے شہرت اس لئے ملی تھی کہ اس خاندان نے عرب میں سب سے پہلے خچر اور گدھے پر زین رکھ کر سجانے کا آغاز کیا تھا، اس سے پہلے گدھے اور خچر پر زین نہیں رکھی جاتی تھی، اور نہ اسے شاہی سواری کی طرح سجایا جاتا تھا، چونکہ حمیر گدھے کو کہتے ہیں، اس لئے یہ قبیلہ حمیری مشہور ہوا تھا، ان کے گدھے بھی گھوڑوں کی طرح سجائے جاتے تھے اور اس دور میں یہ بات قابل فخر سمجھی جاتی تھی

کلی کرب کے دادے کو ربیعہ بن نصر نے قتل کیا تھا اور حکومت پر قبضہ کر لیا تھا، اس کے بعد تبعان بن اسعد ابی کرب نے اسے قتل کر کے اس سے حکومت واپس لے لی، یہ وہ تبع یمن تھا کہ جس کا ذکر میں جناب عبدالمطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعات میں تفصیل سے کر چکا ہوں، جس کا یہاں اعادہ نہیں کرنا چاہتا، ہاں اتنا بتاتا چلوں

کہ سب سے پہلے کعبے پر غلاف اسی تبع یمن نے چڑھایا تھا، جب اس نے مکہ پر حملہ کیا تو پہلے تو بہت نقصان کیا جس کی وجہ سے عرب لوگ اسے برا بھلا کہتے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ

☆لا تسبوا اسعد الحمیری فانه اول کسیٰ الکعبة ولا تسبو تبعاً فانه کان اسلم

تم تبعان یمن اور خصوصاً تبع اسعد ابی کرب حمیری کو برا نہ کہو، کیونکہ اس نے کعبہ پر غلاف چڑھایا تھا اور وہ اسلام سے پہلے مسلمان تھا

جناب ابو مرہ سیف بن ذی یزان بن صلاح بن مالک کے دادے یعنی تبع یمن صلاح حمیری سے ابرہہ ملعون نے حبشیوں کے ساتھ ساز باز کرتے ہوئے حکومت چھین لی تھی اور انہیں شہید کر دیا تھا، مگر ان کا پوتا سیف بن ذی یزان جس وقت جوان ہوا تو اس نے اپنی حکومت واپس لینے کی کوشش شروع کر دی

ابرہہ ملعون نے 70 سال یمن میں حکومت کی، اسے غضب خدا نے گھیرا اور اس ملعون نے کعبہ محترم پر حملہ کیا، اور ابابیلوں کے ہاتھوں اس کی فوج اور ہاتھیوں کا خاتمہ ہوا، اس کے بعد اس کے بڑے بیٹے یکسوم نے تخت سنبھالا، اس کے بعد اس کے بھائی مسروق بن ابرہہ نے حکومت سنبھالی، اس وقت جناب سیف بن ذی یزان نے قیصر روم کے ساتھ رابطہ کیا اور اپنی حکومت واپس لینے کیلئے اس سے مدد مانگی مگر اس نے انکار کر دیا، اس کے بعد سیف بن ذی یزان نے کسریٰ یعنی ایران کے بادشاہ سے مدد مانگنے کا پروگرام بنایا مگر کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آ رہی تھی، اس زمانہ میں کسریٰ کی طرف سے کوفہ (حیرہ) عراق کا گورنر نعمان بن منذر تھا، وہ کعبہ کی زیارت کیلئے مکہ مکرمہ آیا تو جناب عبدالمطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس

مہمان ٹھہرا، حسن اتفاق کہ اسی دن سیف بن ذی یزان بھی جناب عبدالمطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس مہمان تھا، کیونکہ ان کے خاندان کے ساتھ خاندان بنی ہاشم علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بہت اچھے تعلقات استوار تھے، یہاں جناب عبدالمطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نعمان بن منذر سے سیف بن ذی یزان کی سفارش فرمائی تو اس نے کسریٰ کے تعاون کا وعدہ کیا، بعدازاں بادشاہِ ایران کی مدد سے سیف بن ذی یزان کو پھر اپنے خاندان کی حکومت مل گئی

جب یہ برسر اقتدار آیا تو جناب عبدالمطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے قصر الورد میں مبارک بادی کیلئے بھی تشریف لے گئے تھے...... یہ کسریٰ پرویز کے والد ہرمز بن نوشیرواں بن قباز کا زمانہ تھا، جب شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ آیا تو انہوں نے خسرو پرویز کو ایک خط بھی تحریر فرمایا، یہ 6 ہجری کا واقعہ ہے

اس وقت حمیری خاندان میں سے باذان تبع یمن تھا جو سیف بن ذی یزان حمیری کی اولاد میں سے تھا، جس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گرامی نامہ خسرو پرویز کے پاس پہنچا تو اس نے گرامی نامہ کی کوئی عزت نہ کی اور ساتھ ہی بادشاہ یمن باذان کو خط لکھا کہ تجھے معلوم ہوگا کہ عرب کی بنجر زمین میں اللہ کی رحمت کا نزول ہوا ہے، وہاں جناب محمدؐ بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسالت کے داعی ہیں اور ایک نئے دین کی ترویج فرما رہے ہیں، تو انہیں گرفتار یا شہید کر کے ان کا سر اطہر میری طرف روانہ کر

جس وقت یہ خط باذان کو پہنچا تو اس نے یہ خط بعینہٖ شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا اور عرض کیا کہ آپ مجھے آگاہ فرمائیں کہ اب میں اسے

جواب میں کیا لکھوں؟ شہنشاہ انبیاءصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواباً اسے آگاہ فرمایا کہ تمہیں اب جواب لکھنے کی ضرورت نہیں ہے، جواب اللہ کی طرف سے آچکا ہے کہ خسرو پرویز کو قتل کر دیا جائے گا اور جس دن تیرے پاس خط پہنچے گا اس کے دو دن بعد اس کے قتل کی خبر تیرے پاس پہنچ جائے گی، یہ فیصلہ آسمانوں پر ہو چکا ہے

17 جمادی الاول 7 سات ہجری، 21 ستمبر 628 عیسوی بدھ کے دن خسرو پرویز قتل ہوا، اوراس کی اطلاع باذان کے پاس حسب فرمان پہنچ گئی

اس وقت باذان نے بارگاہِ رسالت میں عریضہ لکھا کہ اب میں آپ کا دین قبول کر چکا ہوں

باقی انبیاء کا تو یہ معمول تھا کہ جوان کا دین قبول کرتا تھا اسے وہ اپنا فیملی ممبر سمجھتے تھے، آپ کا میرے اور میری قوم کے بارے میں کیا خیال ہے؟

شہنشاہ انبیاءصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواباً گرامی نامہ تحریر فرمایا کہ

☆انتم منا و الینا اھل البیت آپ ہم میں سے ہیں اور ہمارے خانہ زاد ہیں

چند دن بعد جناب باذان کا انتقال ہوا تو ان کے بڑے بیٹے شہر بن باذان کو تخت پر بٹھا دیا گیا اور شہنشاہ انبیاءصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جشن تاج پوشی میں شرکت کی دعوت دی گئی ،شہنشاہ انبیاءصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام سے فرمایا کہ اس کی دل شکنی کرنا مناسب نہیں ہے، اب آپ تشریف لے جائیں یا ہم بات تو ایک ہی ہے، لہذا مناسب یہی ہے کہ آپ یمن تشریف لے جائیں

ان کے ساتھ شہنشاہ انبیاءصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوموسیٰ اشعری، معاذ بن جبل اور خالد بن ولید ملعون کو روانہ فرمایا

تمہید اور اصل واقعہ کا پس منظر بیان کرنے کے بعد اب میں مدعا بیان کرتا ہوں کہ جس وقت شہنشاہ معظم امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام یمن تشریف لے گئے تو شہر بن باذان نے ان کا شایانِ شان استقبال کیا اور اپنے محل میں لے آیا، شہنشاہ معظم امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک ہفتہ تک یہاں قیام فرمایا اور تمام اہل یمن شہنشاہ تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسلامی تعلیمات سے مستفیض ہوتے رہے

ایک ہفتہ کے بعد امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام نے واپسی کا ارادہ فرمایا، جب آپ واپس روانہ ہوئے تو شہنشاہ یمن شہر بن باذان نے بہت سے تحائف بارگاہ میں پیش کیے، ان تحائف میں خاص طور پر ایک گھوڑی بھی شامل تھی، جس کے بارے میں شہنشاہِ یمن نے عرض کیا کہ آقا! ہمارا حمیری قبیلہ گھوڑوں کے معاملے میں بہت خوش نصیب ہے کہ عرب کی اعلیٰ ترین نسل کے گھوڑے ہمارے پاس موجود ہیں اور ہم ان کی قدر کرنا بھی جانتے ہیں، اور انہی میں سے ایک گھوڑی یہ بھی ہے

امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ ہم وہ گھوڑی دیکھنا چاہتے ہیں، شہر بن باذان کے حکم پر اس کا ایک غلام گھوڑی دربار کے باہر لے آیا، امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام نے باہر تشریف لاکر اس گھوڑی کو دیکھا اور دریافت فرمایا کہ اس کا نام کیا ہے؟ شہر بن باذان نے بتایا کہ اس کا نام ''مجلی'' ہے

امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام نے اس غلام سے فرمایا کہ ذرا اس کو ہمارے سامنے تھوڑا سا دوڑاؤ تاکہ ہم اس کے قدم دیکھیں، اس غلام نے حکم کی تعمیل کی، اسی دوران سرکار امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام نے نگاہ فرمائی کہ گھوڑی چار قدم چلتی ہے، پھر پیچھے مڑ کر دیکھتی ہے اور بوجہ فراق ہنہناتی ہے، پھر چند قدم آگے چلتی ہے پھر ہنہنا کر

پیچھے کی طرف دیکھتی ہے، امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام نے شہنشاہ یمن کی جانب دیکھ کر فرمایا کہ اس گھوڑی کے انداز بتاتے ہیں کہ جیسے اس کا کوئی بچہ پیچھے رہ گیا ہے

کیا واقعی اس کا کوئی بچہ پیچھے ہے؟ اس نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ حضور واقعی اس کا ایک بچہ بھی ہے، امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ تم نے وہ ساتھ کیوں نہیں دیا؟ شہنشاہِ یمن نے عرض کیا کہ حضور ہمیں دینے سے انکار تو نہیں مگر اس کا بچہ بیمار ہے اس لئے ہم نے پیش نہیں کیا، کیونکہ وہ حضور کے شایانِ شان نہیں تھا

امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ ہم کائنات کے معالج حقیقی ہیں، ہمیں بتاؤ کہ اسے کیا بیماری ہے؟ شہنشاہ یمن نے عرض کیا کہ حضور! ہمیں خود معلوم نہیں کہ اسے کیا بیماری ہے مگر اس کی عادات بہت عجیب ہیں

امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ ہمیں تفصیل بتائیں، اس نے کہا کہ آقا! ہمیں یہ تو معلوم نہیں کہ اسے کیا بیماری ہے لیکن جس دن سے پیدا ہوا ہے ہمیشہ اداس رہتا ہے، تین دن تک تو اس نے ماں کا دودھ نہیں پیا تھا، ہر وقت اس کی آنکھوں سے آنسو برستے رہتے ہیں، ہمارے شہر سے باہر ایک ریت کا ٹیلہ ہے جس وقت سخت گرمی ہوتی ہے، گرم لو چل رہی ہوتی ہے، زمین گرمی سے جل رہی ہوتی ہے تو اکثر زوالِ آفتاب کے وقت وہ شہر چھوڑ دیتا ہے دانہ پانی چھوڑ کر دوڑ جاتا ہے، اس گرم ٹیلے پر جا کھڑا ہوتا ہے، پہلے زمین پر گھٹنے ٹیکتا ہے، پھر اٹھ کھڑا ہوتا ہے، پھر پہلے دائیں پہلو، پھر بائیں پہلو کے بل گرم زمین پر سو جاتا ہے، پھر کھڑا ہو جاتا ہے، مدینہ کی جانب منہ کر کے تین مرتبہ ہنہناتا ہے، پھر دوڑ پڑتا ہے

شہنشاہ یمن جب تک یہ تفصیل بتاتا رہا امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام روتے رہے

پھر فرمایا کہ اے شہنشاہ یمن ! وہ تو ہمارے کام کا ہے، چلو ہم اس کی زیارت کرتے ہیں، اس نے کہا کہ حضور! وہ اب بھی اس ٹیلے پر ہوگا، سرکارؑ شہر سے باہر تشریف لائے، ریت کے اس ٹیلے پر دیکھا تو وہ دائیں پہلو کے بل سویا ہوا تھا، سرکارؑ جب اس کے قریب تشریف لے گئے تو وہ سرکارؑ کی خوشبو محسوس کرتے ہی دوڑ کر حضور کے قریب آ کھڑا ہوا

امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی باہیں اس کے گلے میں ڈال دیں، درد کے دریا نے صبر کے بند توڑ کر بہنا شروع کیا، امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کافی دیر تک اس کے گلے میں باہیں ڈال کر گریہ فرماتے رہے، اسے پیار کرتے ہوئے فرمایا کہ ابھی سے تم نے یہ اطوار اپنا لئے ہیں، ابھی تو وہ وقت بہت دور ہے

امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شہنشاہِ یمن سے دریافت فرمایا کہ مجلی کے اس بچے کا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ حضور! اس کا نام ہے ''مرتجز'' یہ نام سن کر امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اے شاہِ یمن شہر بن باذان! اگر آپ محسوس نہ کریں تو ہم اسے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں، اس نے عرض کیا کہ آقا! ہر چیز کے آپ مالک ہیں، یہ سارا ملک آپ کا ہے، جو جی چاہے ساتھ لے جائیں

امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس عزت افزائی کیلئے ہم آپ کے شکرگزار ہیں، ہمیں صرف یہ بچہ اپنے چھوٹے شہزادے کیلئے ضرورت ہے، القصہ سرکارؑ امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام مرتجز کو اپنے ساتھ یمن سے مدینہ لے آئے

دستور کے مطابق شہر سے باہر قیام ہوا، تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاک بھائی کی پذیرائی اور استقبال کی خاطر شہر سے باہر تشریف لے آئے، مگر انداز یہ تھا کہ آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناقہ پر سوار تھے، پاک حسنین شریفین علیہما الصلوۃ والسلام نانا پاک کے ساتھ ناقہ پر سوار تھے، جناب امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام نے شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کیا، تحائف پیش کیئے، اس وقت کریم کربلا علیہ الصلوۃ والسلام نے پاک بابا کے قریب آکر عرض کیا کہ بابا جان! جو تحفہ آپ میرے لیئے لائے ہیں وہ مجھے عطا فرمائیں، امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام نے گھوڑی مجلی منگوائی، ابھی گھوڑی کچھ دور تھی کہ مرتجز نے ماں کو چھوڑ دیا اور دوڑ کر تاجدار کربلا علیہ الصلوۃ والسلام کے قدموں پر منہ رکھ دیا، اس وقت اس کی عجیب کیفیت تھی، کسی وقت قدموں پر منہ لگاتا، کسی وقت سرکاؐر کے ہاتھوں پر آنکھیں لگاتا، جس طرح مدت سے بچھڑے ہوئے دو دوست ملتے ہیں بالکل اسی انداز میں دونوں ایک دوسرے کو پیار کرنے میں مصروف تھے

تاجدار کربلا علیہ الصلوۃ والسلام نے مرتجز کے گلے میں باہیں ڈال کر اسے بہت پیار کیا

اربابِ تاریخ لکھتے ہیں کہ اس وقت مرتجز کی عمر تین سال تھی

پہلی سواری

کچھ دن گزرنے کے بعد امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نے پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج ہم مرتجز پر سواری کرنا چاہتے ہیں

شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹے آپ کا رہوار ابھی سواری کے قابل نہیں ہے، تاجدار کربلا علیہ الصلوۃ والسلام نے عرض کیا کہ آج ہم ضرور مرتجز پر سوار ہوں گے

شہنشاہ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جیسے آپ پسند کریں، اس وقت پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پاک باباؐ کو ساتھ لے کر امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام مسجد نبوی سے باہر آئے

مرتجز کو منگوایا گیا، اس پر زین رکھی گئی، جس وقت مرتجز تیار ہو کر سامنے آیا تو شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آئیں، نانا آپ کو سوار کرائے، امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نے عرض کیا کہ نانا جان! آج ہم آپ کے ہاتھوں سوار نہیں ہوں گے

امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام آگے بڑھے اور فرمایا کہ ہم آپ کو سوار کریں، امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نے عرض کیا کہ بابا جان! ہم آپ کے ہاتھوں بھی سوار نہیں ہوں گے

امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ بیٹا ابھی آپ کمسن ہیں، ان حالات میں کون آپ کو سوار کرے گا؟ امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ آج آپ سب پیچھے ہٹ جائیں، سبھی پیچھے ہٹ گئے، امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام مرتجز کے قریب آئے اور فرمایا کہ مرتجز! تو نے بہت سے مشکل اوقات میں میرا ساتھ دینا ہے، ہم یہ چاہتے ہیں کہ آج اسی انداز میں تو خود مجھے سوار کر کہ جس طرح میں نے زخمی حالت میں کربلا میں سوار ہونا ہے، یہ ایک فقرہ نہیں تھا بلکہ قیامت تھی جو احباب کے دل پر گزر گئی، حکم ملنے کی دیر تھی، مرتجز نے دونوں گھٹنے زمین پر ٹیک دیئے، پروردۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوار ہونے کی کوشش کی، تین مرتبہ کوشش کرنے کے بعد چاروں طرف دیکھا، پھر فرمایا کہ مرتجز! حسینؑ علیہ الصلوۃ والسلام سوار نہیں ہو سکتا

مرتجز نے پہلے پیشانی زمین پر رکھی پھر پہلو کے بل زمین پر سو گیا، کم سنی کے عالم میں کریم کربلا علیہ الصلوۃ والسلام بہ مشکل مرتجز کی زین پر سوار ہوئے، تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹے کو اس قدر مشکل سوار ہوتے دیکھا تو رو کر فرمایا کہ میرے مظلوم بیٹے ابھی تو وہ وقت بہت دور ہے، نانا کو ابھی سے کیوں رُلانا شروع کر دیا ہے

امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام گھوڑے پر سوار ہوئے، امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام نے باگ

پکڑی ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹے کی کمر میں ہاتھ ڈال کر گھوڑے کے ساتھ چلتے آ رہے تھے ،اس وقت جناب فضہ سلام اللہ علیہا نے عرض کیا کہ آ قا ! آپ گھوڑے کی باگ گھر کی جانب موڑیں ،آپ کی پاک والدہ معظّمہ صلوٰۃ اللہ علیہا چاہتی ہیں کہ آج ہم بھی آپ کو گھوڑے پر سوار دیکھنا چاہتی ہیں

پاک مرتجز پر سوار ہو کر کریم کر بلا علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے گھر کے صحن میں تشریف لائے جب معظّمہ کائنات بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کی نظر پڑی تو تعظیم کیلئے اٹھیں ،اور رو کر فرمایا کہ آؤ بسم اللہ...... میرے کربلا کے دو مسافر ماں آپ کے دکھوں پر قربان جائے ملکہءِ شام بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے آکر مرتجز کی باگ پکڑی ، بہن بھائی کی آنکھیں چار ہوئیں ، پاک ماں نے رو کر فرمایا کہ میری شرم وحیا کی مالک بیٹی یہ مدینہ ہے، کربلا کا میدان نہیں ہے ، ماں کو وہ مناظر نہ دکھائیں ، ماں برداشت نہیں کرسکتی اس وقت ملکہءِ دوجہاں بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا مرتجز کے قریب تشریف لائیں اور اس کی گردن پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ مرتجز جس طرح کربلا میں تم نے میرے لخت جگر کو سوار کرنا ہے ، ذرا وہی انداز ہمیں بھی دکھاؤ ، مرتجز نے حکم کی تعمیل میں پہلے دونوں گھٹنے زمین پر لگائے اور ابھی وہ پہلو کے بل لیٹنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ آپ نے آگے بڑھ کر گھوڑے کے گلے میں باہیں ڈال دیں اور روتے ہوئے فرمایا کہ مرتجز ایسا نہ کرنا ، دکھی ماں کا دل برداشت نہیں کرسکتا ہے

اس کے بعد معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے اپنی پاک ردا میں جو ڈال کر فرمایا کہ مرتجز آؤ اور میری ردائے تطہیر میں جو کھاؤ ، مرتجز نے چادر میں جو کھانا شروع کئے ، پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ میرے چادر میں جو

کھلانے کی لاج رکھنا، کربلا میں میرے بیٹے کا خیال رکھنا، میرا بیٹا بہت نازک ہے
یاد رکھنا کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ یہی حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام زخموں سے چور چور ہو
گا، بیٹوں اور بھائیوں کی شہادت کے دکھوں اور پاک بہنوں کے پردہ کے درد
میں مبتلا ہوگا، تمہاری زین سے اتر نہیں سکے گا، میرے لعل کو آرام سے اتارنا
بدلتے گئے موسم، آ گیا وہ وقت، 61 ہجری، روزِ عاشور، جمعہ کا دن، جب سورج
ڈھل گیا تو امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مختصر سپاہ میں سے یا یوں کہوں کہ پورے گھر میں
سے یہی دو مسافر باقی رہ گئے، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام مرتجز کو دیکھتے ہیں اور پاک
مرتجز امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب دیکھتا ہے، دونوں کے جسم میں سے خون جاری
ہے، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام پاک ہمشیرگان سے آخری وداع کر کے خیام سے باہر
تشریف لائے اور گھوڑے کے گلے میں باہیں ڈال کر رونے لگے
امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سوار ہونے کا ارادہ کیا، کوچ میں ہاتھ رکھا، ہاتھ کانپنے
لگے، دائیں بائیں دیکھ کر فرمایا کہ کہاں گئے ہیں میرے جوانانِ رعنا کہ جو ادب و
احترام سے مجھے سوار کیا کرتے تھے، خدا جانے سب کو جانے کی جلدی کیوں تھی
پاک ہمشیر صلوٰۃ اللہ علیہا نے خیمہ کے در پر بھائی کی یہ کیفیت دیکھی تو رو کر فرمایا کہ بھائی
اگر میدان میں نہیں جا سکتے تو خیام واپس آ جائیں، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا
کہ پاک بہن! دعا کریں کہ کوئی بادشاہ کبھی تنہا نہ ہو، میں بھائیوں اور بیٹوں کی
لاشیں اٹھا اٹھا کر تھک چکا ہوں، راہوار پر سوار نہیں ہو سکتا
المختصر جس طرح بھی سوار ہوئے ذوالجناح پر سوار ہو کر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام
میدان میں تشریف لے آئے، تمام واقعات آپ سن چکے ہیں

اب میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زین پر بیٹھ کر نماز ادا فرمائی تو ظالمین نے یہ سمجھا کہ آپ غش کھا چکے ہیں، سبھی ظالمین نے مل کر حملہ کیا جس کی وجہ سے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ سے باگ چھوٹ گئی، قدم خود بخود رکابوں سے نکل گئے، مدہم سی آواز آئی

☆بسم اللہ و باللہ علی ملۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

ظلم کی موسلا دھار بارش میں امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام زین ذوالجناح پر کسی وقت دائیں طرف جھک جاتے اور کسی وقت بائیں طرف جھک جاتے تھے

اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر حرملہ ملعون نے تین ہزار تیر اندازوں سے آگے نکل کر کمان میں تیر ڈالا، جس وقت اس ملعون نے کمان کو کھینچا تو آسمان کانپ اٹھا، زمین کربلا میں زلزلہ آیا، اس نے آگے بڑھ کر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جناب علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پرسہ دیا، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہاتھ کمر پر آیا، مدینہ کی طرف دیکھ کر بیساختہ فرمایا کہ نانا! تیرا حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام تنہا شہید ہو رہا ہے

رکابیں خون سے رنگین ہونے لگیں، اور امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام آگے کی طرف جھکتے چلے گئے، ہر طرف سے ظلم کی بارش میں تیزی آئی، تین دن کے پیاسے کو امت آبِ شمشیر وسناں پلانے لگی، جس وقت آپ کے ہاتھ سے رکاب چھوٹی اور رکابوں پر قدموں کا دباؤ کم ہوا تو پاک ذوالجناح نے محسوس کیا کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام اب زین پر نہیں بیٹھ سکتے، اس نے آخری کوشش کی کہ کفار کا گھیرا توڑ کر باہر نکل جاؤں اور سوار کو بچا لوں مگر وہ کامیاب نہ ہو سکا، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حالت دیکھ کر ظالمین کے حوصلے بلند ہوئے، کئی ہزار تیر بہ یک وقت کمانوں سے

نکلے، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام زین میں اپنے آپ کو سنبھال نہ سکے اور مناسب مقام پر زین سے اترے، زمین کربلا کی سجدہ گاہ پر سجدۂ شکرادا کرنے کیلئے پیشانی رکھی، دس قدم دور جاکر ذوالجناح کو محسوس ہوا کہ میرا سوار اتر گیا ہے، مرتجز فوراً واپس مڑا، اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر غش طاری تھا، سر اطہر سجدہ میں تھا ہر طرف لوگوں کا ہجوم تھا، کوئی ظالم اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پرسہ دے رہا تھا، کوئی عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا افسوس کر رہا تھا اور کوئی اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے تعزیت کر رہا تھا
اس وقت ذوالجناح پاک نے ایک جگر خراش آواز نکالی اور قوم اشقیاء پر حملہ کیا، ☆حتیٰ قتل الفرس اربعین رجلاً چالیس ملاعین کو فی النار کیا، ظالمین اس اچانک افتاد سے گھبرا کر بکھر گئے، مرتجز جلدی سے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب آیا اور دیکھا کہ تاجدار کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دونوں ہاتھ زمین پر پھیلے ہوئے ہیں، اور پیشانی زمین پر رکھے فرما رہے ہیں کہ ☆رضاً بقضائه و تسلیماً لامره
جب تک سرکارؑ سجدۂ شکر کی حالت میں رہے راہوار نے کسی ظالم ملعون کو آپ کے نزدیک نہیں آنے دیا، کافی دیر کے بعد آپ کے قریب آیا اور خوشبو سونگھنے لگا، جب مرتجز کو یہ احساس ہوا کہ آپ میں رمق جاں ابھی باقی ہے تو قدموں کو چوم کر عرض کی کہ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک بابا اگر سوار ہو سکتے ہیں تو جلدی سے سوار ہو جائیں کیونکہ آپ کی پاک بہنیں انتظار کر رہی ہیں، آپ کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر راہوار کا احساس ہوا کہ آپ شاید سوار نہیں ہو سکتے، اس وقت اسپ وفادار قریب آکر بیٹھ گیا اور منہ سے منہ لگا کر کہا کہ معصومؑہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے باباؑ ایک بار کوشش کریں اور کسی طرح سوار ہوں، بیٹیاں آپ کو بلا رہی ہے

سرکاؑر نے فرمایا کہ مرتجز میں بہت تھک چکا ہوں اور بہت کمزور ہوگیا ہوں، اس لئے زین پر سوار نہیں ہوسکتا، اس وقت گھوڑے نے آخری کوشش کی

عربی نسل کے گھوڑوں کو اس بات کی خصوصی تربیت دی جاتی تھی کہ اگر کوئی سوار میدانِ جنگ میں زین سے گر جائے تو وہ اپنے زخمی مالک کو کمربند سے پکڑ کر اٹھا لیتے تھے اور خیمہ میں لے آتے تھے

مرتجز نے عرض کیا کہ آقا! اگر اجازت ہو تو حضور کو کمربند سے پکڑ کر اٹھا لوں اور مدینہ لے جاؤں، آپ کو بیمار بیٹی علیہ الصلوٰۃ والسلام ملواؤں، مجھے جلد حکم دیں کہ کیا کرنا ہے کیونکہ سر پر اکبرؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قاتل آ گئے ہیں

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سر اٹھا کر راہوار کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ ہم بہنوں کو تنہا چھوڑ کر نہیں جا سکتے، ہماری غیرت یہ گوارا نہیں کرتی، تم ایسا کرو کہ اب خیام میں جا کر مستورات کو ہماری شہادت کی خبر دو

کتب مقاتل میں لکھا ہے کہ اس وقت پاک ذوالجناح کی کیفیت یہ تھی

☆ذوالجناح الصهيل و الصياح كا الشعلة الجوالة وقطع الحاكم من حيوة المالك

چشم کائنات نے دیکھا کہ ظالمین امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب آنے کی کوشش کرتے مگر مرتجز اگرچہ اپنے مالک کی زندگی سے نا امید تھا مگر پھر بھی انہیں بچانے کیلئے شعلہ جوالہ بنا ہوا تھا، اور ملاعین کے گرد چکر لگا لگا کر ان پر حملہ آور ہو رہا تھا

صاحبانِ مقتل کا بیان ہے کہ مرتجز امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زین سے اتارنے کے بعد تین مرتبہ خیام میں آیا

﴿پہلی مرتبہ آمد﴾

جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زین سے اتر کر سجدۂ شکر ادا فرمایا تو پہلے تو مرتجز انہیں بچانے یا اٹھانے کی کوشش کرتا رہا، مگر جب چار ہزار ملاعین یکبار حملہ آور ہوئے تو اس نے محسوس کیا کہ اب میں تنہا ان کو نہیں روک سکتا، اس لئے اس نے فوراً خیام کا رخ کیا، مؤرخین کا خیال ہے کہ شاید اس نے یہ سوچا ہو گا کہ خیام میں مظلوم کا اگر کوئی مددگار موجود ہے، تو اسے بلا لاؤں

☆تمرغ فی دم الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام وقصد نحوالخیمه وله صهیل مال و یضرب بیده الارض

یہ فوراً امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خون سے اپنی پیشانی رنگین کر کے خیام کی جانب روانہ ہوا، جس وقت یہ خیام کے در پر پہنچا تو زمین پر سم مار کر گریہ کرنے لگا

جس وقت پہلی مرتبہ مرتجز خیام کی طرف روانہ ہوا تو زبان حال سے کہہ رہا تھا کہ

☆الظلمیة من امة قتلت ابن بنت نبیهم

ظلم ہو گیا ہے کہ ایک بد بخت امت نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک دختر صلوٰۃ اللہ علیہا کے مظلوم بیٹے کو شہید کر دیا ہے، یہ کہتا ہوا خیام کے در پر پہنچا

مخدرات عصمت وطہارت صلوٰۃ اللہ علیہن نے جب اس کی دردناک آواز سنی تو عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا خود نہ اٹھیں بلکہ

☆فاقبلت علی معصومة صلوٰة الله علیها وقالت جاء ابوك بالماء فاستقبلیه ( )

فخرجت فنظرت الی الفرس عاریاً و السرج خالیاً و هو یعهیل و ینبغی صاحبه

انہوں نے معصومہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا سے فرمایا کہ میری بیٹی دروازہ پر جا کر دیکھو، ممکن

ہے کہ آپ کے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے ہوں

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا خود تشریف کیوں نہیں لائیں، جبکہ اس سے پہلے جب بھی ذوالجناح کی آواز سنتے، سب سے پہلے خود ہی تشریف لاتی تھیں، مگر اس مرتبہ خود خیمے میں تشریف فرما رہیں اور معصوٗمہ بیٹی صلوٰۃ اللہ علیہا کو کیوں بھیجا؟ حقیقت یہ ہے کہ اس کی دو وجوہات ہیں

() پہلی وجہ یہ ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے پہلے جب بھی تشریف لاتے تو معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کو علم ہوتا تھا کہ اب پاک بھائی آئے ہیں، مگر اس مرتبہ انہیں علم تھا کہ اب صرف ذوالجناح آیا ہے

() دوسری وجہ یہ ہے کہ روایاتِ عرب میں شامل تھا کہ جب بھی کوئی جنگ میں قتل ہو جاتا تھا اور اس کا خالی گھوڑا گھر آتا تو اس کی باگ ہمیشہ بیٹیاں آ کر پکڑتی تھیں اور راہوار کی وارث بیٹیاں ہی ہوتی تھیں، اس روایت کو قائم رکھتے ہوئے معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا خود تشریف نہیں لائیں بلکہ انہوں نے معصوٗمہ بیٹی کو بھیجا

پاک ذوالجناح خیمہ کے در پر پہنچا، معصوٗمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے آ کر دیکھا تو زین ڈھلی ہوئی تھی، باگیں ٹوٹی ہوئی تھیں، جسم زخمی تھا، ایال خون آلود تھے، سوار کے فراق میں رو رہا تھا، دو قدم چلتا پھر رک کر مقتل کی طرف دیکھتا

ذوالجناح نے خیام کے دروازہ پر آ کر زمین سے سر ٹکرانا شروع کیا، کسی وقت سم زمین پر مارتا، کسی وقت جسم کو جنبش دیتا تو جسم میں سے تیر نکل نکل کر زمین پر گرتے رو رو کر مقتل کی جانب اشارہ کرتا، گویا زبانِ حال سے بتا رہا تھا کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام مظالم اور مشکلات میں گھر چکے ہیں

جس وقت معصومؑہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے ذوالجناح کی یہ حالت دیکھی تو فوراً واپس خیام میں آئیں اور روکر پاک پھوپھی صلوٰۃ اللہ علیہا سے عرض کیا کہ پھپھی اماں ! میرے بابا کا راہوار تو آ گیا ہے مگر میرے بابا نہیں آئے ، شاید میں یتیم ہو چکی ہوں ، یہ خبر قیامت بن کر خیام پر گری

☆فلما سمعن باقی الحزین خرجن فنظرن الی الفرس عارياً و السرج خالياً فجعلن يلطمن الخدود و يشققن الجيوب حافين ويناديّن

وامحمداه صلی الله علیه و آلهٖ وسلم واعلياه علیه الصلوٰة والسلام واحسينا علیه الصلوٰة والسلام

یہ ایک انتہائی دردانگیز منظر تھا کہ جب سبھی مستورات اپنے اپنے خیمہ سے روتی ہوئی باہر آئیں اور آخری قنات کی طرف روانہ ہوئیں ، دروازہ کے قریب آ کر دیکھا تو مرتجز کی آنکھوں میں آنسو تھے ، باگیں ٹوٹی ہوئی تھیں ، زین ڈھل چکی تھی ، جسم میں لاتعداد تیر پیوست تھے ، پیشانی امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خون سے رنگین تھی ، اس وقت عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے معصومؑہ بیٹی صلوٰۃ اللہ علیہا سے فرمایا کہ آپ جا کر خالی ذوالجناح کی باگ پکڑیں اور اسے اندر لے آئیں

معصومؑہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آگے بڑھ کر باگ پکڑی اور اسے خیام کے اندر لے آئیں ، صحن میں پہنچ کر معصوم نے ذوالجناح کی گردن میں باہیں ڈال دیں اور روتے ہوئے سوال کیا کہ مرتجز ! میرے بابا کیوں نہیں آئے ؟ ذوالجناح نے مقتل کی طرف اشارہ کیا ، یعنی زبان حال سے بتایا کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سخت مشکل میں چھوڑ آیا ہوں ، اگر ان کی مدد کرسکتی ہیں تو پھر فوراً چلیں کیونکہ اس وقت انہیں مدد کی ضرورت ہے

شہزادہ امیر قاسمؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک دلہن صلوٰۃ اللہ علیہا نے جب گھوڑے کا یہ حال دیکھا تو روکر بین کیا، ہائے میرا پیاسا بابا، یہ کہتے ہی ان پر غش طاری ہوگیا

کسی نے ذوالجناح کی باگیں آنکھوں سے لگائیں، کسی نے رکابوں کو بوسہ دیا، مستورات نے ذوالجناح کے گرد حلقہ بنایا، مظلوم کی پاک بیٹیوں صلوٰۃ اللہ علیہن نے بڑھ کر ذوالجناح کی باگ پکڑی، مظلومؑ بابا کا حال پوچھا، کوئی مستور ذوالجناح کے سموں پر ماتھا لگا کر روتی، کوئی آقا کا خون گھوڑے کی پیشانی سے وصول کر کے اپنا سر خضاب کرنے لگتی

ہر پاک مستور کی زبان پر ایک ہی سوال تھا کہ مرتجز! ہمیں بتاؤ کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہاں اتار آئے ہو؟ ہمارے آقا زین سے کیسے اترے ہیں؟ جس وقت تم وہاں سے روانہ ہوئے تو وہ کس حال میں تھے؟

لوگ کہتے ہیں کہ تم ذوالجناح کا جلوس کیوں نکالتے ہو؟ میں کہتا ہوں کہ پروردگار عالم کی قسم ذوالجناح پاک کا پہلا جلوس بہت کٹھن حالات میں برآمد ہوا تھا

آیئے میں بتاتا ہوں کہ کس وقت ذوالجناح کا پہلا جلوس برآمد ہوا تھا

جس وقت ذوالجناح نے پہلی مرتبہ خیام میں آپ کی شہادت کی اطلاع دی تو اس وقت پردہ داران توحید صلوٰۃ اللہ علیہن نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہمیں اپنے شہنشاہِ معظم امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نصرت کرنا چاہیے

اس وقت معظّمہ ءِ کونین جناب عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے اختیاراتِ اِلٰہیہ کو استعمال کرتے ہوئے خیام کی آخری قنات کو حکم فرمایا کہ نصرت امام کی خاطر اب ہم مقتل گاہ جانا چاہتی ہیں، تو ہمارے پردہ کی محافظت کیلئے ہمارے آگے آگے چلتی

جا،انہوں نے ذوالجناح کی باگ پکڑی اور ایک قدم آگے بڑھایا تو قنات نے بھی چلنا شروع کر دیا

مستورات صلوٰۃ اللہ علیھن ذوالجناح کے ساتھ مقتل کی جانب روانہ ہوئیں، ذوالجناح کے گرد مستورات نے حلقہ بنایا، تمام مستورات صلوٰۃ اللہ علیھن نے سروں میں خاکِ شفا ڈالی ...... ☆فجعلن یلطمن الخدود و یشققن الجیوب حافین و ینادین وا محمداہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم واعلیاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

ہر پاک بی بی منہ پر ماتم کر رہی تھی، اور انہوں نے اپنے سر اطہر میں کربلا کی خاک ڈال کر پردہ بنایا ہوا تھا، کسی کے قدموں میں نعلین نہیں تھی، اور بین کرتی ہوئی آ رہی تھیں کہ اے نانا پاک! اے بابا پاک! ہمارا اس وقت حال دیکھیں

اس حالت میں ذوالجناح کا پہلا جلوس مقتل میں پہنچا، تمام مخدراتِ عصمت صلوٰۃ اللہ علیھن اس مقام تک تشریف لے آئیں جو تل عالیہ صلوٰۃ اللہ علیہا کے نام سے مشہور ہے

میں اپنے ماتمی بھائیوں سے گزارش کروں گا کہ آپ بھی ماتمی جلوسوں میں اپنے گریبان چاک کیا کریں، سر میں خاک بھی ڈالا کریں، منہ پر ماتم بھی ضرور کیا کریں اور ماتمی جلوسوں میں جوتیاں نہ پہنا کریں

کیونکہ یہ پاک مخدراتِ عصمت صلوٰۃ اللہ علیھن کی سنت حسنہ ہے، اور ہمارے آٹھویں امام علیؑ رضا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سنت کو سنت امام بنایا ہے، جب محرم الحرام کا چاند نظر آتا تھا تو آپ پورے دس دن نعلین نہیں پہنتے تھے، کیونکہ یہ ان پاک مستورات کی سنت تھی کہ جو ذوالجناح کے ساتھ ساتھ پابرہنہ مقتل میں آئی تھیں

میں سمجھتا ہوں کہ جس وقت ذوالجناح کا پہلا جلوس روانہ ہوا ہوگا تو اس وقت

جناب عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک زوجہ ام الفضل بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے شکستہ علم بھی ضرور اٹھایا ہوگا ، جس وقت یہ جلوس تطہیر کی قنات کے اندر روانہ ہوا تو پاک مستورات صلوٰۃ اللہ علیھن نے نوحہ پڑھنا شروع کیا

درمیان میں شہنشاہ کا ذوالجناح تھا ، اور چاروں طرف امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ماتم دار مستورات صلوٰۃ اللہ علیھن تھیں ، جس وقت یہ ماتمی جلوس مقتل گاہ سے ستر قدم دور تل عالیہ صلوٰۃ اللہ علیہا کے مقام پر پہنچا تو یہاں رک گیا ، اس وقت ذوالجناح واپس مقتل کی جانب دوڑا اور امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب پہنچ کر عرض کیا کہ آقا ! میرے بس میں یہی کچھ تھا کہ آپ کی نصرت کیلئے مستورات کی کمک بمشکل لے آیا ہوں ، ذرا دیکھیں کہ آپ کی پاک بہنیں مدد کیلئے ستر قدم پر موجود ہیں

جس وقت پاک پردہ دار صلوٰۃ اللہ علیھن ستر قدم پر پہنچے تو شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک والدہ گرامی صلوٰۃ اللہ علیہا نے دیکھا کہ قنات کے سامنے سے ایک کندی ملعون گزر رہا تھا ، انہوں نے ایک کنیز کو حکم دیا کہ جا کر اس کندی سے کہو کہ تمہارے خاندان کی شہزادی صلوٰۃ اللہ علیہا پوچھ رہی ہیں کہ میرے سرتاج کس حال میں ہیں ؟

پاک کنیز نے اس کندی جوان کے قریب جا کر پوچھا کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کیا حال ہے ؟ چونکہ وہ کچھ دور سے سرکارؑ کو سجدہ کی حالت میں دیکھ کر آرہا تھا اور اس کا خیال تھا کہ اب تک انہیں شہید کیا جا چکا ہوگا ، چنانچہ اس نے دائی پاک سے کہا کہ آپ کے آقاؑ کو پیاسا شہید کر دیا گیا ہے

دائی پاک نے واپس آکر یہی جواب عرض کیا ، تو شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک والدہ نے ایسا دردناک بین کیا کہ کربلا کی زمین میں زلزلہ آیا ، اور آپ زمین پر

بیٹھتی چلی گئیں کیونکہ کھڑا رہنے کی سکت ختم ہوگئی، فرمایا کہ جس پاک ذات کی خاطر اب تک ہم نے ہر چیز قربان کی ہے اب وہ بھی ہمیں ظالمین کے اس ہجوم میں تنہا چھوڑ کر چلے گئے ہیں

ذوالجناح جب دوسری مرتبہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس پہنچا تو ظالمین بے خوف ہوکر ظلم کرنے میں مصروف تھے، راہوار نے ان پر دوبارہ حملہ کر دیا اور صفوں کو چیرتا ہوا امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب پہنچا، پھر فوراً ہی پہلو کے بل لیٹ گیا اور عرض کیا کہ آقا! آپ کی پاک بہنیں ستر قدم پر موجود ہیں، اس وقت نہ تو پردہ دار آپ کو بچا سکتے ہیں اور نہ ہی میرا بس چلتا ہے، آپ ایسا کریں کہ کسی طرح ایک مرتبہ میری زین پر سوار ہو جائیں، میں آپ کو یہاں سے نکال لے جانا چاہتا ہوں، اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی پاک دستار، تلوار، زرہ ذوالفصول اور باقی تبرکات اتار کر کوچ سے باندھے

فخر العلماء جناب مولوی ہدایت حسینؒ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے جسم سے ایک تیر نکالا، اس سے خون وصول فرمایا اور ایک انگلی کے ساتھ کی راہوار کی پیشانی پر تحریر فرمایا کہ ’’بہن! جب تک ہم زندہ ہیں آپ باہر ہرگز نہ آئیں، آپ کے مظلوم بھائی کی غیرت یہ گوارا نہیں کرتی‘‘

آخری مرتبہ آمد

یہاں پر وضاحت کرتا چلوں کہ ذوالجناح آخری مرتبہ اس وقت خیام میں آیا کہ جب امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام شہید ہو چکے تھے، اور ملاعین نے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو

گھیرے میں لے رکھا تھا، عبداللہ بن قیس سے روایت ہے کہ

☆رایت الجواد راکضاً و قد تفرق الناس عنه و هو راجع الی الامام وجعل یشم الحیته و یقبله بفمه و یمرغ ناصیته و علیه و هو مع ذالك یصهل ویبکی بکا الثکلی() حتی اعجب کل من حضر() ثم قصد الفرات وثب و ثبة فاذا هو فی وسط الفرات ثم غاب ولم یعرف له الی الآن

میں نے اس وقت مرتجز کو شدید اضطراب کی حالت میں دیکھا، اس نے ظالمین پر حملہ کیا اور جب ظالمین منتشر ہو گئے تو امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب آ کر ان کی خوشبو وصول کی، اور خون آلودہ گلوئے اطہر پر بوسے دیتا رہا، گلوئے اطہر سے جو خون جاری تھا، راہوار نے اس سے اپنی پیشانی رنگین کی، اور ایسی دردناک آوازیں اس کے حلق سے نکل رہی تھیں کہ جیسے کوئی ضعیف ماں اپنے جوان بیٹے کی لاش پر روتی ہے، یہ دردناک منظر دیکھ کر سب ملاعین حیران تھے

اس کے بعد ذوالجناح نے خیام کا رخ کیا، گویا آخری تعزیت کیلئے خیام میں گیا، کچھ دیر وہاں رکنے کے بعد پھر اس نے نہر علقمہ کا رخ کیا، وہاں پہنچ کر ایک مرتبہ آسمان کی جانب نگاہ کی، ایک جگر خراش چیخ اس کے منہ سے برآمد ہوئی، اور پھر اس نے نہر میں چھلانگ لگا دی اور غائب ہو گیا

علمائے اعلام کا ایک خیال یہ بھی ہے کہ یہاں اس نے یہ دعا کی کہ

''اے میرا خالق! اس وقت تک مجھے موت نہ دینا کہ جب تک میں اپنے مالک امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انتقام نہ دیکھ لوں'' ...... اس دعا کے بعد اس نے نہر میں چھلانگ لگائی اور زندہ غائب ہو گیا...... اور جبل رضوی (جو مدینہ اور مکہ کے

درمیان واقع ہے) میں آج تک زندہ وسلامت محفوظ ہے

☆وھو یظھر علی ید القائم من آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام

اور وہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی تشریف آوری کے بعد ان کے دست مبارک سے ظاہر ہوگا اور اس پر سوار ہو کر امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اپنی جد اطہر کا انتقام لیں گے اب سبھی مومنین مل کر دعا کریں کہ اب تو اس مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انتقام ہو، یہ پاک مرتجز کہ جس نے انتہائی کربناک مناظر دیکھے تھے اور جو کریم کربلا مولا امام حسینؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت کا عینی گواہ بھی ہے، آج ہی اپنے پاک شاہ سوار کو زندہ و سلامت اپنے سامنے دیکھے، اور وہ پاک ذات دوبارہ اس کی زین میں مزین ہو کر اپنے تمام اعداء سے خود انتقام لیں، اپنے پاک منتقم عجل اللہ فرجہ الشریف کے شانہ بشانہ کریم کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام اس انداز میں تلوار چلائیں کہ مومنین کی مدت سے ترستی ہوئی آنکھیں آنسو بہانا بھول جائیں

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمؑ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یا ھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 33

شہزادہ عبداللہ بن حسن مثنیٰ

علیہما الصلوٰۃ والسلام
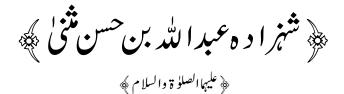
کربلا میں جناب حسن مثنیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک فرزند بھی شہید ہوئے ہیں لیکن ان کے بارے میں عام مقتل نگاروں کو ایک بہت بڑا اشتباہ ہوا ہے

کافی مقتل نگاروں نے ان کے متعلق یہ لکھا ہے کہ یہ جناب امام حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند ہیں، ان کے واقعات میں انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ''وَ ھُوَ صَبِی''

یعنی وہ صبی تھے، واضح رہے کہ عربی میں سات سال سے کم عمر بچے کو صبی کہا جاتا ہے

کئی روضہ خوان حضرات ان کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے ان کا سن مبارک چار سال بیان کرتے ہیں، لہٰذا میں ان کے اس اشتباہ کو دور کرنا ضروری سمجھتا ہوں

حضرت امام حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت سن 50 ہجری میں ہوئی، اور واقعہ کربلا 61 ہجری میں واقع ہوا، ان دو واقعات کا درمیانی عرصہ گیارہ سال ہے، اس لئے ان کی کسی اولاد کا سن مبارک کربلا میں چار سال ہونا ممکن ہی نہیں ہے

اس اشتباہ کی وجہ یہ ہے کہ اکثر متقدمین نے ان کا نام لکھتے ہوئے وضاحت نہیں کی یعنی عبداللہ بن حسن علیہما الصلوٰۃ والسلام لکھ کر آگے مثنیٰ نہیں لکھا، یا عبداللہ بن حسن بن امام حسن علیہم الصلوٰۃ والسلام نہیں لکھا، اگر یہ لکھ دیتے تو اشتباہ باقی نہ رہتا، مگر انہوں نے

وضاحت کی ضرورت نہیں سمجھی اور بعد والوں نے تحقیق کی ضرورت نہیں سمجھی
اکثر مؤرخین نے شہزادے کی شہادت کے ضمن میں لکھا ہے کہ جس وقت وہ شہید ہوئے تو ☆ ''وَ هُوَ فِي حُجرِ عَمِّه الحُسَين علیہ الصلوٰۃ والسلام'' وہ اپنے چچا کریم کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آغوش میں تھے، اس عبارت میں جو لفظ ''عم'' ہے اس سے بھی کچھ لوگوں کو اشتباہ ہوا ہے، جبکہ اہل عرب عموماً اولین رشتے کی پہچان ''عم'' کے لفظ ہی سے کراتے تھے، جس کی ایک مثال امام موسیٰ کاظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ میں موجود ہے کہ جب ہارون رشید ملعون شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کو آیا تو اس نے اس انداز میں سلام کیا

☆ السلام عليك يا بن عم .... اے چچازاد بھائی! میرا سلام ہو

سارے عباسی شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور ان کی تمام اولاد کو ابن عم کہا کرتے تھے، کیونکہ وہ اپنے پہلے رشتہ ہی سے اپنی پہچان کرواتے تھے، یعنی عباس کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چچا ثابت کر کے اسی سے اپنے رشتے کی پہچان کراتے تھے
بعینہٖ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور امام مسموم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اولین رشتہ بھائیوں والا تھا، اس لئے ان کی ساری اولاد شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چچا کہتی تھی، بلکہ آئمہ ہدیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے جب بھی کسی ذات نے شہنشاہِ وفا مولا غازی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کیا تو لفظ ''عمی'' عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کہہ کر یاد فرمایا، حالانکہ ظاہری رشتے میں پشتوں کا فاصلہ تھا، اس کے باوجود اولین رشتے کی نسبت سے خطاب و پہچان کراتے تھے، کیونکہ اس دور میں اولین رشتہ ہی رشتے کی شناخت ہوتا تھا
اسی وجہ سے عربی لوگوں نے اس انداز میں لکھ دیا ہے کہ ☆ وَ هُوَ فِی حُجرِ عَمِّه

الحُسَین علیہ الصلوٰۃ والسلام یعنی اپنے پاک چچا کی آغوش میں تھے
حقیقت میں یہ پاک شہزادہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نواسہ تھے، اور ان کے بارے میں مؤرخین نے لکھا ہے کہ ان کی عمر اس وقت چار سال تھی
جناب حسن مثنیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چار فرزند تھے، سب سے بڑے فرزند جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے کہ جو واقعہ کربلا میں عین کم سنی کے عالم میں شہید ہوئے
شام سے واپسی کے بعد جناب حسن مثنیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک فرزند کی دنیا میں آمد ہوئی تو ان کا نام اسی بڑے شہزادے کے نام پر رکھا گیا، ان کی پہچان کیلئے ایک لفظ کا اضافہ کیا گیا یعنی یہ شہزادہ جناب عبداللہ المحض کے نام سے مشہور ہوئے
ان کے بعد جناب ابراہیم بن حسن مثنیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دنیا میں آمد ہوئی، اور ان کے بعد جناب حسن ابن حسن مثنیٰ ابن امام حسن علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اس دنیا کو شرف بخشا، انہیں حسن مثلث علیہ الصلوٰۃ والسلام یعنی تیسرے حسنؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی کہا جاتا تھا، دستار کے وارث ہونے کی وجہ سے جناب حسن مثلث علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صدقات امیرالمومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تولیت سونپی گئی تھی
جناب عبداللہ بن حسن الشہید علیہما الصلوٰۃ والسلام اور جناب عبداللہ المحض علیہ الصلوٰۃ والسلام حقیقی بھائی تھے، ان کی والدہ پاک صلوٰۃ اللہ علیہا شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بڑی دختر پاک تھیں، ان کے بارے میں پاک خاندان کا متفقہ فیصلہ تھا کہ یہ معظّمہ شبیہ ملکہءِ عالمین صلوٰۃ اللہ علیہا تھیں، اور انہی کے مقام ارفع و اعلیٰ پر متمکن تھیں، اور ان کی چادر توحید کی وارث بھی یہی بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا تھیں
جناب عبداللہ محض علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے جب ان کی والدہ پاک کے فضائل کا

تذکرہ ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ ایک دن ہم والدہ پاک کی آغوش میں تھے اور مدینہ کی کافی عورتیں قریب بیٹھی تھیں، آپ انہیں درس توحید دینے میں مصروف تھیں، جس دیوار کے سہارے آپ تشریف فرما تھیں وہ دیوار بہت بوسیدہ تھی اچانک دورانِ کلام قریب بیٹھی ہوئی عورتیں گھبرا کے اٹھیں، جب ہم نے دیکھا تو وہ خستہ دیوار ہماری جانب گر رہی تھی، ہماری والدہ پاک کی نظر پڑی تو دیوار سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ ''تجھے اللہ نے کب امر دیا ہے کہ تو گر رہی ہے''

انہوں نے جونہی یہ فرمایا تو گرتی ہوئی دیوار جھکی ہوئی حالت میں رک گئی، اس کے بعد معظّمہ کائنات صلوٰۃ اللہ علیہا نے اپنا سلسلہءِ کلام جاری فرمایا، کافی دیر تک کلام فرمانے کے بعد وہاں سے اٹھیں، اور کچھ دور جا کر دیوار کو حکم فرمایا کہ اب تمہیں اللہ کا امر ہے گر جا......اور وہ دیوار فوراً گر گئی

بظاہر یہ واقعہ اتنا بڑا نہیں ہے کیونکہ ہمارے بزرگ سادات بھی دیواروں پر سوار ہوکر اور گھوڑا بنا کر ان پر سفر کیا کرتے تھے، بعض امتی اولیاءِ کرام بھی معجزانہ طور پر دیواروں کو متحرک کرتے رہے، اس لئے آتی ہوئی دیوار کو روک لینا کوئی بڑی بات نہیں مگر اصل بات وہ فرمان ہے کہ جو دیوار کو مخاطب ہوکر انہوں نے فرمایا یعنی ......''تجھے اللہ نے کب امر دیا ہے کہ تو گر رہی ہے''

اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کے جتنے احکام اس دنیا میں جاری ہوتے ہیں وہ سب ان کو پہلے سے معلوم ہوتے ہیں، دیوار کا گرنا لوحِ محفوظ پر لکھا تھا مگر لوحِ محو و ثبت پر اس کا فیصلہ بدل گیا تھا، دیوار اپنے حساب سے صحیح وقت پر گر رہی تھی مگر پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کی موجودگی نے حکمِ سابق کو منسوخ فرما دیا

دوسرا راز یہ ہے کہ اللہ کے جتنے احکام دنیا پر نافذ ہوتے وہ سب ان کے علم میں پہلے آتے، پھر ان کا نفاذ ہوتا تھا

تیسرا نکتہ یہ ہے کہ اللہ کے جتنے احکام نفاذ کیلئے دنیا پر آتے تھے، وہ پاک معظّمہ ان کو بدلنے کی بھی مجاز تھیں، جب چاہتیں شئنا شاء الله کے اختیارات سے ان امور میں اپنے امر کو امر اللہ کی طرح نافذ فرما سکتی تھیں، اس معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے کمسن شہید فرزند کا نام پاک ہے...... جناب عبد اللہ بن حسن مثنیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

اس پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے بارے میں جملہ مؤرخین نے لکھا ہے کہ سن 70 ہجری میں جب جناب حسن مثنیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوا تو اس بی بی نے اپنی بیوگی کو اپنے پاک خاندان کی روایت کے مطابق منایا

انہوں نے ایک کنیز کو حکم دیا کہ میرے سرتاج کی مزار پر ایک خیمہ لگاؤ، جب خیمہ نصب ہو چکا تو پاک بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا جنت البقیع میں تشریف لائیں، اور ایک سال تک اپنے پاک سرتاج کی مزار پر سیاہ لباس پہنے مجاورہ بن کر گزارا

ایک سال کے بعد ایک رات ملکہ عِ عالمین بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے انہیں فرمایا کہ میری پاک بیٹی اب آپ گھر واپس تشریف لے جائیں، یہ امر ملتے ہی اپنے پاک فرزندان کو فرمایا کہ اپنے ساتھ ایک غلام لے آئیں اور خیمہ یہاں سے ہٹا دیں

یہاں بعض صاحبان مقتل نے وہ فقرہ بھی تحریر کیا ہے کہ جو اس پاک بی بی نے شام کے راستے میں سنا تھا......''هل وجدوا ما فقدوا بل يئسوا فانقلبوا''

جسے کھویا تھا کیا اسے پا لیا ہے، پھر آواز آئی کہ جب کھونے والے ناامید ہو گئے تو وہ واپس آ گئے

واقعاتِ شہادت

جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام زین چھوڑ کر سرزمین کربلا کو معلیٰ بنا کر جلوہ آراء ہوئے تو اس کے بعد امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سجدہ ادا فرمایا، پھر ایک مرتبہ پیدل جنگ فرمائی، پھر محبوب ازل جل جلالہ کے حکم پر تلوار نیام میں ڈال کر دوبارہ ایک سجدہ ادا فرمایا، اس وقت مرتجز نے ان کے گرد چکر لگانا شروع کئے، کافی دیر تک وہ اپنے مظلوم سوار کو بچانے کی کوشش کرتا رہا، جس وقت پاک مرتجز مایوس ہوا تو اس نے فوراً خیام کا رخ کیا، اس وقت ملکہءِ عالمین جناب عالیہ پاک صلوٰۃ اللہ علیہا نے پردہ کی حفاظت کیلئے قنات کو حکم دیا کہ تو ہمارے آگے آگے میدان تک چلتی رہ، ہم بھائی کی شہادت کی عینی گواہ بننا چاہتی ہیں، اس وقت میرے پاک نانا، میرے پاک بابا، میرے بڑے بھائی، اور پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا سبھی وہاں پہنچ چکے ہیں، جبکہ اس وقت بھائیوں کے پاس رہنے کا سب سے زیادہ حق بہنوں کا ہوتا ہے، اس لئے ہم بھائی کے قریب جانا چاہتی ہیں، حکم کی تعمیل میں قنات آگے آگے چلتی رہی، پاک پردہ داران توحید و رسالت صلوٰۃ اللہ علیہن قنات کے اندر پاک مرتجز کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے اس مقام پر آ کھڑے ہوئے کہ جسے آج تل عالیہ صلوٰۃ اللہ علیہا کہا جاتا ہے، اور یہ جگہ مقتل گاہ سے ستر قدم کے فاصلہ پر ہے، یعنی تقریباً 180 فٹ کا فاصلہ تھا

اس وقت ابن سعد ملعون نے یہ سمجھا کہ اب ہمارا کام مکمل ہو چکا ہے، تھوڑا سا کام باقی رہ گیا ہے جسے کوئی بھی پورا کر دے گا، اور اس ملعون نے اسی خوش فہمی میں شمر

ملعون کو حکم دیا کہ اب لشکر سے کہو کہ جا کر شہنشاہِ مظلومیت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج شہادت پر فائز کریں، کیونکہ نمازِ جمعہ کی ادائیگی میں دیر ہو رہی ہے

اس وقت شمر ملعون نے اعلان عام کیا کہ کوئی ہے جو شہنشاہِ مظلومیت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج شہادت تک پہنچائے اور بہت بڑا انعام پائے

☆فخرجوا من العسکر اربعون فارسا کل یرید قطع راسه الشریف

اس وقت لشکر کفار میں سے چالیس گھوڑے سوار گھوڑے دوڑا کر باہر آئے اور انہوں نے کہا کہ ہم یہ کام کرنے کیلیئے تیار ہیں، ہمیں اجازت دی جائے

شمر ملعون نے کہا کہ مظلومؑ ایک ہے اور قاتل چالیس ہیں، میں تم میں سے صرف ایک آدمی کو منتخب کر کے بھیجنا چاہتا ہوں، پھر اس ملعون ازل نے خولیٰ بن یزید اصبحی ملعون کی جانب دیکھ کر کہا کہ اگر تم یہ کام کر سکتے ہو تو سب سے پہلا حق تمہارا ہے، تم امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراجِ شہادت تک پہنچاؤ، خولیٰ ملعون جلدی میں گھوڑے سے اترا، تلوار نیام میں سے نکالی، اور تلوار کو سر کے اوپر گردش دیتا ہوا امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب روانہ ہوا، اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کیفیت یہ تھی کہ انہوں نے اپنی تلوار اپنے سامنے زمین میں نصب کی ہوئی تھی، اور اس تلوار کے قبضہ پر اپنی جبین مبارک رکھے اپنے معشوق ازل کے ساتھ راز و نیاز میں مصروف تھے

جس وقت یہ ملعون سامنے آیا تو شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تلوار کے قبضہ سے اپنا سر مبارک اٹھا کر اس ملعون کی طرف نگاہ فرمائی، جونہی اس ملعون ازل کی نگاہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رخ انور پر پڑی تو

☆فسقط سیفه من یده فولیّ حارباً
اس ملعون کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور یہ خوف زدہ ہوکر پیچھے کی جانب دوڑا اس ملعون کا رنگ زرد ہو چکا تھا، جسم لرز رہا تھا، اور یہ ہانپتا کانپتا ہوا واپس لشکر میں آیا، شمر ملعون نے اس کی یہ حالت دیکھی تو کہا ☆فث فی عضدك ما لك ترعد او ملعون تیرے بازو شل ہوں کانپتا کیوں ہے؟

خولی ملعون نے کانپتے ہوئے کہا کہ اے ملعون ازل! تو نے تو مجھے امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کو شہید کرنے کیلئے بھیجا تھا مگر جب میں نے قریب جا کر دیکھا ہے وہ تو شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مظلومیت کے انداز میں تشریف فرما تھے، بدبخت! میں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیسے شہید کروں؟

جس وقت خولی ملعون نے یہ بات کہی تو شیث بن ربعی ملعون نے سامنے آ کر کہا کہ اس کا دماغ خراب ہوگیا ہے، تم مجھے اجازت دو میں یہ کام کر کے واپس آؤں گا، شمر ملعون نے اسے اجازت دی، اس ملعون نے اپنی تلوار نیام میں سے نہیں نکالی بلکہ گھوڑے سے اتر کر خولی ملعون کی تلوار زمین سے اٹھا کر اسے اپنے کاندھے پر علم کر کے امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کے قریب پہنچا

اس مرتبہ امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنا ماتھا تلوار کے قبضہ سے نہیں اٹھایا بلکہ گوشہ چشم میں سے اس ملعون کی طرف نگاہ فرمائی، جونہی اس ملعون کی نگاہ پڑی، یہ گھبرا کر واپس دوڑا، یہ کانپتا ہوا واپس ہوا تو تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی، جب یہ لشکر میں آ کھڑا ہوا تو اس وقت شمر ملعون نے اس سے پوچھا کہ تو کیوں کانپتا ہوا واپس آیا ہے؟ اس ملعون نے کہا کہ خولی ملعون کو غلط فہمی ہوئی تھی میں خود دیکھ کر آیا ہوں

یہاں تو شانِ مظلومیت اپنا کر امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہیں
شمر ملعون نے کہا کہ تجھے بھی غلط فہمی ہوئی ہے، شیث بن ربعی ملعون نے جواب دیا
کہ خدا تم سب پر لعنت کرے میں جنگ صفین و جمل میں ان کی فوج کا علمدار رہا
ہوں، کیا میں بھی انہیں نہیں پہچان سکتا ؟
ابحر بن کعب تمیمی آیا، عمر ابن خلیفہ جعفی آیا، اسی طرح ظالم آتے رہے اور واپس
دوڑتے رہے، ان کے بعد سنان بن انس ملعون گھوڑا بڑھا کر آگے آیا اور بلند
آواز میں کہا کہ ان سب پر شاید بزدلی کا بھوت سوار ہے، اب میں جاتا ہوں،
سنان ملعون گھوڑے سے اترا، اس نے بھی شیث کی گری ہوئی تلوار اٹھائی، جس
وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب گیا تو وہ بھی تلوار پھینک کر واپس دوڑا
ادھر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کیفیت یہ تھی کہ جسم اطہر پر پاک خون کی زعفرانی قبا
موزوں تھی، دوزانو قبلہ رو بیٹھ کر عالم استغراق میں عاشق ذات صمد نے ذکر
حبیب میں جھومنا شروع فرمایا
امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چوگرد پہلے چند قطاریں بیٹھے ہوئے فوجیوں کی تھیں
جنہوں نے زمین پر زانو ٹکائے ہوئے تھے، ان کے باہر چند قطاریں کھڑے
ہوئے فوجیوں کی تھیں، ان کے باہر گھوڑے سوار دستوں کی قطاریں تھیں، ان کے
باہر ناقہ سواروں کی قطاریں لگی ہوئی تھیں، ان فوجوں کے گھیرے میں تن تنہا
مظلوم کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما تھے، استغراق اور عالم وجد کی سی کیفیت میں
کبھی آگے جھک جاتے اور کبھی پیچھے کی طرف جھک جاتے، اور پاک بہنیں صلوٰۃ اللہ
علیھن ستر قدم پر کھڑی بھائی کی مظلومانہ کیفیات خاموشی سے دیکھ رہی تھیں

اُدھر خیام میں ایک عجیب منظر تھا، تاجدار کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک دختر جناب حسن مثنیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ اطہر یعنی جناب شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک ہمشیر نے اپنے چار سال کے شہزادے کو مظلوم بابا کی نصرت کیلئے تیار کرنا شروع کیا

خشک زلفوں میں کنگھی کی، اپنے ہاتھوں سے کمسن بیٹے کے جسم اطہر پر لباسِ جنگ موزوں فرمایا، خوبصورت لباس پر سبز رنگ کا چھوٹا سا عمامہ باندھا، کمر بند آراستہ کیا، کمر بند کے ساتھ چھوٹی سی تلوار آویزاں فرمائی، پھر بیٹے کی انگلی پکڑ کر خیمہ کے دروازہ تک پاک بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا معصوم بیٹے کے ساتھ آئیں، یہاں پاک بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے آخری مرتبہ پاک لعل کے پھول سے زیادہ نازک رخساروں کا بوسہ لیا، پیار کرنے کے بعد امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک دختر نے بیٹے سے فرمایا کہ جاؤ میرے نونہال! اپنے امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قربان ہو جاؤ، میرے کمسن مجاہد! بے شک تم کمسن ہو مگر ہو تو امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شیر بیٹے

حمید بن مسلم ازدی سے روایت ہے کہ قوم اشقیاء امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پرسہ دینے میں مصروف تھی، میں نے خیمہ سے پاک مستورات کے رونے کی آواز سنی، میں نے دیکھا کہ آخری قنات کا پردہ ہٹا اور ایک معصوم شہزادہ خراماں خراماں چلتے ہوئے سامنے آیا، پھر وہ معصوم شہزادہ قوم اشقیاء کی طرف روانہ ہوا

یہ کہتا ہے کہ میں وہ منظر کبھی نہیں بھول پاؤں گا کہ ایک چھوٹا سا شہزادہ شاہانہ لباس زیب تن کئے پُر وقار انداز میں چلتا ہوا آ رہا تھا اور بہت خوبصورت لگ رہا تھا

☆فی اذنیه درتان وهو مدعور() فجعل یلتفت یمیناً و شمالاً() و قرطاه یتذبذبان()

اس شہزادے کے کانوں میں دو دُر تھے جوان کے چلنے سے ہل رہے تھے، اور ان

کی معصومیت کو دوبالا کررہے تھے، ان کی چھوٹی سی تلوار سے گرم زمین پر لکیر کھنچتی چلی آرہی تھی، اور کائنات کی ساری معصومیت ان کے قدم چوم رہی تھی

ایسا محسوس ہوتا تھا کہ یہ کمسن اس سے پہلے کبھی گھر اطہر سے اکیلے باہر نہیں آئے، نہ انہوں نے میدان دیکھے تھے اور نہ ہی فوجوں کے ہجوم دیکھے تھے، شاید پہلی مرتبہ انہیں گھر سے باہر آنا پڑا تھا، اس لئے وہ بڑی معصومیت سے کسی وقت دائیں جانب دیکھتے، کسی وقت بائیں جانب دیکھتے، اس عمر کے بچے تو دشمن کو بھی دوست سمجھتے ہیں

پہلی مرتبہ انہوں نے جنگ کا ماحول دیکھا کہ گھوڑے اور تلواریں میدان میں بکھری ہوئی تھیں، ہر طرف لاشیں ہی لاشیں تھیں، یہ دیکھ کر حیرت اور پریشانی کے عالم میں متذبذب ہوکر آگے چل پڑے، دھیرے دھیرے چلتے ہوئے وہ شہزادہ اس مقام پر آ کھڑا ہوا کہ جہاں امت ملعون حلقہ بنا کر امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام سے تعزیت کرنے میں مصروف تھی، یہ اس حلقہ کے قریب آ کر رک گئے، انہوں نے دیکھا کہ گھوڑوں کے سموں سے سم اور کنوتیوں سے کنوتیاں ملی ہوئی ہیں، جب شہزادے کو راستہ نظر نہیں آیا تو انہوں نے فوجوں کے ہجوم میں سے راستہ بنانا شروع کیا، ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل چلتے ہوئے اس معصوم شہزادے نے گھوڑوں کے سموں کے درمیان میں سے گزرنا شروع کیا، اسی طرح پہلی قطار عبور کی، پھر دوسری اور تیسری قطار عبور کی، فوجی حلقوں کو عبور کرنے کے بعد انہوں نے کمر سیدھی کی اور اٹھ کھڑے ہوئے، اچانک امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کو اپنے سامنے پایا تو دوڑ کر ان کے قریب پہنچے، اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نے

سجدہ کے انداز میں قبضہءِ ذوالفقار پر پیشانی رکھی ہوئی تھی اور بظاہر دنیا و مافیہا سے بے نیاز تھے ...... عین اسی وقت شمر ملعون نے ابجر بن کعب تمیمی ملعون سے کہا کہ تو جا کر امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کو شہید کر اور ان کا سر اطہر لے آ

یہ ملعون گھوڑے پر سوار تھا، گھوڑے سے اترنے کی بجائے اس نے اپنے گھوڑا کو آگے بڑھایا، جس وقت یہ ملعون بالکل قریب پہنچا تو اس ملعون نے گھوڑے سے جھک کر امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کے سر اطہر پر تلوار کا وار کرنا چاہا، اس وقت یہ شہزادہ دوڑ کر قریب آیا اور اپنے دونوں بازو دراز کرتے ہوئے امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام پر جھک گیا، ابجر بن کعب ملعون نے تلوار کا وار کیا، اس پاک شہزادے نے دونوں باہیں دراز کر کے آتی ہوئی تلوار کے سامنے پیش کیں

یہ حقیقت ہے کہ اگر کسی نرم یا ریشمی چیز پر کسی سخت چیز سے ضرب لگائی جائے یا وار کیا جائے تو وہ نرم چیز کٹنے کی بجائے اس کے ساتھ لپٹ جاتی ہے

جس وقت ابجر بن کعب ملعون کی تلوار کے سامنے اس پاک شہزادے کی نرم و نازک بانہیں آئیں تو کٹنے کی بجائے فوراً تلوار کے ساتھ لپٹ گئیں اور آواز آئی ''یــا امــاہ'' ہائے میری ماں ...... تاجدارِ کربلا علیہ الصلوۃ والسلام نے نواسے کی آواز پر سر اٹھایا، بانہیں دراز کر کے انہیں اپنی آغوش میں لیا، اور خیام کی جانب دیکھ کر فرمایا کہ بیٹی آپ کے لخت جگر نے مقصدِ اعلیٰ کی تکمیل کیلئے اپنے بازو قربان کر دئے ہیں

امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام ابھی معصوم کو جھولی میں بٹھا کر پیار کرنے میں مصروف تھے کہ ایک اور قیامت ٹوٹ پڑی، خدا لعنت کرے حرملہ بن کاہلہ اسدی پر، اس ملعونِ ازل نے ایک ظلم بھرا تحفہ روانہ کیا، جو شہزادے کے گلوئے اطہر سے گزرتا

ہوا امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سینہ تک پہنچا، زمین کربلا کے ساتھ عرشِ اِلٰہی متزلزل ہوا ☆ فرماہ حرمله بن کاهل بسهم فذبحه وهو فی حجر عمه الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام چشم کائنات نے دیکھا کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سینہ کا خون اور اس معصوم شہزادے کے گلے کا خون مل کر بہنے لگا، میں اتنا ہی عرض کرسکتا ہوں کہ اس معصوم نے پہلے سرکارِ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت اپنائی، بازو قربان کیئے، بعدازاں شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صدقہ بن کر انہیں کی طرح گلے پر تیر کھا کر دینِ اِلٰہی کو سرخرو کیا

جس وقت پاک شہزادے کی ماں نے یہ منظر دیکھا تو فوراً عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے قریب آئیں اور عرض کیا کہ پھوپھی اماں! مجھے مبارک دیں، میں کتنی خوش قسمت ہوں کہ میری قربانی منظور ہوگئی ہے، میرا لختِ جگر شہنشاہ امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کام آیا ہے

سبھی مومنین مل کر دعا کریں کہ خدا کرے اب جلد از جلد اس پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کی معصوم قربانی کا بدلہ لیا جائے، یہ اپنے نورِ نظر کو جوان ہوتا ہوا دیکھیں، ہر ترستی ہوئی پاک ماں کو اپنے بیٹے کی ابدی خوشیاں نصیب ہوں، کربلا میں موجود یہ مائیں کہ جنہوں نے دین اللہ کے تحفظ کیلئے وفا اور ایثار کی ایک انوکھی داستان رقم فرمائی، آج ہی اپنے نونہالوں کو خوش وخرم اپنے گھروں میں آباد دیکھیں

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمؑ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف
وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 34

جنابِ قیس نصرانی

علیہ السلام

میں نے اپنی سابقہ مجلس میں امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چھ حالتیں بیان کی تھیں اور ان چھ حالتوں میں سے چار کی تفصیل عرض کر چکا ہوں، آج میں پانچویں حالت کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں

اس واقعہءِ شہادت میں یہ وہ حالت ہے کہ جو خالصتاً منصب امام و ولیءِ مطلق کی ولایت مطلقہ کے جزوی اظہار و مظاہرے کی حالت ہے، گویا یہ خالص جبروتی انداز میں تصرف فرمانے والی حالت ہے، یہ حالت تین ساعات رہی ہے

اگر ہم لفظ ساعت کو گھنٹے کے معنی میں لیں تو یہ تین گھنٹے بنتے ہیں اور اگر ساعت کو وقت کی تیسری اکائی سمجھیں یعنی دقیقہ کا ہزار گنا وقت کا دورانیہ سمجھیں تو زمینی وقت کے حساب سے تقریباً سولہ منٹ بنتے ہیں، مگر یہ وہ وقت تھا کہ جب وقت کی نبضیں رکی ہوئی تھیں، اس لئے اس کا حقیقی تعین کرنا ناممکن ہے

اس وقت جملہ ارواحِ خبیثہ کی قوت و طاقت سلب کر لی گئی تھی اور سارے عالم کے ہوش وحواس و عقل وشعور کو معطل کر دیا گیا تھا

☆ولم یبق فی نفوسھم قوۃ الامر و النھی ولا حواسھم و ابدانھم قوۃ و طاقۃ

اس وقت نہ تو کسی ملعون کے جسم میں طاقت رہ گئی تھی، نہ ہی حکم دینے اور کسی شئے کو روکنے کی قوت رہ گئی تھی، اور نہ ہی ان کے حواس بحال رہے تھے، یعنی وہ پوری طرح بے اختیار کر دیئے گئے تھے، ان لمحات کے بارے لکھا ہوا ہے کہ

☆رفع الكفار ايادیهم عن التعرض للامام حيث لم يرموه با لحجارة و النبال و النيران والاخشاب ولم يضربوه بالسيوف ولم يطعنوه بالرماح مدة تلك الساعات الثلاثة

ان تین ساعات میں کسی شخص نے بھی امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کوئی تعرض نہیں کیا، نہ کوئی پتھرا ٹھایا، نہ کسی نے تیر وتلوار یا نیزے کو استعمال کیا، اور تین ساعات تک کسی کو یہ شعور بھی نہیں رہا کہ ہم نے کرنا کیا ہے، حتیٰ کہ کسی کو اتنا شعور بھی نہیں تھا کہ ہم خود کون ہیں، یعنی جیسے کوئی آدمی اپنی یاداشت کھو بیٹھتا ہے اور اسے اپنی پہچان تک یاد نہیں رہتی بلا تشبیہ سارے عالم پر یہی کیفیت طاری تھی کیونکہ اس وقت ہر چیز کے شعور کو سلب کر لیا گیا تھا

یہاں پر یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس وقت پہلی مرتبہ هل من ناصراً کی صدا بلند فرمائی تھی تو اس وقت عالم ملک نے لبیک کہی تھی مگر وہ زمین کربلا پر نہیں آئے تھے، بلکہ فضا میں آکر انہوں نے عرض کیا تھا کہ آپ کی نصرت کیلئے ہم تیار ہیں

مگر یہ تین ساعات وہ تھیں کہ جن میں پورا عالم ملکوت کربلا کی زمین پر اُمڈ آیا تھا اور یہ نزول ملکوت کا اثر تھا کہ ایک سلب کاملہ کی صورت پوری دنیا پر طاری تھی کیونکہ جب بھی ملکوتِ مقربین کا نزول وجودی کسی مقام پر ہوتا ہے تو سب سے

پہلے سلب شعور واقع ہوتا ہے، جس طرح قوم لوط علیہ السلام کے سامنے ملکوت غیر مقربین آئے تو یہاں بھی سلب شعور کا ایک ادنیٰ سا مظاہرہ ہوا تھا، مگر ملکوت مقربین کے نزول کے وقت تو کسی کا شعور قائم رہ ہی نہیں سکتا، جس طرح جناب عزرائیل کے نزول ہی سے سکرات موت لگ جاتی ہے، اور جس شخص پر نزول ہو رہا ہوتا ہے اسے شعور تک نہیں ہوتا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے

آپ ایسے سمجھیں کہ ان تین ساعات میں پوری کائنات پر سکرات کا عالم طاری تھا اور جب ان کو اختیارات دوبارہ دیئے گئے تو ان کو اس حد تک بھی یاد نہیں تھا کہ ان پر کوئی کیفیت طاری بھی تھی یا نہیں؟

ان تین ساعات کو اگر ہم تقسیم کریں تو یہ مزید تین مقاماتِ سلب کو ظاہر کرتی ہیں یعنی سب سے پہلے نزول ملکوت ہوا ہے، اور ان کے ساتھ ہی جملہ جنات حاضرِ بارگاہ ہوئے ہیں، اس موقعہ پر عام طور پر صرف زعفر کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے مگر اسی طرح کے ہزاروں جنات کے سردار اپنے اپنے لشکر لے کر آئے ہوئے تھے

جس طرح اصفہان کے ایک عالم کے واقعہ میں تھا کہ جب اس نے زعفر جن کو کہا کہ تم نے امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کی نصرت کیوں نہیں کی تھی؟ تو اس نے بتایا کہ جس وقت میں اپنا مختصر لشکر لے کر گیا تو مجھ سے پہلے جنات کے لاتعداد بڑے بڑے سردار اپنے لشکر سمیت حاضر تھے اور ان کے سامنے تو میری کوئی حیثیت ہی نہیں تھی، اس وقت پورا میدان افواجِ ملکوت اور جنات سے بھرا ہوا تھا

جس وقت مجھے امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام سے ہم کلام ہونے کا موقعہ ملا تو میں اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام سے سولہ میل دور کھڑا تھا، جہاں سے میں نے اپنی معروضات

پیش کیں، آگے جانے کا مجھے راستہ ہی نہیں ملا تھا

یعنی اس وقت پورا میدانِ کربلا ملاءِ اعلیٰ کی مخلوق سے بھرا ہوا تھا

☆والدهشة على الكفار عذبهم الله اس وقت کفار پر ایسی دہشت طاری تھی کہ ابھی اللہ کا عذاب ان سب کو برباد کرنے والا ہے

دوسری ساعت میں انبیاء ورسل علیہم السلام کی ارواحِ مقدسہ کا نزول ہوا، جس وقت انبیاء ورسل کی حقیقت باطنیہ عالم جلال وغضب میں نزول فرمائے تو اس کا خاصہ یہ ہوتا ہے کہ جس کے سامنے وہ نزول ہوگا یا جس پر نازل ہوگا تو اس پر ایک عظیم دہشت اور ہیبت طاری ہوجائے گی، اس لئے جس وقت ان انبیاء ورسل علیہم السلام کی حقیقت باطنیہ عالم جلال میں کربلا کی سرزمین پر نازل ہوئی تو ایک عظیم دہشت، ہیبت اورخوف نے پورے عالم موجود کو اپنے تصرف میں لے لیا

اس کے بعد وہ مرحلہ آیا کہ جب تمام عالم ملک وملکوت پر یہ کیفیت طاری ہوئی کہ فرشتوں اور ارواح انبیاء علیہم السلام کے ہوش وحواس بھی معطل ہوگئے، یعنی اس وقت سارے انبیاء ورسل کی پاک روحوں پر بھی ہیبت اور دہشت طاری ہوگئی، یہ وہ وقت تھا کہ جب ذاتِ وحدت نے اپنے انوارقہریہ وذاتیہ کو کربلا میں اذن نزول عطا فرمایا......اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کس وقت ہوا ہے؟

یہ اس وقت ہوا کہ جب امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذاتِ قدس کے ساتھ براہِ راست کلام کیا اورعرض کیا کہ میرا خالق میرے سامنے اپنے انوارذاتیہ کا اظہار فرما، اے رب ذوالجلال والاکرام! یہ تیرا اپنا بنایا ہوا قانون ہے کہ جومحبوب ہوتا ہے وہ اپنے عاشق کے پاس خود چل کر جاتا ہے، اس لئے تو نے شہنشاہ انبیاء پاک

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بلوایا تھا، اور آج کربلا کی سرزمین پر میں عاشق ہوں اور تیری پاک ذات محبوب ہے، اور قانون بھی تیرا ہی بنایا ہوا ہے، اس لئے کربلا کی سر زمین پر تو خود چل کر آ، اس وقت رب ذوالجلال نے اپنے انوار ذاتیہ کو اذن نزول عطا فرمایا، اسی وجہ سے تمام انبیاء و رسل اور ملکوت کے حواس معطل ہوئے اس وقت کی ظاہری حالت کے متعلق عرفاء کا قول ہے کہ

☆فخر مغشیا و بقی مکبوباً علی الارض ثلث ساعات

امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کا سر اطہر سجدہ میں تھا، سبھی موجودگان یہی سمجھ رہے تھے کہ ان پر غش طاری ہے، مگر وہ ذاتِ وحدت کے ساتھ راز و نیاز میں مصروف تھے

یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ ان واقعات کو دیکھتے ہوئے کچھ صاحبانِ مقتل یا روضہ خوان یہ کہتے ہیں کہ کربلا میں عاشور کا دن 72 گھنٹے کا تھا

میں یہ سمجھتا ہوں کہ روزِ عاشور بھی ارضی حساب سے ایک عام دن تھا، مگر اس کی یہ خصوصیت ضرور تھی کہ اس دن امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نے شب معراج کی طرح وقت کی طنابیں اپنے دست مبارک میں رکھی ہوئی تھیں، اور یہ کیفیت تھی کہ کسی کیلئے وقت جاری تھا، کسی کیلئے رکا ہوا تھا، اور کہیں وقت مصروفِ حرکت تھا اور کہیں جامد تھا، اگر ہم اس کی وجہ کو سمجھنے کی سعی لا حاصل کریں تو پھر ہم تعین نہیں کر سکتے کہ کربلا میں عاشور کا دن زمینی حساب سے کتنے گھنٹے کا تھا، اگر معراج کی رات نوے ہزار سال کی ہوسکتی ہے تو یہ دن بھی ہزاروں سالوں کا ہوسکتا ہے

جناب موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا گیا کہ ☆ذکرھم بایام اللہ یعنی اللہ کے دنوں کا ذکر قوم کے سامنے کریں ...... ان ایام اللہ سے مراد موت کا دن، قیامت کا دن،

عاشور کا دن اور خروجِ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا دن ہے، اور اللہ جل جلالہ اپنے ایام کے متعلق فرماتا ہے کہ مدبرات امر کے نزول کا دن جو ہوتا ہے
☆کان مقداره الف سنة مماتعدون [سورہ حج] وہ زمینی حساب سے ہزار سال کا ہوتا ہے، اسی طرح عروجِ ملائکہ وروحِ امر کے دن کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ
☆کان مقداره خمسين الف سنة یعنی وہ 50 ہزار سال زمینی کے برابر ہوتا ہے
یعنی ایک آسمانی دن = زمین کے پچاس ہزار سال کے برابر ہوتا ہے، اور روح عالمین سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عروج ونزول کی رات زمینی حساب سے نوے ہزار سال کی تھی ...... چونکہ کربلا میں مدبرات کا نزول بھی ہوا، ملکوت وروح امر کا نزول بھی ہوا، اور روح عالمین کا نزول بھی ہوا، اس لئے میں اس کا تعین نہیں کر سکتا کیونکہ معراج کی رات کی مقدار بھی کسی عالم نے نہیں بتائی بلکہ صاحب معراج ذات نے فرمائی ہے، اسی طرح اگر پاک خاندان میں سے کوئی پاک ذات روز عاشور کے بارے میں آگاہ فرمائیں تو حق ہے، ورنہ ہمیں یا کسی عالم کو اس کی طوالت کا ارضی پیمانوں کے حساب سے تعین کرنے کی اجازت نہیں ہے
یہ تو آپ سمجھ چکے ہیں کہ ان تین ساعات میں ظالمین کے حواس معطل اور اعضاء شل رہے، کسی کو اپنے مقام سے ہلنے کی طاقت ہی نہیں رہی، اور اسی دوران ملکوت و جنات وانبیاء علیہم السلام کی آمد ہوئی، روحِ عالمین یعنی ذاتِ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی، اور رب الارباب کی حقیقت ذاتیہ نورانیہ کا ورودِ مسعود ہوا تو تمام کائنات کے حواسِ خمسہ وعشرہ تعطل کا شکار رہے

﴿ جناب قیس علیہ السلام ﴾

کربلا کی زمین ہے، ظہر اور عصر کا درمیانی وقت ہے، آج کائنات کا وقت رکا ہوا ہے، لمحات کی نبضیں بند ہیں، سورج کا چہرہ سرخ ہے، آسمان کا رُخ زرد ہے، دشت کربلا میں ابھی کچھ دیر پہلے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام زین سے اترے ہیں

جس وقت سارے معصوم یعنی جناب عبداللہ بن حسن مثنیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بن امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام شہید ہو چکے تو اس کے بعد وہ تین ساعات شروع ہوئیں جن کا ذکر میں نے ابھی کیا ہے

اس کے بعد جب ان ملاعین کے حواس بحال ہوئے اور انہیں ہوش آیا تو اس وقت چالیس ملعون امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہید کرنے نکلے، اور ان میں سے صرف نو ملعون موقعہ پر آئے، ان کے بارے میں کل آپ سن چکے ہیں کہ نو ملعون یکے بعد دیگرے آئے اور تلواریں پھینک کر واپس دوڑ گئے، ان کے بعد پھر کسی نے سرکارؑ کے قریب آنے کی جرأت نہیں کی

اس وقت شمر ذی الجوشن الضابی العامری ملعون نے کہا کہ اس وقت میرے سامنے ایک لاکھ کے قریب لشکر موجود ہے، کیا ہم سے کوئی بھی اتنی جرأت نہیں کر سکتا کہ ایک مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہید کر سکے؟

عین اس وقت عمر ابن سعد ملعون گھوڑے پر سوار ہو کر صورت حال معلوم کرنے آیا کہ کیا ہوا ہے؟ شمر ملعون نے اسے رپورٹ دی، اس ملعونِ ازل نے کہا کہ حیرت ہے اس ایک لاکھ لشکر میں سے کوئی بھی امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہید کرنے کیلئے تیار

نہیں ہے؟ پھر اس نے کہا کہ نمازِ جمعہ قضا ہو رہی ہے، اور تم خواہ مخواہ تاخیر کر رہے ہو، چلو میں خود ہی یہ کام کرتا ہوں، یہ تلوار نیام میں سے نکال کر روانہ ہوا جس وقت یہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب گیا تو انہوں نے قبضہءِ تلوار سے جبین مبین اٹھا کر اس ملعون کو فرمایا کہ...... أ انت جئت بقتلی

او ملعون ازل! کیا اب تو ہمیں شہید کرے گا؟ کیا تیرے پورے لشکر میں تجھ سے زیادہ شقی اور بدبخت اور کوئی نہیں تھا کہ تو خود یہ کام کرنے آیا ہے؟

یہ ملعون پریشانی کی حالت میں واپس دوڑا، پھر یہ لشکر میں نہیں رکا بلکہ اپنے خیمہ میں آ پہنچا، اور سر جھکا کر یہ سوچنے میں مصروف تھا کہ کوئی بھی یہ کام کرنے کیلئے تیار نہیں ہے، اب کیا کیا جائے؟

اس وقت اس ملعون نے دیکھا کہ قریب والے خیمہ میں سے ایک ادھیڑ عمر دراز قامت شخص باہر نکلا کہ جس نے لمبا سفید لباس پہنا ہوا تھا جو اس دور میں عام طور پر پادری پہنتے تھے، اس کے گلے میں چاندی کی زنجیر کے ساتھ ایک چھوٹی سی صلیب لٹکی ہوئی تھی، اس کے ہاتھ میں جراحوں والی سفط موجود تھی (یعنی اس زمانہ میں جو طبیبوں اور جراحوں کے سامانِ طبابت و جراحت کا تھیلا ہوا کرتا تھا) وہ بڑی بردباری سے ایک خیمہ میں سے نکل کر ایک طرف چل دیا

عمر ابن سعد ملعون اسے جاتے ہوئے بغور دیکھتا رہا اور سمجھ گیا کہ یہ کوئی عیسائی ڈاکٹر یا جراح ہے، جو روزی کمانے کیلئے کربلا میں آیا ہوگا، جیسا کہ اس زمانہ میں سارے جراحوں کا دستور تھا

اچانک اس ملعون کے ذہن میں خیال آیا کہ کیوں نہ ہم اسے کہہ کر اسی کے

ہاتھوں امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراجِ شہادت پر پہنچائیں، کیونکہ یہ نہ تو کلمہ گو ہے اور نہ اسلام اور مسلمانوں سے اس کی کوئی دلچسپی ہے، اس لئے یہ کام اس کیلئے بہت آسان ہوگا، عمر ابن سعد ملعون نے اپنے قریب کھڑے ہوئے ایک کوفی سردار سے پوچھا کہ یہ عیسائی شخص کون ہے؟ اور اس کا نام کیا ہے؟

اس نے بتایا کہ اس کا نام قیس علیہ السلام ہے، یہ رم شہر کا باسی ہے، کچھ دن پہلے یہ شام سے کوفہ آیا ہے، اس کا پیشہ جراحی ہے اور ایک ماہر جراح ہے یعنی زخمیوں کا علاج کرتا ہے، اکثر جراح چونکہ جنگوں میں بہت کمائی کیا کرتے ہیں، اس لئے جب ہم جنگ کیلئے کربلا روانہ ہونے لگے تو یہ بھی جنگ کا سن کر اپنا سامانِ جراحی ساتھ لئے ہمارے ساتھ کربلا پہنچ گیا، آج کوفہ کے ایک کندی سردار کو دوران جنگ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تلوار سے ضرب لگائی جس سے اس کا کاندھا کٹ گیا اور تلوار نے ہڈی بھی کاٹ دی تھی، ہم نے اپنے جراحوں سے اس کا علاج کرانے کی کوشش کی مگر سبھی حوصلہ ہار گئے، صرف یہ ہی ایک بڑا جراح تھا جس نے اس کا بازو کاٹ کر زخم باندھ دیا ہے اور اب اپنی اُجرت لے کر واپس جا رہا ہے

اب آپ یہ جان چکے ہوں گے کہ یہ سعادت مند کون ہے؟ یہ جناب قیس نصرانی علیہ السلام ہیں، اب تھوڑا سا ان کی داستانِ حیات کا پس منظر بھی بیان کردوں تاکہ آپ میری بات اچھی طرح سمجھ سکیں

دریائے فرات کے انتہائی شمالی جانب ایک جھیل بنتی ہے جسے بحیرہ اسد کہا جاتا ہے اب یہ عراق کی سرحد میں ہے، بحیرہ اسد جس کی چوڑائی تقریباً دس کلومیٹر ہے اور لمبائی کافی زیادہ ہے، اس جھیل کے مشرقی جانب ایک شہر ہے سابور (شیبور) جسے

شاپور بن اردشیر کسریٰ ایران نے آباد کیا تھا، یہ وہ شہر ہے کہ جس میں سے قافلہ تسلیم ورضا شام کے سفر کے دوران گزرا تھا، یہاں کی نہر سابور بڑی مشہور تھی، اس شہر سے تھوڑی دور نہر سابور کے ساتھ ایک قصبہ ہے جس کا نام ہے ''رَم''

اس میں اس وقت عیسائی آباد تھے اور انہوں نے مسلمانوں سے علیحدہ ایک قصبہ آباد کیا ہوا تھا، یہاں کا ایک گرجا اس علاقے میں بہت مشہور تھا، یہ بات مجھے معلوم نہیں ہے کہ آج اس شہر کی کیا کیفیت ہے

اس قصبہ رم کے ایک تاجر کے گھر میں جنابِ قیس علیہ السلام کی ولادت ہوئی تھی، ان کے والد کا اصل نام تو معلوم نہیں ہے مگر انہیں عبد المسیح کہا جاتا تھا

تجارت پیشہ ہونے کے باوجود ان کا مذہب سے کافی لگاؤ تھا اور اپنا مال گرجا کی خدمت میں بے دریغ خرچ کیا کرتے تھے، جس وقت جناب قیس علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو وہ انہیں بپتسمہ کیلئے گرجا میں لے آئے اور ان کی سعادت اور خوش بختی کیلئے دعا کی، جب یہ سن بلوغ کو پہنچے تو اِنہوں نے اپنے آپ کو گرجا کی خدمت کیلئے وقف کر دیا، جب یہ راہب سے قسیس کے عہدہ تک پہنچ گئے تو مسیحی قوانین کے مطابق ان کو اپنا وطن چھوڑ کر فلسطین میں بیت اللحم جانا پڑا، جہاں انہوں نے بیس سال گزارے، جتنا عرصہ یہ بیت اللحم میں قیام پذیر رہے ان کے دل میں چونکہ خدمت خلق کا شدید جذبہ تھا اس لئے یہ زائرین کی بیماریوں کا علاج کیا کرتے تھے اور خصوصاً جراحت کے میدان میں انہوں نے کافی ترقی کی، فلسطین کے چند مشہور جراحوں میں ایک نام جناب قیس علیہ السلام کا بھی تھا

یہاں ان کا معمول تھا کہ ہر روز یہ بیت اللحم (جو بظاہر جناب عیسیٰ علیہ السلام کا مقام

ولادت سمجھا جاتا ہے) جا کر دعا مانگتے تھے اور مسلسل 20 سال یہی دعا مانگتے رہے کہ

’’خالق اپنے پیاروں میں سے مجھے وہ مقام عطا فرما جو مجھ سے پہلے کسی کو نصیب نہ ہوا ہو‘‘

تا اینکہ 60 ہجری آئی ، ذوالحجہ کی کسی تاریخ کو انہوں نے حسب معمول گریہ و زاری سے دعا مانگی ، جب دعا کر کے واپس بیت اللحم سے ملحقہ اس حجرے میں آئے کہ جہاں یہ بیس سال سے قیام پذیر تھے تو رات کو عالم نیم خواب و نیم بیداری میں انہیں جناب عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت ہوئی ، انہوں نے عالم خواب میں اسے فرمایا کہ تیری دعا منظور ہوگئی ہے ، اب اپنے مقصد کو پانے کیلئے تم شام چلے جاؤ ، صبح انہوں نے تیاری کی اور ایک قافلہ کے ساتھ شام روانہ ہوئے ، جس وقت یہ دمشق پہنچے تو انہوں نے مسجد اموی کے ساتھ متصل ایک قدیم کلیسا میں قیام کیا ، مگر ان پر اپنے مقصد کو پانے کا جنون طاری تھا

جس وقت یہ شام پہنچے تو سامانِ جراحت ان کے ساتھ تھا ، یہاں یہ سارا دن دمشق کی گلیوں میں عالم جنون میں چکر لگاتے رہتے کہ مجھے دمشق آنے کا حکم تو دیا گیا ہے مگر یہ تو نہیں بتایا گیا کہ مجھے سعادت ازلی کس طرح اور کہاں سے حاصل ہوگی اور میں نے دمشق آ کر کرنا کیا ہے؟ ...... رات کو جب واپس آتے تو پھر صلیب کے سامنے دعا کرتے کہ خداوند یسوع مسیح مجھے یہ تو آگاہ فرما کہ یہاں میں نے کرنا کیا ہے؟ کہ جس سے مجھے سعادتِ ازلی نصیب ہوگی

اسی طرح کئی دن گزر گئے ، یہ گریہ و زاری سے دعا کرتے رہے ، ایک رات انہیں

پھر جناب عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت ہوئی اور انہوں نے حکم فرمایا کہ کل یہاں سے ایک قافلہ کوفہ جارہا ہے تم ان کے ساتھ کوفہ جاؤ، یہ خوش ہو گئے کہ چلو کوئی حکم تو ملا اس وقت شام سے ایک فوجی قافلہ کوفہ جارہا تھا اور اسے بھیجنے کی ظاہری وجہ دستبے کے علاقہ کی بغاوت تھی، یعنی دیلمی لوگوں نے یزید ملعون کی حکومت کے خلاف اعلانِ بغاوت کر دیا تھا اور اس بغاوت کو کچلنے کیلئے شام سے ایک فوجی دستے کو روانہ کیا گیا تھا، اس فوجی قافلہ کے ساتھ جناب قیس علیہ السلام بھی کوفہ پہنچے

یہاں پر کوفی اور شامی ملاعین مل کر جنگ کا اہتمام کر رہے تھے، کیونکہ مکہ سے شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام روانہ ہو چکے تھے، اور جناب مسلم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریک اپنے اختتام کے قریب تھی، کیونکہ تمام کوفی ابن زیاد ملعون کے ساتھ مل گئے تھے

مگر جناب قیس علیہ السلام ان ساری باتوں سے بے نیاز اپنے مقصد کی جستجو میں دیوانہ وار گلیوں میں چکر لگاتے رہتے، اور بار بار عرض کرتے خداوند یسوع مسیح میں یہاں پہنچ تو گیا ہوں مگر میرا مقصد مجھے حاصل نہیں ہو رہا ہے

آخر کار محرم کا چاند نظر آیا، شہنشاہِ مظلومیت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کربلا کو زینت بخشی، کوفہ سے کربلا کی جانب دھڑا دھڑ فوجیں روانہ ہونے لگیں، اس وقت جناب قیس علیہ السلام نے تیسری مرتبہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت کی، انہوں نے فرمایا قیس! تم اب یہاں سے کربلا چلے جاؤ کیونکہ اب تمہاری منزل قریب آ چکی ہے

انہیں یہ سمجھ تو نہیں آئی کہ مجھے کربلا جانے کا حکم کیوں دیا گیا ہے، اور سوچتے رہے کہ میں نے تو اوّلین سے بھی اعلیٰ ترین منصب و مرتبہ طلب کیا تھا، کربلا میں تو مسلمانوں کی آپس میں جنگ ہے، اس کا میرے مقصد سے کیا تعلق ہے؟ مگر یہ حکم

کی تعمیل میں اگلے دن پیشہ ور جراح و طبیب کی حیثیت سے کربلا پہنچ گئے
آ گئی شب عاشور، اس رات بھی حسب معمول دوبارہ یہ اپنی دعا مانگ کے سو گئے
رات کو انہوں نے ایک عجیب خواب دیکھا کہ
میدانِ کربلا میں صحرا نہیں بلکہ ایک نہایت خوبصورت باغ ہے، اس گلستان کے درمیان ایک وسیع و عریض سبزہ زار ہے، جس میں لاتعداد ملکوت و کروبیاں اور ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام جمع ہیں مگر سب نے سوگ کا سیاہ لباس پہنا ہوا ہے، اور اس باغ میں تعزیت کیلئے صف ماتم بچھی ہوئی ہے، اس پر صدر نشین سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، سارے انبیاء و رسل علیہم السلام ان سے پاک بیٹے مولا امام حسینؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت پر تعزیت کر رہے ہیں، سبھی سوگوار ہیں، گریہ کناں اور اشکبار ہو کر پرسہ دے رہے ہیں
اس وقت جناب قیس علیہ السلام نے دیکھا کہ اس مجمع میں سے جناب عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ سلام اللہ علیہا نے آ کر شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پرسہ دیا، پرسہ دینے کے بعد جناب عیسیٰ علیہ السلام نے جناب قیس علیہ السلام سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے قیس علیک السلام! کل تو ہمیں شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرمسار نہ کرنا، انہوں نے یہی کچھ فرمایا مگر وضاحت نہیں کی، اس کے بعد جناب مریم سلام اللہ علیہا جناب قیس علیہ السلام کے قریب تشریف لائیں اور فرمایا کہ کل تیرے امتحان کا دن ہے، تیرے مقصد کی تکمیل کا دن ہے، مگر خیال رکھنا کہ تو ہمیں ملکہءِ عالمین بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے سامنے شرمسار نہ کرنا اور ہماری لاج رکھنا
جس وقت انہوں نے یہ فرمایا تو یہ روتا ہوا بیدار ہوا، اس وقت صبح کے اعلان کے

طبل بج رہے تھے، یہ بہت پریشان بھی تھا اور خوش بھی تھا
سارا دن جنگ ہوتی رہی، یہ اپنے خیمہ سے باہر نہیں نکلا، جب ظہر کا وقت ہوا تو شامی فوج کے ایک سپاہی نے اسے آکر بلایا کہ کوفہ کا ایک سردار شدید زخمی ہے اور اس کا علاج کرنا ہے لہٰذا تو ہمارے ساتھ چل، اسے خیال آیا کہ یہ لوگ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کہلواتے ہیں، اور اگر میں انکار کروں تو شاید جناب عیسیٰ علیہ السلام شرمسار ہوں، اس لئے یہ جلدی سے اٹھا، اور اپنا سامان جراحت ساتھ لئے علاج کرنے پہنچ گیا، علاج کرنے کے بعد کافی مایوسی کی حالت میں یہ اس ملعون کے خیمہ سے باہر آیا
عمر ابن سعد ملعون کو سب لوگ جواب دے چکے تھے کہ ہم فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید نہیں کر سکتے، یہ ملعون سوچنے میں مصروف تھا کہ اس کی نظر جناب قیس علیہ السلام پر پڑی، اس نے فوراً انہیں واپس بلایا اور کہا کہ آپ کربلا میں جراحی کیلئے آئے ہوں گے مگر تمہیں یہاں اتنی زیادہ کمائی نہیں ہوئی ہوگی، اگر آپ ہمارا ایک چھوٹا سا کام کر دیں تو ہم تمہیں اتنا مال دیں گے کہ زندگی بھر تمہیں کافی ہوگا
انہوں نے سوچا کہ یہ کہتا ہے کہ کام بھی بہت چھوٹا سا ہے اور اجرت اتنی زیادہ ہے اگر واقعی کام اتنا معمولی ہے تو ان لاکھوں لوگوں میں سے یہ کام اور کوئی کیوں نہیں کر سکتا؟ مگر انہوں نے سوچا کہ پوچھ لینے میں کیا ہرج ہے، انہوں نے سوال کیا کہ وہ چھوٹا سا کام کیا ہے جو میرے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا؟
ملعون نے کہا کہ وہ سامنے دیکھو، میدان میں ایک مظلوم زمین پر بیٹھا ہے، زخموں سے چور ہے، اس سے کوئی خطرہ بھی نہیں ہے، ہمارا چھوٹا سا کام یہی ہے کہ اس

مظلوم کوشہید کر کے ان کا سر اطہر ہمارے پاس لے آؤ اور انعام پاؤ
اس نے جواباً کہا کہ باقی تو سارا کام تم نے خود ہی کر لیا ہے، اس مظلوم کو زخمی کر کے زین سے زمین پر بھی بٹھا دیا ہے، وہ ھل من ناصراً کی صدائیں دیتا رہا اور تم ظلم کرتے رہے، اب وہ زخموں سے چور ہو کر غنودگی کی حالت میں بیٹھا ہے، اب انہیں شہید کرنے میں کیا چیز مانع ہے، یہ کام تم کیوں نہیں کر سکتے؟ ملعون نے کہا کہ یہ کام ہم اس لئے نہیں کر سکتے کہ ہم کلمہ گو ہیں اور تو نصرانی ہے
تھوڑی دیر کیلئے اس نے سوچا کہ شاید مسلمان مسلمان کو شہید کرتے ہوئے شرم محسوس کرتے ہوں گے، پھر اسے اپنا خواب یاد آیا تو اس نے سوچا کہ کہیں میرا انکار ہی جناب عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی پاک والدہ کیلئے باعث شرمندگی نہ بن جائے اس لئے اس نے انکار نہیں کیا اور آمادگی ظاہر کر دی، اس نے کہا کہ میں تو ایک جراح ہوں، فوجی تو نہیں ہوں، میرے پاس تلوار بھی نہیں ہے
عمر ابن سعد ملعون نے اپنے کمر بند میں سے فوراً خنجر نکال کر اس کے حوالے کیا ☆

واخذ قیس النصرانی من عمر الثانی الخنجر المصقل واقبل الی الحسین علیہ السلام

اس نے جلدی سے ابن سعد ملعون سے خنجر وصول کیا، جسے تازہ دھار لگا کر چمکایا گیا تھا، یہ خنجر لے کر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب چل پڑا، جس وقت یہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف جا رہا تھا تو اسے خیال آیا کہ جتنے بھی آسمانی مذاہب ہیں وہ قتل و غارت سے منع کرتے ہیں، اور کسی بے گناہ کا خون بہانے سے روکتے ہیں، مگر میرا یہ عجیب مقصد ہے جو کسی غریب کا خون بہانے سے حاصل ہونے والا ہے، پھر بھی یہ چلتا ہوا امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب آ کھڑا ہوا

امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نے قبضہ ءِ ذوالفقار سے اپنا سراطہر اوپر اٹھایا، اس کی طرف نگاہ کی اور فرمایا کہ قیس ہو، آخر آ ہی گئے ہو، ہمیں کافی دیر سے تمہارا انتظار تھا، جونہی اس نے اپنا نام سنا تو اس کے ہاتھوں سے خنجر گر پڑا، فوراً قریب آکر پوچھا کہ کیا آپ مجھے جانتے ہیں؟ سرکارؑ نے فرمایا کہ ہاں ہم تجھے بھی جانتے ہیں اور تیرے والد عبدالمسیح کو بھی جانتے ہیں، بلکہ تیرے آباؤ اجداد کو بھی جانتے ہیں اور ازل کے فیصلوں سے بھی واقف ہیں، جونہی اس نے یہ بات سنی تو فوراً قدموں پر گر پڑا، ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ آپ اپنا تعارف تو کرائیں

شہنشاہ معظم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ مباہلہ کے روز پیغمبر انام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو دو کم سن معصوم بیٹے تھے، ان میں سے ایک ہم ہیں، اس نے پوچھا کہ آقا! آپ بڑے ہیں یا چھوٹے؟ فرمایا کہ جسے انہوں نے سینہ سے لگایا ہوا تھا، ہم وہی ہیں اس نے کہا کہ آقا! آپ کا فرمان عین حق ہے، مگر میں اطمینان قلب چاہتا ہوں اس وقت سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ کیا رات والا خواب بھول گئے ہو؟ کیا وہ نصیحت تمہیں یاد نہیں جو جناب عیسیٰ علیہ السلام نے فرمائی تھی؟ ہمیں تو کافی دیر سے تمہارا انتظار تھا، جب اپنے خواب کی مکمل تعبیر اس کے سامنے آئی تو اس نے دست بستہ عرض کیا کہ اگر آپ وہی ہیں تو پھر مجھے اپنے مقصد کے حصول کی اجازت عطا فرمائیں، کیونکہ میں اپنی منزلِ اعلیٰ کے حصول کیلئے بہت بے تاب ہوں، آپ نے فرمایا کہ تم ہمارے مہمان ہو، ہم تمہاری کوئی خدمت بھی نہیں کر سکے، اس نے روتے ہوئے گڑگڑا کر کہا کہ مجھے آپ اجازت عطا فرمائیں یہی آپ کا احسان عظیم ہوگا

اجازت ملنے پر اس نے دائیں بائیں دیکھا، سامنے زمین پر اسے ایک تلوار پڑی دکھائی دی جو شیث ملعون کے ہاتھ سے گری تھی، اس نے یہ تلوار اٹھا کر لشکر شام پر حملہ کر دیا، یہ پہلا حملہ کر کے واپس آیا، اسے کوئی زخم نہیں لگا، اس نے دوسرا حملہ کیا، بہت سے ملاعین کو فی النار کر کے واپس آیا، اسے پھر بھی کوئی زخم نہیں لگا، پھر اس نے تیسرا حملہ کیا، کافی لوگوں کو قتل کیا مگر اس کے باوجود اسے کوئی زخم نہیں لگا، اس نے واپس آکر دریافت کیا کہ آقا! میں نے آپ کے دشمنوں پر بار بار حملے کیئے ہیں مگر میں زخمی نہیں ہوا اس کی وجہ کیا ہے؟

فرمایا قیس علیہ السلام سامنے جو قنات کا ایک پردہ قریب ہی تمہیں نظر آ رہا ہے اس کے پس پردہ میری پاک بہنیں موجود ہیں، جب تم دشمنانِ خدا و رسول پر حملہ آور ہوتے ہو تو میری بہنیں رو رو کر دعا کرتی ہیں کہ خدایا! ہمارے مظلوم بھائی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ آخری ناصر ہے، یہ تو دست ظلم سے محفوظ رہ جائے، یہ روتا ہوا قدموں پر گرا، اور پوچھا کہ کیا معظّمہ کائنات بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کی پاک بیٹیاں صلوٰۃ اللہ علیہن بھی ساتھ ہیں؟ کیا وہ مجھ جیسے ادنیٰ غلام کیلیئے دعا فرما رہی ہیں؟ یہ روتا ہوا واپس میدان کی جانب پلٹا اور اتنا شدید حملہ اس نے کیا کہ کشتوں کے پشتے لگا دیئے، اس حملے میں جناب قیس شدید زخمی ہو کر زمین پر گر گئے، رو کر کہا کہ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! غلام کا آخری سلام قبول فرمانویں

شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پکار کر فرمایا کہ قیس علیک السلام! ہم نے ایک ایک شہید کی لاش کو خود اٹھا کر گنج شہداء میں پہنچایا ہے، ناراض نہ ہونا، اب ہماری مجبوری ہے ہم تمہاری لاش پر نہیں آسکتے، اور نہ ہی تمہیں گنج شہداء تک لے جا سکتے ہیں، کاش

اے قیس علیک السلام تو ہماری پاک والدہ معظّمہ صلوٰۃ اللہ علیہا کی آواز سن سکتا، تب تمہیں اندازہ ہوتا کہ ہم اپنے در پر آنے والوں کو کیا کچھ عطا فرماتے ہیں، ہماری نصرت کرنے سے کتنے درجات حاصل ہوتے ہیں، کہ اس وقت ہماری پاک والدہ صلوٰۃ اللہ علیہا آپ کو بیٹا کہہ کر اور ہماری بہنیں تمہیں بھائی کہہ کر رو رہی ہیں

مومنین سے التجا ہے کہ دل سے دعا کریں کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس آخری ناصر و مددگار کے صدقے! راہِ حق میں قربان ہونے والے تمام شہداء کا انتقام جلدی سے پہلے ہو، ان کے پاک منتقم عجل اللہ فرجہٗ الشریف کی تشریف آوری میں اب مزید تاخیر نہ ہو، ان شہدائے کربلا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مقصد عظیم اس انداز میں مکمل ہو کہ محمدؐ و آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ابدی اور دائمی حکومت اِلٰہیہ کا قیام جلد عمل میں آئے، سرکارِ وفا جناب ابوالفضل العباس علیہ الصلوٰۃ والسلام کربلا میں شہید ہونے والے ہر مظلوم کا بدلہ اپنے ہاتھوں سے لیں تا کہ ان کے قلب مضطر کی تسکین ہو، پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کا گھر اطہر آباد ہو، اور یہ سارے انصار اپنی آنکھوں سے پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے گھر اطہر کو ہمیشہ ہمیشہ آباد اور شاد دیکھیں

﴿ آمین یا رب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمؑ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف
وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلٰی آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 35

جناب زعفرؒ بن راحیلؒ جن

دوستو! آج میں واقعہ کربلا کے جبروتی پہلوؤں میں سے ایک پہلو پر تھوڑی سی روشنی ڈالنا چاہتا ہوں، ہمیں منبر سے جس انداز میں واقعہ کربلا سنایا جاتا ہے اس سے تو یہی محسوس ہوتا ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوفیوں نے دعوت دی، انہوں نے نہ چاہتے ہوئے کوفہ کی طرف سفر اختیار کیا، مگر کوفیوں کی عہد شکنی کی وجہ سے کوفہ بھی نہ جا سکے اور ان کو مجبور و بے بس کر کے کربلا میں شہید کر دیا گیا، یعنی یہ سب کچھ اچانک اور غیر متوقع طور پر ہو گیا، اور نعوذ باللہ یہ مجبور محض تھے

حالانکہ یہ بات بالکل خلافِ واقعہ ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ واقعہ کربلا کوئی عام اور اچانک یا حادثاتی طور پر رونما ہونے والا واقعہ نہیں تھا، آپ خود سوچیں کہ جس واقعہ کو جناب آدم علیہ السلام نے یاد کر کے گریہ کیا، جناب نوح علیہ السلام نے جس واقعہ پر نوحہ خوانی کی، جناب ابراہیم علیہ السلام نے جس کیلئے عزاداری کی تھی یعنی 124000 ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام جس کی اہمیت کو بیان کرتے رہے ہیں، وہ کوئی معمولی واقعہ ہو سکتا ہے؟

واقعاتِ کربلا پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں ہر نبی کا ذکر موجود ہے کہ اس نبی نے واقعہ کربلا کو کس طرح بیان کیا ہے، جس وقت جناب اسماعیل صادق الوعد کو

امت نے دردناک طریقے سے شہید کیا تو اس وقت خالق کا پیغام پہنچا کہ اگر تم چاہو تو تمہارا انتقام ایک لمحہ میں لیا جا سکتا ہے، انہوں نے عرض کیا کہ خالق میں واقعاتِ کربلا جانتا ہوں اور میں یہی چاہتا ہوں کہ جس دن ان مظلومین کا انتقام لیا جائے تو میرا انتقام بھی اس دن ہو

جناب زکریا علیہ السلام کے بارے میں قرآن مقدس میں ہے کہ

☆کھیعص() ذکر رحمت ربك عبده زکریا

یعنی جناب زکریا علیہ السلام پر یہ حروف مقطعات نازل ہوئے تو انہوں نے خالق کی بارگاہ میں عرض کیا کہ میرے خالق! کیا وجہ ہے کہ جب بھی میں ان الفاظ کو پڑھتا ہوں تو مجھ پر گریہ طاری ہو جاتا ہے، آوازِ قدرت آئی کہ ان میں واقعات کربلا موجود ہیں، پھر انہیں واقعاتِ کربلا کی تفصیل سے آگاہ کیا گیا، جس وقت جناب زکریا علیہ السلام نے پاک شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوۃ والسلام کی شہادت کے واقعات سنے تو دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ میں بھی اس ضعیف والد کے درد کو محسوس کروں کہ جس کا جوان بیٹا شہید ہوتا ہے، کاش میرا بھی ایک بیٹا ہوتا، میرے سامنے وہ شہید ہوتا تو مجھے شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوۃ والسلام کی شہادت کے درد کا اندازہ ہوسکتا، بس جونہی یہ خواہش پیدا ہوئی، فوراً دعا کی، دعا منظور ہوئی تو جناب یحییٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی جملہ انبیاء میں سے جناب زکریا علیہ السلام کا سب سے زیادہ سعادت مند بیٹا تھا کیونکہ شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوۃ والسلام کا صدقہ بن کر ہی اس دنیا میں آیا تھا، ان کے سامنے جناب زکریا علیہ السلام نے موت کا ذکر بھی کبھی نہیں کیا تھا، ایک دن وعظ فرما رہے تھے موت اور جہنم کا ذکر ہو رہا تھا، اچانک جناب یحییٰ علیہ السلام تشریف لائے، چند فقرے

سننے کے بعد فوراً دوڑ پڑے، جناب زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر پڑی تو وہ بھی بیٹے کے پیچھے دوڑے، کافی دیر تک تلاش کرتے رہے، تلاش بسیار کے بعد دیکھا تو ایک پہاڑی کے دامن میں جناب یحییٰ علیہ السلام غش کی حالت میں سورہے ہیں، انہوں نے بیٹے کو جگانے کی کوشش کی، قریب آکر دیکھا تو گریہ کرنے کی وجہ سے جناب یحییٰ علیہ السلام کے رخساروں کے نیچے زمین آنسوؤں سے گیلی ہوچکی تھی، جناب یحییٰ علیہ السلام نے ہوش میں آنے کے بعد آنکھیں نہیں کھولیں، والد نے بلایا تو انہوں نے روکر کہا کہ اے عزرائیل! اب میری روح قبض نہ کرنا، میرے بابا بہت ضعیف ہیں
جناب زکریا علیہ السلام نے بیٹے کا سر آغوش میں لیا اور کہا میرے لعل! آنکھیں کھولو میں تیرا باپ ہوں

میں عرض کررہا تھا کہ جملہ انبیاء علیہم السلام واقعات کربلا سے خود بھی آگاہ تھے اور انہوں نے اپنی امت سے بھی یہ واقعہ بیان کیا، حتیٰ کہ ہندو دھرم کے جو بزرگ اوتار گزرے ہیں انہوں نے بھی اپنی کتابوں میں واقعات کربلا کو بیان کیا ہے
مثلاً ''پدم اوتر کھنڈ'' میں مہادیو جی کا ذکر موجود ہے، یہ قبل از مسیح ہیں، ان کے ذکر میں ہے کہ شری مہادیو جی نے پاربتی جی کو تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واقعات سنائے، حتیٰ کہ واقعاتِ کربلا بھی سنائے اور شہادت عظمیٰ کو بھی تفصیل سے بیان کیا

اب آپ خود اندازہ کریں کہ جس واقعہ کو جملہ انبیاء علیہم السلام بیان کررہے ہیں، جملہ مذاہب کے بزرگ افراد بیان کررہے ہیں، ازل سے ہر شخص کہہ رہا ہے کہ ایک عظیم واقعہ رونما ہوگا، وہ کوئی عام واقعہ تھا؟ یہ واقعہ بس ایسے ہی غیر مربوط یا غیر

منظّم طریقہ سے پیش آیا ہوگا؟ ...... ہرگز نہیں

امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کی اپنی حیات طیبہ کا اگر ہم بغور جائزہ لیں تو ہمیں ایسی بہت سے باتیں ملتی ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس پاک گھر کے سبھی افراد اس واقعہ سے ازل سے آگاہ تھے، مثلاً جس وقت بچپن میں بہن بھائی مل بیٹھتے تو کربلا کا نقشہ بناتے، سرکارؑ اپنی پاک بہنوں کو بتایا کرتے کہ یہاں آپ کے خیام ہوں گے، یہاں میرا خیمہ ہوگا، میں زین سے اس جگہ اتروں گا، یہاں آپ سب کھڑی ہوکر مجھے دیکھیں گی، میرا مقام شہادت یہ ہے، آپ کے خیام نذر آتش ہوں گے یہاں ہماری آخری ملاقات بارہ محرم کو ہوگی، میری مزار فلاں جگہ بنے گی، بچپن میں بظاہر کھیل کے دوران بھی یہ سب کچھ بیان ہوتا رہا، یہ واقعہ ایسے ہی غیر شعوری طور پر تو نہیں ہوگیا

ذرا کتب تاریخ اٹھا کر دیکھیں، امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام مدینہ سے تیار ہوئے تو عبداللہ ابن عباس نے آکر روکا کہ آقا! سفر کا ارادہ ترک کردیں، فرمایا کہ یہ نہیں ہوسکتا، جناب محمدؐ حنفیہ علیہ الصلوۃ والسلام نے عرض کیا کہ آقا سفر اختیار نہ کریں کیونکہ حالات آپ کے بالکل خلاف ہیں، فرمایا کہ نانا پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمارا ایک عہد ہے جس کی تکمیل بہت ضروری ہے، پاک نانی ام المومنین سلام اللہ علیہا نے عبا کا دامن پکڑ کر روتے ہوئے کہا کہ بیٹا حسین علیک الصلوۃ والسلام! میں آپ نانی ہوں، سن رسیدہ ہوں، میں منت کرتی ہوں کہ مدینہ نہ چھوڑیں، مجھے آپ کے پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا تھا کہ میرا حسین علیہ الصلوۃ والسلام جب عراق کا سفر اختیار کرے گا تو وہ اس کا آخری سفر ہوگا کیونکہ اسے کربلا میں شہید کردیا جائے گا

میرے لعل ! عراق نہ جائیں ، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہمیں بھی اسی پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ عراق ضرور جانا ، اب میں آپ کی بات مانوں یا نانا کی ؟ ...... جناب عبداللہ ابن جعفر طیار علیہا الصلوٰۃ والسلام نے التجا کی کہ آقا ! امام زمانہ ہونے کی حیثیت سے آپ مالک ہیں ، جو کچھ چاہیں کریں ، مگر ظاہری حالات کو دیکھتے ہوئے میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ جس قدر محفوظ آپ اپنے گھر میں ہیں ، باہر جاکر آپ اتنے محفوظ نہیں رہ سکیں گے ، اس لئے آپ کا مدینہ میں رہنا آپ کے حق میں سب سے بہتر ہے ، سرکاؑر نے فرمایا کہ آپ کی بات بالکل صحیح ہے ، آپ سے بڑھ کر ہمارا خیر خواہ اور کون ہوسکتا ہے ؟ مگر ہم مامور من اللہ ہیں ، اور غیب ذات کے ہر امر کی اطاعت واجب ہے اس لئے رک نہیں سکتے ...... اس کے بعد مدینہ منورہ سے مکہ ، پھر مکہ سے مدینہ اور پھر مدینہ سے المغیثۃ یا ذوحسم تک جو بھی شخص ملا ، اس نے یہی عرض کیا کہ آپ کوفہ نہ جائیں

حقیقت یہی ہے کہ ہر کسی نے منع کیا ، مگر ہر شخص کو یہی جواب ملا ہے کہ مجھے پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا تھا ، حکم اِلٰہی اور منشائے توحید یہی ہے ، ہمارا روزِ ازل یعنی میثاق کا وعدہ ہے ، جس کی تکمیل کیلئے ہم ضرور جائیں گے

اب ان شواہد کے بعد کوئی گنجائش رہ جاتی ہے کہ آدمی کہہ سکے کہ واقعاتِ کربلا ایسے ہی غیر متوقع طور پر وقوع پذیر ہوئے تھے

پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں اسلامی سربراہی کانفرنس کا انعقاد ہوا تھا آپ اس کے بارے میں دیکھ لیں کہ صرف ایئر پورٹ سے لے کر پنڈال تک سربراہانِ مملکت کے آنے کو کتنا منظّم کیا گیا تھا ، اگر ایک منٹ کا فرق پڑ جاتا تو

سارا نظام درہم برہم ہوجاتا، کئی کئی دنوں کی مسلسل ریہرسل کے بعد ٹائمنگ درست ہوئی تھی، یہ تو ایک معمولی سا واقعہ تھا، مگر جو مملکت اِلٰہیہ میں سب سے عظیم واقعہ تھا وہ نظم وضبط کے بغیر کیسے پیش کیا جاسکتا تھا؟

میں اپنی سابقہ مجلس میں یہ تو بیان کرچکا ہوں کہ جناب قیس علیہ السلام کی شہادت سے پہلے تین ساعات ایسے آئے کہ جن میں عالم انسان کیلئے وقت جامد تھا اوران کے اختیارات سلب ہوچکے تھے، کیونکہ اس وقت عالم ملک وملکوت اورعالم ماوریٰ کی مخلوق اظہار بندگی اوراطاعت واجبہ کی ادائیگی کیلئے حاضر ہورہی تھی

یہاں میں اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ یہ ایک عام واقعہ نہیں تھا بلکہ کائنات کی ہر چیز اس واقعہ کو دیکھنے اور نصرت کیلئے آئی تھی، ان میں سے جنات کے لاتعداد لشکر بھی نصرت کیلئے آئے تھے، مگر شہنشاہِ مظلومیت، عاشق ذاتِ وحدت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی کی نصرت قبول نہیں فرمائی

ایک واقعہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایک عالم دین کے ساتھ ایک جن کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے اس جن سے پوچھا کہ کیا جناب زعفر جن ابھی تک زندہ ہیں؟ اس نے کہا کہ آپ کیوں پوچھتے ہیں؟ اس عالم نے بتایا کہ میں جناب زعفر جن سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں اوران سے واقعاتِ کربلا سننا چاہتا ہوں

اس جن نے انہیں بتایا کہ میں جناب زعفر کا پوتا ہوں اور میرا نام ''فتح'' ہے جناب زعفراورناصر دو بھائی تھے، جناب زعفر عراق میں رہتے تھے اورناصر شام میں رہائش پذیر تھا، جس وقت واقعہ کربلا ہوا تو اس وقت میں جوانی میں قدم رکھ رہا تھا یعنی میں نوخیز جوان تھا، آپ کے ذاکرین جناب زعفر کے حوالے سے جو

واقعہ پڑھتے ہیں کہ زعفر کے بیٹے کی شادی تھی اور وہ کربلا میں روزِ عاشور حاضر بارگاہ ہوئے تھے، یہ بات اس طرح نہیں ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ زعفر اپنی پوری فوجِ جنات کے ساتھ مدینہ میں ہی بارگاہ میں حاضر ہوئے تھے، ہم نے پاک بارگاہ میں عرض کیا تھا کہ آقا ہمیں اجازت بخشیں، ہم آپ کی نصرت کریں گے، آپ پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک نہ چھوڑیں، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ امام خود محافظ کائنات ہوتا ہے کوئی اور ہماری کیا حفاظت کرے گا؟
اگر ہمیں تمہاری امداد کی ضرورت پڑی تو ہم تمہیں ضرور یاد کریں گے، تم جہاں بھی ہوگے ہم سے تو دور نہیں ہو، اس کے بعد انہوں نے ہمیں چلے جانے کا حکم دیا اور ہم امرامام کی اطاعت میں وہاں سے چلے گئے تھے
جس وقت یوم عاشور آیا تو واقعی اس دن جناب زعفر کے بیٹے کی شادی تھی مگر اطلاع ملتے ہی ہم سرکاؐر کے زین چھوڑنے سے پہلے کربلا پہنچ گئے تھے، اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں حکم فرمایا کہ تم سب کربلا کا میدان چھوڑ دو، جب ہماری آواز سننا پھر آجانا، ہم حکم امام سے سرزمین کربلا سے دور چلے گئے تھے، پھر وہاں جو کچھ ہوتا رہا ہمیں اس کا علم نہیں تھا، جس وقت عصر کا وقت ہوا تو اچانک ہمیں ایک دردبھری آواز سنائی دی ☆هل من ناصراً ينصرنا
میرے دادا جناب زعفر نے اپنے لشکر جنات کو آواز دی کہ اب شہنشاہ مظلومیت علیہ الصلوٰۃ والسلام مدد کیلئے طلب فرما رہے ہیں، اب اپنی زندگی قربان کرنے کیلئے فوراً پاک بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ، ہم نے پرواز کی، ابھی ہم کربلا سے کچھ دور تھے کہ ایک عجیب منظر نظر آیا، زمین وآسمان کے درمیان ملکوت سماوی کا ایک ہجوم تھا

پوری کائنات کے ملکوت کا رش تھا، ملکوت اربعہ، جبرائیل، اسرافیل، میکائیل اور عزرائیل کے ساتھ لاتعداد ملکوت فوجیں لے کر نصرت کیلئے حاضر ہو چکے تھے اولین وآخرین کی روحیں جمع تھیں اور ہر کوئی اس وقت

☆لبیك لبیك یابن سیدة النساء العالمین صلواة الله علیها کی آوازیں دے رہا تھا، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہ السلام کی ارواح نصرت کیلئے اذن طلب کرنے میں مصروف تھیں، ہر کوئی نصرت کی اجازت طلب کر رہا تھا، مگر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک ہونٹوں پر ایک ہی فقرہ تھا کہ آج مجھے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے، جس طرح خلاق ازل پوری مخلوق کی امداد سے بے نیاز ہے، اسی طرح آج ہم بھی بے نیاز ہیں، آج اللہ تعالیٰ اور میرے درمیان آنے کی کسی کو کوئی اجازت نہیں ہے

ہمیں جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ شرفِ ہمکلامی ملا تو ہم سرکارؐ سے چار فرسخ کے فاصلہ پر تھے، ہمیں کسی نے آگے جانے ہی نہیں دیا

اس سے اندازہ لگائیں کہ کیا یہ واقعہ کربلا کوئی عام واقعہ تھا؟ اور یہ کسی ترتیب و تنظیم کے بغیر اچانک ہو گیا؟ یہ سب کچھ غیر متوقع طور پر نہیں ہوا بلکہ ازل سے اس کی ایک ترتیب بنائی گئی تھی، اور عین اس کے مطابق یہ واقعہ وقوع پذیر ہوا ہے

یہاں پر یہ عرض کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ عام طور پر یہ تصور کیا جاتا ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نصرت کیلئے ایک جن یعنی زعفر بن راحیل آئے اور ان کے علاوہ کوئی جن نہیں آیا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ قوم جنات کے لاتعداد سلاطین وشہنشاہ اپنی اپنی افواجِ جنات لے کر کربلا کے میدان میں نصرت کیلئے حاضر ہوئے تھے

ہمارے روضہ خوان اور صاحبانِ مقاتل نے ایک ''جن'' کے تصور کی وجہ سے جتنے بھی جنات کے واقعات انہیں کتب میں ملے ہیں انہوں نے سارے واقعات کو جناب زعفر پر منطبق کر دیا ہے، مثلاً کئی کتب میں ہمیں سلاطین جنات کے کئی نام بھی ملتے ہیں اور ان کے واقعات جناب زعفر سے مختلف ہیں، مگر ہم نے اس طرف توجہ ہی نہیں دی کہ شاید یہ کوئی اور شاہِ جنات ہو؟ کتابوں میں بہت سے شہنشاہِ جنات کے نام موجود ہیں مثلاً

شہنشاہِ جنات جناب ارغوانؒ کا نام بھی ملتا ہے

شہنشاہِ جنات جناب زعفرانؒ کا نام بھی ملتا ہے

شہنشاہِ جنات جناب ذکوانؒ کا نام بھی ملتا ہے

شہنشاہِ جنات جناب زعفرؒ کا نام بھی ملتا ہے

شہنشاہِ جنات جناب فیروزؒ کا نام بھی ملتا ہے

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان کے جو واقعات منقول ہیں وہ بھی ایک دوسرے سے جدا ہیں، یعنی وہ ایک ہی فرد کے واقعات نظر نہیں آتے، مگر بعد والے صاحبان مقاتل نے ان سب واقعات کو لکھتے ہوئے نام جناب زعفر کا دے دیا ہے

تمام روایات میں یہ ایک چیز مشترک نظر آتی ہے کہ اس دن ''بئر الم'' کے مقام پر ایک شادی کا اہتمام تھا اور سارے عرب کے جنات اس مقام پر مدعو تھے اور شادی میں شریک تھے

جناب زعفرؒ بن راحیلؒ کے واقعات لکھنے سے پہلے میں ایک دو واقعات دیگر شاہانِ جنات کے لکھنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ یہ اشتباہ رفع ہو جائے کہ کربلا میں

صرف جناب زعفرہی شریک تھے

﴿شہنشاہ جنات جناب ارغوانؒ﴾

صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کربلا میں ذات حق کے ساتھ واصل ہوکر راز و نیاز میں محو تھے تو اس وقت لوگوں نے نگاہ کی کہ میدانِ کربلا کی ایک جانب سے عجیب ہیبت ناک غبار نظر آیا، لوگ حیران ہوئے

☆ظهر منه شخص مهيب على مركب عجيب

اس غبار میں سے ایک ہیبت ناک شکل والا جوان ظاہر ہوا، جو ایک عجیب سواری پر سوار تھا، اس نے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب رخ کیا، ابھی وہ کچھ دور ہی تھا کہ وہ سواری سے اترا اور خود امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب چلا گیا

☆وسلم على الامام و على جده و ابيه و امه صلوة الله عليها

اس نے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب جا کر ان کی پاک ذات کو بھی صلوٰۃ وسلام عرض کیا، اور ساتھ ہی ان کے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا اور ان کے جد اطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی صلوٰۃ وسلام نچھاور کئے

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سر اٹھا کر اس کی جانب نگاہ فرمائی اور دریافت فرمایا کہ اے ارغوانؒ تو کہاں تھا؟ عرض کیا آقا! میں بئر الم میں تھا، میں نے آپ کی مظلومیت کی خبر وہاں سنی ہے اور فوراً حاضر ہو گیا ہوں، جنات کا ایک لشکر عظیم بھی میرے ساتھ ہے، میں آپ کی نصرت کیلئے حاضر ہوا ہوں، ہمیں اجازت عطا فرمائیں کہ ہم ان ملاعین کو ایک پل میں فی النار کردیں

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جزاک اللہ، آپ نے بڑی زحمت کی ہے، مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نصرت کیلئے آئے ہو، اللہ اور اس کے حبیب ازل تم سب پر راضی ہیں، مگر ہم تمہیں جنگ کی اجازت نہیں دے سکتے، اس نے حیرت میں ڈوب کر پوچھا کہ آقا! علیک الصلوٰۃ والسلام کیا وجہ ہے کہ آپ ہمیں جنگ کی اجازت عطا نہیں فرماتے؟ ☆ قال لا فانکم ترونھم ولا یرونکم فرمایا یہ عدل الٰہی کے خلاف ہے کہ ہم اس لشکر کو ان ملاعین کے ساتھ لڑائیں جو ان کو تو دیکھ سکیں مگر وہ ملاعین اس لشکر کو نہ دیکھ سکیں، شاہ جنات جناب ارغوان نے عرض کیا کہ

☆فنحن بتصور بصور ہمیں اجازت عطا فرمائیں ہم انسانی شکل میں ظاہر ہوکر ان سے جنگ کریں گے، فرمایا جزاك الله خيراً اللہ تمہیں جزائے خیر دے تمہاری بڑی مہربانی، مگر حقیقت یہ ہے کہ ہم اب اپنے محبوب ازل جل جلالہ کی زیارت وملاقات کے بہت مشتاق ہیں، ہم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ یہاں سے چلے جاؤ

☆ولا یتعرض لھو لا ء القوم اور ان ملاعین سے کوئی تعرض نہ کرنا

یہ سن کر جناب ارغوانؒ روتے ہوئے واپس چلے گئے

﴿جناب زعفرانؒ﴾

صاحبانِ مقاتل نے جنات کے جتنے واقعات پڑھے ہیں ان سب واقعات کو آپس میں جوڑ کر ایک واقعہ بنانے کی کوشش کی ہے، اس لئے کافی جگہوں پر یہ واقعات ایک دوسرے سے مشابہ نظر تو آتے ہیں مگر پھر بھی آپس میں نہیں ملتے اسی طرح جناب زعفرانؒ کا واقعہ ہے اور روضہ نگاروں نے ''زعفرانؒ'' کے

آخری الف اور نون کو کتابت کی غلطی سمجھتے ہوئے اسے بھی جناب زعفرؓ کے نام منسوب کر دیا ہے

اصل واقعہ یہ ہے کہ ایران کے شہر اصفہان کے مرکز علمیہ کے ایک عالم اپنے زمانہ طالب علمی کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے کتب مقاتل میں یہ واقعات تو پڑھے تھے کہ قوم جنات کے شاہان بھی کربلا میں پہنچے تھے مگر انہوں نے ظالمین سے انتقام نہیں لیا تھا، ہمیں یہ پڑھ کر اتنا افسوس ہوا کہ ہم ہمیشہ ان جنات کو برا بھلا کہا کرتے تھے اور یہ بات ایک دو دن کی نہیں تھی بلکہ ہم جب بھی ایسے واقعات دیکھتے اکثر جنات کو برا بھلا کہتے رہتے تھے

ایک رات کا واقعہ ہے کہ ہم اپنی درس گاہ کے کمرے کی کنڈی چڑھا کر کتابوں کا مطالعہ کرنے میں مصروف تھے کہ اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک شخص ہمارے سامنے آ کھڑا ہوا، اس نے بڑے ادب واحترام سے ہمیں سلام کیا، ہمیں مرحبا کہا اور آ کر ہمارے ساتھ بیٹھ گیا

ہم حیران تھے کہ اندر سے تو کمرے کی کنڈی چڑھی ہوئی تھی، اس نے کیسے دروازہ کھول لیا ہے؟ یہ سوچ کر ہم پر کچھ خوف طاری ہوا

اس شخص نے ہماری طرف دیکھا اور ہماری پریشانی کو سمجھتے ہوئے اس نے کہا کہ آپ ڈریں نہیں ☆ فانا اخوك الزعفران الجن میں آپ کا بھائی زعفران جن ہوں اور آپ کی زیارت کو آیا ہوں، آپ ہمیں اکثر برا بھلا کہتے ہیں، میں اس کا شکوہ کرنے آیا ہوں، کیونکہ اصل حقیقت کا آپ کو علم ہی نہیں ہے اور آپ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرفت بھی نہیں رکھتے، اس لئے میں آپ کو اصل حقیقت بتانے

آیا ہوں ......حقیقت یہ ہے کہ

☆فاعلم انی وصلت الی الارض کربلا مع عسکر فی وقت کانت ارض کربلا فی ذالك الوقت مملوة من جمیع الجوانب و الاطراف بجنود و عساکر من طوائف الجن ولھم ملوك عظیماً و سلاطین

بھائیو! جس وقت میں سرزمین کربلا میں پہنچا تو میرے ساتھ قوم جنات کا ایک عظیم لشکر بھی تھا اوراس وقت پوری زمین کربلا ہر طرف سے قوم جنات کے لشکروں سے بھری ہوئی تھی اورقوم جنات کے بہت بڑے بڑے سلطان اور شہنشاہ اپنی لاتعداد فوجیں لے کرآئے ہوئے تھے، ان کے سامنے میری اور میرے مختصر لشکر کی کوئی حیثیت بھی نہیں تھی، میں نے دیکھا کہ زمین سے لے کرآسمان تک کی پوری فضا فرشتوں اور ملکوتِ سماوی سے بھری ہوئی تھی اور وہ آپس میں اس طرح کندھے سے کندھا جوڑے ہوئے تھے کہ ہمیں آگے جانے کا راستہ ہی میسر نہیں تھا، تمام جنات اور ملکوت کے لشکر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نصرت اور اطاعت کیلئے اپنی اپنی جانیں نثار کرنے کیلئے ادنیٰ غلاموں کی طرح بالکل تیار کھڑے تھے

☆کانوا یتضرعون الیه و یطلبون منه الرخصة فی النصرة و قتال الکفار

اور سبھی اپنے اپنے مقام پر رو رو کر شہنشاہ معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جہاد کی اجازت مانگ رہے تھے، اور آقا سے نصرت کیلئے اذن طلب کرنے کیلئے جزع فزع کر رہے تھے، اور ظالمین کو برباد کرنے کیلئے ایک دوسرے سے زیادہ جلدی میں تھے

☆فی بعد من الامام بمقدار اربعة فرسخ و ذالك اعدم المکان الخالی عن الشاغل فی اقرب من ذالك المکان لا فی الارض ولا فی الھوا

جس وقت میں وہاں گیا تو ملکوت ارض وسما اور لشکران جنات کا اتنا بڑا ہجوم تھا کہ مجھے شہنشاہ معظم علیہ الصلوۃ والسلام سے چار فرسخ (تقریباً بارہ میل عربی) کے فاصلہ پر جگہ ملی، اس سے آگے جانا ہمارے لئے ناممکن تھا کیونکہ اس وقت زمین و آسمان کے درمیان کوئی جگہ بھی خالی نہیں تھی، نہ فضا میں اور نہ ہوا میں، یعنی ملائکہ اور جنات کا اتنا بڑا ہجوم تھا کہ جو بیان سے باہر ہے

جس وقت میں نے بارہ میل دور کھڑے ہو کر امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کو سلام عرض کیا ہے تو انہوں نے مجھے اسی مقام سے میرا نام لے کر جواب عطا فرمایا، اور فرمایا کہ زعفران تو بھی آ گیا ہے؟

میں نے عرض کیا کہ آقا! میں بھی نصرت کیلئے حاضر ہوا ہوں، مگر میں دیکھ رہا تھا کہ مجھ سے پہلے سارے اجازت طلب کر رہے تھے اور امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام انہیں دعا دے کر منع فرما رہے تھے، جس وقت میں نے عرض کیا تو انہوں نے فرمایا کہ جزاکم الله خیراً...... اللہ تم سب کو جزائے خیر عطا فرمائے، اور وہ ہر کسی کو یہی جواب عطا فرما رہے تھے

☆فلا خص احداً من الملائکة و طوائف الجن فی النصرة و الجهاد فرجع الکل امکنتهم و انا مع ذالك ما ذلت فی ارض کربلا

میں نے دیکھا کہ شہنشاہِ معظم علیہ الصلوۃ والسلام نے کسی کو بھی جنگ کی اجازت عطا نہیں فرمائی بلکہ سبھی کو رخصت فرمانے میں مصروف تھے، نہ فرشتوں کو اجازت ملی، اور نہ کسی جن کو، اور انہیں حکم فرمایا کہ تم سب اپنے اپنے مقام پر واپس چلے جاؤ، اسی طرح مجھے بھی حکم ملا، لیکن میں کربلا میں ہی موجود رہا اور دریائے فرات کے

کنارے ایک چراگاہ میں آ کر بیٹھ گیا، اور اپنی بدقسمتی اور امت کی بدبختی پر آنسو بہاتا رہا...... پھر جو ہونا تھا وہ ہو گیا، پھر میں قافلہ پاک کے ساتھ رہا اور ان کے ساتھ ساتھ کوفہ اور شام تک کا سفر کیا

☆ذالك كان بقصد خدم اهل البيت و الحرم و التعرض والتوجه الى جملة الامور كحفظ الاطفال عن السقوط عن ظهور الآبال

پھر میں اپنی فوج سمیت پاک قافلہ کی خدمت کی نیت سے سفر کرتا رہا تاکہ ہم ان کی حفاظت اور خدمت کر سکیں، بلکہ جملہ امور خدمت انجام دیں، جیسا کہ معصوم بچوں کو اونٹوں سے گرنے سے ہم بچاتے رہے

اس عالم صاحب نے کہا کہ اے بھائی زعفران! اس سفر کا کوئی واقعہ سنائیں

اس نے کہا کہ اس سفر کے دوران جس وقت قافلہ پاک کوفہ سے باہر پہنچا تو بارہ محرم کی رات ہوگئی، اور ظالمین کوفہ میں داخل نہیں ہو سکے، بلکہ انہوں نے کوفہ سے باہر قیام کیا، یہاں ان ملاعین نے خیمے لگائے، ان کے خیام سے کچھ فاصلہ پر پاک پردہ داران توحید و رسالت صلوۃ اللہ علیھن کے خیام بھی لگائے گئے

(بروایت دیگر پاک پردہ داروں نے مسجد حنانہ میں قیام فرمایا)

پھر کوفہ سے ایک دستہ فوج کا ان ملاعین کیلئے کھانا لے آیا، جن میں گوشت کے تازہ کباب تھے، جن کی خوشبو دور تک جا رہی تھی، اس وقت معصوم بچوں نے اصرار کیا کہ ہمیں بھی کھانے کیلئے کوئی چیز منگوا دیں

حقیقت یہ تھی کہ ان کو صبح سے کوئی چیز کھانے کیلئے نہیں دی گئی تھی، جب معصوم بچوں کی یہ کیفیت دیکھی تو دائی پاک نے عالیہ بی بی صلوۃ اللہ علیہا کی خدمت میں عرض کیا کہ

اگر اجازت ہو تو میں ان معصوم بچوں کیلئے جنت سے طعام منگوا دوں؟
پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے اجازت عطا فرمائی، پاک دائی نے علیحدہ جا کر دو رکعت نماز ادا فرمائی، اس کے بعد انہوں نے سجدہ میں سر رکھ کر دعا کی، ہم نے دیکھا کہ ابھی انہوں نے سر سجدہ سے نہیں اٹھایا تھا کہ

☆فاذ انزلت من السماء قصعة مملوه باللحم و الرق و فوقها قرصان من الخبز و كانت نفخات المسك و العنبر و الزعفران

اس وقت آسمان سے ایک برتن نازل ہوا کہ جو گوشت اور شوربے سے لبریز تھا اس پر دو روٹیاں رکھی ہوئی تھیں، تمام قافلہ کے پاک افراد نے طعام جنت تناول فرمایا اور کسی چیز کی کمی نہیں ہوئی، اور اس برتن میں سے مشک وعنبر و زعفران کی خوشبو محسوس ہو رہی تھی

☆و المائده السماويه موجوده عند اهل البيت الى اليوم الذى و ردوا المدينه

اور وہ آسمانی دسترخوان پاک قافلہ والوں کے پاس مدینہ تک رہا، اور تمام راستہ میں اہل قافلہ وہی جنت کا کھانا تناول فرماتے رہے

اس کے بعد جناب زعفران نے اس عالم سے کہا کہ بھائی ☆والله ما فارقنا انا ولا اصحابى اهل البيت من يوم عاشوراً الى ان وردوا اهل البيت مدينة

خدا کی قسم کہ ہم کربلا سے واپسی مدینہ تک اس قافلہ پاک کی خدمت میں رہے ہیں قدم قدم پر ممکنہ حد تک حفاظت کرتے رہے ہیں، اس لئے میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آئندہ قوم جنات کو برا بھلا نہ کہا کرو

یہاں میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جناب موسیٰ علیہ السلام پر اللہ جل جلالہ نے

مائدہ نازل فرمایا تھا اور انہوں نے ساری قوم بنی اسرائیل کو اس دسترخوان پر ہر قسمی کھانے کھلائے تھے، اور یہ مائدہ تبرکات انبیاء علیہم السلام میں پاک خاندان علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاس تھا، اور اس وقت وہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے پاس ہے اور یہ بھی روایات میں ہے کہ جب شہنشاہِ زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف خروج فرمائیں گے اور مدینہ سے کوفہ کی جانب لشکر کو سفر کا حکم فرمائیں گے تو سبھی کو یہ فرمائیں گے کہ کوئی شخص اپنے ساتھ کھانے کی کوئی چیز نہ لے چلے، ہم اسی دسترخوان سے تمام موجودگان کو ہر قسمی کھانا کھلائیں گے

میں نے یہ بات اس لئے کی ہے کہ اگر کوئی آدمی اس روایت پر شک کرے تو اسے سوچنا چاہیے کہ تبرکات انبیاء علیہم السلام ہر زمانہ کے امام کے پاس ہوتے ہیں اور کربلا معلیٰ میں یہ تبرکات امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مل چکے تھے اور انہیں استعمال فرمانے کا حق بھی انہیں کو حاصل تھا، اور یہ مائدہ ان کے حکم سے آیا ہو یا دائی پاک کی دعا سے کوئی دوسرا (دسترخوان) آیا ہو تو یہ عقل سے بعید نہیں ہے

یہ ایک حقیقت ہے کہ جو مائدہ امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس تھا، کھانا تو وہ اسی سے بھی کھلا سکتے تھے، مگر انہوں نے قوم جنات کے سامنے اپنی پاک دائی کے مقام دعا و تصرف کا اظہار مناسب سمجھا تھا، تاکہ کوئی ان کی پاک کنیز کے اختیارات دیکھ کر ان کے ذاتی اختیارات و تصرفات پر استنباط کر سکے

یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ یہ روایات کتابوں میں موجود ہیں کہ پاک خاندان علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معصوم بچے راستے میں اونٹوں سے گر کر شہید ہوتے رہے ہیں

اس روایت سے اس بات کی بھی تردید ہو جاتی ہے، جیسا کہ زعفران نے بتایا ہے

کہ ہم خدمت میں رہے، اور انہوں نے خصوصی طور پر یہ الفاظ استعمال کئے ہیں

☆کحفظ الاطفال عن السقوط عن ظهور الآبال

یعنی معصوم بچوں کی اونٹوں سے گرنے میں ہم حفاظت کرتے رہے ہیں

یہ ہوسکتا ہے کہ معصوم بچے اپنے پاک بابا کی یاد میں اور ان کے ہجر و فراق میں یا ان کے دکھوں کو یاد کر کے راستہ میں وصال فرماتے رہے ہوں، مگر اونٹوں سے گرنے کی اس روایت سے تردید ہو جاتی ہے

ہاں جناب محسن بن حسین علیہما الصلوۃ والسلام کا واقعہ ہے تو وہ اونٹ سے گرنے کا نہیں بلکہ پاک بی بی صلوۃ اللہ علیہا کے ہاتھوں سے گرنے کا ہے

یہ واقعہ حلب کے قریب پیش آیا تھا، جس کی تفصیل مقتل کی چوتھی جلد میں درج ہے

﴿واقعہ جناب زعفرؒ بن راحیلؒ﴾

سعودی عرب کا ملک ہے، بئر الم کا مقام ہے، عربی میں بئر کنویں کو کہتے ہیں، یہ وہ کنواں ہے کہ جہاں جنگ سکاسک سے واپسی پر شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی طلب فرمایا تھا اور امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام نے جنات کے ساتھ جنگ کر کے ان کے شہنشاہ راحیل کو کلمہ پڑھایا تھا

دس محرم کا دن ہے، آج اس کنویں کے اندر اور باہر ایک عجیب منظر ہے، یہاں ایک بہت بڑا تخت لگا ہوا ہے، اس تخت کے ساتھ لاتعداد سلاطین جنات کی شاہی کرسیاں لگی ہوئی ہیں، مرکزی تخت پر جناب زعفر جن بیٹھے ہیں، آج ان کے بیٹے کی شادی ہے، اس شادی میں شریک ہونے کیلئے بہت دور دور سے جنات کے

بادشاہ آئے ہوئے ہیں، یہ دس محرم کا دن ہے، مگر یہاں ایک جشن کا سماں ہے، خوشی اور شادی کے سہرے گائے جا رہے ہیں، ڈھول اور تاشے وغیرہ بجائے جا رہے ہیں، سبھی شرکاء خوش ہیں، جناب زعفرؓ اس بلند و بالا تخت پر بیٹھے ہیں کہ اچانک جناب زعفرؓ کے تخت کے نیچے سے رونے کی آواز آئی

جناب زعفر نے سر جھکا کر دریافت کیا کہ تم کون ہو جو میری اس شادی کو غمی میں بدل رہے ہو؟ کسی شادی کے موقعہ پر رونے کو تو نیک شگون نہیں سمجھا جاتا

اس وقت تخت کے نیچے سے دو جن ظاہر ہوئے، ان میں سے ایک ان کا بھائی ناصر جن تھا، اور دوسرا اس کا ساتھی تھا، وہ دونوں جونہی سامنے آئے تو انہوں نے دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کیا

جناب زعفرؓ نے پوچھا کہ ایسی کیا بات ہے کہ تم روتے جا رہے ہو اور کچھ بتاتے نہیں کہ وجہ کیا ہے؟ ان کے چچا زاد بھائی ناصر نے کہا کہ بھائی زعفرؓ! ہم حیران ہیں کہ قیامت کیوں نہیں آئی، آسمان ٹوٹ کر زمین پر کیوں نہیں گرا، جناب زعفر تخت سے اٹھ کھڑا ہوا، اور ان سے کہا کہ مجھے صاف صاف بتاؤ کہ کیا وجہ ہے؟

انہوں نے بتایا کہ ہم آپ کے بیٹے کی شادی میں شرکت کیلئے آ رہے تھے تو ہمارا گزر نینوا کے علاقہ سے ہوا، جس وقت ہم نہر علقمہ کے قریب سے گزرے تو ہمیں وہاں فوجوں کا ہجوم نظر آیا، ہم نے سوچا چلو دیکھتے چلیں کہ کس کی فوجیں ہیں اور مدمقابل کون ہے، جس وقت ہم ان فوجوں کے قریب گئے تو ہم نے ایک آواز سنی

☆هَل مِن نَاصِراً يَنصُرنَا ...... ہے کوئی جو مجھ غریب کی نصرت کرے؟

اس آواز میں اتنا درد تھا کہ ہم برداشت نہ کر سکے اور روتے ہوئے ہم نے اس

مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف پرواز کی ،جس وقت ہم قریب گئے تو ہم نے دیکھا کہ ایک سبز رنگ کے گھوڑے پر ایک مظلوم سوار تھا، جو زخموں سے چور تھا، ہم نے دیکھا کہ صالح بن وہب ملعون اس مظلوم کے قریب گیا اور اس ملعون نے جا کر ان کے دائیں پہلو پر ظلم بھرا وار کیا جس کی وجہ سے اس مظلوم کا ہاتھ پہلو پر آیا، پیشانی جھک گئی، پھر اس مظلوم نے مدینہ کی جانب رخ پھیر کر آہستہ کہا اماں ! آئیں اور میری حالت دیکھیں، آپ کا بھی پہلو زخمی ہوا تھا، اور آج میرا پہلو بھی زخمی ہوا ہے، جس وقت اس مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ آواز دی تو ہم ان کے بالکل قریب پہنچ گئے، ہم نے پوچھا کہ آپ کون ہیں اور آپ کا نام کیا ہے؟

انہوں نے سر اٹھا کر ہماری طرف دیکھا اور فرمایا کہ ہمارا نام حسینؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے، ہم نے فوراً سوال کیا کون حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام؟ انہوں نے فرمایا کہ زیادہ تفصیل مت پوچھو، جناب زعفر کو ہماری طرف سے سلام کہنا، اور یہ بھی کہنا کہ ہماری مجبوری ہے ورنہ آپ کے بیٹے کی شادی میں ضرور شریک ہوتے، اور ہماری مجبوری یہ ہے کہ ہمیں اپنے بیٹوں، بھائیوں اور بھتیجوں کی شہادت کے صدمات نے نڈھال کر دیا ہے

زعفر! سرکار امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لاڈلا بیٹا تنہا شہید ہو رہا ہے، تم یہاں بیٹے کی خوشیوں میں مصروف ہو، جناب ناصر نے اپنے سر میں خاک ڈالی اور ماتم کرنا شروع کیا، اور کہا بھائی جتنا جلدی ممکن ہو سکے ہمیں کربلا پہنچ کر سرکارؑ کی نصرت کرنا چاہیے، ہم نے جس حال میں انہیں دیکھا ہے ہمیں اب کوئی چیز اچھی نہیں لگتی ہے جس وقت جناب زعفر نے یہ سنا تو اس نے عمامہ اتار کر زمین پر پھینک دیا،

گریبان چاک کیا، روتا ہوا تخت سے نیچے اترا، اس نے جنات کو آواز دی، جب تمام جنات جمع ہوئے تو انہوں نے روتے ہوئے کہا کہ جس کریمؑ نے ہمیں شاہی عطا فرمائی تھی، آج اس کا پاک بیٹا تنہا شہید ہو رہا ہے، جو میرے ساتھ چل سکتے ہیں چلیں، ہم جا کر اس مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدد کریں گے

انہوں نے پرواز کی، لاکھوں جنات کا لشکر لے کر جب یہ کربلا میں پہنچے تو اس وقت عجیب منظر سامنے تھا، کربلا میں ہر طرف ملکوت اور جنات کے لشکر کھڑے تھے، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب ایک منصور نامی فرشتہ اپنی لاتعداد فوجوں کا لشکر لے کر کھڑا تھا، دوسری طرف نصر نامی فرشتہ لاتعداد فوج ملکوت لئے کھڑا تھا، کسی طرف جناب جبرائیل اور اسرافیل کا لشکر کھڑا تھا، کسی جانب عزرائیل اور میکائیل اپنی افواج کے ساتھ موجود تھے، کہیں خازن جہنم مؤکلانِ جہنم کی فوج لے کر نصرت کرنے کیلئے آیا ہوا تھا، کسی طرف سے ملک الریاح کا لشکر تھا، کہیں ملک البحر کا لشکر تھا، کہیں ملک الجناں کا لشکر تھا، کہیں ملک العذاب اپنی فوج لے کر کھڑا تھا، ایک طرف ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام اپنے مومنین کی روحوں سمیت حاضر تھے، اور سبھی رو رو کر اجازت طلب کر رہے تھے کہ آقا حسین علیک الصلوٰۃ والسلام ہمیں اپنی نعلین پر قربان ہونے کی اجازت عطا کریں، مگر بے نیاز کا بے نیاز عاشق ہر کسی سے فرما رہے تھے کہ اب مجھے کسی کی نصرت کی ضرورت نہیں رہی

جناب زعفر سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا سارا قطعہ کربلا ارضی وسماوی مخلوق سے پر تھا، مجھے آگے جانے کا راستہ نہیں ملا، میں نے دور سے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کے آگے شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھڑے دیکھا، انہوں نے عمامہ

اتارا ہوا تھا، سر اطہر میں خاک ڈالی ہوئی تھی، باہیں کھول کر لخت جگر سے فرما رہے تھے کہ☆یا ولدی العجل العجل انا مشتاقون

میرے لخت جگر! جلدی جلدی آئیں، نانا آپ کا مشتاق ہے، دکھوں سے تھک چکے ہو، آؤ میں بچپن کی طرح سینہ سے لگاؤں، پیار کروں

میں نے چار میل (بروایت دیگر بارہ میل) دور سے عرض کیا کہ آقا میرا سلام ہو، میں آپ کا غلام زعفر ہوں، میں بھی نصرت کیلئے حاضر ہوں، میرے ساتھ جنات کی ایک عظیم فوج ہے، اگر اجازت ہو تو ہم جنگ کریں؟

فرمایا زعفرؒ! اب ہمیں کسی کی نصرت کی ضرورت نہیں رہی، تم واپس گھر جاؤ، اپنے بیٹے کی شادی کرو، مگر میرے قاسم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سہروں کو یاد کر کے گریہ ضرور کرنا

جب امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ حکم فرمایا تو میں واپس بئر الم آیا، یہاں پر میں نے صف ماتم بچھائی، ہم نے ماتم کرنا شروع کیا، اس وقت میری ضعیف والدہ میرے سامنے آئیں اور مجھ سے پوچھا کہ تم نے شادی میں یہ کیا کرنا شروع کر دیا ہے، میں نے انہیں حالات سے آگاہ کیا تو انہوں نے غصہ میں کہا کہ جب تو نے یہ دیکھ لیا تھا کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام تنہا رہ گئے ہیں تو تو نے انہیں تنہا کیوں چھوڑا تو نے ان کی نصرت کیوں نہیں کی، میں آج سے تمہیں عاق کرتی ہوں

میں نے عرض کیا کہ اب میں کیا کروں؟ والدہ نے رو کر کہا کہ ہم دوبارہ وہاں جاتے ہیں، مجھے ساتھ لے چلو میں تمہیں اجازت لے کر دوں گی، میں اپنی معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا سے عرض کروں گی، وہ تمہیں اجازت دلوا دیں گی

ہم دونوں نے پرواز کی اور جلدی سے کربلا پہنچے، مگر جس وقت وہاں آئے تو اس

وقت تک حالات کافی بدل چکے تھے، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سر اطہر معراج پر تھا اور امت ملعونہ نعرہ ہائے تکبیر لگا کر جشن منا رہی تھی، خوشی کے طبل بجائے جا رہے تھے، کچھ ملاعین خوشی سے ناچ رہے تھے، دوسری طرف خیام میں سے بینوں کی آواز آ رہی تھی، اور گریہ و ماتم کا ایک کہرام برپا تھا

اب دعا کا وقت ہے، اس لئے سب مل کر دعا کریں کہ خدا کرے ان مظلومین کا جلدی انتقام ہو، ان کے پاک منتقم عجل اللہ فرجہ الشریف جلد آئیں، ان کے گھر پھر آباد ہوں، اور وہ سبھی مومنین جو اپنے دل میں نصرت کی تمنا لے کر آئے مگر ان کی ہر حسرت دل میں رہ گئی، خدا کرے کہ ان کے دل کی تمام حسرتیں پوری ہوں، مولا کے ناصرین اپنی آنکھوں سے پاک خاندان علیہم الصلوٰۃ والسلام کو آباد دیکھیں

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمّ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَصَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلٰی آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 36

جناب عبداللہ بن حسینؑ

علیہما الصلوٰۃ والسلام
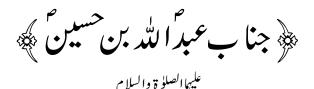
جب ہم شہدائے کربلا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی فہرست پر نظر کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ میدان کربلا میں تیرہ 13 شہید ایسے ہیں کہ جن کا نام ''عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلامؑ'' ہے یعنی ان شہداء کے نام جس طرح مشترک ہیں، اسی طرح شہادت بھی مشترک ہے ایک ہی نام پاک ہے، ایک ہی اعزاز شہادت ہے، اگرچہ ان شہیدوں کے اسماء گرامی ایک ہیں، مگر اعزازِ شہادت میں اشتراک کے باوجود انداز شہادت میں کافی فرق ہے، ان میں سے چھ شہداء ایسے ہیں کہ جو عمر کے لحاظ سے گیارہ سال سے زیادہ ہیں اور پانچ شہید ایسے ہیں کہ جن کی عمر 6 سال سے بھی کم ہے، اور دو شہید ایسے ہیں جن کی عمر چھ اور گیارہ سال کے درمیان ہے، یعنی سن شہزادگی ہے ان سب کے اسمائے گرامی بھی بتاتا چلوں

(1) جناب عبداللہ علیہ السلام بن جعفر بن عقیل علیہما الصلوٰۃ والسلام

(2) جناب عبداللہ علیہ السلام بن مسلم بن عقیل علیہما الصلوٰۃ والسلام

(3) جناب عبداللہ علیہ السلام بن جناب عقیل علیہ الصلوٰۃ والسلام

(4) جناب عبداللہ علیہ السلام بن حسنؑ بن علیؑ علیہما الصلوٰۃ والسلام (عبداللہ اکبرؑ)

(5) جناب عبداللہ علیہ السلام بن حسنؑ بن علیؑ علیہما الصلوٰۃ والسلام (عبداللہ اصغرؑ)

(6) جناب عبداللہ علیہ السلام بن زید بصری

(7) جناب عبداللہ علیہ السلام بن ثبیت

(8) جناب عبداللہ علیہ السلام بن عروہ غفاری

(9) جناب عبداللہ علیہ السلام بن مسلم بن عوسجہ علیہما السلام

(10) جناب عبداللہ علیہ السلام بن مولا امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام

(11) جناب عبداللہ علیہ السلام بن حسن مثنیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

(12) جناب عبداللہ علیہ السلام بن عمیر کلبی

(13) جناب عبداللہ علیہ السلام بن ابی دجانہ علیہ السلام

ان تیرہ 13 میں سے چھ عبداللہ ایسے ہیں کہ جو غیر سید ہیں ان کے اسماء یہ ہیں

(1) عبداللہ بن مسلم بن عوسجہ (2) عبداللہ بن ثبیت

(3) عبداللہ بن زید بصری (4) عبداللہ بن عروہ غفاری

(5) عبداللہ بن عمیر کلبی (6) عبداللہ بن ابی دجانہ

باقی سب خاندان پاک میں سے تھے، اس وقت میں جناب عبداللہ بن حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعات عرض کرنا چاہتا ہوں، جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام غربت کی آخری صدا دے کر زین ذوالجناح سے اترے تو چشم تاریخ نے دیکھا کہ

نوٹ......استاذی المکرّم نے مجالس کا ایک سلسلہ پڑھا تھا جس میں ان تمام شہدائے کربلا کے واقعات بیان فرمائے تھے کہ جن کا نام پاک عبداللہ علیہ السلام تھا اور یہ سلسلہ 1980 سے 1985 کے درمیان کسی ماہ رمضان میں پڑھا گیا تھا جس کی درست تاریخ مجھے نہیں مل سکی اور میں یہ مجلس اسی میں سے اس کتاب میں شامل کر رہا ہوں۔.........مہتاب اذفر

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سجدہ ادا فرمایا، اس کے بعد انہوں نے پیدل جنگ فرمائی، پھر محبوب ازل جل جلالہ کے حکم پر تلوار نیام میں ڈالی اور زمین پر ایک سجدہ ادا فرمایا، اس وقت مرتجز پاک نے ان کے گرد چکر لگانا شروع کیئے، کافی دیر تک وہ اپنے مظلوم سوار کو بچانے کی کوشش کرتا رہا، اور ذوالجناح کسی کو سرکاؔر کے قریب آنے کا موقع نہیں دے رہا تھا، اس وقت امت ملعون نے ایک عجیب کام کیا کہ مرتجز پاک پر تیروں کی بارش شروع کر دی، ابن سعد ملعون گھوڑے پر سوار ہو کر یہ منظر دیکھ رہا تھا، جس وقت اس نے مرتجز پر تیر برستے ہوئے دیکھے تو فوراً گھوڑا دوڑا کر تیر اندازوں کے سامنے آیا اور غصہ میں انہیں ڈانٹ کر کہا کہ ملعونو! جہنم خرید نہ کرو، کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ یہ مرتجز ہمارے رسول کی سواریوں میں سے ایک سواری ہے

ہائے ظالم امت، تمہیں اس مرتجز کا تو خیال آ گیا کہ یہ رسول اللہ کا گھوڑا ہے اور جو غریب سجدہ میں ہے، کیا اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے ظالمین نے توبہ توبہ کرتے ہوئے تیروں کی بارش روک دی، اس وقت پاک مرتجز امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب پہلو کے بل لیٹ گیا اور عرض کیا کہ آقا! اگر سوار ہو سکتے ہیں تو جلدی سے سوار ہوں، میں آپ کو خیام میں لے جانا چاہتا ہوں کیونکہ دشمن آمادۂ ظلم ہیں اور ان کے ارادے انتہائی خطرناک ہیں

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سجدہ سے سر اٹھایا اور فرمایا کہ اب ہمارا وقت وصال الیٰ اللہ قریب ہے، تم ہمارے تبرکات خیام میں لے جاؤ، اور تمام پاک پردہ داروں کو مظلوم کی طرف سے سلام کہنا، ہماری یہ دستار، ذوالفقار، زرہ ذوالفصول اور

کچھ دوسرے تبرکات ہیں، انہیں بحفاظت ہماری پاک ہمشیر تک پہنچا دینا، اور خیال رکھنا کہ ہماری مظلومی کی یہ کیفیات بیان نہ کرنا کیونکہ مستورات کے دل نازک ہوتے ہیں، شاید وہ برداشت نہ کرسکیں

جس وقت پاک مرتجز مایوس ہوا تو اس نے فوراً خیام کا رخ کیا، اس وقت ملکہء عالمین بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا چند مستورات کے ہمراہ ذوالجناح کو ساتھ لئے مقتل گاہ میں تل عالیہ صلوٰۃ اللہ علیہا تک قنات کے پردہ میں تشریف لے آئیں، یعنی سرکاؑر کے زین چھوڑنے کے تھوڑی دیر بعد مخدراتِ عصمت صلوٰۃ اللہ علیہن اس مقام پر پہنچ گئی تھیں

جب پاک پردہ دار صلوٰۃ اللہ علیہن اس مقام پر تشریف لائے تو یہاں سے کئی معصوم بچے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف روانہ ہوئے، سامنے ہی امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام سجدہ کی حالت میں مستغرقِ وحدانیت ہوکر موجود تھے، کچھ معصوم بچے اس نیت سے روانہ ہوئے کہ ہم جاکر اپنے آقا کو خیام میں لے آئیں، اور کچھ نصرت کی نیت سے روانہ ہوئے کہ ہم ان کو بچا تو نہیں سکتے مگر اپنی جان کا نذرانہ تو پیش کر سکتے ہیں، کیونکہ 35 کرم، ستر قدم یا 180 فٹ کا فاصلہ کوئی زیادہ تو نہیں تھا

یہ بھی تھا کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس مقام کو زینت بخشی تھی وہ ایک نیچی جگہ تھی اور جہاں پاک پردہ دار موجود تھے وہ ایک بلند مقام تھا، اگرچہ فوجیں درمیان میں حائل تھیں مگر پھر بھی امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نظر آرہے تھے، اس لئے انہیں واپس لے آنا مشکل نظر نہیں آتا تھا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ پاک پردہ داران توحید و رسالت صلوٰۃ اللہ علیہن نے خود اپنے معصوم بچوں کو بھیجا ہو کہ ہم تو ہجوم ظالمین میں نہیں جا سکتی ہیں، تم جاکر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو واپس بلا لاؤ

آمدم برسر گفتگو

جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کو میدان میں چھوڑ کر پاک مرتجز خیام میں آیا ہے تو اس وقت ظالمین کا منتشر لشکر امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کے آخری لمحات کا منظر دیکھنے کیلئے چوگرد جمع ہوگیا، جس کے پاس جو کچھ تھا وہ اٹھا کر امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کے قریب آ کھڑا ہوا، ہزاروں لوگ امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کے گرد جمع تھے

انہوں نے عجیب ترتیب بنائی ہوئی تھی کہ سب سے پہلے یعنی آگے آگے وہ فوج تھی کہ جو بیٹھ کر ظلم کرنے میں مصروف تھی، ان کے پیچھے کئی قطاروں میں پیدل فوج کا حلقہ تھا، اس کے باہر گھوڑے سواروں کی قطاریں تھیں، گھوڑوں کے سموں سے سم، کنوتیوں سے کنوتیاں اور پہلو سے پہلو ملے ہوئے تھے، گھوڑا سوار فوج کے پیچھے آخر پر ناقہ سواروں کا حلقہ تھا، ہر طرف مخلوق کا ہجوم تھا، اور ملاعین نے ثواب سمجھ کر امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کو تحائف پیش کرنا شروع کیے

امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام کی کیفیت یہ تھی کہ تمام کائنات سے بے نیاز ہوکر، قبضہءِ ذوالفقار پر پیشانی رکھے، کربلا کی گرم زمین کو فخر عرش معلیٰ بنا کر دوزانو قبلہ رو ہوکر نہایت اطمینان سے تشریف فرما تھے، پورا جسم اطہر خون میں غلطان تھا

جس وقت افواجِ شام کا اژدھام زیادہ بڑھا تو جناب فضہ سلام اللہ علیہا نے عالیہ بی بی صلوۃ اللہ علیہا کی خدمت میں عرض کیا کہ معظّمہ بی بی صلوۃ اللہ علیہا آپ کا پاک بھائی اب مجھے نظر نہیں آرہا ہے، ملکہءِ دوجہاں صلوۃ اللہ علیہا کا چاند شام کے سیاہ بادلوں میں چھپ گیا ہے، اس وقت معصوؐمہ بی بی صلوۃ اللہ علیہا نے دونوں ہاتھ پھوپھی اماں صلوۃ اللہ علیہا کے

قدموں پر رکھے، اور رو کر عرض کیا کہ مجھے اجازت عطا فرمائیں، میں اپنے پاک بابا کے پاس جانا چاہتی ہوں، عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ بیٹی زمانہ دشمن ہے گھوڑوں کے سموں سے سم ملے ہوئے ہیں، آپ کیسے جائیں گی؟

علامہ مامقانی نے اپنی کتاب صحیفۃ الابرار میں پاک معصومؑہ صلوٰۃ اللہ علیہا کے میدان میں آنے اور پاک بابا سے راز و نیاز کی باتیں کرنے پر عرفانیاتی نقطہ نگاہ سے بہت ہی خوبصورت انداز میں روشنی ڈالی ہے

معصومؑہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے عرض کیا کہ پھوپھی اماں میں گھوڑوں کے سموں کے درمیان سے بیٹھ کر گزر جاؤں گی، میں ان حیوانوں سے کہوں گی کہ میں مولا حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دختر ہوں، پاک بابا سے ملنے جا رہی ہوں، خدا کیلئے مجھے راستہ دے دو، اور مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے راستہ ضرور دے دیں گے کیونکہ وہ جاندار تو ہمیں پہچانتے ہیں، یہ تو کفرزادے ہیں کہ جنہوں نے ہم پر مظالم کی انتہا کی ہے

جس وقت میں شامی لشکر کے قریب جاؤں گی تو ان کی منتیں کروں گی کہ ظالمو جو تنہا شہید ہو رہا ہے وہ میرا غریب بابا ہے، مجھے راستہ دو کہ میں بابا کو ملنے جا رہی ہوں

عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ میری لائق بیٹی! آپ جائیں ضرور مگر تنہا نہ جائیں بلکہ اپنے بھائی جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ساتھ لے جائیں، کیونکہ بیٹیوں کا ایسے ماحول میں تنہا جانا مناسب نہیں ہوتا ہے

یہاں پر ایک وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر کے بارے میں بھی مؤرخین میں کافی اختلاف ہے، اور ان کے واقعۂ شہادت کے بارے میں بھی کافی متناقض روایات ملتی ہیں، میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ شہزادہ

عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ پاک ام عبداللہ بنت امراء القیس یمنی تھیں اور یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ وہ شہزادہ علیؑ الاصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک ماں سے علیحدہ ذات ہیں، جبکہ اکثر مؤرخین اور صاحبانِ انساب کو ولدیت میں ایک ہی نام ہونے کی وجہ سے اشتباہ ہوا ہے، یہ بھی ہے کہ بعض مؤرخین نے مولا امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک حرم کی حیثیت سے اس پاک بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کا ذکر تو کیا ہے مگر ان کی اولاد نہیں لکھی، بعض نے جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام صغیرہ بی بی پاک صلوٰۃ اللہ علیہا اور جناب قاؐسم المعروف شہزادہ محسن علیہ الصلوٰۃ والسلام تینوں کو انہی کی اولاد لکھا ہے

واقعہ کربلا کے وقت شہزادہ عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سن مبارک بہ اختلافِ روایات پانچ سے نو سال لکھا گیا ہے، صغیرہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا اس وقت تین سال کی تھیں اور جناب محسن علیہ الصلوٰۃ والسلام کربلا میں چند ماہ کے تھے، جو حلب میں شہید ہوئے تھے اور ان کی مزار حلب میں موجود ہے، اس کی تفصیل تحقیق عمیق میں عرض کر چکا ہوں

اس وضاحت کے بعد عرض کروں گا کہ جس وقت معصوؐمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کو اجازت ملی تو انہوں نے تطہیر کا برقعہ سرا طہر پر موزوں فرمایا اور چھ سال کے پاک بھائی کا ہاتھ پکڑ کر قنات کے پردہ سے مقتل گاہ کی جانب روانہ ہوئیں، چونکہ کوئی زیادہ فاصلہ بھی نہیں تھا اور سامنے پردہ دار انہیں دیکھ بھی رہے تھے اس لئے اجازت ملی مؤرخین لکھتے ہیں کہ جب یہ بہن بھائی گھوڑے سوار فوج کے قریب گئے تو مخلوق کے اژدھام اور راستہ نہ ملنے کی وجہ سے ایک دوسرے سے جدا ہو گئے

جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فوج میں سے راستہ بنانا شروع کیا، گھوڑوں کے سموں کے درمیان میں سے کسی وقت جھک کر گزرتے، کسی وقت گھٹنوں کے بل

چلتے اور کسی وقت ہاتھوں کے بل چل کر فوجوں کی قطاروں کو عبور کرتے
معصوم شہزادے علیہ الصلوۃ والسلام نے فوجوں میں بڑی مشکل سے راستہ بناتے ہوئے
جب آخری قطار کو عبور کر لیا تو سر اٹھا کر دیکھا، سامنے چند قدموں کے فاصلہ پر
انہیں اپنے پاک بابا مظلوم انتہائی زخمی حالت میں نظر آئے، ہر ملعون ممکنہ حد تک
ان پر ظلم کرنے میں مصروف نظر آیا تو یہ معصوم دوڑ کر پاک بابا کے قریب آئے
امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام نے آنکھ کھولی، معصوم بیٹے کو سامنے پا کر باہیں درازکیں اور
انہیں اپنی آغوش میں لے لیا، اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوۃ والسلام انوارِ الٰھیہ کی مستی
میں اور ذاتِ حق کے ذکر کے وجد میں جھوم رہے تھے

میرا دل مانتا ہے کہ کسی کسی وقت آنکھ کھول کر معصوم کو پیار بھی فرماتے ہوں گے
قوم اشقیا نے ظلم کی بارش روک کر آخری وقت ضعیف باپ کے ساتھ معصوم بیٹے
کی محبت کا انداز دیکھنا شروع کیا، معصوم شہزادہ بڑی معصومیت سے کسی وقت بابا
پاک کی طرف دیکھتے، کسی وقت بائیں جانب دیکھتے، کسی وقت دائیں جانب
دیکھتے، کسی وقت دونوں ہاتھ پاک بابا علیہ الصلوۃ والسلام کی خون آلود ریش کے ساتھ مس
کر کے بابا کے زخمی ہونٹوں پر بوسے دیتے، ظالمین جتنے بھی سنگدل کیوں نہیں
تھے، انہوں نے پیار کے اس والہانہ انداز پر بے ساختہ رونا شروع کیا

شمر ملعون نے جب لوگوں کے خیالات بدلتے محسوس کئے تو قریب موجود ایک
ملعون کو اشارہ کیا، حمید بن مسلم سے روایت ہے کہ اس وقت بنی اسد میں سے
ایک ملعون آگے بڑھا اور اس بدبخت نے آکر باپ کی جھولی میں سے معصوم بیٹے
کو بازو سے پکڑ کر پیار سے اٹھایا اور اسے اتنا پیار کیا کہ مجھ سمیت بہت سے

شامیوں کی بھی چیخیں نکل گئیں، اس وقت ہم نے اپنی آنکھیں بند کر لیں، زمین ہلتی رہی، آسمان متزلزل ہوا، اور شاید عرشِ اِلٰہی بھی لرزہ براندام ہوا ہوگا

میں اس ظالم کے ظلم کی حقیقت تو نہیں بتا سکتا مگر اتنا بتاتا ہوں کہ اس ملعونِ ازل نے اس معصوم کو افواج کے سامنے لا کر زمین پر سلا دیا، ضعیف بابا کے سامنے وہ معصوم گرم زمین پر کچھ دیر تڑپتا رہا اور پھر ساکت ہو گیا، تھوڑی دیر بعد ہم نے دیکھا تو وہ اسدی ملعون شہزادے کا پاک سر اٹھا کر شمر ملعون کے سامنے پیش کر رہا تھا...... ایک ایرانی شاعر نے حمید بن مسلم کی اس روایت کو نظم کیا ہے

﴿ ﴾

مکن خیال کہ بگرفت و برد در خیمہ

سپاردش بہ محبت بدست مادرِ اُو

مکن خیال کہ بردش کنارِ نہر فرات

غبارِ گرد بداید زِ روئے انورِ اُو

بسوز شیعہ ازیں غم کہ پیش چشم پدر

کشید خنجر و کرد از بدن جدا سرِ اُو

بزیر تیغ چوں آں طفل دست و پا می زد

بود نگاہِ سیدؑ سوئے نعش اطہر اُو

﴿مفہوم﴾

وہ کہتا ہے کہ آپ یہ خیال نہ کریں کہ وہ ملعونِ ازل پاک شہزادے کو اٹھا کر خیام میں لایا ہوگا، یا انہیں پاک والدہ صلوٰۃ اللہ علیہا تک پہنچایا ہوگا...... آپ یہ بھی نہ سوچیں

کہ وہ اس شہزادے کو نہر فرات پر لے گیا ہوگا، اور پانی سے ان کے رخ انور سے گرد صاف کی ہوگی یا انہیں پانی پلایا ہوگا ...... ہمیں یہی بات رلاتی ہے کہ ضعیف بابا کے دیکھتے ہوئے اس ملعون نے انتہائی بے رحمی سے ان کا سر اطہر بدن سے جدا کیا ...... اور جب وہ پاک معصوم شہزادہ تیغ ظلم کے نیچے تڑپ رہا تھا تو قریب ہی ان کے پاک بابا خاموشی اور صبر سے اس کی لاش کو دیکھ رہے تھے

اب تمام مومنین ان بہتے ہوئے اشکوں کو وسیلہ بنا کر بارگاہِ احدیت میں التجا کریں کہ اب تو اس معصوم کا انتقام ہو، ان کا پاک منتقم عجل اللہ فرجہٗ الشریف جلدی آئیں، ایک ایک ظلم کے بارے میں ظالمین سے جواب طلب کیا جائے، معصومہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کا یہ حسین بھائی جوان ہو، پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا اس نورِ نظر کا شباب دیکھے، اپنے اس معصوم لعل کی خوشیاں کریں، پاک بہنیں اس بھائی کی شادی کی رسمیں ادا کریں، پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سایۂ عاطفت میں یہ معصوم شہزادہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کے ساتھ اس طرح شاد ہو کہ کوئی دکھ انہیں یاد نہ رہے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمؑ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہٗ الشریف
وَصَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَعَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 37

سب سے پہلے میں یہ عرض کروں گا کہ صاحبانِ عرفان نے یہ بھی لکھا ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام جس وقت زمین پر جلوہ آراء ہوئے تو کائنات کی تمام ماورائی قوتوں نے آکر عرض کیا کہ ہم آپ کی نصرت کیلئے حاضر ہیں، اس وقت جناب عزرائیل علیہ السلام بھی حاضر ہوئے حالانکہ وہ اس سے پہلے حفاظتی دستے میں شامل تھے مگر آخری جنگ کے وقت انہیں واپس بھیج دیا گیا تھا، ان تین ساعات میں وہ دوبارہ نصرت کے خواہش مند ہوئے مگر انہوں نے اپنی اس خواہش کا اظہار امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے نہیں کیا بلکہ رب ذوالجلال کی بارگاہ میں عرض کیا کہ میرا خالق! اب اپنے عاشق ازل کی طرف نگاہ فرما، وہ زخموں سے چور ہو چکے ہیں، اب میں ان کی مدد کرنا چاہتا ہوں، عزرائیل کے دل کی گہرائیوں میں کروٹ لیتی ہوئی خواہش اور جذبہ ترحم کو دیکھتے ہوئے عالم علم صدور ذات نے دریافت فرمایا کہ تم ان کی کس قسم کی نصرت کرنا چاہتا ہو؟

اس نے عرض کیا کہ اگر مجھے اجازت ہو تو میں تیری ذات کے عطا کردہ فرائض میں سے ان کی روحِ مقدس کو قبض کرنے کا فریضہ ادا کرنا چاہتا ہوں، ذاتِ اقدس نے اس کی نادانی اور غلط فہمی کا ازالہ کرنے کیلئے فرمایا کہ اگر تم اس وقت

عاشق ذاتِ صمد امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مقدس کو قبض کر سکتے ہو تو جاؤ
جن علماء و عرفاء نے واقعہ کربلا کے عرفانیاتی پہلوؤں کی تشریحات لکھی ہیں تو انہوں نے اس موقعہ پر طویل مکالمات لکھے ہیں، یعنی جناب عزرائیل کا آنا اور یہ عرض کرنا کہ میں اس مقصد کیلئے حاضر ہوا ہوں، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کافی طویل گفتگو ہوئی، اور یہ بھی لکھا ہے کہ آخر پر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر تو ہمیں تلاش کر سکتا ہے تو کر لے، پھر بیشک ہماری روحِ مقدس کو تو ہی حضورِ قدسِ الٰہیہ میں لے جانا، اس وقت جناب عزرائیل نے عرض کیا کہ میں رخ دوسری جانب پھیر لیتا ہوں، آپ غائب ہو جائیں، مگر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ بچوں والی آنکھ مچولی نہیں، تو ہماری آنکھوں میں آنکھیں ڈال، ہم تیرے دیکھتے ہی دیکھتے تیری نظروں سے غائب نہ ہو جائیں تو مقلب القلوب والابصار نام ہی نہیں
اس کے بعد اس نے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تلاش کرنے کی کوشش کی مگر ناکام ہوا آخر اس مقام پر آکھڑا ہوا کہ جہاں پہلے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما تھے اور غائبانہ عرض کیا کہ پاک علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بابا میں آپ کو تلاش نہیں کر سکتا اب اپنے آپ کو خود ہی ظاہر فرمائیں، اس وقت عزرائیل نے دیکھا تو امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی آنکھوں کے سامنے ویسے ہی تشریف فرما تھے، جیسے غائب ہوئے تھے، عزرائیل نے عرض کی آقا آپ تھے کہاں؟
فرمایا کہ تو یہ پوچھ کہ ہم کس جگہ پر موجود نہ تھے، الٹا تو سوال کر رہا ہے؟ اس کے بعد فرمایا کہ تو ہمیں یہ بتا کہ اللہ جل جلالہ اصل کس جگہ پر ہے؟ اس نے کہا کہ اس کی

ذات تو ہر جگہ پر موجود ہے، مسکرا کر فرمایا کہ اس غیب مطلق اللہ کی ذات میں ہم اپنے آپ کو اس طرح فنا کر چکے ہیں کہ اب وہ جس جس جگہ پر موجود ہے ہم ہر اس جگہ پر موجود ہیں

☆ترکت الخلق طراً فی هواك

اس نے شرم سے سر جھکا لیا، آپ نے فرمایا کہ آج مجھے صرف حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ سمجھ، آج میں اپنی ذات کو غیب مطلق میں فنا کر چکا ہوں، جب قطرہ سمندر میں فنا ہو جاتا ہے تو پھر قطرہ قطرہ نہیں رہتا بلکہ سمندر بن جاتا ہے، نحن هو و هو نحن اب ''وہ'' میں ہوں اور میں ''وہ'' ہوں

اس مقام پر عرض کروں گا کہ واقعہ کربلا کے یہ وہ جبروتی پہلو ہیں جن پر آج تک کسی نے روشنی نہیں ڈالی، بلکہ صرف مظلومیت کو سامنے رکھ کر واقعاتِ کربلا کی تصویر کشی کی گئی ہے

آپ نے علماء اور ذاکرین سے سنا ہوگا کہ ایک وقت ایسا آیا ہے کہ پاک دائی نے ملکہ ءِ شام بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کو اطلاع دی کہ اب مجھے آپ کے پاک بھائی نظر نہیں آ رہے ہیں، خدا جانے وہ کدھر گئے ہیں؟ پاک عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ جب ہم نے اپنے علم الٰہیہ سے نگاہ فرمائی تو ہمیں پاک بھائی مقام محمود پر مصروفِ نماز نظر آئے

میں یہ سمجھتا ہوں اگر جناب عزرائیل کی یہ بات محبت اور اس کی کم علمی پر مبنی نہ ہوتی تو یہ فوراً غضب جبار کی زد میں آ جاتا اور ہلاک ہو جاتا، مگر ذاتِ اقدس نے اس کی تکمیل فرمائی یعنی اس کی معرفت کو کامل فرمایا

یہاں پر ایک مشہورِ عام غلط فہمی کا ازالہ کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں، وہ یہ ہے کہ کچھ لوگ عام شہیدا ور معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شہادت کو کیفیتی لحاظ سے ایک جیسا سمجھتے ہیں، یعنی درجات کے لحاظ سے باقی شہیدوں سے ان کے درجات کو بلند تو سمجھتے ہیں مگر کیفیت کے لحاظ سے یہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح باقی شہید زندہ ہوتے ہیں یہ بھی ویسے ہی زندہ ہوتے ہیں، جس طرح باقی شہید دنیا سے منتقل ہوتے ہیں یہ بھی اسی طرح منتقل ہوتے ہیں، یعنی ان کی شہادت کے بعد والی کیفیت باقی شہدا کی طرح ہی ہوتی ہے، جبکہ یہ ایک اشتباہ ہے

کچھ لوگوں نے عام شہید کی موت (شہادت) کو باقی مخلوق کی موت کی طرح قرار دیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ یہ جسمانی طور پر فوت ہوجاتے ہیں مگر روحانی طور پر زندہ رہتے ہیں، یہ بھی ان کا اشتباہ تھا

کیونکہ روح تو کسی کافر کی بھی نہیں مرتی ہے، پھر شہید کی خصوصیات کیا رہ جاتی ہیں حقیقت یہ ہے کہ شہید جسم سمیت زندہ ہوتا ہے مگر شہادت کے بعد برزخ شہادت میں ہونے کی وجہ سے عام انسانوں کے شعور سے ان کی حیاتِ جسمانی اوجھل ہوتی ہے

معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام بعد از شہادت کسی برزخ کے اندر نہیں ہوتے بلکہ وہ تو مقام مظہریت پر فائز ہوتے ہیں، جس طرح سبھی لوگ جانتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ جتنے بھی دعوے فرماتا ہے اس کے ہر دعویٰ کا ثبوت اس کے مظاہر صفات و ذات پیش کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے رازق ہونے کا دعویٰ کیا ہے، ممیت ہونے کا دعویٰ فرمایا ہے، حی و قیوم ہونے کا دعویٰ فرمایا ہے، تو ان کا ثبوت مظاہر اِلٰہی نے

دیا ہے، یعنی عزرائیل نے مار کے اس کے ممیت ہونے کو ثابت کیا ہے، میکائیل نے رزق دے کر اس کی رزاقیت کا ثبوت فراہم کیا ہے، اُس نے محیی (یعنی زندہ کرنے والا) ہونے کا دعویٰ کیا تو جناب عیسیٰ علیہ السلام نے اس کے محیی ہونے کو مردے زندہ کر کے ثابت کیا، اسی طرح حی و قیوم ہونے کا دعویٰ فرمایا تو اس کا ثبوت سارے معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام نے عمومی طور پر اور شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خصوصی طور پر فراہم کیا

اللہ کی صفت حی کا انہوں نے ایسا مظاہرہ فرمایا کہ 66 راتیں اور 66 دن تک انہوں نے نوکِ سناں پر قرآن کی تلاوت فرما کر ثابت فرمایا کہ زندہ خدا کے مظہر ہمیشہ زندہ ہوتے ہیں، اور کئی مقامات پر تو سر اطہر نے اس طرح تلاوت کا آغاز فرمایا ہے کہ جس طرح قاری قرأت سے پہلے کھنکار کر گلا صاف کرتے ہیں، بالکل اسی طرح انہوں نے کھنکار کر تلاوت کا آغاز فرمایا، تا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ طور کی طرح صرف مقام اظہار پر ہیں، یا فاعل اضطراری ہیں، بلکہ لوگ یہ سمجھ سکیں کہ یہ خود اُس ذاتِ واحد و لاشریک کی نیابت میں مصروفِ کلام ہیں اور یہ اِن کا اپنا فعل ہے کسی اور کا نہیں، ان کی حیات بھی بہ حیثیت نیابت واجب بالغیر ہے یعنی یہ اللہ کی صفاتِ حیات کے مظہر ہیں، اگر حیات کا اظہار فنا ہو جائے تو مظہر کا نقص ثابت ہوتا ہے، یعنی جب تک اللہ رہے گا اور حی بھی ہو گا تو یہ بھی زندہ رہیں گے اس لئے ان کی حیات و شہادت کا مفہوم عام شہداء کی طرح نہیں ہے بلکہ اس طرح ہے جیسے کوئی آدمی ایک مقام سے کسی دوسرے مقام پر چلا جاتا ہے، یا لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہو جاتا ہے، ان کی شہادت دراصل غیبت ہے، جس طرح آج

ہمارے شہنشاہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف غائب ہیں، یہ بھی غائب اور حی ہیں

میں عرض کر رہا تھا کہ عزرائیل ایک فرشتہ تھا اس کے عرفان کی تکمیل کی خاطر ان کی پاک ذات نے اس سے اپنی ذات کو غائب کیا تھا اور اسے پھر ایک مرتبہ باور کروایا تھا کہ آج پھر اقرار کر☆لا علم لنا الا ما علمتنا ...... ہمارا مستفاد علم محدود ہے، ہم آپ کی پاک ذات کو نہیں سمجھ سکتے

یہ تو سبھی صاحبانِ مقاتل و روضہ لکھتے ہیں کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری وقت ایک مرتبہ مسکرائے، اس کی وجہ کیا تھی؟ اس پر میں پھر کبھی تفصیلی تبصرہ کروں گا مگر یہاں پر ان وجوہات میں سے صرف ایک وجہ عرض کرتا ہوں

حقیقت یہ ہے کہ معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اختیاراتِ الٰہیہ میں سے ایک اختیار یہ بھی ہے کہ یہ دنیا پر آنا چاہیں یا دنیا سے جانا چاہیں تو ان کے اپنے اختیار میں ہوتا ہے، یہی وجہ تھی کہ سارے ظالمین حیران تھے کہ اتنے زخموں کے باوجود یہ مقام شہادت پر فائز کیوں نہیں ہوئے اور ابھی تک کیسے زندہ ہیں؟

وجہ یہ ہے کہ معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی روح مقدس نہ ملک الموت قبض کر سکتا ہے اور نہ اس کے ماتحت ملکوت قبض کر سکتے ہیں، کیونکہ انہوں نے خود فرمایا ہے الملکوت خدا منا ......یعنی ملکوت ہمارے خادم ہیں اور ہماری وجہ سے ہمارے چاہنے والوں کے بھی خادم ہیں، یعنی وہ تو ان کے محکوم ہیں اور ان کے مطیع و غلام ہیں اور غلام کو مالک کی ذات پر تصرف کا حق حاصل نہیں ہوتا ہے اور اللہ جل جلالہ کا کسی فرشتے کو یہ حق دینا بھی ایک غیر عادلانہ فعل ہے کہ جو اس کی ذات سے صادر ہونا ناممکن ہے اس طرح ہر امام اپنی روح کا قابض خود ہوتا ہے، یعنی معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی

ذاتِ روحیہ ان کی ذات جسمیہ میں سے اپنے اختیار و اِرادے سے اس طرح پرواز کرتی ہے کہ جس طرح کسی آشیانے سے پرندہ اپنے ارادے اور خواہش کے مطابق پرواز کرتا ہے، اسے کوئی خارج کی شے نہیں لے جاتی ہے

مگر شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بار بار یہ اصرار تھا کہ ہم اس دنیا سے نہیں جائیں گے جب تک کہ ذاتِ اقدس ہمیں خود لینے نہیں آئے گی، وہ بار بار فرما رہے تھے کہ

لکی اراک...... لکی اراک

تیری ذات سامنے کیوں نہیں آتی؟ یعنی جس وقت تک تو بہ نفس نفیس ہماری پذیرائی کیلئے نہیں آئے گا ہم اس عالم ناسوت سے غیبت اختیار نہیں فرمائیں گے جب عزرائیل ناکام ہوگیا اور قدموں میں سر رکھ کر اقرارِ عجز کر رہا تھا تو عین اس وقت ذات حق اپنے عاشق ازل کی پذیرائی کیلئے اپنے جلوہ ہائے ذاتیہ کے حجاب میں بہ نفس نفیس جلوہ گر ہوئی، اور آوازِ قدرت آئی کہ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے کہ جس طرح میری ذات موجودات میں لاشریک ہے اسی طرح آپ بھی عشق کی خدائی میں خداوند واحد ولاشریک ہیں
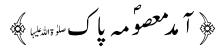
جناب عبداللہ بن حسین علیہا الصلوٰۃ والسلام کے ذکر میں بیان کر چکا ہوں کہ معصومہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے پاک پھوپھی صلوٰۃ اللہ علیہا کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم پاک بابا کے پاس جانا چاہتی ہیں، انہوں نے فرمایا میری لائق بیٹی! آپ بابا کو ملنے کیسے جائیں گی سارا میدان تو ظالمین سے بھرا ہوا ہے، گھوڑوں کے سموں سے سم ملے ہوئے ہیں

اور کنوتیوں سے کنوتیاں ملی ہوئی ہیں، سپاہیوں کے قدموں سے قدم ملے ہوئے ہیں، پاک معصومٰہ صلوٰۃ اللہ علیہا نے رو کر عرض کی کہ جتنی مشکلات بھی آئیں گی ہم برداشت کریں گے لیکن پاک بابا کو اتنی تکلیف میں دیکھ کر میں سہہ نہیں سکتی

پاک عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ بیٹیوں کا میدان میں جانا مناسب نہیں ہوتا آپ کیسے جائیں گی؟ معصومٰہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے رو کر عرض کی کہ پھوپھی اماں میں میدان میں جا کر ایک ایک کی منت کروں گی اور کہوں گی کہ مجھے راستہ دے دو میرے بابا پر ظلم ہو رہا ہے، میں تمہارے نبیؐ کی بیٹی ہوں، اور پھر مشکل میں بابا کے پاس جانے والی میں کوئی پہلی بیٹی تو نہیں ہوں، آپ تو جانتی ہیں کہ جب ہمارے پاک نانا شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کفار نے قاتلانہ حملہ کیا تھا تو میری پاک جدہ طاہرہ ملکہءِ دوجہاں صلوٰۃ اللہ علیہا خود تشریف لے گئی تھیں، اور انہوں نے جا کر اپنے مظلوم بابا کو بچا لیا تھا، آج میں بھی اسی لئے اپنے پاک بابا کے پاس جانا چاہتی ہوں کہ شاید یہ ظالمین میری کم سنی کو دیکھتے ہوئے ظلم سے باز آ جائیں، میں پاک بابا کو بچانے کی کوشش کروں گی، ظالمین کی منت سماجت کروں گی اور انہیں یہ باور کرانے کی کوشش کروں گی کہ اس ویرانے میں ان کے علاوہ ہمارا کوئی وارث موجود نہیں ہے، شاید اس طرح میری کوشش سے میرے مظلوم بابا بچ سکیں

عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے معصومٰہ بیٹی صلوٰۃ اللہ علیہا کا سر چوم کر فرمایا کہ میں تمہیں منع تو نہیں کرتی مگر یہ یاد رکھیں کہ جن لوگوں نے آپ کی جدہ طاہرہ صلوٰۃ اللہ علیہا کا ادب کیا تھا وہ کافر تھے، کلمہ گو نہیں تھے، یہ تو سبھی فدک کے غاصب ہیں، ہمیں یہ خوف دامن گیر ہے کہ کہیں کوئی مسلمان کہلوانے والا آپ سے بے ادبی نہ کرے

میں نے عرض کیا تھا کہ معصوؑمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا اپنے پاک بھائی کے ساتھ خیام سے باہر تشریف لائیں، مگر جس وقت یہ دونوں بہن بھائی فوجوں کے قریب پہنچے تو اس وقت شہزادہ پاک آگے بڑھ گئے اور معصوؑمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا پیچھے رہ گئیں
یہاں پر کچھ صاحبانِ مقتل نے یہ روایت بھی لکھی ہے کہ پاک معصوؑمہ صلوٰۃ اللہ علیہا نے ایک شخص سے پوچھا ☆یا شیخ هل رأیت ابی جواباً اس ملعون نے گستاخی کی
یہ روایت تحقیق اور عقیدہ دونوں کے خلاف ہے
تحقیق یہ بتاتی ہے کہ یہ روایت عباسی تحریک کے دوران بنائی گئی تھی، اور اموی ملاعین کے خلاف نفرت پھیلانے کیلئے جب واقعہ کربلا کو سیاسی اشو بنایا گیا تو اس وقت روایت سازی اور مقتل سازی کی مہم چلائی گئی، دوسری طرف تاریخ سازی اور حدیث سازی کا بھرپور کام کیا جا چکا تھا اور یہ ابھی تک جاری ہے، یہ روایت بھی اس سیاسی اشو کا حصہ ہے
عقیدہ کے لحاظ سے اس لئے غلط ہے کہ پاک مستوراتِ توحید و رسالت صلوٰۃ اللہ علیہن کے جسم اطہر کو کسی غیر معصوم کا مس کرنا ہمارے عقیدہ کے خلاف ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ پاک پردہ داران توحید و رسالت صلوٰۃ اللہ علیہن کو کسی غیر معصوم کی نگاہ بھی مس نہیں کرسکتی، بلکہ کوئی فرشتہ جو معصوم عمومی ہے وہ بھی ان کے پردۂ عصمت و طہارت کو مس نہیں کرسکتا، یہ اللہ کے نظام جبروتی کا ایک حصہ ہے، جس طرح شب ہجرت شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار نہیں دیکھ سکے تھے کیونکہ وہ اپنی حقیقت ذاتیہ سے ان کے سامنے سے گزر گئے تھے، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس رات شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود جناب جبرائیل بھی نہیں دیکھ سکے تھے کیونکہ اگر

ان کے جسد اقدس پر ان کی حقیقت ذاتیہ حجاباً مستوراً کی رِدا موجود ہو تو ان کو فرشتہ بھی نہیں دیکھ سکتا، جیسا کہ عزرائیل کا واقعہ آپ کے سامنے بیان کر چکا ہوں حقیقت ہے بھی یہی کہ اس گھر کی حقیقت ذاتیہ کو نہ کوئی دیکھ سکتا ہے اور نہ کوئی مس کر سکتا ہے، جس طرح ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اس دنیا میں سارے لوگوں کے سامنے موجود بھی ہیں اور انہیں کوئی دیکھ بھی نہیں سکتا کیونکہ انہوں نے حقیقت ذاتیہ کا پردہ پہنا ہوا ہے، اور اس پاک خاندان کی پاک پردہ دار مستورات کبھی بھی اپنی حقیقت ذاتیہ سے باہر نہیں آتی ہیں، اس لئے انہیں کوئی نہیں دیکھ سکتا یہ ایک عرفانیاتی موضوع ہے جس پر میں اپنے عرفانیاتی خطبات میں روشنی ڈال چکا ہوں، اب میں واپس اپنے موضوع پر آتا ہوں

میں عرض کر رہا تھا کہ پاک معصوؐمہ صلوٰۃ اللہ علیہا اپنے بھائی کے ساتھ روانہ ہوئیں سفر تو ستر قدم کا تھا، کچھ فاصلہ تک یہ دونوں بہن بھائی ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر چلتے رہے، مگر جس وقت فوجوں کا سلسلہ شروع ہوا تو یہ دونوں بہن بھائی ایک دوسرے سے بچھڑ گئے، جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلے پاک بابا کے پاس پہنچے اور شاید کچھ زیادہ ہی تھک گئے تھے کہ انہوں نے پاک بابا کی آغوشِ عاطفت میں ابدی نیند کو پسند فرمایا جس کی تفصیل پہلے بیان کی جا چکی ہے، مگر معصوؐمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا تھوڑی دیر بعد پہنچیں، گھوڑوں کے سموں کے درمیان میں سے راستہ بناتی ہوئی اور فوج کی صفوں کو عبور کرتی ہوئی آخر یہ مظلوم بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب تشریف لائیں، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام سر جھکائے کائنات سے بے نیاز ہو کر زمین پر تشریف فرما تھے، قریب آ کر معصوؐمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے عرض کی

☆السلام علیک یا ابی بابا میرا سلام ہو،مگر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوئی جواب نہیں دیا، آہستہ آہستہ قریب تر ہو کر عرض کرتی ہیں کہ بابا! میں بڑی مشکل سے پہنچی ہوں، آپ کیوں خاموش ہیں؟ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر بھی کوئی جواب نہیں دیا، حتیٰ کہ تین مرتبہ پاک معصوؐمہ صلوٰۃ اللہ علیہا نے بابا کو سلام کیا مگر جواب نہیں ملا، جس وقت معصوؐمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا جواب سے مایوس ہوئیں تو آنکھوں میں آنسو آئے، ہونٹ لرزنے لگے، ملکوت میں کہرام بپا ہوا، عرش اِلٰہی میں زلزلہ آیا

آوازِ قدرت آئی ہے کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام دیکھو تو سہی معصوؐمہ بیٹی صلوٰۃ اللہ علیہا آپ سے ملنے آئی ہیں، ان سے کلام کرو

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بے نیازی کے انداز میں فرمایا کہ کون معصوؐمہ؟

آوازِ قدرت آئی حسین علیک الصلوٰۃ والسلام آپ کی پاک بیٹی معصوؐمہ صلوٰۃ اللہ علیہا

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ کون حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام؟

آواز قدرت آئی ہے کریم کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ اتنی بے نیازی نہ دکھائیں، بے نیازی صرف میری ذات ہی کو زیبا ہے، کیا آج آپ اپنی ذات کو بھی بھول گئے ہیں؟ ......سر اٹھا کر فرمایا کہ☆

ترکت الخلق طراً فی هواك وایتمت العیال لکی اراك

میں آج تیرے عشق اور اشتیاقِ ملاقات میں پوری کائنات سے بے نیاز ہو چکا ہوں، مجھے اپنے بچوں کی یتیمی کا بھی احساس تک نہیں رہا، تو ابھی تک میرے سامنے نہیں آیا، آوازِ قدرت آئی کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم آپ واقعی میرے عاشق ہیں

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی کہ یہ کوئی زبانی دعویٰ نہیں ہے، جملہ انبیاء نے تیرا محبوب بننا پسند کیا ہے، مگر حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام تیرا عاشق ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ جملہ انبیاء نے اپنی بے ثباتی کے دائرے میں ناز منوائے ہیں، تیری ذات نے علیٰ کل شیٍ قدیر بن کے ناز برداریاں کی ہیں، مگر آج تو علیٰ کل شیٍ قدیر بن کر ناز برداریاں کروالے، آج اپنے ناز منوا، حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام تیری ہر ناز برداری کرے گا، ایک بار ذرا سامنے تو آ، میں تیری زیارت کا مشتاق ہوں

آوازِ قدرت آئی کہ اگر آپ لا مکاں و لا زماں و لا جسم و لا ذات کو ملنا چاہتے ہیں تو آپ کو عرش پر منگوالوں؟

سوال بڑا عجیب ہوا، سامنے نہ ادریس ہے، نہ عیسیٰ ہے، یہ ملکہ ءِ کونین صلوٰۃ اللہ علیہا کا پاک لختِ جگر ہے، مسکرا کر فرمایا کہ خالق تو میرے عشق کو نیلام کرنا چاہتا ہے؟

آوازِ قدرت آئی کہ میں نے کوئی عشق کی نیلامی والی بات تو نہیں کہی، میں نے تو صرف اتنا کہا ہے کہ آپ کو عرش معلیٰ پر بلوالوں؟

عرض کی کہ خالق یہی بات تو میری محبت کی نیلامی کے برابر ہے

آوازِ قدرت آئی ہے حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کس طرح یہ بات تمہاری محبت کی نیلامی کے برابر ہے؟

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی کہ خالق! ذرا یہ بتا کہ تیرا سب سے بڑا محبوب کون ہے؟ آواز آئی کہ آپ کے پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، عرض کی کہ خالق پھر تو قانون تو نے خود ہی بنایا ہے کہ جب ملاقات کا شوق ہو تو محبوب اپنے عاشق کے پاس خود چل کر آئے، یہ تیرا اپنا بنایا ہوا قانون ہے، آج میں عاشق ہوں،

تو محبوب ہے، اب خود بتا کہ مجھے عرش پر آنا پڑے گا یا تجھے اس زمین کو معلیٰ بنا کر یہاں آنا پڑے گا؟ ...... آواز قدرت آئی کہ میں نے عرش معلیٰ کو سجایا ہوا ہے، نورانی قالین بچھائے ہوئے ہیں، حجاباتِ نور کے پردے لگے ہوئے ہیں، تسبیحاتِ ملائکہ کی مترنم فضا ہے، صرادقاتِ عرش کے مابین حجاباتِ قدسی ہیں

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ خالق تو خود انصاف کر، میں نے جوان بیٹوں کے خون سے جو سرخ قالین بچھایا ہوا ہے، کیا یہ تیری عرشی قالینوں سے کم ہے؟

کیا میرے عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بازو تیرے صرادقاتِ عرش سے کم ہیں؟

کیا میری پاک بیٹیوں اور بہنوں صلوٰۃ اللہ علیھن کی پاک ردائیں تیرے حجاباتِ نور سے کم ہیں؟ ......تو تسبیح ملکوت سن رہا ہے، ذرا خیام کے در پر میری بہنوں کے بین تو سن، کیا یہ ملائکہ کی تسبیح سے کم ہیں؟ ...... تیرے عرش معلیٰ سے میرا کربلا معلیٰ آج کسی صورت میں بھی کم نہیں ہے، اگر میری محبت کی قیمت چکانا چاہتا ہے تو پھر تجھے یہاں آنا پڑے گا، آج تیرا عاشق علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر چیز سے بے نیاز ہے، آج وہ ہرگز نہیں آئے گا، بلکہ آج تجھے آنا پڑے گا

یہ راز و نیاز جاری ہی تھے کہ عین اسی وقت پاک معصومؑہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا آہستہ آہستہ بابا کے قریب آئیں اور عرض کی کہ بابا! میں بہت مشکل سے آپ تک پہنچی ہوں، میدان میں اتنا زیادہ ہجوم تھا کہ مجھے راستہ ہی نہیں مل رہا تھا، بابا میرے ساتھ بات کریں، میں آپ کی لاڈلی بیٹی ہوں، اگر مجھے پیار نہیں کرنا چاہتے تو کوئی بات نہیں مگر میرے ساتھ کلام تو کریں، بولیں تو سہی

جس وقت معصومؑہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے رو کر یہ فقرے ادا کئے تو آوازِ قدرت آئی کہ

میرے کریم حسین علیک الصلوٰۃ والسلام اب پاک بیٹی کو جواب بھی دیں، ان کو آغوش میں بھی بٹھائیں، شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پاک بیٹی کی طرف باہیں دراز کیں معصوؐمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا بے تاب ہوکر جلدی سے بابا کی آغوش میں چلی آئیں اور انہوں نے گلے میں باہیں ڈال کر معصومیت کے انداز میں پاک بابا کو پیار کرنا شروع فرمایا

اِدھر محبت کا یہ انداز تھا، اُدھر اللہ کا عرش ہلانے والے ملعونِ ازل نے اپنے خیمہ میں ظلم کرنے کی تیاری شروع کی، پورے عالم ماوریٰ کی آواز آئی کہ او ملعون ازل! ایک لمحے کیلئے رک جا اور ذرا غور سے دیکھ کہ کتنی معصومیت اور بے ساختگی سے معصوم بیٹی اپنے پاک بابا کو پیار کر رہی ہے، ان کے ہونٹوں سے ہونٹ ملا کر کس والہانہ انداز میں انہیں بلا رہی ہے، اے ظالم ازلی! کاش تو یہ جذبات سمجھ سکتا، اگر تجھ میں یہ جذبات سمجھنے کی صلاحیت ہوتی تو چاہے تو کتنا ہی سنگدل ہے اس وقت ہرگز ظلم نہ کرسکتا، تو یہ انداز تو دیکھ کہ کس طرح ایک معصوم بیٹی اپنے زخمی باپ کی ریش اطہر سے محبت بھرے انداز میں خون صاف کر رہی ہے

ظالم ازلی خیمہ سے نکل کر میدان کی طرف آ رہا ہے، معصوؐمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا بابا کی آغوش میں ہر ظلم سے بے نیاز ہوکر انہیں پیار کرنے میں مصروف ہیں، کسی وقت پاک بابا کے زخمی ہاتھ پکڑ کر رخساروں پر لگاتی ہیں، کسی وقت چھوٹی چھوٹی انگلیوں سے ریش اطہر سے بہتا ہوا خون پونچھتی ہیں، کسی وقت پاک بابا کا ہاتھ پکڑ کر اٹھانے کی کوشش کرتی ہیں، رو کر کہتی ہیں کہ بابا! اٹھیں، خیموں میں چلیں، پردہ دار صلوٰۃ اللہ علیھن آپ کو بلا رہے ہیں، میں آپ کو اپنے ساتھ لے جانے کیلئے ہی تو آئی ہوں

جس وقت یہ ملعونِ ازل قریب آیا ہو گا تو میرا دل کہتا ہے کہ اس وقت نہر علقمہ کے کنارے سے سرکار ابوالفضل العباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پکار کر اسے ضرور کہا ہو گا کہ اے ظالم! یہ معصوم ہمیں اپنی زندگی سے بھی زیادہ پیاری ہے، اور چند لمحوں کیلئے اپنے پاک بابا کی آغوش آئی ہے، خیال رکھنا اسے وہاں سے اٹھانا نہیں، نہ ہی کوئی گستاخی کرنا، کیونکہ تو تو شرفاء کے ساتھ کلام کرنے کے آداب تک نہیں جانتا، وہاں جا کر کوئی بے ادبی نہ کرنا تا کہ یہ معصوم پیار کرنے کی آخری حسرت پوری کر سکے

مومنین سے التماس ہے کہ ان بہتے ہوئے اشکوں کو وسیلہ بنا کر تہہ دل سے دعا کریں کہ اب اس معصومؑہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے غم ختم ہوں، ان کو پھر بابا پاک کی خوشیاں نصیب ہوں، یہ اپنا گھر اطہر آباد دیکھیں، انہیں اپنے سب بھائیوں کی خوشیاں نصیب ہوں، والدین کے سایہء شفقت و عاطفت میں انہیں اتنے سکھ ملیں کہ یہ کربلا اور شام کے سارے دکھ بھول جائیں، شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے ہاتھوں پروان چڑھائیں، ان کی جوانی کی بہاریں اس ترستی ہوئی بہن کو دیکھنا نصیب ہوں، انہیں یہ اپنے ہاتھوں سے سہرے پہنائیں

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمؑ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف
وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یا ھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 38

واقعہِ شہادت

تاریخ مقاتل کی تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ جس وقت جناب قیس علیہ السلام نے اپنی قربانی پیش کی تو اس وقت شمر ملعون کو یقین ہو گیا کہ اب کوئی بھی امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہید کرنے کیلئے تیار نہیں ہو گا، کیونکہ جو 40 ملاعین سب سے پہلے شہید کرنے کیلئے گھوڑے دوڑا کر گئے تھے وہ سبھی ناکام لوٹ آئے تھے، آخر کار ایک نصرانی قیس علیہ السلام کو بلایا گیا تو وہ بھی شہید کرنے کی بجائے خود نصرت پر کمر بستہ ہو گیا، اور کئی ملاعین کو جہنم رسید کرنے کے بعد خود بھی شہید ہو گیا

اس کے بعد شمر ملعون نے لشکر ہائے کوفہ و شام کو مخاطب ہو کر کہا کہ کیا تم میں سے کوئی ہے؟ جو فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرے، یہ آواز سن کر ایک لاکھ کے لشکر نے سر جھکا دیا اور برملا کہہ دیا کہ یہ کام ہم نہیں کر سکتے، اس بات پر شمر ملعون کو غصہ آیا اور اس نے قسم کھائی کہ

☆فواللہ ما احد احق منی بدم الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام

خدا کی قسم مجھ سے زیادہ بد بخت ایسا کوئی نہیں ہے جس کا حق بنتا ہو کہ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون سے ہاتھ رنگین کرے، یہ کہہ کر اس ملعون نے اپنا پیش قبض (یعنی وہ خنجر جو کمر بند میں رکھا جاتا تھا) برآمد کیا

یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ صاحبانِ مقاتل میں اس بات پر بہت اختلاف موجود ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کس نے شہید کیا، مگر غالب اکثریت کی رائے اسی ملعون پر متفق ہے

یہاں پر یہ وضاحت کرنا بھی ضروری ہے کہ شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت کے بارے میں جتنی توہین آمیز روایات ہیں وہ بنی عباس کی خودساختہ ہیں اور انہوں نے اپنی بات کو مضبوط بنانے کیلئے مولا امام حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک اولاد کے حوالے سے اس وقت بہت سی روایات شائع کرائی تھیں، اوران کا مقصد واقعہ شہادت کو سیاسی اشو بنانا تھا اور اموی ملاعین کے خلاف نفرت پھیلا کر اقتدار حاصل کرنا تھا، اوراس میں انہوں نے حسنی سادات کو بھی شامل کیا تھا، درحقیقت یہ عباسی ملاعین بھی اپنے وقت کے شمرو یزید ہی تھے

یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ کافی لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ معصوٗمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کی آمد سے پہلے جنابِ عبداللہ ابن حسن مثنیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام قربان ہوئے اوران کی شہادت کے بعد معصوٗمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا تشریف لائیں، میں یہاں پر یہ عرض کروں گا کہ شہادتوں کی درست ترتیب سوائے پاک گھر کے اور کوئی نہیں جانتا کیونکہ کتابیں، اور روایات تو بے جان چیزیں ہیں، اورایک محقق کو مجبوراً انہی بیساکھیوں پر چلنا ہوتا ہے اوران بیساکھیوں کے سہارے کوئی بھی محقق سوچ کا اتنا لمبا سفر نہیں کرسکتا جو حقیقت کلی کی منزل پر پہنچ سکے، اس لئے میں اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے سامنے اپنے عجز کا اقرار کرتے ہوئے اپنی کوتاہیوں سے عفواور درگزر کی امید رکھوں گا اوراپنے سامعین سے بھی یہی توقع رکھتا ہوں کہ وہ مجھے انسان ہی سمجھیں

اور انسان سے خطا وسہو کا ہونا لازم ہے، اور پاک خاندان علیہم الصلوٰۃ والسلام کے شایانِ شان لکھنا تو کسی کیلئے ممکن ہی نہیں ہے، اس لئے جو بھی لکھتا ہے وہ اپنے ظرف و عطا کردہ شعور کے مطابق لکھتا ہے

اس اقرارِ عجز کے بعد میں اپنے موضوع پر آتا ہوں

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ شمر ذوالجوشن ملعون امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف روانہ ہوا، جب یہ ملعون قریب آیا تو امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا سر اطہر اٹھا کر اس ملعون پر نگاہ کی اور فرمایا کہ شمر ملعون! تو آ گیا ہے؟ اس نے کوئی جواب نہیں دیا آپ نے فرمایا کہ ہمیں جو علامات جد اطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائی تھیں، وہ تجھ میں مکمل نظر آ رہی ہیں، یہ چھدری داڑھی، ایک آنکھ، خنزیر نما بال، یہ مبروص چہرہ، یہ کلب البقع والی شکل، یقیناً تو ہمیں ضرور شہید کرے گا

لیکن یہ تو بتا کہ اتعلم من انا ...... کیا تو جانتا ہے کہ ہم کون ہیں؟ یہ کہتا ہے کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ آپ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، ان کی اکلوتی دختر صلوٰۃ اللہ علیہا کے فرزند ہیں اور آپ کو سوائے زنا زادے کے کوئی اور شہید کر ہی نہیں سکتا

شہنشاہ معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تو کلمہ تو پڑھتا ہے، اور ہر کلمہ گو روزِ قیامت ہمارے پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا امیدوار ہے، کیا تجھے یہ شفاعت پسند نہیں ہے؟ اس ملعون نے کہا کہ ان کی شفاعت کی بجائے مجھے جو نقد انعام ملے گا چاہے وہ ایک دانق (درہم کا چھٹا حصہ) ہی کیوں نہ ہو، وہ زیادہ پسند ہے

☆واللہ لا ذبحنك من القفاء...... اللہ کی قسم میں آپ کو پس گردن شہید کروں گا

☆فضحك الحسين علیہ الصلوٰۃ والسلام و فقال أتقتلني

اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسکرا کر فرمایا کیا واقعی تو ہمیں شہید کرے گا ؟
دوستو یہ مقام مصائب ہے مگر یہاں پر میں ایک عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ انسان جس وقت ہنستا ہے تو اس کی دو حالتیں ہوتی ہیں
پہلی حالت ہے مسکرانا ، یعنی بغیر آواز کے ہنسنا ، عربی زبان میں اس کو تبسم کہتے ہیں
اور دوسری حالت ہے قہقہہ لگا کر ہنسنا ، عربی میں اس کو ضحك کہتے ہیں ، یہاں پر الفاظ یہ ہیں کہ ''فضحك'' یعنی قہقہہ لگا کر فرمایا کہ کیا تو ہمیں شہید کرنا چاہتا ہے؟
عرفاء اس فقرے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ
☆ان هو شان الولی المطلق و حجة الله علی الکل
یہ ولی مطلق اور حجت کاملہ وکلیہ کی شان ہے ، کہ وہ اپنی ذات سے زیادہ عالم خلق و امر کی حفاظت کو عزیز سمجھتے ہیں ، جس طرح ایک جہاز کا ناخدا اپنی زندگی داؤ پر لگا کر بھی جہاز کو بچالے تو وہ خوشی سے جان دے دیتا ہے ، اسی طرح اس کشتیِ ارض وسماء کا ناخدا زمانے کا امام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوتا ہے ، اگر اسے اس عالم خلق وامر کی حفاظت اور بقا کی خاطر کوئی قربانی دینا پڑے تو وہ خوش ہوکر یہ قربانی دینے پر تیار ہو جاتا ہے ، اور قربانی دیتے ہوئے وہ خوشی محسوس کرتا ہے ، اور ذمہ دار ناخدا تو ناکامی کی صورت میں خودکشی بھی کر لیتا ہے ، یعنی اس کو اپنی جان سے زیادہ کشتی اور اس کے مسافروں کا خیال ہوتا ہے ، بلاتشبیہ زمانے کے امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہی منصب ہوتا ہے اور وہ کائنات کی کشتی کا ناخدا بھی ہوتا ہے ، اور وہ امیجیٹ خدا (Immediate God) بھی ہوتا ہے ، اس لئے اس کی ذمہ داری ایک ناخدا سے بھی زیادہ بلکہ بہت زیادہ ہوتی ہے

یہی وجہ تھی کہ جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے بقائے عالمین کا مسئلہ آیا تو انہوں نے بھی یہی کچھ کیا، یعنی جس وقت ملعونِ ازل نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عین اسی وقت اپنا منصب حجت جناب سجادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپرد کر دیا، گویا انہوں نے پوری کائنات کو تباہی سے بچا لیا، کیونکہ اگر ان کی شہادت کے وقت انتقال اختیار میں ایک سیکنڈ کا وقفہ بھی آ جاتا تو یہ کائنات حجت خدا کے نہ ہونے کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی، بلکہ اس ایک سیکنڈ کے اندر ہی یہ کائنات مکمل فنا ہو جاتی

عین اس وقت کہ جب ملکوتِ عرض و سما ضجہ و بکا میں مصروف تھے، پوری کائنات دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھی، عرش لرز رہا تھا، کائنات میں قیامت بپا تھی، انبیاء و رسل سر پیٹ رہے تھے، اس وقت قہقہہ لگانے کی وجہ کوئی معمولی بات نہیں تھی بلکہ کوئی عظیم مسرت یا بہت بڑی خوشی کا حصول ہی ہو سکتا تھا، یعنی انہیں اپنے عظیم مقصد میں کامیابی کا یقین ہو گیا تھا، تبھی تو قہقہہ لگا کر ہنس پڑے، اس مسکراہٹ میں ایک راز یہ بھی تھا کہ امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ ہم شیر مادر سے بھی زیادہ مانوس شہادت اور قتل سے ہیں، جس بچے کو عرصے بعد شیر مادر ملے، وہ روتا نہیں بلکہ ہنستا ہے

مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ اس مسکرانے کی اصل وجہ کیا تھی مگر اتنا ضرور محسوس ہوتا ہے کہ اس میں کوئی بہت بڑا راز تھا کہ اس دکھ کی گھڑی میں امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے مسکرائے ہیں کہ ملکِ شام تک جس جس نے بھی سر اطہر کی زیارت کی، وہ سب یہی کہتے تھے کہ☆ فخلت ان یضحك ایسا محسوس ہوتا تھا کہ نوکِ سناں پر بھی

آپ مسکرا رہے تھے

ہمیں یہ تو معلوم نہیں کہ شہنشاہِ مظلومیت علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے آخری لعل عجل اللہ فرجہ الشریف کا کلی تحفظ فرما کر مسکرائے ، یا پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کی جھولی کا لمس محسوس کر کے مسکرائے ، یا کائنات کو بچا کر مسکرائے ، یا خود خلاقِ کائنات کو بچا کر مسکرائے

مگر کوئی عظیم راز تھا ضرور کہ جس وقت پورا عالم امکان دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا ، یہ آخر مسکرا کیوں رہے تھے ؟

جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ملعونِ ازل پر سوال کیا ہے کہ کیا واقعی تو ہمیں شہید کرے گا ؟ اس ملعون نے جواب دیا کہ میں قسم کھا کر آیا ہوں

اس مقام پر بعض صاحبانِ مقاتل نے خلافِ شان توہین آمیز مکالمات لکھے ہیں جو خلافِ واقعہ اور خلافِ مسلمات ہیں

ہلال بن نافع ملعون روایت کرتا ہے کہ جس وقت ابن سعد ملعون خود شہنشاہ مظلومیت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہید کرنے گیا تھا تو انہوں نے فرمایا تھا

☆انت جئت بقتلی...... کیا تو ہمیں شہید کرنے آیا ہے؟

کیا تجھ سے زیادہ بد بخت اور شقی تیرے لشکر میں اور کوئی موجود نہیں تھا ؟

یہ ملعون شرمسار ہو کر خیمہ میں آیا اور پھر واپس میدان میں نہیں گیا ، ہلال ملعون سے روایت ہے کہ میں مسلسل اس ملعون کے ساتھ رہا ، اور میں نے اسے بہت پریشان دیکھا ، جس وقت شمر ملعون میدان میں گیا ہے تو ابن سعد ملعون کو علم نہیں تھا اس وقت ایک شخص نے آواز دی کہ......قد قتل حسینؑ المظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام

ابن سعد ملعون تڑپ کر اٹھا ، اور میں بھی مقتل گاہ کی جانب دوڑا ، اس وقت میں

نے آ کر دیکھا ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چاروں اطراف ایک لاکھ کے قریب لشکر کی صفیں لگی ہوئی تھیں ، میں صفوں کو جلدی جلدی عبور کرتا ہوا سب سے اگلی صف میں آ کھڑا ہوا ، میں نے وہاں آ کر دیکھا کہ وہ افواہ غلط تھی ، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام لشکر کے درمیان تشریف فرما تھے اور اس وقت شمر ملعون کے ساتھ مصروفِ گفتگو تھے

جس وقت پہلی مرتبہ یہ افواہ پھیلی کہ شہنشاہ مظلومیت علیہ الصلوٰۃ والسلام شہید ہو چکے ہیں ، تو عین اس وقت جناب شریکۃ الحسینؑ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے قبل از وقت یہ بات سننے کی وجہ سے اپنے پاک خیمہ سے آخری قنات کی جانب جلدی جلدی قدم بڑھائے مگر کیفیت یہ تھی کہ

☆حافية صارفة واضعة يدها علىٰ راسها...... قدموں میں نعلین موجود نہیں تھی ہونٹوں پر بین تھے اور اپنے دونوں ہاتھ سر اطہر پر رکھے ہوئے تھیں ، جس وقت یہ آخری قنات کے قریب پہنچیں تو امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہ صوتِ امامت آواز دی کہ ☆یا اختی لقد کسرت قلبی ارجعی الی الخیمة

پاک بہن آپ کی اس حالت نے میرا دل پارہ پارہ کر دیا ہے ، آپ واپس اپنے خیمے میں تشریف لے جائیں ، پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا واپس اپنے خیمہ میں آ ئیں

جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام شمر ملعون سے کلام فرما چکے تو دریافت فرمایا کہ اے ملعون ازل ! یہ بتا کہ اب وقت کیا ہے ؟ اس نے کہا کہ نماز عصر کا وقت ہے

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہمارے بابا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی عین نماز کی حالت میں شہید ہوئے تھے ، ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ ہمیں نماز ادا کرنے دے

میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ نمازِ عصر نہیں تھی، کیونکہ نماز عصر تو شہنشاہِ مظلومیت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زین ذوالجناح پر ادا فرمائی تھی، بلکہ یہ نماز وہ تھی کہ جو حضورِ قدس میں پیش ہونے سے قبل ہر امام ادا فرماتا ہے، جس طرح ہم پر لازم ہے کہ بارگاہ میں پیش ہونے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کریں، اسی طرح امام کیلئے بھی ضروری ہوتا ہے کہ وہ بارگاہِ قدسیہ الٰہیہ میں حاضری کی دو رکعت نماز ادا کریں، مگر دیکھنے والوں نے یہی سمجھا کہ یہ نمازِ عصر ادا فرما رہے ہیں

جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز کی اجازت طلب کی تو اس ملعون نے کہا کہ اگر نماز آپ کو کوئی فائدہ دیتی ہے تو پڑھ لیں، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تجدید وضو کی خاطر تیمّم کرنے کیلئے ہاتھ زمین پر مارے مگر ہر طرف خون ہی خون تھا

یہاں پر یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ امام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں یا خود شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں، ان کا وضو دائمی اور ازلی ہوتا ہے، کیونکہ ان کی تطہیر ازلی ہے

اس بات کا اظہار شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت فرمایا تھا کہ جب ایک مرتبہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد انہوں نے بلا تجدیدِ وضو نماز ادا فرمائی تھی تو لوگوں کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ ہماری آنکھوں کو نیند آتی ہے مگر ہمارا قلب ہمیشہ بیدار رہتا ہے، اس لئے ہمیں تجدید وضو کی ضرورت ہی نہیں ہوتی

حقیقت یہ ہے کہ جو ذات خود اللہ کا نور ہو اُس کا وضو کیسے حادث ہوسکتا ہے؟

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز شروع فرمائی، عین اس وقت ابن سعد ملعون میدان میں آیا، اور امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز کی کیفیت دیکھ کر یہ ملعون اتنا رویا ہے کہ ☆دموعہ یسیل علیٰ خدیہ و لحیتہ اس ملعون کے آنسو چہرے سے بہتے ہوئے

داڑھی سے زمین پر ٹپک رہے تھے، یعنی امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مظلومیت اور ہنگامہ ءِ درد نے دشمن کو بھی رلا دیا تھا

جس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی آخری نماز کی تکبیرۃ الاحرام کہی تو انہوں نے بلند آواز سے فرمایا ''اللہ اکبرُ'' یہ آواز صرف لشکر شام و کوفہ نے نہیں سنی بلکہ اس کی گونج پورے عالم امکان میں گونجی، ارواحِ انبیاء و رسل، ملکوت و کروبیاں ارواح و جنات، ارواحِ مومنین سب تک پہنچی، یعنی ہر کسی نے یہ آواز سنی، اور سبھی امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری سجدہ دیکھنے کیلئے جمع ہوئے

اُدھر یہی آواز جناب شریکۃ الحسینؑ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے اپنے خیمہ میں سنی، وہ اسی آواز کی منتظر تھیں، انہوں نے پاک پردہ داروں صلواۃ اللہ علیہن سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ سب مل کر دعا کریں، میرے پاک بھائی اب آخری سجدہ دینے والے ہیں

اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چاروں طرف تمام معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام موجود تھے، کسی طرف سے پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریب آئے، کسی جانب سے پاک بابا قریب آئے، پاک والدہ صلوٰۃ اللہ علیہا بیٹے کا سر آغوش میں لینے کیلئے آئیں، سبھی احباب سرکارؑ کے پاس آموجود ہوئے، کائنات کی نظریں اس منظر پر مرکوز تھیں

کل کی مجلس میں میں نے یہ عرض کیا تھا کہ ذوالجناح پاک کے ساتھ چند مستورات خیام سے باہر آئے، اور قنات کے پردہ کے پیچھے شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقتل گاہ سے فقط ستر قدم کے فاصلہ پر موجود تھے

اس وقت جناب عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ ہم اپنے بھائی کا آخری سجدہ دیکھنا چاہتی ہیں، مگر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخری سجدہ کیلئے جو جگہ پسند فرمائی تھی وہ

کافی گہری جگہ تھی، پاک بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے پاک بھائی سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بھائی! آپ کے آخری سجدہ کا منظر ہم دیکھنا چاہتی ہیں کیونکہ جب کسی بھائی کی زندگی کا آخری وقت ہو تو ہر بہن کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنے بھائی کے قریب رہتے ہوئے بھائی کے دکھ اپنی آنکھوں سے دیکھتی رہتی ہے، باقی احباب برداشت نہ کرتے ہوئے اگر دور چلے بھی جائیں مگر کوئی بہن ان لمحات میں بھائی سے دور ہونا گوارا نہیں کرتی ہے، اب آپ مجھے بھی اجازت عطا کریں کہ میں آپ کے قریب آؤں، کیونکہ گرمی کی شدت ہے اس لئے میں اپنی پاک ردا کا سایہ بنانا چاہتی ہوں، آپ نے ہر شہید کی لاش اٹھائی ہے مگر آپ کی لاش اٹھانے والا کوئی موجود نہیں ہے، اگر اجازت ہو تو پردہ داروں کے ساتھ میں یہ فریضہ ادا کرنا چاہتی ہوں، میں آپ کی لاش اطہر خیام میں لے جاؤں گی

سارے احباب آپ کا آخری سجدہ دیکھیں اور صرف ایک بہن نہ دیکھے، میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ آپ کو کوئی پریشانی نہیں ہوگی، کیونکہ کائنات کی کوئی چیز اس وقت میرے تصرف واختیار سے باہر نہیں ہے، میرے پردے کی فکر نہ کریں، کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ جب تک ہم خود اظہار پذیر ہونا پسند نہ کریں ہمیں کوئی دیکھ سکتا ہی نہیں ہے، اگر آپ پسند کریں تو بہن آ کر آپ کے ہاتھ پاؤں درست کرے، اور آپ کی آنکھوں پر ہاتھ رکھے

زائرین جانتے ہیں کہ پاک خیام سے تل عالیہ صلوٰۃ اللہ علیہا کافی فاصلہ پر ہے اور مقتل گاہ سے یہ مقام ستر قدم کے فاصلہ پر ہے، عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ ملکہِ عصمت وطہارت صلوٰۃ اللہ علیہا خیام چھوڑ کر بھائی کی وصیت کے خلاف یہاں تشریف

لے آئی تھیں، حالانکہ شریعت کا حکم ہے کہ وصیت عام مومن کی ہی کیوں نہ ہو پوری کرنا واجب ہوتا ہے، چہ جائیکہ امام وقت کی وصیت

بات صرف اتنی سی ہے کہ حکم یہ تھا کہ آپ نے پردے سے باہر نہیں آنا ہے، قنات سے قدم باہر نہ آئے، اس حکم کی تعمیل کی گئی، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب آخری سجدہ دیا تو اس سے پہلے پاک پردہ دار صلواۃ اللہ علیہن تل عالیہ صلوٰۃ اللہ علیہا کے مقام تک پہنچ چکے تھے، اور باطنی پردۂ تطہیر کے علاوہ ظاہری طور پر بھی معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے حکم کے ماتحت ایک قنات ان کے چوگرد پردہ کے طور پر موجود تھی

جب امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخری نماز شروع فرمائی ہے تو پاک بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے قنات کو حکم دیا کہ ہم نے اپنے پاک بھائی کی وصیت پر عمل بھی کرنا ہے اور آخری سجدہ بھی ضرور دیکھنا ہے، ہم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ ہم مقتل گاہ کی جانب چلتے ہیں، جب تک ہم چلتے رہیں تو نے ہمارے آگے قائم رہنا ہے، کیونکہ ہم نے قنات کو عبور نہیں کرنا، یہ فرما کر پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے قدم آگے بڑھایا، تطہیر کی قنات نے بھی آگے آگے چلنا شروع کیا، اسی طرح قنات کے اندر رہتے ہوئے بھائی کی مقتل گاہ کے قریب پہنچیں، جب پاک مستورات قریب پہنچے تو امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخری سجدہ دیا

ادھر ظالم نے ضربیں لگانا شروع کیں، پاک معظّمہ عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے بین کیا کہ میرا نمازی بھائی ہے، کچھ خوفِ خدا کر، انہیں نماز تو ادا کرنے دے، کاش آج کوئی میدان میں پردہ کراتا تو میں اپنے بھائی کے پاس جاسکتی

ایک طرف ستر قدم کے فاصلہ پر یہ بہنیں کھڑی تھیں، دوسری طرف ایک عجیب

دردناک منظر تھا کہ اپنے بابا سے صرف چار قدم کے فاصلہ پر کمسن معصومہ صلوۃ اللہ علیہا کھڑی بابا پر ظلم ہوتا دیکھ رہی تھی، ضربیں گن رہی تھی، مظلوم کائنات کے گلوئے اطہر سے بہتا ہوا خون دیکھ رہی تھی، لیکن کچھ کرنہیں سکتی تھی کہ ماموراِمرِ الٰہی تھیں امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مظلومیت میں اتنی طاقت تھی اور اتنا دکھ تھا کہ ان کی مظلومیت کو دیکھ کر شمر ملعون شہید بھی کر رہا تھا مگر ساتھ ہی رو بھی رہا تھا

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زیر خنجر اس ملعون سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ رو کیوں رہا ہے، تجھے تو خوش ہونا چاہیے کہ تجھے اب انعامات ملیں گے، جاگیریں ملیں گی

ملعونِ ازل نے اپنا ظلم جاری رکھا، حتیٰ کہ اس ملعون نے سرکاؐر کا گلوئے اطہر تن سے جدا کیا اور سر اٹھا کر واپس روانہ ہوا، پاک معظّمہ بی بی صلوۃ اللہ علیہا نے دائی پاک سے فرمایا کہ اس ملعون سے جا کر کہو کہ بہنوں کے سامنے ہمارے بھائی کے سر اطہر کو اس قدر بے ادبی سے نہ لے جائے، کیا اسے یہ معلوم نہیں؟ کہ یہ مہر نبوت کے سوار، جوانانِ جنت کے سردار اور سرمایۂ آلِ اطہار کا سر ہے

سبھی احباب مل کر دعا کریں کہ اب تو اس مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اجڑا ہوا گھر جلد آباد ہو، اس مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دکھی بہنیں صلوۃ اللہ علیہن انہیں پھر آباد دیکھیں، یہ گھر اسی طرح آباد ہو جیسا کہ پہلے آباد تھا، ابدی خوشیاں اس گھر میں ہمیشہ مسکرائیں، ان کا منتقم عجل اللہ فرجہ الشریف جلد آئے

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمْ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف
وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلواۃ اللہ علیک

مجلس نمبر 39

دوستو! آج میرے اس سلسلہ ءِ مجالس کی آخری مجلس ہے اور میں اس مجلس میں اپنی اس بات کا پھر اعادہ کرر ہا ہوں جو اس سے قبل بھی بار بار کرتا رہا ہوں کیونکہ اہم موضوعات کا دہرانا سنت اِلٰہیہ ہے، مفید چیز کا متواتر ذکر کرنے سے انسانی ذہن میں اس چیز کی اہمیت قائم ہوتی ہے اور یہ بھی نفسیات کا کلیہ ہے کہ جو چیز بار بار سامنے آتی رہے وہ لاشعور میں نقش ہوتی رہتی ہے

میں اکثر یہ بات عرض کرتا رہا ہوں کہ اگر انسان کسی محلے یا مکان میں کسی کا مہمان ہو اور اچانک اسے کوئی آ کر بتائے کہ اس گلی میں یا اس محلے میں کوئی آدمی قتل ہوگیا ہے تو اس خبر کے سننے سے انسان کی فطرت ہے کہ وہ چار سوال کرتا ہے یعنی جو انسان تھوڑا سا بھی شعور رکھتا ہو وہ فطرت کے عین مطابق یہ سوال ضرور کرے گا

() انسان پہلا سوال کرتا ہے — یہ مقتول کون تھا؟

() انسان دوسرا سوال کرتا ہے — قاتل کون ہیں؟

() انسان تیسرا سوال کرتا ہے — وجہ ءِ عناد یا وجہ ءِ قتل کیا تھی؟

() انسان چوتھا سوال کرتا ہے — اس مقتول کا کوئی وارث بھی ہے؟ جو بدلہ لے یا کیس کی پیروی کرے

آ یئے اب ہم دیکھیں کہ واقعہ ءِ کربلا کے ضمن میں ہم نے فطرت کا یہ تقاضہ کماحقہٗ پورا کیا بھی ہے یا نہیں؟

منبر پر ہمیں یہ تو بتایا جاتا ہے کہ کربلا میں شہید ہونے والے مظلوم کون تھے؟ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ ظالمین کون تھے؟ مگر اگلے دو سوالوں کے بارے میں کوئی عالم یا ذاکر بات نہیں کرتا کہ ان مظلولوں کو کیوں شہید کیا گیا تھا؟ وجہ ءِ عناد کیا تھی؟ وجہ ءِ دشمنی کیا تھی؟ وجہ ءِ قتل کیا تھی؟

نہ ہی ہمارے اہل منبر نے یہ بات ہمیں کبھی بتائی ہے اور نہ ہی ہم نے خود ان سے کبھی پوچھا ہے، ہمارا حق تو بنتا تھا کہ ہم خود پوچھتے کہ ان مظلومین کو شہید کرنے کی آخر وجہ کیا تھی؟

چوتھا سوال یہ تھا کہ انسان ہر مقتول کے بارے یہ سوال کرتا ہے کہ اس کا کوئی ولی یا وارث بھی ہے یا نہیں؟ مگر ہمیں منبر پر یہ بھی نہیں بتایا جاتا کہ ان مظلومین کا ایک مظلوم وارث عجل اللہ فرجہ الشریف بھی ہے، اب میں چاروں سوالوں پر بحث کرنے کی بجائے صرف آخری دو سوالوں کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں

ان میں سے پہلا سوال ہے کہ یہ جو کربلا میں خون کا دریا بہایا گیا، یہ جو فخر روزگار، خوبصورت، پیکر حسن و جمال جوان شہید ہوئے، یہ جو شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بے دردی سے شہید کیا گیا، ان کی شہادت کا مقصد کیا تھا؟ یعنی ظالمین کو ان سے کیا دشمنی تھی؟

دوستو! یہاں پر میں پہلے ان لوگوں کی آراء پر تھوڑی سی بحث ضرور کرنا چاہوں گا کہ جو اپنی کتابوں میں مقصد شہادت کے بارے کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے ہیں یا کبھی نہ

کبھی کچھ مقررین ان مقاصد کو عوام کے سامنے مجلس میں یا محفل میں بیان کرتے ہیں اور اپنی طرف سے عوام کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قربانی کی وجوہات یہ ہیں ...... یہ کئی آراء ہیں، کئی نظریات ہیں

نظریہ کفارۂ ذنوب

ان نظریات میں سے عوامی طور پر جو نظریہ مقبول بھی ہے اور زیادہ تبلیغی بھی ہے وہ یہ ہے ''نظریہ کفارۂ ذنوب''

دوستو! ماضی کے مظلومینِ حق پر جہاں لاتعداد ظلم اور ہوئے، ان میں سب سے زیادہ ظلم یہ ہوا ہے کہ ان کی شہادت وقربانی کے مقصد کو مسخ کر دیا گیا ہے

ماضی میں جتنے انبیاء ورسل علیہم السلام نے قربانیاں دی ہیں، ان کی امت نے ان کے بعد اس قربانی کے مقاصد کو ہمیشہ مسخ کر کے پیش کیا ہے مثلاً

جناب عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے کے واقعہ کو دیکھیں، عیسائیت نے ان کے سولی چڑھنے کو حقیقت قرار دے کر اس کے مقاصد کی غلط توجیہ کی ہے اور انہوں نے نظریہ ءِ کفارہ ایجاد کرلیا، جس کا فلسفہ انہوں نے یہ دیا ہے کہ جناب آدم علیہ السلام نے جنت میں اللہ کی نافرمانی کی تھی اور نعوذ باللہ وہ گنہگار ہو گئے تھے اور انہیں اسی وجہ سے جنت میں سے نکال دیا گیا تھا، جس کی وجہ سے ہر آدم زادہ [ہر انسان] پیدائشی گنہگار ہوتا ہے، دوسری جانب صورت حال یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ عادل ہے اور وہ کسی گنہگار کو سزا دیئے بغیر نہیں چھوڑ سکتا کیونکہ کسی مجرم واقعی کو قرار واقعی سزا نہ دینا عدل کی توہین ہے اور عادل کی شانِ عدل کے خلاف ہے، اس لئے اللہ پر

واجب ہے کہ ہر گناہ گار انسان کو جہنم رسید کرے، مگر اسے انسانیت پر رحم آیا اور اس نے اپنے بیٹے [جناب عیسیٰ علیہ السلام] کو جامہ ءِ انسانی میں بھیجا کہ تو انسانیت کے گناہوں کا وزن اپنے سر لے کر سب کی طرف سے سزا بھگت لے، ہر انسان جو پیدائشی گناہگار ہے، وہ تمہاری وجہ سے بپتسمہ ہونے سے پاک ہو جائے، اور انہوں نے انسانیت [یعنی عیسائیت] کے سارے گناہوں کی سزا خود اٹھا کر ساری عیسائیت کو بخشواڈالا

اب ساری امت بیشک گناہ کرے اور تھوک کے حساب سے کرے، انہیں کوئی سزا نہیں ملے گی کیونکہ جناب عیسیٰ علیہ السلام ایڈوانس سزا بھگت کر چلے گئے ہیں، لہٰذا اب جو جی چاہے کرتے رہو، صرف عیسائی ہو جاؤ پھر کوئی سزا آخرت میں نہیں ملے گی آپ نے خود دیکھا ہے کہ یہ نظریہ پیدا کر کے کس طرح جناب عیسیٰ علیہ السلام کے مقصد پر ڈاکہ ڈالا گیا ہے؟ اور اس کی بنیاد بھی ایک غلط نظریے پر قائم کی گئی ہے

یعنی جناب آدم علیہ السلام جو معصوم تھے اور نبی تھے انہیں نعوذ باللہ گناہگار ثابت کیا ہے دوسری غلطی یہ ہے کہ والدین کے گناہوں کی سزا اولاد کو دینا یہ بھی تو عدل کے خلاف ہے، جس طرح مجرم کو قرار واقعی سزا نہ دینا عدل کی توہین ہے، اسی طرح والدین کے جرم کی سزا اولاد کو دینا بھی تو عدل کی توہین ہے، مگر ان لوگوں کو عدل وعدالت کی توہین سے کوئی سروکار نہیں، وہ تو اس نظریے سے گناہوں کی چھوٹ دے کر جماعت میں اضافہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، اور آج اس کی سزا بدکرداری کے طوفان کی صورت میں ان کے سامنے ہے کہ وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل ہی نہیں ہیں، اور نہ ان کا دین ہے اور نہ اخلاقی اچھائیاں

یہ ایک علیحدہ موضوع ہے جس پر کسی دیگر مجلس میں روشنی ڈالوں گا کہ عیسائیت میں یہ نظریہ یہودیت کی طرف سے داخل ہوا ہے، کیونکہ ان میں قربانی کے بکرے کی اصطلاح رائج ہوئی تھی کہ انسان اپنے گناہوں کا وزن بکرے پر ڈال دیتا تھا، اس پر شاید میں پہلے بھی گفتگو کر چکا ہوں

اب میں اپنی قوم کے بارے میں عرض کرتا ہوں کہ جن لوگوں نے عیسائیت سے اسلام قبول کیا اور بدقسمتی سے وہ شیعہ بھی ہو گئے تھے تو ان کے عقیدے کا جزوِ اعلیٰ جو نظریۂ کفارہ تھا وہ پہلی صورت میں موجود تھا، مگر انہوں نے یہاں پر شیعہ مسلک میں اس نظریہ کو مشرف بہ اسلام کیا، اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کی بجائے انہوں نے شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادتِ عظمیٰ پر کفارہ کے نظریہ کو فٹ کر دیا اور چونکہ یہ نظریہ عوام میں مکمل مقبولیت کی صلاحیت رکھتا تھا اس لئے عوام میں سب سے زیادہ یہی نظریہ مقبول ہوا، حالانکہ یہ نظریہ تو بہت بڑا ظلم ہے، یعنی گناہ کرے ساری مخلوق اور نعوذ باللہ، خاکم بدہن قربانی کسی مقدس ہستی سے لی جائے، یہ نظریہ باطل پر مبنی ہے، ہاں یہ درست ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت کی وجہ سے کافی گناہ گاروں کو نجات ملی ہے اور ملتی رہے گی، اور یہ شہادت عظمیٰ کی ایک ثانوی عطا ہے، اصل وجہ اور مقصد نہیں ہے، اس قربانی کی وجہ سے نجات اور بخشش کس صورت میں ملتی ہے اس پر یہاں بات کی جائے تو بات لمبی ہو جائے گی

نظریہ تحفظ فروعات

اسی طرح عالم تشیع کے مقررین اور بعض علمائے کرام اور خطیب یہ تاثر دینے میں

مصروف ہیں کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت عظمیٰ کے واقع ہونے کا اصل مقصد صرف نماز اور روزے یا فروعات کو بچانا تھا، یعنی اتنی بڑی قربانی کا مقصد اعلیٰ صرف نماز روزے کا تحفظ تھا

حالانکہ یہ مسلّمہ ہے کہ نماز و روزے سے انسانی جان زیادہ قیمتی ہے، جو انسان علم الفقہ کی ''الف بے'' سے واقف ہے وہ اس حقیقت سے ہرگز انکار نہیں کرسکتا کہ جملہ فروعات سے انسان کی زندگی بدرجہا قیمتی ہے، اور فروعات میں سے جو فرع بھی کبھی انسانی زندگی سے متصادم ہوگا بے وقار ہو جائے گا، اپنی اہمیت ختم کر ڈالے گا، مثلاً حج فرض ہے، انسان کے پاس مال بھی وافر مقدار میں موجود ہے مگر راستہ پرخطر ہے، مسافر کی زندگی خطرے میں ہے، تو فقہ کہتی ہے کہ حج ساکت ہے اسی طرح روزہ فرض ہے مگر انسان اگر بیمار ہے اور کثیر العطش [جسے پیاس کی بیماری ہو] ہے اور روزہ رکھنے سے اس کی زندگی کو خطرہ لاحق ہوتا ہے تو فقہ کہتی ہے کہ اس پر روزہ حرام ہے، ایسا روزے دار اگر روزے کے احترام میں مر جائے تو یہ خودکشی ہے، یعنی حرام موت ہے

نماز کا حال بھی یہی ہے مثلاً ایک شخص نماز صبح پڑھ رہا ہے، طلوعِ آفتاب سے چند سیکنڈ باقی ہیں، نماز شروع کر چکا ہے، اچانک قریبی تالاب میں سے ایک بچے کی چیخ سنائی دیتی ہے، جو کہتا ہے کہ بچاؤ بچاؤ، یعنی کوئی بچہ ڈوب رہا ہے، اور یہ نمازی تیرنا جانتا ہے مگر نماز شروع کر چکا ہے، اور حالت یہ ہے کہ اگر نماز چھوڑتا ہے تو نماز قضا ہوتی ہے اور نماز نہیں چھوڑتا تو بچہ ڈوبتا ہے

یہاں پر فقہ کہتی ہے کہ ایسی حالت میں نماز حرام ہے، چاہے یہ بھی معلوم نہیں کہ بچہ

مسلمان ہے یا کافر، مگر نماز سے اس کی زندگی زیادہ قیمتی ہے، بلکہ اگر کوئی انسان دیکھے کہ ایک کتے کا پلا دریا میں ڈوب کر مر رہا ہے تو اسے ڈوبتا دیکھ کر نماز شروع کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ نماز سے جاندار بچانا زیادہ اہم ہے، اس لئے نماز توڑ کر کتے کے پلے کو بچانا پڑ جائے تو بچا لو، کیونکہ جاندار کی زندگی بھی فروعات سے زیادہ قیمتی ہے

اسی طرح اگر کوئی نمازی نماز میں مشغول ہے اور اس کے سامنے یا نزدیک کوئی ناسمجھ فرد یا کوئی بچہ کسی پرندے کے پر نوچ رہا ہے اور یہ نمازی اس پرندے کی چیں چیں (آواز) سنتا ہے تو فقہ کا حکم یہ ہے کہ نماز کو چھوڑ دے اور اس پرندے کو ظلم سے بچائے، اگر یہ نمازی اس طرح نہیں کرتا تو خود نماز اس نمازی پر لعنت کرتی ہے، بلکہ ملائکہ وہ نماز اس کے منہ پر مارتے ہیں

اب عقل سلیم خود فیصلہ کر سکتی ہے کہ جن چیزوں سے ایک عام انسان کی زندگی بلکہ ایک عام جانور اور پرندے کی زندگی زیادہ قیمتی ہے کیا ان چیزوں کی خاطر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسی ذات کی زندگی جیسی بڑی قربانی دی جا سکتی ہے؟

یہ ایک علیحدہ بات ہے کہ شہادتِ عظمیٰ کے اصل مقصد کے علاوہ جو فوائد ہیں ان میں سے تو ایک یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نماز و روزے کا تحفظ بھی ہو جائے، مگر مقصد شہادت نماز و روزے کا تحفظ نہیں ہو سکتا، مقصد شہادت عظمیٰ نماز و روزہ نہیں ہو سکتا شہادت کے ردعمل میں جو کچھ ہوا ہے اس میں سے ایک چیز یہ بھی ہو سکتی ہے یعنی تین دن کی پیاس سے روزے کو زندگی بخشی ہے، سجدہ کی حالت میں سر قربان کر کے نماز کو حیاتِ ابدی عطا فرمائی ہے، مگر یہ فروعات ثانوی حیثیت رکھتے ہیں

فروعات قوانین اعمال ہیں اور اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ انسان قانون کیلئے خلق نہیں ہوا بلکہ قانون انسان کی فلاح و بہبود اور معاشرے کی اصلاح کیلئے بنایا جاتا ہے، اس لئے قوانین میں ہمیشہ ترمیم ہوتی رہتی ہے، انسان کی زندگی کے تحفظ کیلئے قانون میں استثنیٰ موجود ہوتے ہیں، چاہے وہ قانونِ فقہ ہوں یا قانونِ مملکت، جس طرح قتل کی مختلف حالتوں میں مختلف سزائیں ہیں

اسلام نے سور اور مردار کو حرام قرار دیا ہے مگر زندگی کی اہمیت اور بقا کے پیش نظر سور کھانا بھی جائز قرار دیا ہے، قرآن پڑھ کر دیکھیں، حالت اضطرار میں سور کھانا حرام نہیں ہے، اس سے ثابت ہوا کہ انسانی زندگی کو فروعات پر قربان کرنا حرام ہے، جب عام انسان کا اپنی زندگی کو فروعات پر قربان کرنا حرام ہے تو امام وقت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سر قربان کرنا کہاں جائز ہے؟

اور امام علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ایسا کہ جس کے سامنے عام انسان کی نماز تو کیا خود شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز بھی بے حقیقت ہو جاتی ہے، جب تک یہ پشت پر سوار رہتے ہیں وہ سجدے سے سر نہیں اٹھا سکتے، پاک خاندان تطہیر علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مشہور و معروف واقعات پر غور کریں تو یہ بات ثابت ہے کہ جہاں بھی شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز میں امامت نے مداخلت کی ہے تو نماز اپنی اہمیت کھو بیٹھی ہے، ثبوت کیلئے ایک دو واقعات پیش کرتا چلوں تا کہ حقیقت بے نقاب ہو جائے

ایک دن جناب امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز با جماعت کی اولین رکعت کے اولین حصہ میں شریک نہیں ہو سکے، ان کے پہنچنے سے قبل نماز شروع ہو چکی تھی، شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع کی حالت میں تھے، پہلی رکعت کا رکوع شروع ہوا، ادھر

امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام نے وضو فرمانا شروع کیا، ادھر شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سبحان ربی العظیم وبحمدہ پڑھنا شروع کیا، 38 مرتبہ یہ تسبیح تلاوت کی، لوگ حیران ہیں کہ رکوع اتنا طولانی کیوں ہوگیا ہے؟ بعد از نماز اصحاب نے عرض کیا کہ حضور! کیا سلسلہءِ وحی شروع ہوگیا تھا؟

فرمایا کہ نہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم جس وقت رکوع میں پہنچے ہیں

☆جاء جبرائیل و قابضاً علی رکبتی فیقول قف یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فوراً جبرائیل نازل ہوئے، انہوں نے آکر میرے زانو کو پکڑ کر عرض کیا کہ حضور یہاں پر رک جائیں، جب تک آپ کے پاک بھائی نماز میں شامل نہ ہوں رکوع کو جاری رکھنا ہے......اس واقعہ سے نماز کی اہمیت سمجھی جاسکتی ہے

اسی طرح کا ایک اور واقعہ بھی ہے جس کا حوالہ جناب مولا امیر کائنات علیہ الصلوۃ والسلام نے خلیفہ اول اور خلیفہ ثانی کو دیا تھا، ان دونوں سے مخاطب ہوکر جو فرمان صادر فرمایا تھا اس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں، اما تعلمان کیا تم دونوں جانتے ہو؟

کہ ہماری پاک دستار کے وارث امام حسن علیہ الصلوۃ والسلام وہ ذی عظمت ذات ہیں جو اکثر ایسا کرتے ہیں کہ مسجد نبوی میں صفوں کو عبور کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب پہنچ جاتے ہیں

☆وھو ساجدا حتی یرکب علیٰ ظھرہ ویقوم النبی و یدہ علیٰ ظھر الحسنؑ علیہ السلام و اخریٰ علیٰ رکتبہ حتیٰ یتم الصلواۃ

پاک نانا کو سجدہ میں دیکھ کر پشت پر سوار ہو جاتے ہیں، شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت اٹھتے ہیں تو ایک ہاتھ سے پاک لخت جگر کو پشت پر سنبھالتے ہیں، دوسرا ہاتھ

زانو پر رکھ کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، اور اس حال میں وہ اپنی نماز مکمل فرماتے ہیں، کہ میرا لخت جگر ان کی پشت پر سوار رہ جاتا ہے

ان واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نماز تو اس گھر کی تفریح کے ساتھ متصادم ہونے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتی، چہ جائیکہ سر اطہر قربان کرنے کا مقصد بن سکے

حقیقت یہ ہے کہ نماز فروعات میں داخل ہے، اور امامت اصول میں شامل ہے جب تک اصول درست نہ ہوں فروعات کی کوئی وقعت نہیں رہتی ہے، یہاں پر ایک اور مسئلہ حل کرتا چلوں کہ اگر امامت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز میں داخل ہو جائے تو شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز متاثر نہیں ہوتی، اور اگر ہماری نماز میں امامت داخل ہو جائے تو وہ کس طرح باطل ہو جاتی ہے؟ یعنی علیاً ولی اللہ پڑھنے سے نماز کیونکر باطل ہوسکتی ہے؟ تفصیل کیلئے کتاب صلوٰۃ المومن دیکھیں

مطلب یہ ہے کہ مقصد شہادت عظمیٰ اس نماز و روزے کو بچانا نہیں تھا، فرض کرو اگر مقصد شہادت عظمیٰ نماز و روزے کو بچانا ہوتا تو پھر میرے خیال کے مطابق بہت دیر ہوگئی تھی، کیونکہ نمازیں یا روزے تو اس دن سے ختم ہو گئے تھے کہ جس دن سقیفہ کا ڈرامہ ''play'' ہوا تھا، کیونکہ ان ایام میں دن کھڑے روزے افطار ہونے لگے تھے، اَذان میں ترمیم وتحریف کی گئی، باجماعت تراویح پڑھائی جانے لگی، نمازِ جمعہ بدھ کے دن پڑھی گئی، باقی کیا رہ گیا تھا؟

اگر فروع کی بقا کی خاطر ہی سر قربان کرنا تھا تو 50 سال پہلے کرنا چاہیے تھا، جو نمازیں، روزے ان 50 سال میں ادا ہوتے رہے ہیں بعینہٖ وہی تو یزید ملعون کے دور میں بھی رائج رہے ہیں

ان میں مزید کوئی تبدیلی سن 60 ہجری میں نہیں کی گئی کہ جس کی خاطر سر قربان کرنے پر نوبت آتی ...... مقصد شہادتِ عظمٰی نمازیں یا روزے بچانا نہیں تھا

اور اگر واقعی اس کا مقصد نمازیں یا روزے بچانا ہی تھا تو پھر (خاکم بدہن) بیعت سے بہتر کوئی صورت نہ تھی، کیونکہ اگر ملعون شام کے ساتھ معاہدہ ہو جاتا کہ تو نمازیں اور روزے رائج رکھ، ہم بیعت کیلئے تیار ہیں، تو وہ اقتدار کا بھوکا شخص لازماً تخت واقتدار کی خاطر ہر بات تسلیم کر لیتا، کیوں کہ سقیفہ والی نماز تو وہ خود بھی پڑھتا تھا، اسے اس معاہدے پر کیا تکلیف ہوتی؟

ثابت ہوا کہ مقصد شہادت نماز یا روزے کو بچانا نہیں تھا بلکہ یہ نظریہ تو عظمت شہادت کو ختم کرنے کیلئے گھڑا گیا تھا، حقیقت یہ ہے کہ درجاتی حساب سے فروعات سے انسان افضل ہے، اور انسان سے اصول افضل ہیں، جب انسان فروعات کے ساتھ ٹکر لیتا ہے تو فروعات باطل ہو جاتے ہیں، اور جب انسان اصول کے ساتھ متصادم ہو تو انسان کی زندگی کی اہمیت و قیمت ختم ہو جاتی ہے

جس طرح جنگ صفین میں ظاہری کلمہ گو بہ اختلاف روایات 90000 ہزار نمازی روزہ دار مارے گئے تھے، ان کی زندگی کی کیا اہمیت باقی رہ گئی تھی؟

جنگ جمل میں تیس ہزار نمازی مسلمان کہلوانے والے جب اصول یعنی امامت کے ساتھ متصادم ہوئے تو قتل ہو گئے، انسانی زندگی کی ''انسانی'' حیثیت تو گر گئی اور اصول کے ساتھ ٹکرا کر جو مرے وہ باطل کی موت مرے، جو کتے کی موت مرنے سے بھی بدتر ہے

اصول دین اس درجاتی حساب سے انسان سے افضل ہیں، پھر امامت صرف

فروعات کی خاطر سر قربان کرے تو عقلی اور منطقی طور پر یہ بات غلط ثابت ہوتی ہے، اس پر مکمل بحث میں اوائل میں کر چکا ہوں، اس لئے یہاں اس کا اعادہ نہیں کرنا چاہتا

اب یہاں میں صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ مقصد شہادت جو بھی تھا، اس کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ شہنشاہِ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے خروج کے بعد معلوم ہوگا

مگر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب قیاس آرائیاں ہیں کہ یہ مقصد ہے یا یہ مقصد ہے

یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ ہر جزو جب اپنے کل پر قربانی دے تو اس کی قربانی درست ہوتی ہے، اور اگر کوئی کل اپنی جزو پر قربانی دے تو یہ خلافِ عقل واصول ہے، اس لئے مقصد شہادت جو بھی تھا، وہ یوں ہوگا کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوۃ والسلام کی قربانی کل پر جزو کی قربانی ہی ہوسکتی ہے، انہوں نے اپنی اُس کل پر قربانی دی ہوگی کہ جس کی یہ جزو ہوں گے، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان کا کل سوائے ذات واجب الوجود کے کوئی ہو ہی نہیں سکتا

اب میں چوتھے سوال پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں

﴿چوتھا سوال﴾

سارے سوالات سے اہم سوال وہ ہے جو ہر آدمی فطرت کے تحت ہر مقتول کے بارے میں کرتا ہے، یعنی ہر انسان یہ پوچھتا ہے کہ کیا اس مقتول کا کوئی وارث بھی ہے؟ کیا کوئی اس مقتول کا انتقام لینے والا یا کوئی اس کے کیس کی پیروی کرنے والا بھی ہے؟

یہ وہ سوال ہے کہ جس کے بارے میں نہ ہم نے کسی سے پوچھنے کی ضرورت محسوس کی ہے اور نہ ہی کسی نے اس کا تفصیلی جواب دیا ہے

دوستو! حقیقت یہ ہے کہ ان مظلومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ایک وارث آج بھی ہم میں موجود ہے، جو شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی جدا طہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دستار کے وارث ہیں، ہمارے زمانے کے امام بھی ہیں، ساری دنیا کی سادات کے قبیلہ کے چیف بھی ہیں، جناب ہابیل سے لے کر جناب نفس ذکیہ تک سارے شہداء کے منتقم بھی ہیں، انہوں نے اس دنیا میں جلد آنا ہے، اپنے سارے مظلوم اجداد طاہرین علیہم الصلوٰۃ والسلام کا انتقام لینا ہے، انہوں نے آکر اپنی پاک دادیوں صلوٰۃ اللہ علیھن کو اس دنیا میں دوبارہ آباد کرنا ہے، انہوں نے آکر شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انتقام بھی لینا ہے، ان کی خوشیاں بھی کرنا ہیں، ان کو خود اپنے ہاتھوں سے سہرے بھی پہنانا ہیں، شام کی ملکہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کو ان کے لعل دولہا بنا کر دکھانا ہیں، شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک ماں صلوٰۃ اللہ علیہا کو ان کے لعل کی لٹی ہوئی خوشیاں واپس لے کر دینا ہیں، یہ پاک گھر جسے امت نے بے وارث سمجھ کر لوٹا تھا اس کے پاک وارث عجل اللہ فرجہ الشریف نے آکر دوبارہ اس پاک گھر کو آباد کرنا ہے، ان کے زمانۂ حکومت میں سارے ظالمین کو قبروں میں سے اٹھایا جائے گا، ان ملاعین کو مومنین کے حوالے کیا جائے گا، ایک ایک مومن ایک ایک ظالم سے جی بھر کے انتقام لے گا، اس کے بعد شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ان ملاعین سے انتقام لیں گے

معظّمہ کائنات بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے غصب شدہ فدک کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا، ان کے پہلو پاک کی ضربوں کا ظالمین سے پوچھا جائے گا، ہر ظلم کے متعلق

پوچھا جائے گا، ان کے دور میں یہ سارا گھر سرکار ابوالفضل العباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک علم کے سائے میں ایسا آباد ہوگا کہ کوئی دکھ بھی اس گھر پاک کے قریب نہیں آئے گا، اس پاک گھر کے وارث عجل اللہ فرجہ الشریف کے زمانے میں سارے مومنین جو شہید ہوئے ہیں ان کو بھی دوبارہ زندگی عطا ہوگی، ہر مومن اور ہر سید کو حکومت ملے گی، اور محمدؐ وآل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حکومت ابدی ہوگی جو کبھی بھی ختم نہیں ہوگی

تقاضہءِ محبت

اس مقام پر فطرت کا ایک اور تقاضہ بھی ہوتا ہے کہ جب کسی شخص کے کسی دوست کو قتل کر دیا جائے یا اس کے دوست کے والد کو قتل کر دیا جائے تو انسان اپنے دوست کے پاس جاتا ہے اور اس سے پوچھتا ہے کہ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو میں حاضر ہوں، اگر بندوقوں کی ضرورت ہے تو وہ حاضر ہیں، اگر آدمیوں کی ضرورت ہے تو میری جان حاضر ہے، اگر روپے پیسے کی ضرورت ہے تو میرا سارا گھر حاضر ہے، انسان یہ بات صرف دوستی اور محبت کی بنیاد پر کرتا ہے، یہ وہ بات ہے کہ جو اکثر ہمارے معاشرہ میں مشاہدے میں آتی ہے، اور دوست دوستی پر جان لڑا بھی دیتے ہیں اور جان دے بھی دیتے ہیں، یہ کوئی نئ بات نہیں بلکہ ہر زمانہ میں یہ ہوتا آیا ہے اور معاشرتی طور پر یہ کوئی معیوب بات بھی نہیں سمجھی جاتی یہاں ہمیں بھی سوچنا چاہیے کہ کیا ہم نے کربلا کے پاک مظلومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث کو کبھی یہ بھی عرض کیا ہے کہ آقا تمہارا جو اتنا نقصان ہوا ہے، آپ کا جو بھرا گھر امت نے لوٹ لیا ہے اور اس ظلم کا سلسلہ آج تک جاری ہے، اگر انتقام کیلئے

آپ کو ہماری ضرورت ہو تو ہم حاضر ہیں

کیا ہم نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ ان مظلومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاک وارث کا جو اتنا نقصان ہوا ہے اور آج تک انہوں نے نہ شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوۃ والسلام کی جوانی کا انتقام لیا ہے اور نہ جناب عباسؑ علیہ الصلوۃ والسلام کے بازوؤں کا انتقام لیا ہے، تو اس کی وجہ کیا ہے؟ ممکن ہے کہ آقا ہمیں اس انتقام میں شریک فرمانا چاہتے ہوں اور ہم روزی روٹی اور دنیا کی ہوس پرستی سے فارغ ہی نہ ہو رہے ہوں

کیا ہم نے ان مظلومین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وارث کے ساتھ کبھی رابطہ کرنے کی کوشش بھی کی ہے؟ کیا ہم نے ان کو یہ آفر (Offer) کی ہے کہ مولا ہماری ہر چیز آپ کیلئے حاضر ہے، جہاں چاہیں ہماری جان خرچ کریں، مگر اپنا گھر پاک اب تو آباد فرمائیں، اپنی پاک دادیوں صلوٰۃ اللہ علیھن کو اب تو پاک بیٹوں اور بھائیوں کی خوشیاں دکھا دیں

شہنشاہ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ہے کہ اب تک جنت میں بھی اداس رہتے ہیں، ان کے دل سے پاک مخدراتِ عصمت وطہارت صلواۃ اللہ علیھن کے شام جانے کا صدمہ اب تک زائل نہیں ہوا ہے

کیا ہم نے ان کے پاک منتقم عجل اللہ فرجہ الشریف کو کبھی یہ بھی عرض کیا ہے کہ آقا آپ اب تو فضل کے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دل خوش کریں، ان کا جگر ٹھنڈا کریں

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان بعض حالات میں دوستوں کی مدد کرنے اور نصرت کرنے سے عاجز یا مجبور ہوتا ہے اور مدد نہیں کر سکتا، ہمارے پاس اکثر ایسے لوگ آتے ہیں کہ جن کا کوئی شخص قتل ہو چکا ہوتا ہے، اس کے قاتل جیل میں

ہوتے ہیں اور مقتول کے وارث دعا کرانے آتے ہیں کہ قاتل کو سزائے موت ہو جائے اوران کے احباب بھی یہ دعا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ اللہ اس ظالم کو جلدی سزا دے

یہ دعا ہر مقتول کا وارث کرتا ہے، اوروں سے یہی دعا کرواتا ہے اوراس کے دوست خود بھی یہی دعا کرتے ہیں

یہاں پر ہمارے لئے بھی مرحلہ ءِ فکر یہ ہے کہ ہم نے بھی کبھی ان مظلومین کے وارث کلی کو دعا کی ہے؟ کہ آپ کے اجداد اطہار علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دشمن اللہ کرے جلد برباد ہوں، آپ کے گھر میں جلد خوشیاں آئیں

افسوس تو اس بات کا ہے کہ ہم جو پرسہ داری کرتے ہیں، وہ پرسہ داری بھی ہم ان مظلومین کے وارث سے نہیں کرتے بلکہ ایک دوسرے کو پرسہ دے کر واپس آ جاتے ہیں، آپ خود سوچیں کہ کبھی مجلس، یا ماتم میں ہم نے اپنے زمانے کے امام عجل اللہ فرجہ الشریف کو بھی پرسہ دیا ہے؟ کیا ہم نے کبھی ان سے تعزیت کی ہے؟ حالانکہ پرسہ داری اور تعزیت مقتول اور متوفی کے ولی ءِ شرعی سے کرنا چاہیے تھی، اوران سارے مظلومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ولی ءِ شرعی ہمارے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ہیں

کیا ہم نے انہیں کبھی ولی ءِ شرعی سمجھا بھی ہے؟...... اگرانہیں ولی شرعی سمجھا ہے تو کیا ہم نے انہیں مالک متام سمجھ کر کبھی پرسہ دیا ہے؟ یا تعزیت کی ہے؟

بلکہ مشاہدہ تو یہ ہے کہ ان تعزیتی جلوسوں اور مجالس میں ان کا ذکر تک نہیں کیا جاتا، اور نہ یہ بتایا جاتا ہے کہ ان مظلومین کا کوئی وارث ہے بھی سہی یا نہیں

ہم تو ان سے ایسا سلوک کر رہے ہیں کہ جیسا کسی غیر ملک میں کوئی مسافر فوت ہو

جائے تو وہاں کے لوگ فارمیلٹی (Formality) پوری کرتے ہیں، اور ایک دوسرے کو تعزیت کر کے چھٹی کرا دیتے ہیں، اسی طرح ہم بھی ان جلوسوں اور مجالس میں ایک دوسرے کو پرسے دے کر چھٹی کرتے ہیں، اور یہ کبھی سوچتے بھی نہیں کہ ان مظلومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ایک وارث آج بھی ہمارے ان تعزیتی جلوسوں اور مجالس میں موجود ہے، چلو ہم بھی دو لفظ تعزیت کے انہی سے کہہ دیں، بلکہ ہمارا رویہ تو یہ ہے کہ جس طرح کسی مقتول کی کوئی تعزیتی مجلس ہو مگر اس کے وارث اور ولیءِ شرعی کو اس مجلس میں آنے سے روک دیا جائے یا اس کا صف ماتم پر داخلہ بند کر دیا جائے، آپ خود انصاف کریں کہ کیا دنیا کے کسی مقام پر یہ ظلم بھی ہوا ہے کہ جو اصل وارث متام وعزا ہو، اسے صف ماتم پر آنے ہی نہ دیا گیا ہو؟

ظلم تو یہ ہے کہ جو ان امام بارگاہوں کا مالک و وارث ہے، جو چودہ پاک معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دستار اقدس کا مالک حقیقی ہے، جو ان مجالس عزا اور ماتمی جلوسوں کا اصل مالک ہے، ہم اس کا نام تک ان مجالس میں لینے کے روادار نہیں ہیں

ہر چیز کا مالک بھی وہی ہو اور نام بھی اسی کا نہ لیا جائے، ذکر بھی اسی کا نہ کیا جائے، یہ ظلم نہیں تو کیا ہے؟

دنیا کا دستور ہے کہ جب بھی کوئی دوست کسی کی تعزیت کیلئے جاتا ہے تو پہلے وہ متوفی کا ذکر کرتا ہے، اس کے بعد دعائے مغفرت و فاتحہ کہتا ہے، اس کے بعد یہ کہنا بھی ضروری ہوتا ہے کہ اللہ تجھے آنے والے ہر دکھ سے اپنی امان میں رکھے، اللہ کرے تجھے کوئی اور دکھ نہ دیکھنا پڑے، تجھے پھر کوئی مصیبت نہ آئے

سچ بتائیں! کبھی کسی شخص نے کسی عام آدمی کی صف ماتم پر یہ دعا بھی کی ہے کہ

تیرے گھر میں یہ صف ماتم قیامت تک بچھی رہی ، اللہ کرے یہ غم ہمیشہ تجھے نصیب رہے، البتہ اس غم کے علاوہ کوئی اور غم نہ دیکھیں

دوستو ! اگر کوئی ایسی دعا کرے تو کیا کوئی آدمی اسے دوست تسلیم کرے گا ؟

مگر ہم مجالس میں یہ دعا کرتے نظر آتے ہیں کہ [خدا نہ کرے] یہ صف ماتم قیامت تک بچھی رہے...... ،ہمیں تو یہ دعا کرنا چاہیے تھی کہ اللہ کرے اب یہ صف ماتم اٹھ جائے ، اوراب اس پاک گھر میں خوشیاں آئیں ، سارے دکھ دور ہوں ، اللہ کرے کہ ان مظلومین کا جلد انتقام ہو، ان کے دشمن برباد ہوں

دوستو ! ہم نے اپنے شہنشاہ معظم عجل اللہ فرجہ الشریف کے ساتھ ایسا رویہ رکھا ہوا ہے کہ جو ہم کسی عام دنیاوی دوست کے ساتھ بھی رکھنا جائز نہیں سمجھتے ، اور اگر کوئی یہ رویہ ہمارے ساتھ رکھے تو ہم اسے اپنا دوست نہیں سمجھتے

ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو اپنے گھر اطہر کے نقصان کا کتنا درد ہے؟ ہم نے کبھی اس کے بارے سوچا بھی نہیں ہے، وہ زیارت ناحیہ میں فرماتے ہیں کہ

☆لا بكين لك بدل الدموع دماً اے جداطہر ہم آپ کے دکھوں پر غیبت میں خون کے آنسو بہا رہے ہیں، کیا ہم نے کبھی یہ معلوم کرنے کی زحمت بھی گوارا کی ہے کہ ان کے شب و روز کس طرح گزر رہے ہیں ؟

کیا ہم نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ ہم ان مظلومین علیہم الصلوۃ والسلام کے وارث پاک کی کسی طرح مدد بھی کر سکتے ہیں ، حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے فرمایا ہے

☆یا ایھا الذین امنوا کونوا انصار الله یعنی اے ایمان والوتم اللہ کے مددگار بن جاؤ، تو اللہ نے ان کی مدد کو اپنی مدد قرار دیا تھا اور اس کے ہر نائب کی مدد کرنا

گو یا اللہ کی مدد کرنے کے مترادف ہے، شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ھل من ناصرٍ فرمایا تھا تو اس استغاثہ کی بازگشت آج بھی چار دانگ عالم میں گونج رہی ہے

وہ آواز کربلا میں معدوم نہیں ہوگئی تھی بلکہ دم بہ دم ھل من ناصرٍ کی صدا آرہی ہے، کیا ہم اس آواز پر آج لبیک کہنے کیلئے تیار ہیں؟ یا کبھی ہم نے لبیک کہا بھی ہے؟

☆ یا لیتنی کنت معکم کے صرف الفاظ کہنے سے نصرت ہو جاتی ہے؟

ہمیں ان سوالات پر غور کرنا چاہیے اور اس کے بعد اپنے رویوں پر نظر ثانی کرنا چاہیے تا کہ ہم ان مظلومین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انصار میں شامل ہوسکیں، ان کے وارثِ حقیقی عجل اللہ فرجہ الشریف کے ساتھ ہمیں اپنا رویہ درست کرنا چاہیے، ہم پر واجب ہے کہ ہم تعزیت کریں تو انہی سے کریں، پرسہ دیں تو انہی کو دیں، اور ان کو ہر مجلس، ہر محفل، ہر جلوس، ہر نماز، ہر روزہ میں بلکہ ہر سانس کی آمد وشد کے ساتھ یہی دعا کریں اور جب آنکھوں میں آنسو آجائیں تو وہ وقت قبولیت دعا کا ہوتا ہے، ہم اس وقت بھی یہی دعا کریں کہ اللہ کرے آپ کا پاک گھر جلد از جلد آباد ہو، آپ کے پاک اجدادِ طاہرین علیہم الصلوٰۃ والسلام کا انتقام ہو، آپ کا خون رونے کا یہ سلسلہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو، اپنے گھر اطہر کی آبادی کے حسین مناظر دیکھ کر خدا کرے کہ آپ ہمیشہ مسکراتے رہیں، اور پھر غم و آلام کا کوئی سایہ آپ کی پاک نعلین کو بھی مس نہ کر سکے، آپ کو اتنی زیادہ خوشیاں نصیب ہوں کہ غم و آلام یاد نہ رہیں

﴿ آمین یا رب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِم عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف

وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلٰی آلِہٖ اَجمَعِین